زمانہ

جلد ۳۰ | فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۷۵

پرستش خیال

میری وہ پُرسکون ساعتیں، میرے وہ اوقات جو پچھلے پہر کی خاموش تاریکی میں ملفوف ہوتے معلوم ہوتے ہیں میری زندگی کی وہ گھڑیاں جو رات کے سکون مطلق گھڑی کے رقاص کی دقیقہ یاب قعت وجنبش بنی چلی جارہی ہیں کیا ہیں ؟ ۔ تم کہو گے کہ وہ میری زندگی کے اجزا رفانیہ ہیں، میرے سلسلۂ حیات کی وہ کڑیاں ہیں جو ٹوٹ ٹوٹ کر ایک خاموش صدا کے ساتھ عمان دھر میں گر رہی ہیں میری ہستی کے وہ لمحات ہیں جو میرے مستقبل کو چھوڑ چھوڑ کر میرے ماضی میں ملتے جاتے ہیں ۔ ہاں، یہ سچ ہے حال کہاں ؟ میں فلسفہ کی اس غلطی سے آگاہ ہوں، میں جانتا ہوں کہ ہر لمحہ زندگی کا دقیق ترین جزو ماضی و استقبال کا نقطۂ اتصال ہے اور حال کے لئے کہیں گنجایش نہیں لیکن میرا دعا، زندگی کو حیات کے لحاظ سے دیکھنا نہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ اپنے جینے کا علم اس اعتبار پر قایم کروں کہ میں جی رہا ہوں، بلکہ میں تو اپنی اُس حیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو زندگی سے جداگانہ اور عالم سے متعلق ہو اور میرے دل سے یہ خیال نکال دے کہ میں بھی سب کے ساتھ دُنیا میں جی رہا ہوں، اگر جینا نام ہے صرف سانس کی آمد و شد کا۔ دیکھو وہ اُفق بعید جہاں صرف ایک تارہ اپنی ضیا رکے خیض و لسبط سے ماضی و مستقبل کا ناگوار فسانہ

نوٹ ۔ یہ مضمون ہمارے دوست حضرت نیاز فتحپوری کے ادبیات کا ایک بہترین نمونہ ہے ۔ جس کا رنگ اگرچہ زمانہ کے معمولی رنگ سے کسی قدر جداگانہ ہے لیکن بجائے خود نہایت پُر لطف اور دلآویز ہے ۔ حضرت نیاز کی نثر میں شاعری کی لطیف ندرت موجود ہے اور اسی لحاظ سے انکے تخیلات قابل قدر ہوا کرتے ہیں ۔ ایڈیٹر

دنیا کو سنا رہا ہے، ہاں، کچھ اتنی ہی دور میری زندگی کا بھی صرف ایک ہی واقعہ ہے جس نے زمانہ کی تفریق کا علم مجھ سے چھین لیا اور اب مجھے خبر نہیں کہ میں کیا ہوں اور میری زندگی کی ساعتیں مقیم ہیں یا مُرتحل، ماضی ہیں یا مستقبل۔

ہاں اک زمانہ تھا جس میں چلتا تھا اور سمجھتا تھا کہ چل رہا ہوں، ہنستا تھا اور جانتا تھا کہ ہنس رہا ہوں، سونا چاہتا تھا اور مجھے خبر ہوتی تھی کہ اب میں سونا چاہتا ہوں، باتیں کرتا تھا اور مجھے علم ہوتا تھا کہ میں بول رہا ہوں لیکن جب ایک شام میری زندگی دفعتہً چلتے چلتے ٹھیر گئی، ٹھٹک کر رہ گئی، میری حیات کے تمام منتشر لمحات اک نقطہ تماسِ روح و مادہ پر کھنچکر آ رہے، تو میں اپنا اندازہ، اپنے اوقات کا اندازہ بھول گیا اور ایسا محسوس کرنے لگا کہ میری حیات پر اک سکون، مجسمہ کا سکون طاری ہے اور وہ سو جانا چاہتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس سے زیادہ تغیر میری ہستی میں اور کیا ہوا، مگر ہاں، یہ جانتا ہوں کہ جو کچھ تغیر ہوا وہ اک مستقل و غیر فانی تغیر ہے اور اسوقت بھی جو کائنات کا ہر ذرہ غافل نظر آتا ہے، میں اسی خواب بیداری میں مصروف ہوں اور متحیر۔ اچھا ہٹ جاؤ، مجھے پرستش کر لینے دو اس ماضی کی جس نے میری زندگی کو اک مستقل حال بنا رکھا ہے اور مجھے سرِ نیاز جھکا دینے دو اس پیکر جمال کے سامنے، جس نے میرے جسم، اس شیشۂ ساعت کو بے غیر فانی رنگینیوں، لازوال روشنیوں اور بے شمار ذراتِ نور سے معمور کر دیا۔

اے میری مخدومہ روح، اے میری مالکہ جان و دل، اے تو وہ کہ تجھ سے زیادہ حُسن و شباب اور شبابِ حُسن کا مجموعہ میری نظر سے کبھی نہیں گذرا۔ اے تو وہ کہ تیرے اشعۂ جمال نے میرے اندر پروانہ کی سی لرزش پیدا کر کے در خورِ فضائے حُسن ہونے کا اہل بنا دیا، اے تو وہ کہ تیرا جلوہ نگاہوں سے تابِ تماشہ اور دلوں سے ولولۂ آرزو سلب کر کے حیاتِ مطلق کو جمادات میں تبدیل کر سکتا ہے، تجھے واسطہ اپنی اُس کبریائی حُسن کا جو دنیائے محبت کی تنہا فرمانروا ہے، صدقہ اپنے اُس ماہیت جمال کا جسکی پرستاری ارتقاءِ رُوح کا اقتضاء، مجھے، اپنے ادنیٰ ترین پرستار، اپنے سب سے زیادہ حقیر مملوک، اپنے زبون ترین صید مضطرب کو اجازت دے کہ وہ اپنے عمق روح سے نکلنے والی آواز پرستش، اپنے نہاں خانۂ دل کے اندر تڑپنے والی پاک و معصوم صدا، پیمانۂ اپنے جان کے محترم ترین راز کی بے چین و مضطرب آہنگ تپش کو تیرے صدا نواز سامعہ تک پہونچا سکے اور پھر مر رہے کہ اس سے زیادہ قیمتی آرزو کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہوئی اور اُسکا بر آنا میری تکمیل حیات ہے، جس کو میں اسی حالت میں صحائف آسمانی تک پہونچا کر جہاں تمنّا و التفاتِ حسن کی ایک غیر فانی داستان اُن میں ثبت کرانا چاہتا ہوں۔

اس وقت جب ساحل پر شام کے سانولے رنگ میں حُسن مطلق کی تابناکیاں ہر ہر ذرہ سے بیتاب ہو ہو کر باہر نکلی پڑتی تھیں، جب اس کی رعنائی و دلفریبی کی تمناطیسی لہریں سمندر کی ہر ہر لہر سے بلند ہو رہی تھیں، مجھے معلوم ہے، میں نے دیکھا کس طرح دفعتاً افق سے تیرا چہرہ مقدم کر کے اپنی تمام جلوہ پاشیاں اور ساری برق آفرینیاں اس سب سے پہلی شعاع حُسن کے سامنے پیش کر دیں جو دور سے سیلاب نور میں اک عالم کو ڈبوتی چلی آ رہی تھی۔ تو خراماں خراماں آئی اور خیاباں خیاباں شگفتگیاں چاروں طرف بکھیر دیں۔ ساحل جگمگا اٹھا، سمندر اچھل پڑا، شام شہود ہو گئی اور ساری فضا خندہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت دنیا کسی انقلاب کو قبول کر رہی ہے اور ہر چیز تیرے حلقہ نور میں آ کر مصروف رقص ہے۔

وہ تیری نرم و سبک رفتار جو ہر قدم پر اک تازہ نسیم صبح پیدا کرتی آ رہی تھی، مجھے معلوم ہے کہ اس وقت آسمان زمین پر کیا کیا رشک کر رہا تھا اور کیسا بیتاب تھا کہ بمقدار یک قدم پامالی تیرے نازک پیروں کے نیچے جگہ مل جائے، کوئی ایک ہی ذرہ تیرے نقش قدم کا حاصل کر کے اپنی بساط انجم میں ایک بہترین اضافہ کر سکے۔ میں نے دیکھا کہ تو نے فضا کو اپنی درخشانی سے کچھ دیا اور وہ جگمگا اٹھی، ہوا کو اپنی نکہت زلف سے کچھ لطف فرمایا اور وہ اُس سے لدی زمین کو اپنے نازک قدموں کے چند نازک لمس مرحمت کئے اور وہ اچھل پڑی۔ لیکن، اے ملکہ، جب تو اس شان سے ہر قدم پر اک مستقل سجدہ گاہ چھوڑتی ہوئی میرے پاس سے گذری تو مجھے کیا عنایت ہوا؟ کیا میں اسی ایک ارتعاش ہستی پر قایم رہوں، کیا اُس تھرتھری کو لئے ہوئے ہمیشہ یونہی کانپا کروں جو تیرے کان کے آویزوں اور تیری آستین کی جھالروں نے میرے اندر ودیعت کر دی ہے؟

وہ شانہ و دوش پر چھوٹے ہوئے سیاہ اور گھنے بالوں کی آغوش میں تیری لرزش کمر، اُف اِن بالوں میں یہ بجلی کی سی لہر میرا سینہ شق ہو جائے تو دنیا دیکھے کہ کلیجہ پر اک لکیر ہے۔ وہ بغیر پروئے ہوئے موتی کی سی جوانی اور اُس کی وہ تیز و تُند شراب جو تیری مست و سرشار آنکھوں سے ہولی کھیلتی ہوئی تیرے گالوں میں رنگِ شباب بن جھلک رہی تھی، میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جس شباب کے خیال سے میرے جسم کی ہر ہر رگ لوٹی جا رہی ہے وہ تیرے سینہ کے نازک آبگینہ میں کیونکر آ سکا۔ وہ تیرے تناسبِ اعضا، وہ موزون جسم جس کو میں نے کبھی چھوا تو نہیں، لیکن اُس کی نرمی کو اسی طرح سمجھ لیا جیسے کیلے کی نئی کونپل کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہوں۔ معلوم ہوتا تھا کہ فطرت کی تکمیل صنعت اک ایسے دقیق نقطۂ توازن پر جھول رہی ہے کہ خفیف سا تجاوز بھی اِک نمایاں بدنمائی پیدا کر یگا۔ تیرا وہ چھریرا جسم

جہان بیاضِ سینہ گردن کی عریانی سے ملکر موتیون کی لڑی مین تبدیل ہو جاتی ہے جس وقت مین نے دیکھا تو محسوس کرنے لگا کہ میری ساری رُوح اک رعشہ ہوکر میرے لبون پر آرہی ہے اور وہان سے نکلکر اُس یاسمینی شگفتگی مین ملکر فنا ہو جانا چاہتی ہو جہان صرف تیرے ہی رنگِ جسم کی خصوصیت نظر آتی ہے۔

وہ تیرے جسم کی خنک ضیا پاشیان، جیسے بہار کی دلکش ترین صبح مین آفتاب کی پہلی نرم نرم شعاعین۔ وہ تیرے تکلم کی کوثر ریز شیرینیان۔ اُس موسیقیت کی لذت مین اب بھی گویا اپنے گلے مین موجود پاتا ہون۔ وہ تیری اختیارکی حیات بخش پامالیان۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ذرہ ذرہ عالم مین اک مستقل وجود ذاتی اختیار کرنا چاہتا ہے۔

وہ تیری آنکھون کی دلکش ناوک اندازیان جن کے لئے اک عالم اُسی طرح بیقرار ہو سکتا ہے جیسا اُن کے ساتھ، اور پھر وہ تیرے ہر ہر عضو سے پھٹ پڑنے والا مُسکرِ شباب کا عالم، وہ نبض انسانی مین تواتر ضربات کا اک ہنگامہ بپا کر دینے والی تیری مست جوانی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے اندر یہ نظام حرکت، زندگی کی یہ ہنگامہ آرائیان صرف تجھی سے متعلق ہین اور اگر تو نگاہون سے اوجھل ہو گئی تو عالم اپنے اندر کوئی علامت حیات نہ پائے گا اور جو چیز جہان ہے وہین افسردہ و مضمحل ہو کر گر پڑیگی۔ وہ تیرے یاسمن زارِ رنگ کی تبسم فروشیان، وہ میری نگاہون تک پہونچکر مخموری و سرشاری مین تبدیل ہو جانے والی تیرے مینائے جسم کے اندر بیقرار تموج کرتی لہرین۔ آہ، یہ سب کیا تھا جس نے میری حسیات کو سامان صد ہزارین نیش جراحت سے مالامال کر دیا۔ آہ (بقول اک ہندی شاعر کے) "ابرو کی کمان سے جس مین زہ نہین اور نگاہ کے تیر سے جو سیدھا نہین خیال ایسے متحرک نشانہ کو بیدھ لینے والی" حُسن کی دیوی! جب مین نے تجھے عام وضعِ انسانی سے اسقدر بلند و مرتفع پایا، جب مین نے خواہشات قلب کی دسترس سے تجھ کو اس درجہ ارفع و اعلےٰ دیکھا، تو میری کمزوری نے تیرے اندر کوئی نقص نکالنا چاہا، جرّ حیات کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈھنا چاہا، لیکن مین اس نکوہش کا ذکر نہ کرونگا، اس سرزنش کا بیان میرے اختیار سے باہر ہے جو بارگاہِ حُسن مین میری اس جسارت کی منتظر تھی۔ اس لمحہ کے خیال سے مین اب بھی کانپنے لگتا ہون جب مین نے تجھے اس نیت سے اِک نگاہ بھر کے دیکھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ نہ تیرے حُسن کو آنکھ بھر کر دیکھے جانے کا تحمل ہے اور نہ دیکھنے والے کو اک نظرِ تماشہ۔ تاب۔ میرا دل تیرے صاعقۂ نیم نگاہ کے سامنے ایسا ہی کانپ رہا تھا جس طرح بجلی کے سامنے آشیانہ مین بُلبل کا کلیجہ یا تیرے روبرو آتشکدہ کا شعلہ۔ قبل اسکے کہ تیری نگاہ کا دوسرا نصف حصہ مجھ تک پہونچتا مین اک مُشتِ خاک تھا اور خاک بھی وہ جسکو گویا اک تیز آندھی اُڑائے ملئے جاتی ہے اور دُنیا مین جس کے ہر ہر ذرّہ کو تباہ و برباد ہونا ہے۔ یہ ہے

میری تباہیون کا افسانہ اور یہ ہے میری بربادیون کی داستان جسکو تو جانے یا نہ جانے لیکن شاید زمانہ تیری چشمِ فسون ساز کی ان افسانہ خیزیون کو بھلا دینے کے لئے آمادہ نہیں۔

پُرغفلت پر گیسوؤن کے سیاہ ریشمی پھون کو منتشر کرکے گوری گوری سیمین کلائیون کے صیقل شمع زانو کہنیون تک عریان کرکے، ریشمی ساری مین چھپکر اور زیادہ نمایان ہوجانے والے تناسب اعضاء کی رعنائیون کو بے نقاب کرکے روز ساحل پر آکر معروف خرام ہوجانا تیرے لئے کسقدر سہل ہے، لیکن اُن سے پوچھ جورات کو خالی پہلو لئے، سینہ تھامے گھر واپس جاتے ہین کہ اُن پر کیا گذر جاتی ہے اور یہ تیری آسان ادائین اُن کی زندگی کو کسقدر دشوار کردیتی ہین۔ مین کیونکر سمجھون کہ تجھے خبر نہین، کیسے اعتبار آئے کہ اپنے آفاتِ حسن سے تو ناآشنا ہے، کیا آج تک کسی دل کی کراہ تجھ تک نہین پہونچی، کیا کسی ہستی کا غبار تیری لانبی گھنی پلکون کے دامن تک بلند نہین ہوا، کیا کسی آنکھ کی جُوئے خون کو تیرے نازک قدمون کے تر کرنے کا موقع نہین ملا۔ مگر آہ، تجھے اتنا ہوش کہان، تو اگر ایسی ہو تو تیرا آئینہ تیرے لئے کم سبق آموز محبت نہین جو تیری نگاہ کے ساتھ پگھل کر بہ جانے کے خوف کو ضبط کئے ہوئے اک گریۂ منجمد بنا ہوا ہے، مگر تو روز اسکے سامنے سنورتی ہے اور ہنستی کھیلتی گھر سے نکلتی ہے۔ گویا کچھ وہان دیکھا ہی نہین، کچھ نظر آیا ہی نہین۔ کاش تو اپنے آپ کو میری نظرون مین آکر دیکھتی، اپنی قیامتون کا تماشہ میرے دل مین سماکر کرتی اور پھر مین دیکھتا کہ تیری کافری کیسی سخت و شدید ہے، ورنہ یون تو مجھے معلوم ہے کہ تیرے نزدیک میری پرستاریان، میری جُبہ سائیان صرف جراحتِ نایافت ہین و داغ پیشانی، جنکی تجھے قدر ہو یا نہ ہو لیکن میرے لئے تو وہ تنہا سرمایۂ حیات ہین، کیونکہ مین اپنی زندگی کے سارے ویران اور سنسان دن، آنے والی پہاڑ سی راتون کے انتظار مین کاٹ دیتا ہون کہ جس مین اک ساعت ایسی بھی ہوتی ہے جب تو بغیر اپنے علم کے میری آغوش مین ہوتی ہے اور مین تیرے نازک لبون کو اپنے لبون سے چھوتے ہی بیہوش ہوجاتا ہون۔

نیاز فتحپوری



زراعت یا کاشتکاری

(۲)

اجزاے زمین

(۱) "مٹی"۔

"زمین" "ہوا" اور "سورج" یہ وہ تین چیزین ہین جن پر زندگی کا ایک بڑی حد تک دارومدار ہے۔ "ہوا" اور "روشنی" دو ایسی طاقتین ہین کہ انسان کو ان پر کچھ قدرت حاصل نہین۔ مگر "زمین" مین جو تغیر اور تبدل انسان چاہے کر سکتا ہے۔

سطح زمین کا وہ بالائی حصہ جسکا رنگ عموماً سیاہی لیوسلا ہوتا ہے اور جسکی گہرائی ایک انچ سے لیکر چند فٹ تک دریافت کی گئی ہے اصطلاح مین "سائل" (SOIL) کہلاتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس مین سے نباتات کو غذا ملتی ہے۔ اسے دیگر الفاظ مین (قابل زراعت) زرخیزی "مٹی" کہا جائیگا۔ اور وہ مٹی جو اسکے نیچے ہوتی ہے اسے "سب سائل" (SUBSOIL) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جسے ایک طرح سے "ناقص مٹی" بھی کہا جا سکتا ہے۔ عام طور پر جب کسی بڑے قطع آراضی کا ذکر ہو تو لفظ "زمین" مستعمل ہوتا ہے۔ مگر جب اس زمین کی ("زراعت" کے نقطۂ خیال سے) کسی خاص خاصیت کا کسی خاص پیداوار کے باعث تذکرہ ہو تو لفظ "سائل" (SOIL) استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنے "زمین قابل زراعت" کا وہ ٹکڑا جو کسی خاص خاصیت کے باعث مخصوص ہو۔

مٹی کی ترکیب

(۲) اِن آرگینک ایلیمنٹس" (THE INORGANIC ELEMENTS) ، غیر عضوی

"مٹی" کا جز و اعظم چٹانون کے ٹکڑے ہوتے ہین ۔ اور پھر اسکے ساتھ گلی سڑی نباتات ۔ اور حیوانات کی ہڈیان بھی مل جاتی ہین اور اسطرح جو مرکب تیار ہوتا ہے وہ ہماری "زمین" کہلاتا ہے ۔ چٹانون کے ٹکڑون کے علاوہ جو نباتات اور ہڈیون کے اجزا شامل ہوتے ہین اُن کو "عضوی اجسام" کہتے ہین یعنے (ORGANIC MATTER) اس مرکب مین نباتات پیدا کرنے کی خاصیت اسوقت پیدا ہوتی ہے جب اسکے ساتھ "پانی" شامل ہوتا ہے ۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ کسی "زمین" کی خاصیت معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس چٹان کی قسم جس سے یہ بنی ہو اور غیر "عضوی" اجزا اور "پانی" کی مقدار جو اس مین شامل ہو معلوم ہو جاسکے ۔

(۳) زمین کی "مخصوص" حالت اختیار کرنے مین چٹانون کے بننے کا راز مضمر ہے ۔ اور جب ان چٹانون مین "ڈھلوان" یعنے نشیب و فراز اور کچھ "بھر بھری زمین" پیدا ہو تو پھر پہاڑ اور وادیان پیدا ہوتی ہیں ۔ پتھریلی زمین کی خاصیت یہ ہے کہ بلندی سے لڑھک لڑھک کر نشیب والی تہ کو ہموار کرتی رہتی ہے اسیطرح سطح زمین ہموار ہوتی ہے ۔ اجزاے زمین پتھر اور چٹانون کی بلندی سے گرنے کا دار و مدار آب و ہوا پر تھا ہے ۔ پہاڑ اور چٹانین ۔ "کہر" "برف" آندھی اور "بارش" اور طوفان کی وجہ سے کمزور ہوتے رہتے ہین اور قلیل مقدار مین لڑھک لڑھک کر نیچے گرتے ہین اور پھر بھی ٹکڑے کسی نشیب مین جمع ہوکر اور "عضوی اجسام" کی شمولیت سے "مٹی" بنتے ہین جسے انگریزی اصطلاح مین "سائل" (SOIL) کہتے ہین ۔

موسم کے تغیر و تبدل کا اثر جو پہاڑون پر ہوتا ہے ۔ ویسا ہی کم و بیش "وادی" کی زمین پر بھی پڑتا ہے ۔ مگر مٹی جہان گرتی ہے وہین پڑی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ ان چٹانون کو گھیر لیتی ہے جو اسکے دامن مین واقع ہوتی ہین عام طور پر وہ چٹانین جو پہاڑ کے دامن مین ہون ۔ ان چٹانون سے جو نشیب مین ہون گھل گھل کر گرنے مین زیادہ وقت لیتی ہین ۔ تو اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ زمین دو مختلف طریقون سے بنتی ہے ۔ اول ۔ چٹانون کے اجزا پراگندہ اور کمزور ہو کر گرنے سے دوسرے ان چھوٹے چھوٹے سنگریزون کے تبدیل مقام کرنے سے ۔

(۴) اجسام عضوی اور ان کے معاون ۔

ترکیب زمین مین نباتات بھی ایک نمایان حصہ لیتی ہے ۔ اور یہ دو طریقون سے عمل کرتی ہے اول ۔ نباتات کی جڑ چٹانون مین داخل ہوکر ان مین خلا پیدا کرتی ہے اور پھر اسکو توڑ دیتی ہے ۔

دوئم۔ کچھ مدت بعد پودا خود بھی جل جاتا ہے۔ اور ان ٹوٹے ہوئے ٹکڑون مین اپنے ل وریشہ ملا دیتا ہے۔

پودے کی جڑ چٹانون کو پھاڑنے اور پھر اُنکے چھوٹے چھوٹے سنگریزون کو پیسنے مین دو طرح سے کام دیتی ہے۔ یعنے جب کسی نباتات کی جڑ چٹان کے سوراخ مین داخل ہوتی ہے تو وہ آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے اور اپنے قیام کے لئے اس سوراخ کو بڑھاتی جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد چٹان کمزور ہوکر پھٹنے لگتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نباتات اپنے "کیمیائی" (CHEMICAL) اثر سے چٹان کے بعض اجزا کو جلاتی ہے جس سے چٹان کمزور ہوکر گرنے لگتی ہے۔

حیوانات کا فضلا (گوبر وغیرہ) اور ان کی ہڈیان بھی جز و زمین ہین۔ سوراخ کرنے والے کیڑے چٹانون مین داخل ہوکر ان کو اندر سے کمزور کرتے ہین جس سے کچھ مدت بعد ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے ہونے شروع ہوتے ہین۔ ان کے علاوہ کیڑونکی ایک قسم ایسی ہے جنکی غذا صرف مٹی ہے۔ اور جب یہ اسے خارج کرتے ہین تو اسکے ساتھ کچھ عضوی اجسام (ORGANIC MATTER) بھی شامل ہوجاتے ہین جو مٹی کے چھوٹے چھوٹے ریزون کو باریک پیس دیتے ہین۔ کینچوے (EARTHWORM) مٹی کو زرخیز بنانے مین بڑی امداد دیتے ہین۔

(۵) گو زمین کا بہت سا حصہ چٹانون سے بنتا ہے۔ مگر زمین کی ایک قسم وہ بھی ہے جو بالخصوص "عضوی اجسام" سے تیار ہوتی ہے۔ یہ پودون کی جلی سڑی جڑین اور پتے اور حیوانات کی گلی سڑی ہڈیون کا مرکب ہوتا ہے۔ منطقہ حارہ کے قرب وجوار مین جو سمندر ہین ان کے ساحل پر اور مونگہ کے جزیرون مین دلدلی زمین کا بہت سا حصہ ریشہ دار لمبی جڑون والے پودون اور اشجار کے گلے سڑے پتون سے بنا ہوتا ہے۔ سطح آب پر پودون کی جو جڑین ادھر اُدھر پھیلی ہوئی تیرتی پھرتی ہین ان مین پتے اور "کائی" پھنس جاتی ہے اور یہ عمل مدت تک ہوتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ دلدلی مٹی تیار ہوتی رہتی ہے۔ ساحل بحر پر جو دلدل اس طریق سے تیار ہوتا ہے وہ ہر روز ایک قسم کی آبی روئیدگی مثلاً "ائیل گراس" (EEL GRASS) یا "مارش گراس" (MARSH GRASS) کے ملنے سے سخت ہوتا رہتا ہے اور پھر کچھ عرصہ بعد ٹھوس زمین کی صورت مین نمایان ہوتا ہے۔ تالابون اور جھیلون مین "کنول" اور "نیلوفر" پیدا ہوجاتے ہین اور سطح آب پر ادھر اُدھر تیرتے پھرتے ہین۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان پر کائی وغیرہ جمنی شروع ہوتی ہے اور پھر کچھ مدت بعد روئیدگی یہ جال سطح آب پر پھیل کر تالاب یا جھیل کو بھرنا شروع کردیتا ہے۔ اسکا کچھ حصہ آندھی یا پانی کی لہرون سے پریشان ہوکر ادھر اُدھر تیرتا

پھرتا ہے اور بعض اوقات کئی ایکڑ سطح آب پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ بالخصوص ان ممالک مین جہان موسم سرما کا اثر روئیدگی پر دیر سے محسوس ہوتا ہے۔ بہار کے موسم مین اسکے اوپر سبزہ کی ایک اور تہ پیدا ہونے لگتی ہے اور یہ عمل مدت تک برستور ہوتا رہتا ہے آخر کار وہی روئیدگی جو پہلے سبزہ کا ایک جال نظر آتی تھی ٹھوس زمین کی شکل مین نمودار ہوتی ہے۔ اسے اصطلاح مین "عضوی زمین" (ORGANIC SOIL) کہتے ہین۔

ایسی مثالین وہان بکثرت ملینگی جہان دلدلون "جنگی کائی" کثرت سے پیدا ہوتی ہو۔ "پیٹ باگ" (PEAT BAG) یعنے وہ دلدلین جن مین لمبی ریشہ دار گھاس بہتات سے پیدا ہو عضوی دلدلین کہلاتے ہیں اور عموماً جھیلون اور تالابون کو بھرتے رہتے ہیں۔ بالعموم اس قسم کی زمینون مین معدنی مادہ کم وبیش موجود ہوتا ہے اور زیادہ تر پودون کے گلنے سڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ گویہ پہلے زمین ہی مین پیدا ہوتا ہے۔ مگر متواتر مستقل ہوتا رہتا ہے۔ سال بسال اسکی مقدار دو طرح سے زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ اول ان پودون کے ذریعہ سے جنکی جڑین زمین مین دور تک چلی جاتی ہین۔ دوسرے اسکے اجزا کے ہوا مین ادھر اُدھر منتشر ہوتے رہنے سے۔

(۹) "عضوی اجسام" جب گل جاتے ہین تو "کھاد" تیار ہوتا ہے گو معدنیات زمین کو قابل کاشت بناتے ہین مگر جو چیز اسمین نشو ونما کی قوت پیدا کرتی ہے "کھاد" ہے۔ کھاد زمین کی رنگت کو سیاہی مائل کر دیتا ہے اسکو ملائم کرتا ہے۔ کھاد کے ملنے سے صرف نباتات کی غذا ہی پیدا نہین ہوتی۔ بلکہ یہ اسکی مادی حالت کو بھی درست کرتا ہے اور اسے پودون کے قبول کرنے کے قابل بناتا ہے اس سے زمین مین "پانی" کو زیادہ مقدار مین قایم رکھنے کی طاقت بڑھتی ہے۔ آب وہوا کے ناموافق تغیر و تبدل کی اصلاح کرتا ہے۔ زمین مین "ہوا" کے دخل وخروج کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے اور ان کیمیائی اجزا کا جو زمین مین موجود ہوتے ہین بڑا معاون ہوتا ہے۔

"بھربھری" مٹی کا جسے اصطلاح مین "لوم" (LOOM) کہتے ہین جزو اعظم کھاد ہے۔

"ریتلی" یا "پپڑی دار" مٹی کا جسے اصطلاح مین "سینڈی لوم" (SANDY LOOM) کہتے ہین ریت جزو اعظم ہے۔ اور اس قسم کی مٹی مین نباتاتی مادہ کثرت سے موجود ہوتا ہے۔

اور اسیطرح "چکنی" مٹی یعنے "کلے لوم" (CLAY LOOM) مین خاص چکنی مٹی کثرت سے موجود ہوتی ہے۔

وہ زمین جسمین قوت نشو ونما زائل ہوگئی ہو اسکا باعث بھی یہی قرار دیا جاسکتا کہ اسمین پودون کی

خوراک کم ہوگئی ہے۔ اسکا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اسمین "کھاد" نہین ہوتا۔ اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مویشیون کا گوبر وغیرہ کسقدر مفید چیز ہے۔

قابل زراعت زمین مین "کھاد" تین طریقون سے ملایا جاتا ہے۔

اوّل۔ جب فصل وغیرہ کٹ چکتی ہے تو اسکا وہ حصہ جو کھیت مین پڑا رہ جاتا ہے گل سڑکر کھاد بنتا ہے۔ مثلاً پودون کی جڑین۔ گھاس۔ گلے سڑے برگ و ثمر۔

دوم۔ کھیتی مین کوئی عضوی جنس مثلاً "سن" یا "سنلکرا" یا کوئی اور ایسی ہی شے کاشت کی جاتی ہے اور جب یہ فصل بالکل سبز ہوتی ہے تو اس مین ہل چلا کر اسے زمین مین ملا دیا جاتا ہے اسے "سبز کھاد" کہتے ہین۔

سوم زمین مین مویشیون کا گوبر وغیرہ خود ملا دیا جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ زمیندار لوگ اپنی اراضی مین بھیڑون بکریون کے ریوڑ بٹھانے کی عادت دیدیتے ہین۔ اس سے ان کو یہ فایدہ پہونچتا ہے کہ مویشیون کا گوبر وغیرہ کثیر مقدار مین زمین مین ملتا اور اس خاصیت کو سنوارتا رہتا ہے۔ پودے کی جڑ جسقدر زیادہ پھیلے گی اور زمین مین گہری جائیگی اسیقدر اسمین زمین کی اصلاح کرنے کی قوت ہوگی۔ کیونکہ جب یہ جڑ گلے گی تو زمین کے اندر عمدہ کھاد مہیا کر دیگی۔ ان جزوی عناصر کے علاوہ "زرخیز زمین" مین ایک غیر محدود تعداد ایسے کیڑے مکوڑون کی ہوتی ہے جو صرف خوردبین سے نظر آسکتے ہین اور یہ حشرات زمین مین کیمیائی عمل کے بہت معاون ہوتے ہین اسے جراثیم زمین کے اجسام کو کھو کھلا کرتے ہین اور "عضوی اجسام" کو جلا جلا کر مٹی مین نباتات کی خوراک کا مصالحہ تیار کرتے ہین۔ مٹی کوئی غیر متحرک شے نہین ہے جو اسمین صرف "مادی" یا "کیمیائی" تغیرات ہی واقع ہوتے ہون۔ بلکہ اسمین بھی سلسلہ حیات قایم رکھنے کے لئے بڑی جد و جہد ہوتی رہتی ہے جب سے عالمان فن زراعت نے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے زمین کے اندرونی انتظام یعنے قیام حیات کے متعلق جو خیال پہلے قایم ہو چکا تھا۔ اسکی اب بہت کچھ تردید ہو کر ایک ایسی راے قایم ہوگئی ہے جو تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے ایک مستقل راے کہلانے کی مستحق ہے ایک تجربہ کار کاشتکار کے نکتہ خیال سے کسی "زرخیز قطعہ اراضی" سے بھی مطلب اخذ نہین کیا جاتا کہ اسمین پودون کے لئے خوراک کا مصالحہ کثرت سے موجود ہے۔ بلکہ درحقیقت "زرخیز زمین" وہ ہے جو ان جراثیم کی جو صرف خوردبین کے ذریعہ ہی سے نظر آسکتے ہین۔ اچھی طرح سے پرداخت کرے اور انکی نسل کشی کے طریق مین ان کی معاون ہو۔ کیونکہ قدرت نے "زمین" کی اصلاح کا جو کام ان "حشرات" کے سپرد کر رکھا ہے وہ کوئی معمولی کام

نہین ہے۔ اور جس سلسلہ اور ترکیب سے خدا کی یہ مخلوق اپنا فرض انجام دیتی ہے وہ انسان ضعیف البنیان کے لئے قابل غور و فکر ہے۔

(۷) زمین کی خاصیت ہے کہ وہ کبھی ایک حالت پر قرار پذیر نہین۔ مٹی کے ذرات پانی۔ "حرارت اور سردی" وغیرہ طاقتون کے فعل سے نیچے اوپر ہوتے رہتے ہین۔ یہ ذرات خواہ عضوی اجسام" یا غیر عضوی اجسام (INORGANIC ORIGIN) کے ہون اکثر اپنی بناوٹ اور ترکیب مین تغیر پیدا کرتے رہتے ہین۔ اور کچھ عرصہ بعد "موسمی تغیرات" "پانی" اور "کھاد" کے تیزاب اور پودون کی جڑون کے اثر سے مرجھا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہین۔ کیونکہ "ہل" چلنے سے اور گہرے جانے والے پودون کی جڑون کے خلا مین ہوا بھرنے سے مٹی پر موسمی اثر سرعت سے ہوتا ہے۔ علاوہ برین ہل چلنا اور زمین مین اس سے حرکت پیدا ہونا بھی مٹی کے اجزا کو منتشر کرتا ہے۔ اور اسی ترکیب سے پتھر اور کنکر بھی ٹوٹتے ہین اور انکا جو حصہ اسطرح ضائع ہوتا ہے وہی مٹی کو زرخیز بنانے مین مدد دیتا ہے۔

بعض مٹی ایسی ہوتی ہے کہ اسمین بکھرے بکھرے پتھر کثرت سے ہوتے ہین اور یہ جلدی ہی مٹی بنجاتے ہین۔ قابل کاشت زمین مین پتھر کے باریک ریزون کا ہونا بہت مفید ثابت ہوا ہے کیونکہ ان سے زمین کی قوت زرخیزی کو بہت امداد ملتی رہتی ہے۔ یہ سنگریزے چونکہ مٹی مین آہستہ آہستہ ملتے رہتے ہین۔ اسلئے کسان کی غفلت شعاری کے باعث جب کبھی زمین کی قوت زرخیزی کو نقصان پہنچتا ہے تو اسکی کچھ نہ کچھ تلافی ہو جاتی ہے۔ قدرت کا منشا یہی ہے کہ زمین کی خاصیت کو سنوارے۔ اور اسے نباتات کی پرورش اور پیداوار کے لئے موزون کرے مگر ذرات زمین کا نقل مکان یہانتک ہی محدود نہین۔ مٹی تین مختلف ذریعون سے دُور دُور تک نقل مکان کرتی ہے۔

اوّل۔ پانی کا بہاؤ۔

دوم۔ آسمانی برف اور یخ (مصنوعی برف)

سوم۔ آندھی۔

جو مٹی اس طرح نقل مکان کرتی ہے وہ اپنی سطحی چٹان سے عموماً مختلف ہوتی ہے۔ اور خاصیت مین بھی اس سے ملتی جلتی ہین۔ ایسی مٹی عام طور پر ڈھیلون کی صورت مین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ مٹی جو اپنی جگہ پر ہی رہتی ہے وہ خاصیت اور تاثیر مین اپنی سطحی چٹان سے ملتی جلتی ہے مثلاً کنکریلی زمین جسمین کنکر کثرت سے ہون۔

(۸) متحرک پانی مٹی کو بھی حرکت دیتا رہتا ہے یعنے اپنے بہاؤ کے ساتھ مٹی کو بہا لاتا ہے

پانی کی لہرین دامن کو پہاڑ سے ٹکرا ٹکرا کر اسکے اجزا کا شیرازہ منتشر کرتی رہتی ہین اور اس طرح جتنی مٹی ان لہرون کے ساتھ مل جاتی ہے وہ کسی نزدیک کے ساحل پر آ کر جمع ہو جاتی ہے ندی۔ نالے مٹی کی کثیر مقدار اپنے ساتھ دور تک بہائے لئے جاتے ہین۔ مٹی کے ذرات یا تو پانی کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہین (جب پانی گندلا ہو) یا ندی کی تہ مین جہان پانی کی رو کی شدت نہین ہوتی مقیم رہتے ہین۔ اور یا پانی کی رو کے ساتھ ساتھ بہے چلے جاتے ہین اور جہان کہین راستہ مین کوئی رکاوٹ سدِ راہ ہوتی ہے اُسی جگہ مجتمع ہونے لگتے ہین۔ یا جس جگہ پانی جا کر گرتا ہے وہان اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہین اور پھر سیلاب وغیرہ کے موقع پر اس مٹی کے ساتھ جو سطح زمین پر بے حقیقت سی شکل مین موجود ہوتی ہے مٹی کی ایک اور مقدار مل جاتی ہے اور اسطرح اسکی وہ تہ جو پہلے ایک بے حقیقت سی چیز تھی اب موٹی ہو کر نمایان ہوتی ہے۔ مصر مین وادیِ نیل اسکی بہترین مثال ہے۔ مگر عام طور پر وہ سب زمین جو اسطرح سطح آب کے نیچے ہوتی ہے۔ موسمی سیلابون کے باعث کچھ مدت بعد کار آمد ہو جاتی ہے۔ اسطرح "ریتلی زمین" پانی کے مٹی کے اجزا مین سے ہر وقت چھنتے رہنے سے بنتی رہتی ہے کوہستانی علاقون مین "برف" چٹانون اور مٹی کی بہت سی مقدار اپنے ساتھ میدانون مین لے آتی ہے۔ گلیشیر (GLACIER) یعنی برف کا متحرک تودہ سب سے زیادہ اس کام مین مدد دیتا ہے۔ گلیشیر پہلے چٹانون کو توڑتا پھاڑتا ہے اور پھر ان ٹکڑون کو ریزہ ریزہ کر کے اپنے ساتھ وادیون اور میدانون کی جانب بہائے لاتا ہے۔ زمانہ قدیم مین جب گلیشیر بہت کثرت سے پائے جاتے تھے شمالی کرہ اراضی کا بہت سا حصہ بڑے بڑے عظیم الشان برف کے تختون سے ڈھنپا ہوا پایا جاتا تھا۔ برف کے یہ تودے جنوب کی طرف آہستہ آہستہ حرکت کرتے تھے اور اپنے ساتھ چٹانون اور پتھریلی مٹی کی بہت بڑی مقدار لئے جاتے تھے۔ اور جس مقام پر آب و ہوا یا موسم کے تغیر و تبدل کے باعث برف پگھلتی تھی وہان مٹی اور پتھر کے ٹکڑے دور دور تک اِدھر اُدھر پھیل جاتے تھے۔ شمال مشرقی امریکہ مین برف کے یہ یخ بستہ دریا (گلیشیر) اوہیو دریا کے کنارے تک پھیلتے تھے۔ اور آج ان مقامات مین میلون تک جو زمین مین پتھر اور سنگریزے بکھرے ہوئے پائے جاتے ہین وہ کسی زمانے مین یہی گلیشیر اپنے ساتھ بہا کر لائے تھے۔

(۹) ان تمام ممالک مین جہان وقتاً فوقتاً خشک سالی کا دور دورا ہو جایا کرتا ہے۔ "آندھی" خشک اور باریک مٹی کی بہت سی مقدار دور دور تک اڑا اڑا لے جاتی ہے اور بعض ممالک مین

یہ "طوفانِ باد" اسقدر خوفناک ہوتا ہے اور اسقدر گرد و غبار اپنے ساتھ اڑا لئے جاتا ہے کہ ہر در و دیوار اور اشجار کے پتون پر مٹی کی ایک خاص موٹی تہ جم جاتی ہے۔ ساحل بحر کا اس حصہ کی جو کثرت سے ریتیلا ہوتا ہے ایسے طوفانون سے بہت کچھ اصلاح ہوتی رہتی ہے۔

"آندھی" کا مٹی پر اثر کم و بیش ضرور پڑتا ہے وہ ممالک جنگل و مرغزار ہوان پر بھی اس کا اثر کچھ نہ کچھ پڑتا ہے ایسے طوفان جن مین گرد و غبار کثرت سے ہوتا ہے ان کا کچھ حصہ پودون کی خوراک کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یہ گرد و غبار (مٹی) "آندھی" کے ذریعہ نقل مکان کرتی ہے۔ اور پھر "برف" یا "بارش" کے ذریعے کسی خاص جگہ رک کر یا پانی کی رو کے ذریعہ بہ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ اس عمل سے مٹی کی ایک قلیل سی مقدار نقل مکان کرتی ہے مگر چونکہ یہ عمل عموماً جاری رہتا ہے اس لئے زمین کے لئے مفید ثابت ہوتا رہتا ہے۔

"زمین" اور "مٹی" کے متعلق اسقدر سطحی امور بیان کرنے کے بعد اب ایک دوسرے موضوع پر بحث کی جائیگی۔ سطور بالا کے ملاحظہ سے کسی قدر واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ "زمین" جسپر "زراعت" کا دارومدار ہے کیسے اور کسطرح بنی ہے اور اسمین نباتات کی پرورش کا مادہ کسطرح پیدا ہو جاتا ہے اب جو مسئلہ پیش ناظرین ہوگا وہ "زمین کی قوت نامیہ" ہے اسمین یہ بتلایا جائیگا کہ پودے کو زمین مین سے کیا غذا ملتی ہے اور کسطرح ملتی ہے اور پودا کسطرح تیار ہوتا ہے۔

(۱۰) بیج "زمین" ہی مین بویا جاتا ہے۔ بیج پھٹ کر انگوری سی نکلتی ہے۔ آفتاب اور مہتاب کی روشنی اور شبنم اور اس خوراک سے جو اس "انگوری" کو زمین سے حاصل ہوتی ہے کچھ عرصہ بعد ایک پودے کی شکل نمودار ہوتی ہے۔ پودون کی جڑین زمین ہی مین پھیلتی ہین۔ یہ اسی جگہ نشو و نما پاتے ہین۔ جڑ کے پھیلنے اور طاقت پکڑنے پتون کے نکلنے اور ان کی شاخین بڑھنے کے لئے جو مصالح ضروری ہوتا ہے وہ پودون کو زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ زمین ہی مین ان کی ضروری حفاظت ہوتی ہے زمین کے اندر ان کی جڑون کو "پانی" "ہوا" اور "معتدل حرارت" پہونچتی ہے اور اور جو چیزین قیام زیست اور پھر پروان چڑھنے کے لئے ضروری ہوتی ہین۔ زمین سے پودون کو حاصل ہوتی ہین۔

"زمین" پودے کی خوراک کا ذخیرہ جمع رکھتی ہے۔ مسٹر رابرٹس جو زراعت کے متعلق بہت کچھ تحقیقات کر چکے ہین۔ بہت تجربہ کے بعد بیان کرتے ہین کہ ایک اوسط درجہ کی "قابل کاشت مٹی" کے ایک ایکڑ مین آٹھ انچ کی گہرائی تک تین ہزار پونڈ یعنے ۳۷ ½ من تو صرف نائٹروجن

(NITROGEN) اور قریباً چار ہزار پونڈ یعنے پچاس من فاسفورس کا تیزاب (PHOSPHORIC ACID) اور سترہ ہزار پونڈ یعنے ۲۱۲ ½ من پوٹاش (POTASH) موجود ہوتا ہے۔ اور یہی وہ تین نہایت ضروری اجزا ہین جنکا ہر ایک کسان کو اپنی "زمین" کی طاقت برقرار رکھنے کے لئے اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے ان تعداد و شمار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معمولی درجہ کی قابل کاشت مٹی" مین اتنا مصالحہ قدرتاً موجود ہوتا ہے جو کئی ایک فصلون کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ اور ایک اعلےٰ درجہ کی "مٹی" مین بسا اوقات یہ مصالحہ اسقدر مقدار مین پایا جاتا ہے کہ "گندم" اور "مکی" کی دو تین سو فصلین بخوبی پیدا ہو سکتی ہین۔ اور اس بات کا بھی خیال رکھ لینا چاہئے کہ یہ تعداد و شمار صرف آٹھ انچ ہری مٹی سے لئے گئے ہین جو اوپر کی سطح مین شمار ہوتی ہے اور یہ بعید از قیاس نہین کہ اس سے نیچے کی سطح کی زمین مین اس سے بھی زیادہ کار آمد مصالحہ موجود ہو۔ مگر خوش قسمتی سے یہ مصالحہ پودون کے استعمال کے لئے اتنی مقدار مین ہر وقت موجود نہین ہوتا۔ کیونکہ اسکے ساتھ کچھ اجزا ایسے بھی شامل ہوتے ہین جو اس مصالحہ کو اپنا فعل کرنے سے روکتے ہین اور اگر ناظم قدرت نے اس کی ترکیب ایسی نہ کی ہوتی تو کسان لوگون کی ایک ہی نسل اس نہایت مفید مصالحہ کو خرچ کر ڈالتی۔ یہ مصالحہ موسم کے تغیر تبدل کے ساتھ ساتھ کار آمد صورت اختیار کرتا رہتا ہے (یعنے ہر وقت تیار نہین رہتا) یا مائی کرو آرگن ازم MICROORGANISM یعنے خورد بین سے نظر آنے والے کیڑے (حشرات) اور پودون کی جڑین اس مصالحہ کو صفا کر کے قابل استعمال بناتی ہین اگر قلبہ رانی عمدگی سے کی جائے تو مصالحہ جلد قابل استعمال صورت مین میسر ہو سکتا ہے۔ زمین سے عمدہ قابل استعمال مصالحہ حاصل کرنے کے لئے عام طور پر پودون کی طاقت اور تاثیر مین اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایم۔ ایم۔ اسلم

دلیری

حکماے قدیم و جدید نے کتب اخلاق مین دلیری کو ان صفات مین شمار کیا ہے جنہیں بالعموم شریف یا اعلیٰ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور فی الحقیقت یہ صفت جس سے انسان کی قوت ارادی کا ایک نمایان اظہار ہوتا ہے۔ اس خطاب کی مستحق ہے۔ عام طور پر یہ خطرے یا مصیبت کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس مین خطرے یا آیندہ کے نتائج کا لحاظ نہین ہوتا یا یہ کہ کسی طرف سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔ نہین، بلکہ برخلاف اسکے راستہ کی مشکلات اور خطرات کا اچھی طرح سے اندازہ کر لیتی ہے اور پھر پورے استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتی یا کرنے کی تدابیر کرتی ہے۔ اس صفت کا تعلق انسان کے دل اور اُسکی قوت متخیلہ سے ہے اور جتنی زیادہ یہ دونون چیزین مضبوط ہونگی، اتنی ہی تیزی کے ساتھ انسان کا مقصد پورا ہو جائیگا۔

جسمانی دلیری اگرچہ بجاے خود قابل قدر چیز ہے تاہم اسکا درجہ کا اخلاقی معیار اس سے ثابت نہین ہوتا۔ سب سے اچھی جسمانی دلیری وہ سمجھی جاتی ہے جسمین رگ و پٹھے قوت متخیلہ اور قوتِ ارادی کے ساتھ ملکر کام کرین۔ اور یہ حالت اسوقت ہوتی ہے جب انسان سخت خطرے مین ہو۔ مثال کے طور پر جنگ یورپ کو لیجئے، اور دیکھئے کہ جہان اسنے کروٹین بدلی ہین اور عجیب و غریب نظارے دکھائے ہین، وہان یہ نظارہ لوح یاد سے کبھی فراموش نہین کیا جا سکتا کہ جنگ ابتدائی منازل مین ہندوستان کی بہادر افواج نے سرزمین فرانس مین دشمن کی بڑھتی ہوئی فوجون کو کس دلیری کے ساتھ روکا ہندوستانی سپاہی موت کے منہ مین تھے۔ مگر باوجود اسکے وہ مقصد جسکی خاطر ہزارون میل کا سفر طے کرکے یورپ گئے تھے، برابر ان کے پیش نظر تھا۔ اور انھون نے اسے کس خوبصورتی کے ساتھ پورا کیا ہے کہ جان دیدی مگر پاؤن تلے کی زمین نہ دی!

مگر تنہا جنگ کا میدان ہی ایسی جگہ نہین ہے جہان شجاعت و بسالت ظاہر ہوتی ہو۔ کم و بیش ہر ملک کی تاریخ ایسے واقعات سے پُر ہے جن سے اس جگہ کے رہنے والون کی بے نظیر دلیری ظاہر ہوتی ہو۔ جب کبھی کسی عمارت مین آگ لگ جاتی ہے یا دریا مین کوئی آدمی ڈوبنے لگتا ہے تو ایسے موقعون پر جو لوگ امداد کرنے کی غرض سے آگے بڑھتے ہین، وہ بعض اوقات دلیری کے ایسے کارنامے دکھا دیتے ہین

کہ دُنیا مدت العمر انہیں نہیں بھولتی۔ غالباً اٹلی کا واقعہ ہے کہ وہان کے کسی شہر مین آگ لگی۔ مکان کے سب لوگ جون تون گھر سے باہر نکل آئے، مگر ایک کمسن بچہ انتہائی منزل مین رہ گیا۔ انسانی جان تھی اسلئے اسکا بچانا ضروری تھا۔ بچہ کے والدین اسکے جل جانیکے خیال سے نہایت بیتاب ہو رہے تھے مگر مجمع مین کوئی آدمی نہ تھا جو اسکے بچانے کی عملی تدابیر کرتا۔ آخر ایک شخص غریب ماں باپ کی پریشانی کو نہ دیکھ سکا، نہایت جرأت کے ساتھ آگے بڑھا اور آگ کی گرمی اور شعلون کے لپٹ مین اُفتان و خیزان اس منزل تک جا پہنچا جہان بچہ سو رہا تھا۔ اگرچہ خاص کوٹھری مین ابھی آگ لگی تھی، مگر وہ دھوئین سے گھُٹ گئی تھی اور اگر کچھ دیر امداد اور نہ پہنچائی جاتی، تو اسکی موت یقینی تھی۔ الغرض اس دلیر آدمی نے بمشکل تمام بچہ کا سُراغ لگایا اور پھر اسے اٹھا کر بصد وقت نیچے لے آیا۔ اسکے بعد اس واقعہ کا اسقدر چرچا ہوا کہ اٹلی کے تمام گلی کوچون مین پھیل گیا۔

لیکن اس سے بڑھکر وہ واقعہ ہے جسمین اسی ملک کے ایک محبِ وطن نے بعض قومی برائیون کا قلع قمع کرنے کے خیال سے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ رومتہ الکبرا کے پہلوانون کے دنگلون کے قصے بہت شہرت حاصل کر چکے ہین۔ ان دنگلون مین مسلح پہلوان ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے تھے اور ہزارون عورتین مرد اور بچے ان تماشون کو دیکھنے کی غرض سے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہی نہین، بلکہ عمائدین اور حکام شہر بھی اپنی موجودگی سے جلسہ کی زینت کو بڑھاتے تھے۔ اس قسم کے تماشے جو کئی دن تک رہتے تھے، چوتھی صدی مسیحی تک قایم رہے۔ ۴۰۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھے راہب نے جسکا نام تک تاریخ مین محفوظ نہین، ان خون آلود لڑائیون کو روکنے کے ارادہ سے دنگل مین قدم رکھا۔ اسکے آتے ہی دو مسلح پہلوان دنگل مین اُترے اور اس سے پیشتر کہ وہ ایک دوسرے سے نبرد آزما ہون اور ایک دوسرے کے نیزے ڈھالون سے ٹکرائین، یہ بوڑھا ان کے بیچ مین آگیا اور ان دونون سے درخواست کی کہ وہ بیگناہون کا خون کرانے سے باز آئین۔ لوگ جو خونی تماشا دیکھنے کے خیال سے دلچسپی لے رہے تھے، ہر طرف سے چلائے اور کہا کہ "بوڑھے کو ہٹا دو۔ بوڑھے کو ہٹا دو"۔ مگر بوڑھا بھی اپنی بات کا دھنی تھا چمکتی ہوئی تلوارون کے بیچ مین برابر کھڑا رہا اور اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔ اسپر لوگون نے کہا کہ "اسے قتل کر دو"۔ صدر جلسہ نے بھی یہ کہدیا کہ ہان بزن، آن کے آن مین وہ ایک لاشہ بیجان تھا جو گردن سے الگ خاک پر پڑا ہوا تھا۔ اس واقعہ سے مجمع پہلوانون پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ خونی نبرد آزمائیان برابر جاری ہین۔ لیکن بوڑھے کی موت انجام کار سبب فائدہ ثابت نہ ہوئی، اسلئے کہ دنگل ختم ہوتے ہی تمام شہر مین اس واقعہ پر اظہار خیالات ہونے لگا لوگ اپنے کئے پر پشیمان اور ایک مقدس شخص کے دیدہ و دانستہ

موت پر سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ اس قسم کی لڑائیاں فی الحقیقت خراب ہین۔ چنانچہ اس ایک شخص کا موت کا یہ اثر ہوا کہ کولیسیم (COLOSEUM) مین اسکے بعد کوئی خونریزی عمل مین نہین آئی - راہب کی موت دراصل ایک بہت بڑی فتح تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ شہنشاہ ہنوریس نے ۴۰۴ء مین اس رسم کو سرے سے موقوف ہی کر دیا۔

تاریخ ہندوستان بھی ایسے اشخاص سے خالی نہین جنھون نے بعض خراب مراسم کا سد باب کرنے مین اپنی جان دینے سے دریغ نہین کیا۔ تین چار سال ہوئے کہ ایک بنگالی لڑکی نے اپنے کپڑون مین تیل لگا کر اپنی جان قربان کر دی۔ بات یہ ہے کہ ہندوستان کے دیگر حصون مین بالعموم اور بنگال مین بالخصوص غریب ہندو لڑکی کے لئے خاوند تلاش کرنے مین والدین کو بے انتہا محنت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے - چنانچہ جب مرحومہ کی شادی کا مسئلہ زیر بحث آیا تو باپ نے جسکے پاس فقط ایک مکان رہنے کے لئے رہ گیا تھا، ادھر ادھر سے قرض لینے کی کوشش کی۔ باپ کو متفکر دیکھکر لڑکی نے ماجرا پوچھا جسے اس کے والدین نے یہ کہکر ختم کیا کہ "تمہاری خاطر ہمین یہ تکلیفین برداشت کرنی پڑی ہین" غریب لڑکی کے دلپر اس فقرے نے بیحد اثر کیا اور اس نے ایک دردناک اور موثر خط اہل ہند کے نام لکھا اور اسمین اس خراب رسم کو اڑانے کی درخواست درج کی۔ اسکے بعد لڑکی نے اپنے بدن اور کپڑون مین مٹی کا تیل لگایا اور نہایت دلیری سے اپنے آپ کو آگ کے حوالہ کیا۔ یہ واقعہ اپنے رنگ مین نہایت مہتم بالشان تھا اور مشکل سے کوئی اخبار ایسا رہ گیا ہوگا جسنے اسے درج نہ کیا ہو۔ ابھی کچھ نہین کہا جاسکتا کہ ہندون کے رسم ورواج پر اس واقعہ کا کہانتک اثر پڑا ہے تاہم اسمین کچھ شک نہین کہ بالآخر اثر ہوئے بغیر نہ رہیگا اسلئے کہ سچے اور مظلوم دل کی آہ انسانی قلب کو متاثر کیا کرتی ہے۔

بعض اوقات جب انسان اسباب معیشت کی تلاش وجستجو مین ہراسان اور پریشان پھرتا ہے تو اسوقت بھی یہی دلیری اسکو ڈھارس اور امید کی کمک پہنچاتی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلسل اور جانکاہ مشقت کی بدولت پریشانیون پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے اور ایک حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ ہمارے ملک مین مولوی نذیر احمد مرحوم ومغفور کی مثال ان لوگون کے لئے باعث عبرت ہونی چاہئے جو بلا وجہ تقدیر پر صابر وشاکر ہوکر اچھی اور باآرام زندگی بسر کرنے کے لئے جد وجہد نہین کرتے۔ مرحوم ابتدا مین ایسی عسرت اور تنگدستی مین تھے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے جنازہ گذرا، تو انھون نے رسماً پوچھا کہ کیا بیمار تھے، تو انھین یہ جواب ملا کہ تخمہ ہوگیا تھا۔ اسپر انھون نے حسرت سے کہا کہ "کاش مجھے بھی تخمہ ہوجاتا" لیکن یہی نذیر احمد تھے جنھون بعد مین محض اپنی لیاقت وقابلیت کے سہارے نام کے علاوہ

انھون نے پیدا کیا۔ دوسرے ملکون مین بھی اس قسم کے مثالون کا کال نہین بلکہ وہان ایسی مثالین زیادہ ملتی ہین اسلئے کہ وہان زندگی عملی جدوجہد کے مرادف سمجھی جاتی ہے اور وہان لوگ تقدیر کی نامعلوم کارروائیون کے منت کش نہین پائے جاتے۔ سر والٹر اسکاٹ جو انگلستان کے ناول نویسون مین بجا طور پر صف اول مین شمار کئے جاتے ہین، اسی زمانہ مین ایک کتابین چھاپنے والی فرم "کانسٹیبل اینڈ بیلنٹائن" کے حصہ دار تھے۔ اتفاق سے کمپنی بیٹھ گئی اور اسی وجہ سے وہ ۱۵ لاکھ روپے کے مقروض ہوگئے انکی زندگی مین یہ موقع نہایت نازک تھا مگر انھون نے غیر معمولی دلیری دکھائی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ مین ایک ایک پائی ادا کردونگا۔ اسکے بعد انھون نے بے نظیر سرعت کے ساتھ ناول لکھنے شروع کئے اور صرف چند ہی سال کے محنت شاقہ کے بعد قرض کا ۲/۳ حصہ بیباق کردیا۔ اسکے بعد انھین رعشہ کا عارضہ ہوگیا اور اسکی وجہ سے کام کرنے سے معذور ہوگئے اسلئے انکے وفات کے بعد انکے دوستون نے انکا باقی قرض ادا کیا۔

لیکن جسمانی دلیری سے کہی گنے بڑھکر اخلاقی دلیری ہے اور اسکی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ اسمین زیادہ ایثار دکھانا پڑتا ہے، اور اسکے بعد وہ شخص دائمی عزت کا مالک ہوجاتا ہے۔ نیوٹن گیلیلیو سقراط وغیرہ کے نام دنیا مین جسطرح مشہور ہین یہ سب اپنی اپنی باری سے اس جرم مین تکالیف ومصائب برداشت کرچکے ہین کہ وہ اخلاقی اعتبار سے دلیر تھے۔ نیوٹن نے جب کشش ثقل کا مسئلہ دریافت کیا تو لوگون نے انپر یہ الزام لگائے کہ ایک نہ ایک دن وہ خداتعالے کو اوپر سے نیچے لے آئینگے، اس عجیب خیال پر پہلے عیسائی بہت ہی بگڑے۔ گلیلیو اس سچائی کے اظہار پر مارا گیا کہ اس نے یہ کہا تھا کہ زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔ سقراط کو بھی (۷۱) اکہتر برس مین اس جرم کے پاداش مین زہر کا پیالہ منہ مین لگانا پڑا کہ اسے لوگون کو اس زمانہ کے اوہام باطلہ اور عام عقاید کے خلاف نیکی اور خدا کے وحدانیت کا متعلق وعظ کہنا شروع کیا تھا۔ ایسی ایسی تکالیف کم وبیش ہر مذہب کے بانی پر پڑی ہین۔ مسلمانون کے پیغمبر حضرت محمدؐ صلعم جنھون نے عرب کی بت پرستی اور خوفناک اوہام باطلہ کے ہوتے ہوئے خدا سے واحد اور نیکی پر وعظ کہنے کے وجہ سے اہل عرب کے ہاتھون بیشمار تکالیف برداشت کین اخلاقی دلیری کے حیرت انگیز مظہر تھے۔ ایک مرتبہ اہل عرب کی ایک جماعت آپ کے چچا حضرت ابوطالب کے خدمت مین حاضر ہوئی اور یہ کہا کہ آپ کے بھتیجے (حضرت) محمدؐ (صلعم) کی تعلیم ہمارے خیالات کے مخالف ہے اسلئے آپ انھین روکدیجئے کہ وہ اپنے کام سے باز آجائین۔ اگر انھین سلطنت کی ہوس ہے تو ہم انھین اپنا بادشاہ تسلیم کئے لیتے ہین اگر انھین دولت کی تمنا ہے تو ہم اسقدر دولت جمع کردینگے

کہ انھون نے کبھی خواب مین بھی نہ دیکھی ہو - یاد رکھئے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ بائیکاٹ کر دئے گئے تھے، اور جب دُنیاوی ضروریات کی چیزین بھی آپ کو اور آپ کے وفادار گروہ کو بمشکل وقت دستیاب ہوتی تھین۔ جیساکہ سب کو معلوم ہے، صرف آپکے چچا ابوطالب جنکا اہل عرب مین کافی اثر تھا، آپ کے دُنیاوی مددگار اور معاون باقی رہ گئے تھے اور ایسی حالت مین اگر وہ سہارا بھی جاتا رہتا تو کسقدر ناامیدی کا سامنا ہوتا۔ حضرت ابوطالب نے اپنے بھتیجے کو بلاکر اہل عرب کا پیغام سُنایا اور ساتھ ہی اپنی مدد سے بھی ہاتھ اُٹھالیا۔ اسپر آنحضرت نے نہایت دلیر ہوکر کہا کہ اگر سورج کو میرے دائین ہاتھ پر اور چاند کو بائین ہاتھ پر بھی رکھدین تو بھی مین ایک قدم پیچھے نہین اُٹھاؤنگا۔ یہ کہا اور مایوسی کے عالم مین دروازہ کی طرف چلے، راستے مین ابوطالب کے قلب کی حالت بدل گئی اور دوڑکر گلے سے لگالیا اور کہا کہ مین آخر تک تمہارا ساتھ دونگا خواہ اہل عرب میرے مخالف ہی کیون نہ ہوجائین اور یہ بات تاریخ سے عیان ہے کہ اسلام کی ابتدائی ترقی ابوطالب کی کسقدر زیر احسان منت ہے۔

ایمرسن نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ دُنیا کے بڑے بڑے کام محض دلیری کے بدولت پایۂ تکمیل کو پہنچے ہین ساری قوم کی تاریخ مین ترقی کا ہر قدم بہادر اور دلیر آدمیون نے طے کیا ہے جو یا تو بہت بڑے محقق تھے، یا موجد یا محب وطن" بعینہ یہ قول ہمارے ملک کے ان بڑے بڑے بزرگون پر صادق آتا ہے جنھون نے اپنے دلیرانہ طرز عمل سے ہندوستان کے علم کی تاریخ بنائی ہے گوپال کرشن گوکھلے، پنڈت مالاویہ، نواب وقار الملک، دادا بھائی نوروجی، سوامی رام تیرتھ، جو سب عالم بالا سے ہندوستان کی موجودہ مذہبی اور سیاسی کشمکش کا مطالعہ کر رہے ہین ان چند مقدس نفوس مین سے تھے جنکی زندگی سرتاپا دلیری کے کامون سے لبریز ہے موجودہ لوگون مین مہاتما گاندھی، مسز بیسنٹ، سر سرامانیا آیر، خصوصیت سے قابل ذکر ہین۔ انکے دلیرانہ طرز عمل سے آیندہ نسلین اسی طرح بہرہ ور ہونگی جسطرح سے کہ انکی مخفی طاقت اس دور کے نوجوانون کے لئے باعث تحریک ہو رہی ہے۔

ایک قابل آداب بزرگ کا قول ہے کہ "تم مردون کی طرح جیو اور مضبوط بنے رہو" یہی پیغام مین اس مضمون کے ذریعہ موجودہ لوگون تک پہنچانا چاہتا ہون جو تاریخ کے ایک نہایت ہی نازک زمانہ مین سے گذر رہے ہین۔ ہمارے بزرگ جنکے ہم ایسے نااہل نام لیوارہ گئے ہین سچے تھے اور انکی زندگی اخلاقی اور جسمانی دلیری کا نمونہ تھی۔ انکے عزت کا یہی باعث تھا کہ ہم کو بھی عملی طور پر اُن جیسا بننا چاہئے۔ اسی مین ہماری بہتری ہے اور اسی کے ذریعہ ہم اپنے ملک کا وقار دنیا مین قائم کراسکتے ہین۔ خدا ہمارے ہموطنون مین طاقت اور برکت عطا فرمائے۔

ضیاء الدین احمد برنی۔ بی۔ اے

محبت یا دولت

(ایک قصہ)

مرد کے پاؤن تلے مکان کی سیڑھی کھڑکھڑا رہی تھی، اُس مکان کی سیڑھی جسمین وہ اور اُسکی چاہیتی بیوی پوریٹ رہتے تھے۔

مکان کا دروازہ خلافِ اُمید بند تھا، مرد نے اپنا گانا جسکو وہ گنگنا کر گا رہا تھا چھوڑ دیا اور زور سے آواز دی۔

"پوریٹ"

آواز مین اُمید جھلک رہی تھی، بغیر کسی پرسش، یا شک وشبہ کے اُسکو یقین تھا کہ دروازہ چوپٹ کھل جائیگا اور چشم زدن مین پوریٹ، مجسمہ حُسن ونزاکت اپنے سفید براق، بازو اُسکی گردن کے گرد حمائل کردیگی، اسکو یقین بلکہ حق الیقین تھا کہ جلد ہی اسکی رسیلی وشیرین آواز سے اُسکے کان آشنا ہونگے، وہ اس بات کا منتظر تھا کہ وہ آکر اس سے کہے۔

"آج شام تم دیر سے کیون آئے ہو، اسوقت تک کیا کرتے رہے"؟

لیکن خلافِ اُمید کسی پاؤن کی آہٹ جو اُس ننگے فرش پر چلنے مین روزانہ سُنائی دیتی تھی بالکل معلوم نہوئی البتہ سکوت تھا، جو اُسکی صدا کا جواب . . . .

مرد نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔

مگر اسکا دل زخمی تھا۔

وہ بڑبڑایا۔ کرسمس کی رات۔ ہماری پہلی کرسمس کی رات تنہا بسر نہین ہوسکتی، وہ ضرور اوپر ہوگی"

اُسنے غصہ سے دروازہ پر ایک لات رسید کی۔ وہ کھل گیا۔

دیا سلائی سے گیس کو جلایا، کمرہ مین روشنی ہوگئی۔

مگر پوریٹ نہ تو محوِ خواب تھی، نہ بیدار، اُسکا وجود ہی اس مکان مین نہ تھا۔

کمرہ کی حیثیت غریبانہ تھی، ایک بوسیدہ صندوق میز کا کام دے رہا تھا، شکستہ کرسی چینی کا ایک برتن چلمچی، ادنےٰ بستر، پُرانی تصویرین جو میلی کچیلی دیوارون پر لٹک رہی تھین اس مکان کی آرائش کے سامان تھے۔

یہ سب کچھ کمرہ مین موجود تھا لیکن پوریٹ نہ تھی!

سردی بلا کی تھی، اسلئے یہ سب چیزین بھی سرد تھین۔ البتہ ایک غیبی ہاتھ کسی انسان کے گلے مین پیوست معلوم ہوتا تھا۔

اس انسان کا نام آرمنڈ ہے۔ چونکہ اسکی آواز اب گلے مین اٹک گئی تھی اور روح بھٹک رہی تھی اُسنے اپنا چنگ بے دلی سے زمین پر رکھدیا۔

انگیٹھی مین تھوڑا سا کوئلہ ڈالکر اُسنے آگ سلگائی، اور اُسکے مہربان سُرخ شعلون پر اپنی اُنگلیان گرم کرکے ذرا سستایا۔

اپنے کوٹ کی جیب سے اُسنے کاغذ مین لپٹا ہوا ایک بنڈل نکالا۔ اس مین کچھ غذا تھی؛ وہ اُس کو کھانے لگا، مگر حلق سے اُتارنے کے لئے باقی کے گھونٹ کی ضرورت پیش آئی۔

اُسنے جلدی سے پہلو بدلا، کاغذ کو لپیٹ دیا۔

"اوہو کیسا مبارک خیال ہے، آج کرسمس کی رات کیون نہ ہم دونون اکٹھے ضیافت اڑائین"

کرسمس کی ضیافت بغیر پوریٹ کے ایک ناقابل فہم بات تھی، جب کبھی وہ گھر آتا ہمیشہ اسکو مکان پر پاتا تھا، پوریٹ باہر جانے سے متنفر، اور اسی گھر کو اپنی "دنیا" کہا کرتی تھی، یا آرمنڈ کے دل کو۔

آرمنڈ نے بے صبری کے ساتھ اُس سُرخ رنگ کے پھٹے پُرانے کپڑے کو جو کھڑکی کے آگے رکی سی جگہ لٹک رہا تھا، علیحدہ کر دیا،

چاند کی روشنی کھڑکی کی سلاخون مین سے گذرتی ہوئی ہر چیز اور فرش پر پڑ رہی تھی؛ وہ بلا مبالغہ ایک نقرئی فیتہ کی سی معلوم ہوتی تھی جو زمین پر بچھا ہو۔

چاند برتنون پر بے تکلفانہ انداز سے اپنی کرنین ڈال رہا تھا، کھڑکی کے نیچے پیرس کی ہر قسم کی روشنیان رقص کنان تھین، اور آدمیون کے آمد و رفت کا کبھی نہ ختم ہونیوالا سلسلہ زور شور سے جاری تھا پاس والے کمرون مین آدمیون کے باہم گفتگو کرنے کی آواز صاف سُنائی دے رہی تھی۔ ان مین ایک عورت کی ہنسی کی آواز بھی شامل تھی اب آرمنڈ کو بلکسر تنہائی سے واسطہ تھا، وہ مغموم ہوکر کھڑکی سے ہٹ گیا کیونکہ اُسکا افسردہ دل دُنیا کی چہل پہل سے مسرور نہین ہوسکتا تھا، وہ اس سے حظ نہ اٹھا سکتا تھا۔

سیڑھیون مین لمبی اور اونچی ایڑی والے بوٹ کی کھٹ پٹ سُنائی دی، کمرہ کا دروازہ کسی نے

دور سے ڈھکیل کر کھولدیا اور پوریٹ جسکے کوٹ پر برف کے گالے اور گھونگھر والے بالوں پر چھوٹی سی پروں والی ٹوپی تھی گرتی پڑتی کرہ مین آن گھسی۔ سردی کی شدت کا اثر اُس کے لباس سے ظاہر ہو رہا تھا، مشرقی سرد ہوا نے فطرت کے دو سُرخ پھول اُسکی رخساروں مین اس خوبصورتی سے ٹانک دیے تھے کہ ماہر علم نباتات بھی دھوکہ کھا جائے اُسکا مُنہ تو بالکل غنچہ کے مشابہ تھا۔

آرمنڈ۔ (ذرا تحکمانہ لہجہ مین) تم کہان تھین۔

پوریٹ۔ مین بازار دکانین دیکھنے گئی تھی، خرید و فروخت کرنے۔

پوریٹ ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی، وہ کسی گہرے خیال مین مستغرق تھی مگر بظاہر وہ بیوقوفون کی طرح، بچون کی مانند اپنے بوٹ سے کھیل رہی تھی۔

پوریٹ۔ مجھے بھوک نے بیتاب کر دیا تھا، لہذا مین گھر پر نہ ٹھہر سکی کیا اس سے تم کو صدمہ پہونچا ہے؟

آرمنڈ (اُسکے پہلو مین دوزانو ہو کر) میری پیاری اگر مجھے مقدور ہوتا، مجھ مین اتنی مقدرت ہوتی، تو مین تمہاری خوراک چاندی کے برتنون مین پیش کرتا اور سال بھر مین پورے تین سو پینسٹھ قیمتی لباس تمھین پہننے کو پیش کرتا اور ....

پوریٹ۔ (اپنے سر کے اوپر کے حصہ کو محبت آمیز ادا سے ہلاتے ہوئے) مین جانتی ہون مین سمجھتی ہون، یہ تمہارا قصور نہین، قسمت! اگر ......

ہوٹل کے پاس سے جب مین گذرتی ہون تو لذیذ غذاؤن کی خوشبو مجھے بیتاب کر دیتی ہے، تماشاگاہون اور سیرگاہون مین لوگ اعلٰے لباس مین ملبوس کیسے خوبصورت اور پیارے معلوم ہوتے ہین۔ اور مین محسوس کرتی ہون، محسوس کرتی ہون۔

آرمنڈ۔ "پوریٹ!

آرمنڈ نے ایک گہرا سانس لیا اور اُسکی کلائی کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔

"مجھ سے اس بات کا وعدہ کرو کہ خواہ کچھ ہی کیون نہ ہو، خواہ مین کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاؤن، فاقہ اور سردی کی مصیبتین ہم پر ٹوٹ پڑین پہننے کو ہمارے کچھ بھی نہ ہو لیکن تم ہمیشہ نیک عصمت اور پاکدامن رہوگی"۔ پوریٹ کا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا، اسنے اپنی نازک کلائیاں اُسکی مضبوط گرفت سے چھڑالین، وہ کرسی سے یکدم سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"پوریٹ"۔ تم کیسے بیوقوف ہو ......

اُسکی نگاہ میز پر رکھے ہوئے کاغذ کے بنڈل پر جا پڑی۔

برّے کے کباب آہ۔ آرمنڈ۔

کیسی خوش قسمتی، عیش، راحت۔"

منڈ (خوش ہوکر) یہ مَیں نے کل کی خوراک کے واسطے خرید کئے تھے، لیکن اگر تم کو بھوک ہو اور مَین جانتا ہون کہ مجھے بھوک ہے۔

آؤ ہم بجائے کل کے آج ہی ان کو اُڑائین۔ کل کچھ نہ کچھ مل ہی جائیگا۔ شاید آقا یا مہر ......

یٹ۔ شاید کوئی شخص کچھ تم کو انعام دے جائے۔ اس قسم کی واہیات گفتگو کے بجائے بہتر ہے کہ تم مجھکو وہ برتن پکڑا دو تاکہ مَین اُسکو گرم کرلون۔

مجموعی طور پر یہ ضیافت ان دونون کے لئے شاہانہ تھی، اگر کھانے کے بعد پھل وغیرہ کھانے بوسے مار کرلئے جائین تو یہ کباب بہت تسلی بخش تھے۔ کھانے کے لئے فراغت حاصل کرکے آرمنڈ آگ کے پاس بیٹھا اور پوریٹ کھڑکی مین کھڑی ہوکر چاندنی اور پیرس کے عیش و عشرت کے نظارون کا مزا لینے لگی۔

رمنڈ۔ آہ۔ دُنیا ایک خوفناک جگہ ہے۔ مصائب و آلام آفات و افکار کا مسکن۔

لیکن پوریٹ نے یہ ظاہر کیا کہ گویا اُسنے کچھ بھی نہین سُنا۔ لیکن کھڑکی سے وہ سردی! سردی!! تی ہوئی علیحدہ ہوگئی اور آرمنڈ نے اُسکو اپنے پاس کھینچ لیا۔

منڈ۔ پیاری۔ یہان تو ایسی سردی نہین۔ اپنی اُس تمام محبت کو جو تم آج تک صرف کرچکی ہو یاد کرکے گرم ہوجاؤ۔

ریٹ کے ہونٹ اسطرح ستے جسطرح نسیم سحر کے جھونکے گلاب کی نازک سُرخ سُرخ پنکھڑیون مین جنبش پیدا کردیتے ہین۔

ریٹ، پیار، بوسہ، کھڑکیون مین سے بادِ خنک کے تیز و تند جھونکون کو اور چھت سے بارش کی بوندون کو نہین روک سکتے، پوریٹ نے اپنی بانہین آرمنڈ کی گردن کے گرد حایل کردین۔

اور سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تاہم بھی۔"

"محبت ایک اچھی چیز ہے۔ اگرچہ وہ ہوا اور بارش کو اس مکان سے باہر نہین روک سکتی۔"

دونون بستر پر آرام کرنے چلے گئے۔

جب آرمنڈ بیدار ہوا پوریٹ کمرہ مین موجود نہ تھی، بستر پر نہ تھی البتہ میز پر ایک کاغذ پڑا پایا جسپر کچھ سکے ہاتھون سے لکھا رکھا تھا۔

آرمنڈ نے محسوس کیا کہ گویا کسی نے اُسکا دل نکال کر اس کاغذ مین رکھ دیا ہے۔ وہ بے تابانہ پڑھنے لگا۔ اسپر لکھا تھا۔

"میرے پیارے۔ مین تم سے رخصت ہوتی ہون کیونکہ یہ ناگزیر تھا، جوانی ہر شخص کے لئے صرف ایک ہی دفعہ ہے، مین غربت سے تنگ ہون اور تم مجھکو اپنے پاس رکھنے کے ناقابل اور نہ مجھکو کام کرنے کی اجازت دیتے ہو ہم دونون کی بہتری اسی مین ہے کہ مین یہان سے ہمیشہ کے لئے چلی جاؤن۔

کسی قسم کی فکر نکرنا، مین پاکدامنی سے زندگی بسر کرون گی"

(ب)

مس صاحبہ پوریٹ فلیوران اپنے نئے مکان واقع ینو یلے مین ایک شاندار دعوت کا اہتمام کر رہی تھی، دُنیا برف کی سفید چادر مین نہان تھی اور درختون پر بلورین انگلیون کی طرح برف شاخون پر لٹک رہی تھی۔ لیکن اس سر بفلک محل کے اندر برقی لیمپون کی روشنی آنکھون کو چکا چوند اور قہقہون کی آواز کانون مین شور اور گونج پیدا کر رہی تھی۔

ڈیوڑھی مین ایک پیانو اپنے سُریلے زیر و بم سے دماغون مین روشنی اور دلون مین ہیجان مسرت پیدا کر رہا تھا۔

کھانے کے بڑے کمرہ سے شمپین کی بوتلون کے کاگ نکالنے کی آوازین تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد سنائی دے رہی تھین۔

ہائی کاگ اڑے!

گلاسون کی آواز چھُری کانٹون کی جھنکار، مین پوریٹ کی آواز نمایان تھی، اُسکے بال سُنہرے سُرخ خضاب سے [illegible] معلوم ہوتے تھے، اُسکے سُرخ رخسار قیمتی غازہ کی مرہون منت تھے نیلے سالن کا ایک جواہرات سے جڑا ہوا فراک اُسکے جسم کی زینت کے علاوہ جسم کو ڈھانپنے کے بجائے عریاں کرتا تھا، اسپر جابجا جواہرات ٹکے تھے۔ جو کانون مین، انگلیون پر، اُسکی بلورین گردن پر اسطرح سے چمکتے تھے جسطرح آفتاب کے گرد ستارے۔

پوریٹ اس وقت ایک دلچسپ زندہ تصویر تھی۔

"تم کتنی دیر سے آئے ہو؟"

یہ الفاظ پوریٹ کے تھے، جو اسنے ایک طویل القامت مہمان کبیر کے کمرہ مین داخل ہونے پر کہے،

نوواردہ نے لاپرواہی سے اُسکی انگلیون پر بوسہ دیا۔

نوواردہ۔ ہزار بار معذرت۔ ایک مغرور کوچوان کی بے احتیاطی کی بدولت مین قدرے دیر سے پہونچا ہون۔ او ہو! ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آج تمام دُنیا دعوت پر مدعو ہے۔

ایک سیاہ بالون والی عورت نے اسکو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

نووارد۔ (جلدی سے پھر پوریٹ کی جانب متوجہ ہوکر) پوریٹ۔ تمہارے محل کے باہر ایک جاہل ناتراشیدہ شرابی پڑا مر رہا ہے۔ اور اس تمام چہل پہل اور زندہ دلی کے لئے ایک منحوس چیز ہے

پوریٹ۔ کون بدبخت! غریب! احمق! اُسکو ایک گلاس شراب دے کر باہر نکال دو' یہ کرسمس کی رات ہے۔

مہمانون نے کھانا شکم سیر ہوکر کھایا۔ شراب کے خم کے خم اُنڈیلے اور چڑھائے گئے' قہقہون' مذاق' ہنسی' خوش گپی' وغیرہ کی ملی جلی آوازون سے ایک قسم کا شور پیدا ہو رہا تھا۔

آخر مین پوریٹ کے پیچھے پیچھے تمام مہمان گاتے ہوئے ناچ کے کمرہ کو چلے باہر سے کسی انسان کے کچھ گانے کی آواز آئی۔

یہ آواز اس ارضی بہشت مین شیطان کی آواز کے مشابہ تھی! مہمان گھبرائے اور ایک قسم کی سنسنی پھیل گئی۔ آواز یہ تھی۔

"مین نے راتین" اور دن صرف اسی کی یاد مین بسر کئے ہین۔
"جس کا نام پوریٹ تھا۔"

مہمانون نے دیکھا کہ گانے والے آدمی کا چہرہ چاندنی مین سفید تھا اور وہ ڈیوڑھی مین سیڑھیون پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر آواز سنائی دی۔

"وہ میری چیز تھی" اور مین اُسکا تھا۔
لیکن اب یہ صرف خواب و خیال ہی ہے"

اُسنے پلٹ کر دیکھا' اور اس گروہ سے متاثر ہوئے بغیر پھر کہنے لگا۔

"مین غریب تھا' لیکن دل اور روح
میری دولت اوس کے قدمون پہ ڈال دیتا تھا"

یہ اُس کے آخری الفاظ تھے' گانا ختم ہوگیا اور وہ سیڑھیون مین گر کر بیہوش ہوگیا۔

میرا پیارا! میرا پیارا!!

پوریٹ نے دونون بازو اُسکے گرد حایل کردیئے جو خاک، برف اور غلاظت کا تودہ تھا۔

"آہ - چند آدمی اسکو اندر لے چلو پیشتر اسکے کہ یہ مرجائے"

پوریٹ کے رخسارون پر آنسوؤن کے تار نے تمام مہمانون کو محو حیرت بنادیا۔

لوگ اسکو اُٹھاکر اندر لے آئے اور ریشمین گدیون پر اس چیتھڑون والے کو لٹا دیا۔ اور کوئی شخص دوڑ کر ایک گلاس شراب - عنبرا رغوانی" کا بھر کر لایا۔ لیکن یہ صرف پوریٹ تھی جو اُسکے دانتون کو کھولکر اُسکے مُنہ مین ڈال رہی تھی اور جب اُس شخص نے آنکھین کھول دین تو پوریٹ نے شکریہ کا ایک گہرا سانس لیا۔

وہ شخص چند لمحون تک اُس خوبصورت چہرہ کو دیکھتا رہا جو اسپر جھکا ہوا تھا اور پھر کہا۔

"مین پوریٹ، پوریٹ کو چاہتا ہون وہ کہان ہے"

پوریٹ - آرمنڈ - کیا تم مجھکو شناخت نہین کرسکتے، مین ہون پوریٹ تمہاری پوریٹ۔

گرم گرم آنسو آرمنڈ کے رخسارون پر گرنے لگے۔

آرمنڈ "تم" ....

آرمنڈ نے ایک بار اوپر کے اُٹھنے کی کوشش کی اور اپنی آنکھون سے اُسکو بغور دیکھا،

"بیہودہ مت بکو - تم مہربان ہو، لیکن مہربان بن کر دھوکہ نہ دو"

پوریٹ کے بال صاف اور سادہ تھے - تمہارے سُنہرے ہین، پوریٹ مرجاتی لیکن تمہارے جیسا قیمتی لباس کبھی زیب تن نہ کرتی - پوریٹ نے نیک اور عصمت دار رہنے کا وعدہ کیا تھا"

مہمانون کا گروہ بستر کے گرد کھڑے ہوکر ہردو کی عجیب وغریب گفتگو کو سُن رہا تھا۔ سب بلند آواز سے افسوس کرتے تھے کہ یکایک پوریٹ دوسرے کمرہ کی طرف بھاگ گئی۔

اور مہمانون کے تعجب کی کچھ بھی انتہا نہ رہی جب انھون نے تھوڑے عرصہ کے بعد دیکھا کہ ایک نئی وضع قطع مین ایک نوجوان لباس مین ایک متروکہ پُرانے فیشن کے کوٹ مین پوریٹ چلی آتی ہے اور پُرانی میلی کچیلی ٹوپی سر کو چھپائے ہوئے تھی اور ایک میلا کپڑا اُسکی گردن کے گرد لپٹا ہوا تھا۔

یہ اُسکا پہلا لباس تھا۔

پوریٹ (دوزانو ہوکر)

آرمنڈ - دیکھو مین واپس آگئی ہون - تمہاری پوریٹ -

آرمنڈ - "پوریٹ"!

زندگی جو اُسکے جسم خاکی سے جُدا ہو رہی تھی ایسا معلوم ہوا کہ واپس آگئی ہے۔ اُس نے اُسکے ہاتھون کو تھام لیا جن مین اب جواہرات نہ تھے۔

"آخر کار تم میرے پاس آگئی ہو یا کبھی مجھ سے تم جدا ہی نہ [illegible] کہ مجھے یاد نہین نہ مین اسپر غور کرنا چاہتا ہون۔ شاید مین خواب دیکھ رہا ہون"

آرمنڈ نے اُٹھنے کی بے سود کوشش کی۔

پوریت۔ (دل ہلا دینے والی آواز سے روتے ہوئے)

آرمنڈ۔ تم ہرگز جان نہ دو۔

سُنو گھنٹے بارہ بجا رہے ہین۔ یہ کرسمس کا دن ہے۔ اُسکی آنکھین دُنیا پر ہمیشہ کے لئے بند ہو رہی تھین یکایک پھر کھُل گئین

آرمنڈ۔ کرسمس کا دن!

اُسنے کامل ایک منٹ پوریت کی طرف دیکھا اور پھر نہایت دھیمی آواز سے کہا۔

آہ۔ ایک مبارک کرسمس۔ پوریت۔

اور وہ مر گیا۔

ایچ۔ ایم۔ یوسف حسن

کفایت شعاری کے خزانہ مین دولت کی کبھی کمی نہین رہتی۔ دست نگر بننے سے فراخ دست بننا ہزار درجہ بہتر ہے۔ دیوار پر گھونسہ مارنے والے ہی کے چوٹ آئیگی دیوار کا کچھ نہ بگڑیگا

خدا کا سچا خوف انسان کو بہت سے گناہون سے محفوظ رکھتا ہے۔

عقلمند لوگ اپنے راز کو اپنی زبان سے بھی پوشیدہ رکھتے ہین۔

جو موقع ملنے پر بھی رشوت نہین لیتا وہ واقعی جوانمرد ہے۔ کسی کو صدمہ پہونچا کر اپنے دل مین خوشی حاصل نہ کرو۔ بچون سے محبت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان کے دل مین رحم اور ہمدردی کا مادّہ ہے۔

راستی دل کی کمزوری کو دور کرتی ہے۔

شاہجہان کی رحلت

(سلسلہ کے لئے زمانہ دسمبر ملاحظہ ہو)

(۵)

اورنگ زیب کی خودستائی

یہ بات مسلّم ہے کہ اورنگ زیب نے فوج کثیر کے مقابلہ مین کامیابی حاصل کی۔ مگر وہ اسی واقعہ
ی طرف فخریہ اشارہ کرتا ہے اور اس سے یہ استدلال کرتا ہے کہ چونکہ وہ حق بجانب تھا اسلئے
ست ایزدی اُسکے شامل حال تھی چنانچہ لکھتا ہے۔

"چونکہ میرا مقصد نیک تھا باوجود قلیل فوج کے دھرمات اور سموگڈھ دونون مقامون
کی لڑائیون مین مجھی کو فتح حاصل ہوئی۔ اگر خداوند عالم کو میرا عزم پسند نہ ہوتا تو مجھے وہ فتوحات
جو صرف عطیہ ربانی ہین کیونکر حاصل ہوتے"

اسلئے شاہجہان کو باقتضائے دانشمندی لازم تھا کہ راضی بہ رضائے الٰہی ہو جاتا اور اورنگ زیب
ی فتح کو اپنے حق مین بہترین مصلحت سمجھتا۔ اورنگ زیب شاہجہان کو لکھتا ہے۔

"بغیر مشیت ایزدی کوئی امر واقع نہین ہو سکتا۔ لہذا اس سانحۂ عظیم مین کسی دُنیاوی قوت،
یا ارادے کا ہاتھ نہین ہے۔ اسلئے حضور عقلمند ہو کر خدا کے کامون کو دوسرے کی طرف کیون منسوب
کرتے ہین۔ آپ حکم خدا پر راضی ہو جائین۔ پھر آپ کے رنج و مصائب اطمینان و قناعت سے بدل
جائین گے"

اورنگ زیب اس سے بھی بڑھ جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ سلطان معظم کو اپنے معزول
ر دینے والے لڑکے کا ممنون ہونا چاہئے اور لکھتا ہے۔

"اگر آپ اس امر کو نظرِ انصاف سے دیکھین تو آپ کو کوئی جائے شکایت نہین ہے کیونکہ
مین نے آپ کو ایسے بارِ گران سے سبکدوش کر دیا اور اُسکو خود اپنے آزاد اور مطمئن دماغ کو ہزارون
افکار و آلام کا پابند کر لیا۔"

اس ظاہرداری سے نفرت کرکے شاہجہان نے اورنگ زیب کو یہ جواب دیا کہ تو اپنے کو سچا مسلمان
کہتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ دوسرون کے مال کا غاصب ہے مگر اورنگ زیب اپنے طرز عمل کی تائید مین

ایک اعلےٰ تخیل پیش کرتا ہے - وہ جواب مین کہتا ہے کہ

"آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ دوسرون کا مال غصب کرنا مذہب اسلام کے خلاف ہے - مگر آپ یہ جان لین کہ شاہی مال وخزائن رعایا کی بہبودی کے لئے ہین سلطنت کوئی ذاتی موروثی جائداد نہین ہے - بادشاہ صرف خدا کے خزانے کا برگزیدہ امانتدار ہے اور اُسکی بخشی ہوئی دولت سے اُسکے بندون کو فائدہ پہونچانے کے لئے ضامن ہے"

بعدہٗ شاہجہان نے اپنے بے رحم لڑکے کو یہ دھمکی دی کہ یاد رکھو تمہارے لڑکے بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کرینگے جو تم اپنے باپ کے ساتھ کر رہے ہو - اورنگ زیب نے پھر ایک فلسفی کی طرح یہ جواب دیا -

"بغیر حکم خدا کچھ نہین ہوتا - جس تقدیری امر کا آپ نے ذکر فرمایا ہے وہ میرے بزرگون کو بھی پیش آیا ہے قضا و قدر سے مجھے کب پناہ مل سکتی ہے - ہر شخص اپنی نیت کا پھل پاتا ہے اور چونکہ میری نیت بخیر ہے مین اپنے لڑکون سے صلہ نیک ہی کی اُمید رکھتا ہون"

دارا اور شجاع کی طرف اورنگ زیب کے دُرشت اور تحقیر آمیز اشارے شاہجہان کو سخت صدمہ پہونچاتے تھے اور اُسپر اورنگ زیب کے ایسے کلام ضعیف بادشاہ کے دل پر تیر ونشتر کا کام کرتے تھے -

"آپ خود اپنے بھائی خسرو و پرویز کو کس طرح یاد فرماتے ہین جنکو آپ نے قبل اپنے تخت نشینی کے مروا ڈالا اور جنھون نے آپ کو کوئی ضرر بھی نہ پہونچایا تھا"

مگر شاہجہان اپنے مغرور لڑکے سے زیادہ سچا پیش گو نکلا - جب اورنگ زیب کے چوتھے لڑکے محمد اکبر نے ۱۶۸۱ء مین بغاوت کی تو اُس نے بھی بہت تلخ و طنز آمیز خطوط اپنے باپ کو لکھے اور وہ ان خطوط سے بہت ملتے جلتے ہین جو اورنگ زیب نے شاہجہان کو بھیجے اون مین محمد اکبر بھی اورنگزیب کا نقص حکومت نکالتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ آپ اپنے والد کو معزول کرنے اور اپنے بھائیون کو قتل کرنے کے گناہون کی تلافی مین مذہبی عزلت نشینی اختیار کیجئے - آپ (اورنگ زیب) بھی اپنے بڑے لڑکے شاہ عالم کی پاسداری کرتے ہین اور مین نے (اکبر) سلطنت کا بارگران اپنے سر پر اس لئے اُٹھایا ہے کہ اپنی موروثی سلطنت اور رعایا کو آپکی ناقص حکومت کے باعث تباہی اور بربادی سے بچاؤن - بالآخر جب اورنگ زیب اسکو طفل ناہنجار ٹھہراتا ہے تو محمد اکبر جواب دیتا ہے کہ جب آپنے خود اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی تو مجھے کس منہ سے الزام دیتے ہین -

آخرکار شاہجہان اور اورنگ زیب کی خط و کتابت ناقابل برداشت ہوگئی اور اورنگزیب نے

پہلے خود پھر نامہ نویسون کے ذریعہ سے بھی اپنے معزول باپ سے مراسلت کا سلسلہ ترک کر دیا تاکہ " گفت و شنید کا راستہ ہی بند ہو جائے "

چنانچہ شاہجہان تلوار کی لڑائی کی طرح قلم کی لڑائی مین بھی اورنگ زیب سے ہار گیا اور جبطرح ایک بچہ روتے روتے سو جاتا ہے شاہجہان آخر کار قضا و قدر پر راضی ہو کر خاموش ہو گیا۔

(۶)

توشۂ آخرت

اب وہ وقت تھا کہ شاہجہان کو حکم خدا پر سر تسلیم جھکانے کی ضرورت تھی۔ اُسکے مجروح دل پر چوٹ پر چوٹ لگتی گئی۔ پہلے دارا شکوہ پھر مراد بخش پھر سلیمان شکوہ یکے بعد دیگرے اورنگ زیب کے ہاتھون دُنیا سے چل بسے۔ شجاع اور اُسکے بچّے برباد اور خانہ بدوش کر دئے گئے۔ مگر ان حوادث پر بھی شاہجہان نے دامن صبر و شکر ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایام اسیری کے سات سال مین اُسکے بہت سے خیر خواہ تباہ کر دے گئے۔ اور بہتیرے دل شکن واقعے پیش آئے لیکن روز آخر تک اُس ضعیف العمر قیدی کا دل صبر و تحمل کا مسکن بنا رہا۔"

مذہب شاہجہان کے زخم جگر پر آب مرہم کا کام کرتا تھا اور قنوج کے ایک بزرگ سید محمد نامی رات دن اُسکی صحبت مین رہا کرتے تھے جو نمازین پڑھاتے تھے۔ قرآن و حدیث کے تذکرے جاری رکھتے تھے اور شاہجہان کی طرف سے باہر کے محتاجون اور غریبون کو تحفے پہونچایا کرتے تھے۔ اب بادشاہ معزول کا کل وقت رضائے الٰہی مین عبادت مین۔ ادائے فرائض و سنن مذہبی مین۔ قرآن پڑھنے اور پڑھوانے مین اور اگلے بزرگون کے کارنامے سننے مین صرف ہوتا تھا۔

شاہجہان کا دوسرا مونس و ہمدرد اُسکی فرشتہ صفت و پاک طینت لڑکی جہان آرا بیگم تھی جسکی محبت و خدمتگذاری نے دوسرے لڑکون کی بے رحمی کی تلافی کر دی۔ یہ شاہزادی ایک بزرگ مرشد شیخ میان میر کی مرید تھی اور قلعہ آگرہ کے حرم مین راہبانہ زندگی بسر کرتی تھی اپنے بڈھے بیمار و درد گار باپ کی تیمارداری مین مشغول رہتی تھی اور دارا اور مراد کی یتیم لڑکیون کی جو اسکے سایۂ شفقت مین پناہ گزین ہوئی تھین نگہداشت کیا کرتی تھی۔ انہین روحانی صحبتون مین دُنیا کے تعلقات سے آزاد ہو کر اور دلکو اُن تمام عزیزون سے جو قسمت بسکتی تھی مضبوط کر کے شاہجہان نے اپنے کو دوسرے اور اس سے بہتر عالم کیلئے تیار کر لیا۔ اُسکی آنکھون کو اب موت کا خوف نہ رہا بلکہ قضا کی آمد کو وہ مصائب دُنیا سے نجات کا ذریعہ سمجھکر اُسکے تذکرون سے خوش ہونے لگا۔

ابن الحسن فکر شاہ آبادی

جنگ کی حالت

(۱۹۱۸ء کے آغاز میں)

۱۹۱۸ء کے پہلے مہینے کے آدھے دن گذر گئے ہیں۔ حسب معمول اتحادی تاجداروں اور حکمرانوں۔ مدبروں اور لیڈروں۔ سپہ سالاروں اور جنگی سرداروں نے نو روز کی تقریب پر پیام کا تبادلہ کیا۔ جسمیں انجام کار اپنی فتح اور غنیم کی شکست کامل کی نہ صرف اُمید ہی ظاہر کی۔ بلکہ وثوق کے ساتھ یقین بھی ظاہر کیا ہے۔ پچھلے سال کی طرح سال رواں کے خاتمہ تک جنگ ختم ہو جانے کی کوئی اُمید ظاہر نہیں کی ہے۔ اور یہ بہت اچھا ہوا۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ چند مہینوں میں اور کونسے واقعات ایسے پیش آئینگے۔ جنکی وجہ سے جنگ اور طول پکڑیگی۔ مگر اتحادیوں کو اخیر میں پوری فتح اور جرمنی کو شکست ہوگی۔ اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں ہے۔ لیکن کتنے عرصہ تک جرمنی مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا اسوجہ سے صحت کے ساتھ یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا اسی سال کے دوران میں جنگ ختم ہوگی یا ابھی سال بھر تک اور چلیگی۔ یعنے اگلے سال ختم ہوگی۔ پچھلے سال انہیں دنوں جو کیفیت تھی اس سے جنگ کے خاتمہ کا پورا یقین تھا۔ کیونکہ جرمنی کی سپاہ گھٹتے گھٹتے بہت تھوڑی رہ گئی تھی اور اتحادیوں کی طاقت اور زور انتہا کے درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ اس لئے یہ اُمید تھی کہ جب چاروں طرف سے اتحادی جرمنی پر زور کرینگے تو وہ زیر ہو جائے گا۔ اور جنگ ختم ہو جائگی۔ مگر تین ہی ماہ کے بعد روس میں انقلاب ہو گیا۔ اور اس سے اتحادیوں کے تمام منصوبے برباد ہو گئے۔ اور جرمنی اس شکست سے بچ گیا۔ جو اسے کسی نہ کسی وقت اُٹھانی پڑیگی۔ روس کی اندھیر نگری بڑھتی چلی گئی۔ جو وزرا جرمنی کے موافق تھے۔ انہیں نکالنے کے بعد قوم پرستوں کے اپنے اختلاف بڑھ گئے۔ فوج میدان سے بھاگ گئی۔ کیونکہ قوم فروش روسی اس مکروہ کام میں جرمنی کی رشوت کے سبب سے مصروف تھے۔ اس سے روس کا حال دن بدن بگڑتا چلا گیا۔ آخر کار یہ حالت ہوگئی کہ روس کا عدم و وجود اتحادیوں کے لئے یکساں ہو گیا بلکہ دسمبر کے شروع میں لینن ٹروسکی کے گروہ نے برسر اقتدار ہوتے ہی جرمنوں سے صلح کے لئے کوشش شروع کر دی۔ اور ایک ماہ کے لئے التوائے جنگ کا معاہدہ کر کے وسط دسمبر میں صلح کی خاص شرائط طے کرنے کے لئے کارروائی بھی ہونے لگی۔ انقلاب روس سے جرمنی آخری

شکست سے بچ گیا۔ اور جنگ سال ڈیڑھ سال تک اور جاری رہیگی۔

سال رواں کے شروع میں جو کیفیت ہے۔ اس پر غور ہونا چاہئے۔ سخت جاڑے کے سبب سے میدان جنگ میں معرکہ آرائی بند ہے۔ صرف مقامی جھڑپوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ہوائی جہاز جرمنوں پر حملہ کرتے ہیں۔ یا کسی خط میں چند گھنٹے تک جرمنوں پر گولہ باری ہوتی ہے۔ یا جرمن اتحادیوں پر گولے برساتے ہیں۔ اور پھر چپ ہو جاتے ہیں جاڑے کے سبب سے جو خاموشی میدان جنگ میں پائی جاتی ہے۔ وہ معنی خیز ہے۔ فریقین سامان اور سپاہ بہم پہونچا رہے ہیں۔ تاکہ موقعہ پاتے ہی حملہ کر دیں۔ چند ہفتوں سے جرمن سپاہ اور سامان میدان فرانس جمع ہو رہا ہے۔ کیونکہ روس کی طرف سے جرمنوں کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ اسلئے اپنی لڑنے کے قابل فوج اور سامان سارے کا سارا فرانس میں اکٹھا کر دیا ہے۔ جس سے جرمنوں کا یہ مقصد ہے کہ وہ اس سرزمین میں اتحادیوں کو شکست دیکر صلح کی درخواست کریں۔ جرمنوں کے پاس لشکر بھی ہیں۔ توپخانے۔ گولے اور کلدار توپیں وغیرہ بھی ہیں۔ جنکے بھروسہ پر وہ اتحادیوں کو زیر کرنے کی اُمید لگا رہا ہے۔ ماہران جنگ نیز غیر جانبدار دول کا یہ خیال ہے کہ جرمنی ورڈن پر پھر حملہ کریگا۔ اور اسکے ساتھ میدان کے اور حصوں میں بھی ایک ساتھ حملہ کریگا۔ تاکہ اتحادیوں کو پریشان کرکے زک پہنچائے۔ مگر یہ باتیں ہی باتیں ہیں۔ جرمنوں کا حملہ کہاں پر ہوگا۔ یہ صرف ان کے سپہ سالار اعظم اور نیز جنرل اسٹاف ہی کو معلوم ہے۔ ممکن ہے اتحادیوں کو مغالطہ دینے کے لئے یہ خبریں پھیلائی گئی ہوں۔ برعکس اسکے اتحادی کیل کانٹے سے تیار ہیں۔ سامان جرمنوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس میں بھی بھاری بھاری توپیں اور خوفناک گولے ہیں۔ اور نہایت کثرت سے ہیں۔ ہوائی جہاز بھی بکثرت ہیں اور فوجیں بھی بہت ہیں قصہ کوتاہ جنگی سامان اور سپاہ جرمنی سے کہیں زیادہ ہے اور سرکاری طور پر یقین دلایا گیا ہے۔ کہ سب باتوں میں اتحادی جرمنوں سے کئی درجے آگے ہیں۔

ادھر امریکہ کی طرف سے ۲۴ جنوری کی خبروں میں یہ اعلان ہوا ہے کہ وہاں پر پندرہ لاکھ جوان جنگ کے لیئے آمادہ ہوگئے ہیں۔ اسی لشکر کا ایک حصہ میدان میں پہونچ گیا ہے۔ اور باقی جنگ آزمائی کے لئے فرانس میں تربیت پا رہے ہیں۔ اور امریکہ میں بھی تربیت اور تیاری ہو رہی ہے۔ ہر ہفتہ ہزاروں جوان امریکہ سے چلے آ رہے ہیں مارچ اپریل تک امریکہ کی فوجوں کا بڑا حصہ میدان کارزار میں ہوگا۔ اور جرمنوں کی گوشمالی کریگا۔ امریکہ میں جنگی سامان بہت کثرت سے تیار ہو رہا ہے۔ توپیں بندوقیں۔ گولے اور کارتوس بہت کثرت سے بن رہے ہیں۔ امریکہ کی فوج کی تمام ضروریات امریکہ

سے لگی ہین سامان کی تیاری مین برطانیہ فرانس اور اٹلی بھی دن رات معروف ہین اور سپاہ بھی تیار ہو رہی ہے۔ فرانس مین ۱۸ سال کے لڑکون کو طلب کیا گیا ہے۔ اور وہ فوجی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہین۔ تاکہ بوقت ضرورت فوجی کام انجام دین۔ برطانیہ کلان مین بھی اور جوان بھرتی کرنے کے مسئلہ پر غور ہو رہا ہے۔ اور رات دن بے شمار سامان تیار ہو رہا ہے۔ یہی حال اٹلی کا ہے۔ امریکہ مین بیس ہزار ہوائی جہاز بن رہے ہین۔ اور برطانیہ اور فرانس مین بھی ہزارون کی تعداد مین تیار ہو رہے ہین۔ تاکہ موقع پاتے ہی دشمن پر حملہ کر دیا جاسے۔ اور اُسے سخت سے سخت نقصان پہنچاکر سیدھا کیا جائے۔ روس کا کوئی خیال نہین کرتا۔ وہ جیسا ہوا۔ ویسا ہوا۔ مگر مغرب کی طرف تمام اتحادی جنگ کے لئے ایک عظیم پیمانہ پر تیاریان کر رہے ہین۔ برطانیہ کی بستیون مین بھی بہت سی تیاریان ہو رہی ہین۔ جہازون کی بڑی ضرورت ہے۔ اور کثرت سے تیاریان ہو رہی ہین۔ برطانیہ اور امریکہ رات دن اُس کام مین معروف ہین اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جرمن آبدوز برٹش تجارتی جہازون کا نقصان کرتے رہتے ہین۔ ان کی کمی پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے سوا امریکہ اور دیگر جہتون سے سامان اور ضروریات لانے کے لئے جہازون کی ضرورت ہے اسی وجہ سے جہاز جلدی تیار کئے جاتے ہین۔ اتحادیون مین پہلے سے کہین زیادہ اتحاد ہے اور ایک دوسرے کے لئے ایثار سے کام لے رہے ہین۔ اور یہی ان کی شاندار اور آخری کامیابی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اٹلی ایک سنبھالا لے رہا ہے اور کئی جگہ پر جرمنون کو تنگ پیمانہ پر شکست اُٹھاکر دریائے پیاوے کے اُس پار جانا پڑا ایشیاگو کی سطح مرتفع پر معرکے ہوتے ہین۔ مگر ویسی تندی کے ساتھ نہین۔ جیسے ایک دن ہوتے تھے۔ گویا اب آسٹریا اور جرمنی کا ورلاک چکا۔ اور اب اٹلی اپنے پاؤن پر کھڑا ہو گیا ہے۔ اور پچیس تیس میل کے میدان مین فرانسیسی اور برٹش سپاہ جرمنون کا سر کچلنے کو موجود ہے۔ درحقیقت اگر وقت پر اتحادی نہ پہنچتے تو کب کا برباد ہو گیا ہوتا۔ میدان بلقان مین بھی خاموشی جاڑے سے پہلے کی ہے۔ یونانی فوج تیار ہو رہی ہے۔ اور جب وہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر اتحادیون کے پہلو بہلو لڑنے کے قابل ہو جائیگی۔ تو بلقان مین بھی معرکے ہونگے۔ اور وہان سے بلگیریا وغیرہ کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔

اب ایشیاکو اور فلسطین اور کریتامیہ دونون جگہ خاموشی ہے۔ یروشلم کے بعد ۲۷-۲۸ دسمبر کو اسی شہر سے گیارہ میل شمال کو ترکون سے خوب معرکہ ہوا تھا۔ جس سے اُنھون نے اس پرانے شہر کو واپس لینے کی کوشش کی تھی۔ میسوپوتامیہ مین نومبر سے کوئی معرکہ نہین ہوا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ

بغداد لے لینے کے بعد موصل یا دمشق کی طرف بڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسلئے قدرتاً خاموشی ہوگئی۔ مگر فلسطین بھی عام خاموشی مین جنوری رواں سے شریک ہوگیا ہے۔ افریقہ کے معرکے دسمبر مین ختم ہوگئے۔ اب وہان کسی طرح کا خدشہ نہیں ہے۔

میدان روس مین وسط جولائی سے خاموشی ہے۔ دسمبر سے صلح کی کارروائی ہورہی ہے۔ سال نو کے شروع مین اس بات کا اندیشہ تھا کہ جرمنون کی بدنیتی کام بگاڑ دیگی۔ مگر وہ صلح کے ایسے طالب ہین کہ وہ روسیون کی شرطون سے اتفاق کرتے ہین۔ چاہے یہان دل بہلانے اور دھوکہ دہی کے لئے ہون۔ روسیون نے جرمن فوجون کے درمیان سوشل انقلاب کی تحریک شروع کردی ہے جس مین روس کے جرمن سپاہیون کو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم تم بھائی ہین۔ کیون ایک دوسرے سے لڑین۔ جرمن حکام ظالم ہین انھین مار کر نکالو۔ اور ہماری طرح جمہوری سلطنت قایم کرلو۔ اس تحریک کا کچھ اثر ہونا بھی شروع ہوگیا ہے۔ جرمن فوج کے دو ایک ڈویژن باغی ہوگئے۔ اور اپنے افسرون کے حکم کی پروا نہ کرکے روسیون کی طرف بڑھ گئے صحیح معلوم نہین لیکن بیشک یہ ٹھیک ہے۔

جرمنی اندرونی مشکلات مین بھی پھنسا ہوا ہے۔ اور جمہور بگڑے جاسکتے ہین۔ لیکن اشیا کی گرانی سے عوام کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ برعکس اسکے اتحادی اشیاء خوردنی کے اعتبار سے بسیار خوشحال ہین انھون نے حال ہی مین ارجنٹائن سے کروڑون من گیہون خرید کئے ہین اور دیگر اشیاء دنیا کے دوسرے حصون سے چلی آرہی ہین اتحادیون کے پاس سامان جنگ اور نیز سپاہ جرمنی سے کہین بڑھکر ہے جس کی بدولت وہ سال رواں ہی مین جرمنون کو زیر کرکے جنگ کو ختم کردینگے۔

جرمنی کی آبدوزون کے حملے جاری ہین۔ ان سے جہازون کا کچھ نقصان ہوتا ہے۔ ہر ہفتہ بارہ پندرہ جہاز غرق ہو جاتے ہین، مگر آبدوز بھی غرق کردیئے جاتے ہین۔

اس سے ظاہر ہے کہ متخاصمین کی حالت سال رواں کے شروع مین کیا ہے۔ اس کی بنا پر جرمنون کی سرکوبی کی اُمید لگائی جاسکتی ہے۔

رائے بہادر کنج بہاری تعلیم

شمع

(۲)

از آنریبل پنڈت بشن نراین صاحب در مرحوم

سر سے پا تک آتشِ سوزِ جگر رکھتی ہے شمع
اپنی رگ رگ میں بجائے خون شرر رکھتی ہے شمع

جسمِ زار و دودِ آہ و چشمِ تر رکھتی ہے شمع
کس کے سوزِ عشق کا یہ دردِ سر رکھتی ہے شمع

حلقۂ گیسو میں اُس کا روئے روشن دیکھئے
ظلمتِ شب میں مگر نورِ سحر رکھتی ہے شمع

صبحدم چل دیتی ہے گھر سے خدا کی راہ پر
کوئی توشہ اور نہ کچھ زادِ سفر رکھتی ہے شمع

گرتے ہیں سنگِ حوادث آسمان سے دمبدم
حیف بزمِ دہر میں شیشہ کا گھر رکھتی ہے شمع

رات دن اپنے ہی سوزِ دل کا رونا ہے اُسے
حالتِ پروانہ کی بھی کچھ خبر رکھتی ہے شمع

باعثِ رفعت ہوا کب افسرِ شاہنشہی
ہے وبالِ جان جو سر پہ تاجِ زر رکھتی ہے شمع

گل ہے شعلہ کا ثمر ہیں دانہ ہائے اشک کے
باغِ عالم میں یہی گل اور ثمر رکھتی ہے شمع

سر بھی کٹ جائے زبان سے پر نہ نکلے دل کی بات
ہمتِ مردانہ پروانہ کی گر رکھتی ہے شمع

پردہ کی حاجت سیہ کاروں ہی کو ہے دہر میں
صاف دل ہے اس لئے شیشہ کا گھر رکھتی ہے شمع

ایسی کیا منزل عدم کی ہے کہ جس کے شوق میں
شام سے تا صبح یاں عزمِ سفر رکھتی ہے شمع

لو لگی ہے گر نہیں اُس مظہرِ انوار سے
پھر یہ کیوں ہر بزم میں اوپر نظر رکھتی ہے شمع

کاٹئے سو بار لیکن نور کم ہوتا نہیں
رشتہ رکھتی ہے کہ یا تارِ نظر رکھتی ہے شمع

سر جھکاتی کب ہے وہ پیشِ حسینانِ جہان
ایسی ویسی یہ نہیں اونچی نظر رکھتی ہے شمع

ہے دلِ روشن سے سرِ بزم اُسے فانوس تن
گھر میں بیٹھے بیٹھے دنیا کی خبر رکھتی ہے شمع

اپنا سوزِ دل تو پیشِ یار کہہ سکتی نہیں
بزم میں ساتھ ابر تجھ سا نوحہ گر رکھتی ہے شمع

بشن نراین در ابر

نالۂ غم

(پنڈت بشن نراین در ایم کی یاد مین)

فخر قوم آنریبل پنڈت بشن نراین صاحب در کی وفات حسرت آیات کو سال بھر سے زیادہ ہوگیا۔ مگر انکی یاد دلون سے محو نہین ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ بزم سخن مین آج بھی انکی جگہ خالی ہے اور اسکے پُر ہونے کی کوئی اُمید نہین۔ عموماً ملک اور خصوصاً ہمارے صوبے کے پبلک لائف کو جو نقصان عظیم انکے انتقال سے پہونچا ہے اسکی کوئی تلافی ممکن نہین ہے۔ مرحوم زمانہ کے اولین قدردانون مین سے تھے اور انکی یاد تازہ کرنیکے لیے ہم وقتاً فوقتاً انکا غیر مطبوعہ کلام معجز نظام ہدیہ ناظرین کرتے رہتے ہین۔ یہ درد انگیز نالۂ غم بھی جسے ہمارے مکرم مولانا عزیز لکھنوی نے مرحوم رہنمائے ملک کے رخصت کے وقت موزون فرمایا تھا درج رسالہ کیا جاتا ہے۔

ایڈیٹر

نہ قدرِ علم نہ اہلِ ہنر کا اندازہ
ضرور اُٹھائیگی دُنیا بھی اسکا خمیازہ

کہان کہان کوئی بزم عزا کرے برپا
کھلا ہی رہتا ہے اس مکدے کا دروازہ

رہین کشمکشِ یاس کب نہین دلِ تنگ
دیا ہے آج بھی گردون نے اک غمِ تازہ

وطن پرست وہ پنڈت بشن نراین در
کہ جسکے دم سے بندھا قومیت کا شیرازہ

ملا تھا اُس نے اسی عہد عدل گستر مین
رفاہ عام کا رخسار ہند پر غازہ

یہ انتخاب نگاہِ اجل کوئی دیکھے
چُنا ہے دامنِ ہستی سے کیا گُلِ تازہ

زبان مشرقی و مغربی کا خاص ادیب
بلند ہے ادبیت کا جس کی آوازہ

سخن مین اُسکے معانی کا لطف نامحدود
ملا نہ جسکا ادیبون کو کوئی اندازہ

سخن زنکتہ فرو ماند ور از من باقیست
بضاعتِ سخن آخر شد و سخن باقیست

وہ سوز و ساز وہ جذبے وہ ولولہ نہ رہا
تپک تھی جسمین وہی دلکا آبلہ نہ رہا

نشانِ منزلِ مقصود کیا کوئی پاسکے
ہے قافلہ تو وہی میر قافلہ نہ رہا

وہ دل حرارتِ قومی کی جسمین لہرین تھین
خموش یون ہے کہ اب کوئی ولولہ نہ رہا

خموش ہوگئی اس غم مین بزم اہل ادب
وہ زندگی نہ رہی اور وہ حوصلہ نہ رہا

ادیب نکتہ سرا کانگرس کی روح رواں۔
سخن شناس و دل افروز شمع بزم جہان

گُل و گلچیں

گلچیں! نہ توڑ مجھکو بہارِ چمن ہوں میں
رونق فزائے زمزمۂ عندلیب ہوں

زینت فزائے محفلِ عشرت ہے میرا دم
صفحات میرے عشق و محبت کے راز ہیں

رنگِ عذار سرو قدِ سیمتن ہوں میں
میرا جمال عارضِ جانان کا ہے خضاب

گلزارِ حسن میں مرے جلووں کی دھوم ہے
شاداب میرے دم سے چمن زار شوق ہے

میں باعثِ سکون دلِ عندلیب ہوں
میں ساکنانِ عشکدۂ آرزو کی جان

خمخانۂ شراب مجھی سے طرب فزا
نکہت ہے جانفزا - مری خوشبو ہے دلنواز

معبد وہ کونسا ہے جہاں میں گیا نہیں
عشرت میں بول میرا ہی بالا ہے رات دن

دامانِ کوہسار مرے دم سے نو بہار
میں دستِ گلفروش میں ہوں سِل بُرِ منیا

مسجد ہے زاہدوں کے لئے گوشۂ نشاط
کس شوق سے مزار پہ مجھکو چڑھاتے ہیں

زیبائشِ لحد ہوں میں آرایشِ مزار
ہم پہلوئے چراغِ لحد ہوں - میں ہوں وہ گل
میری شمیم - شامۂ مہوشان کی شان

گلزار کی دُلھن ہوں - نگارِ چمن ہوں میں
حسرت زدائے خاطرِ حسرت نصیب ہوں

زیبِ بساطِ بزمِ مسرت ہے میرا دم
اوراق میرے نغمۂ بلبل کے ساز ہیں

آئینہ دارِ صورتِ غنچہ دہن ہوں میں
ہے رنگِ مہوشان میں میرے دم سے آب تاب
گلشن میں بلبلوں کا مجھی سے ہجوم ہے

آباد مجھ سے محفلِ اربابِ ذوق ہے
میں موجبِ قرار و سکون و شکیب ہوں
ساغر کشوں کی جان مرے دم سے شادمان
گلزارِ انبساط مجھی سے ہے عیش زا
مستانہ میری بو سے ہے ایک ایک مست ناز

منبر وہ کونسا ہے میں جسپر چڑھا نہیں
ظلمت میں حرمت مجھ سے اُجالا ہے رات دن

صحرائے ناز زار مرے دم سے لالہ زار
بازارِ گلرخان میں ہوں سودائے بے بہا

خندان مرے وجود سے ہر گوشۂ بساط
بزمِ طرب کا رنگ مجھی سے بڑھاتے ہیں

پھولوں میں عاشقوں کے مرے دم ہی بہار
جوشِ نفس سے میرے ہے شمعِ مزارِ گل
سب گلرخوں کے حق میں مرا نخلہ ہے جان

منظر نظر فریب دکھائے مری قطار ہے لالہ آبجو پہ کہ ہے آتشین بہار
بہزاد کا اُڑا مری گلکاریون سے رنگ صورت طراز چین بھی ہے رنگ سے بیرنگ
تختہ چمن کا رو کشِ رنگِ عذار ہے یہ ہے کہ فصلِ گل ہی ترنگِ بہار ہے

گلچین نے گل سے ہنسکے کہا۔ اے چمن کی جان! بلبل کی آرزو و تمنائے گلستان!
کیونکر نہ توڑون تجھکو خود اسکا مقر ہے تو باغِ جہان مین تو ہے مسلط برنگ و بو
دعویٰ غلط ہو تیرا نہ توڑون اگر تجھے حجت بھی تیرے دعویٰ پہ درکار ہے مجھے
کہتا ہے تو کہ دم سے ترے ہے جہان خوش ہے صرف میرے دم سے ترا یہ بیان خوش

بدرالزمان بدر
(کلکتہ)

تحفۂ انگور

آپنے دانۂ انگور جو بھیجے ہین مجھے انکی تعریف مین حیران ہون مین کیا لکھون
عقل کہتی ہے کہ دون گوہرِ تابان سے مثال خامہ کہتا ہے انھین عقدِ ثریا لکھون
خاتمِ مہرِ سلیمان کا نگینہ سمجھون دستِ موسیٰ کا انھین یا یدِ بیضا لکھون
خمِ میخانہ کی سمجھون جو انھین جانِ پاک روحِ ساغر کہون یا زینتِ مینا لکھون
یا انھین دانۂ خالِ رخِ محبوب کہون یا انھین مین دلِ عاشق کا سویدا لکھون
گر انھین حلقۂ زنجیر کہون زندان مین بزم مین دانۂ بازیب مطلا لکھون
جب تلک حاملہ ہے دانۂ انگور کہون دخترِ زر ہوگئی جسدم اُسے صہبا لکھون

لڑکھڑاتا ہے قلم نشۂ مے سے میرا
ہے مختار اب یہ مناسب نہ زیادہ لکھون

ورد بنارسی

جہانگیر و نور جہان

اکطرف دریا کے پانی کی روانی دلفریب — اک طرف صحرا مین سوہ بستانی دلفریب
قلعۂ سنگین ہے کوشش اکسیاین کوہسار — گرد و پیش اسکے ہے مستحکم پہاڑون کا حصا
رنگ چرخ اخضری پر ہے نمود شام کا — او رموقع ہے کنارۂ آبجو آرام کا
کون یہ بیٹھا ہے پتھر پر کنار رود بار — ان رخ زیبا سے ہے شان جہانگیر آشکار
سر پہ کلغی جس سے روشن سطوت شاہانہ ہے — روبرو لیکن یہ کسکا جلوۂ جانانہ ہے
سنتے مہرالنسا بیگم کھڑی ہے بالیقین — شہ کی نظرون سے جو لیتی ہی خراج آفرین
کامیابی پر یہ اپنی آج کیون نازان نہو — کیون جہانگیر اسکی صورت دیکھکر قربان نہو
کچھ دنون جس شیر کو رکھا مہابت خانے قید — چھڑانے آئی ہو اُسکو بنا کر اپنا صید

یون ہی ہے دنیا مین رنگ انقلاب روزگار
عاشقون پر مرتے ہین معشوق بھی پروانہ وار

باغ دل

جس دن کنول کا پھول کھلا تھا کنار آب — صد حیف بیخبر تھا مین سرگرم اضطراب
دامن مرا ابھی تھا گل نو بہار سے — دیکھا نہ اُسکی سمت مگر مین نے پیار سے

افسردگی سے یاس نے دل میرا بھر دیا — تڑپا کے خواب سے مجھے بیدار کر دیا
باد جنوب مین تھی وہ خوشبو ملی ہوئی — محسوس جس سے مجھکو عجب تازگی ہوئی

بجلی گرا گئی مرے دل پر جو بوے گل — بیتاب ہو گیا مین پئے دید روئے گل
جھونکا تھا یہ نے نکہت مشک تتار کا — سمجھا اُسے نفس مین عروس بہار کا

لیکن یہ کیا خبر تھی مرے روبرو ہے وہ — مین جس سے باغ باغ ہون میری ہی بو ہے وہ
جس سے مشام جان کو طراوت حصول ہے — میرے ہی باغ دل مین شگفتہ وہ پھول ہے

(ترجمہ ٹگور) خطیب — برق دہلوی

مشاعرہ اورڈے

(غزل جناب فرخ کانپوری)

خوشی ہو یا غمی کیونکر نہ یکسان سوز ہو دل کا
کہ ہے رنگ ایک ہی شمعِ مزار و شمعِ محفل کا

تجلی کا ہے مشتاق اُسکی دیکھو حوصلہ دل کا
کہ برقِ طور پروانہ ہے جسکی شمعِ محفل کا

وہین سے سُرخ آندھی آجتک اُٹھتی ہے اے قاتل
بہا ہے مدتون جس سرزمین پہ خون بسمل کا

مٹانے سے خیالِ جوشِ وحشت مٹ نہین سکتا
حقیقت مین بیابان ہے ہر اک ذرہ مجنون کا

کسی نے ضبط کی کیا داد لون مین خود سمجھتا ہون
محبت مین تحمل نام ہے مجبوریِ دل کا

جنونِ عشق مستغنی ہے افکارِ مقاصد سے
نہ مین محتاج رہبر کا نہ حاجتمند منزل کا

زمین پر روح کھنچتی جا رہی چرخ کی جانب
فنا ہونے سے شاید رہگیا ذرہ کوئی دل کا

گھلا دون روح اپنی اور ابھی شوقِ شہادت مین
بس اتنی جان نازک ہو ہے جتنا ہاتھ قاتل کا

نظامِ عالمِ بالا مین پڑتی ہے ابھی ہلچل
فضا مین گونجنے تو دو ذرا نالہ مرے دل کا

ہوئین ہین شیفتہ حورین تڑپنے پر مرے فرخ
مُوثر ہو گیا مقتول مین بھی حُسن قاتل کا

فرخ کانپوری

(غزل حافظ عبد العلی عزیز لکھنوی)

کھڑے ہین منتظر کچھ لوگ لاشہ گھیرے بسمل کا
کہ دیکھین اور اب فرمان کیا آتا ہے قاتل کا

بڑھاتا ہون تصور جسقدر مین چشمِ قاتل کا
ہوا جاتا ہے گہرا زخم اُتنا ہی مرے دل کا

ہجومِ ناامیدی یا اُمیدِ وصل ہے دل مین
مگر خالی نہین رہتا ہے کاسہ تیرے سائل کا

زمین پر گر کے ہر قطرہ گیا نجمِ فلک بن کر
ہوا سر گردشِ قسمت سے رتبہ خونِ بسمل کا

مٹا کر اپنی ہستی کوئی آیا ہے ترے در تک
نہ توڑ اے بیمروت آسرا مایوس کے دل کا

جلا کر دیکھ لے مجھکو کہ مین خاموش رہتا ہون
نہ دیکھا ہوگا تو نے ضبطِ گریہ شمعِ محفل کا

ہوئی راہِ محبت مین یہ مجھپر محویت طاری
کوئی میری جگہ پر ہو تو دھوکا کھائے منزل کا

مین اک مدت سے روتا ہون کہان سے لاؤن اب آنسو
ذرا مُنہ کھولدے اے نشترِ غم تو رگِ دل کا

کنارا عشق سے وہ کیون کرے جینا نہین جسکو
جسے ہو ڈوبنا دریا مین کیون جویا ہو ساحل کا

عزیز اسکی نظر کافی ہے ہر مہجور و واصل کو
یہی ہے تیغ قاتل کی یہی ہے سرِ قاتل کا

رفتار زمانہ

جنگ یورپ برابر جاری ہی، فریقین کے مدبر صلح کے متعلق اپنے اپنے خیالات ظاہر کرچکے ہین اور گو پریسیڈنٹ اور وزیر اعظم آسٹریا کے تقریر کا لہجہ بہتر معلوم ہوتا ہے اور جرمن چانسلر نے اتحادیون کے مطالبات کا نمبروار جواب بھی دیا ہی تاہم ابھی خیالات مین بہت تفاوت ہی لہذا گو دنیا جنگ سے خستہ حال ہو رہی ہی تاہم جرمنی کا غرور ابھی تک نیچا نہین ہوا ہے اور فی الحال ایک منصفانہ صلح کیلئے آمادہ نظر نہین آتا اسلیے برطانیہ اور امریکہ کیلئے جنگ جاری رکھنے کے سوا کوئی تدبیر نہین اسلیے یہ دونو عظیم الشان طاقتین ہمہ وجوہ مستعد ہین وزیر اعظم برطانیہ اور صاحب صدر امریکہ کے تقریرون سے جو دونون نے حال کی ہین بخوبی واضح ہوتا ہی کہ اصولی معاملات مین ان دونون مین اتفاق کامل ہے، انگلستان کی نیک نیتی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت مل سکتا ہی کہ اسکے مقاصد جنگ کو امریکہ جیسی زبردست جمہوری طاقت نے پسند کیا ہے اور وہ اس حق کی لڑائی مین پوری ہمت و دلاوری اور اولوالعزمی کیساتھ سلطنت انگلشیہ کا ساتھ دے رہی ہے - جرمنی کے نیت کا اس سے ہوتا ہی کہ گو روس جنگ سے کنارہ کش ہو گیا ہے اور صلح کا پیغام بھی بھیج چکا ہے تاہم اسے جرمنی کے ہاتھون چ نہین بلکہ ہر منزل پر قول اور فعل مین فرق نمایان ہو رہا ہی، ملک کے حصے بخرے ہو رہے ہین اور ایک حصے کو دوسرے سے کی تدبیرین عمل مین آ رہی ہین - روس کی حالت ناگفتہ بہ ہی وہ نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا - ایسی صورت مین کون کہہ سکتا کہ جرمنی پر بھروسہ کرنا چاہیے سچ پوچھیے تو جبتک شکست فاش نہ ملیگی اسکے ہوش و حواس درست ہونگے اور سلطنت برطانیہ اسکے لیے انتہائی کوشش کر رہی ہی، اتحادیون کے مختلف جنگی کمانون مین بھی یکدلی پیدا کرنے کی پوری فکر کر رہی ہ اور مقام وارسلز مین ایک جدید فوجی کونسل قایم کیگئی ہے، جسمین تمام محاذ جنگ پر بہ حیثیت مجموعی نگاہ ڈالکر جنگی کا کیجاویگی اسمین اتحادی طاقتون کے بہترین نبرد آزما شامل ہین اور امید کرنا چاہیے کہ اس تدبیر کی کامیابی جلد ہی سا ویگی، محاذ مغرب پر اسوقت جرمن بہت زور دکھانے کی فکر مین ہین لیکن ابھی تک کچھ پیش نہین لیجا سکے اور برطانوی فوج ساز و سامان اور جمعیت کیساتھ ان کے مقابلہ کو تیار ہی اور بفضلہ امریکہ کی کمک بھی وقت پر پہونچکر ظلم و تشدد کی بیخ کنی برطانیہ عظمی کی اولوالعزمی ہے کہ گو جنگ کی ذمہ داریان بڑھتی جاتی ہین لیکن اپنے وسیع سلطنت کے اصلاح و ترقی سے نہین ہی خاص انگلستان مین پالیمینٹری انتخابات مین راے دہندون کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہی جسکی رو سے عورتون کو تاریخ مین پہلی مرتبہ راے دینے کا حق عطا کیا گیا ہی ہندوستان مین بھی پچھلے دنون [illegible] سے آئینی

کا مسئلہ چھڑ رہا ہے۔ وزرا ہائے سلطنت کی منظوری سے اگست گذشتہ میں حکومت ہند کے آئندہ نصب العین کے متعلق اعلان ہو ہی چکا ہے اب اس کے جلد عملدرآمد کی فکر ہو رہی ہے اور صاحب وزیر ہند مسٹر مانٹیگو اور حضور وائسرائے تین ماہ سے برابر اسی پر غور فرما رہے ہیں۔ ملک کے تمام طبقات سے استصواب رائے ہو چکا ہے۔ گورنران ملک بھی اپنی اپنی رائے دے چکے ہیں اور اب یقیناً کل اسکیم مرتب ہو گیا ہو۔ صاحب وزیر ہند نے اپنے دوران قیام میں سو سے زائد ایڈریس قبول کئے اور تین سو سے زائد چیدہ چیدہ رہنمایان ملک سے ملے، ہمارا خیال ہے کہ کوئی طبقہ کوئی فرقہ ایسا نہیں رہا جس کی آواز اس زیرک و مدبر کے کانوں تک نہ پہنچی ہو مسٹر مانٹیگو نے گورنمنٹ ہند کے مشورہ سے جو تجاویز طے کی ہیں وہ ابھی تک شایع نہیں ہوئی ہیں اور نہ مئی آئندہ سے قبل ان کے اشاعت کی امید رکھنا چاہیے لیکن حضور وائسرائے نے امپریل کونسل منعقدہ ۶ فروری میں جو افتتاحی تقریر فرمائی ہے اس سے یہ ضرور مترشح ہوتا ہے کہ ہمارے حکام سچائی کیساتھ اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کرینگے۔ حضور ممدوح نے اطمینان دلایا ہے کہ مجوزہ اصلاحات پر اہل ملک کو غور اور نکتہ چینی کا پورا موقعہ دیا جائیگا آپنے یہ بھی فرمایا کہ جب کل تجاویز شایع ہونگی تو بعض لوگ یہ بھی کہیں گے کہ گورنمنٹ رعایا کے ساتھ آئینی رعایات کرنے میں خطرناک حد تک چلی گئی ہے اس تنبیہ سے ہمکو اصلاحات کے خاطر خواہ ہونیکا پورا بھروسہ رکھنا چاہیے، ہز اکسلنسی نے اسی جلسہ کونسل میں دو امور میں پیشقدمی بھی کر دی ہے ایک تو یہ کہ آپ نے کونسل میں پہلی مرتبہ سرکاری ممبروں کو مسٹر شرما کے رزولیوشن متعلقہ تقسیم صوبجات ہند پر آزادانہ رائے زنی کی اجازت دی ہے دوسرے غیر سرکاری ممبروں کو بجٹ پر مباحثہ کے بہت سے زائد اختیارات عطا کر دیے۔ یہ دونوں واقعات بہت اہم اور اطمینان بخش ہیں، کونسلوں کا ابتک یہی قاعدہ رہا ہے کہ بلا لحاظ ذاتی رائے سرکاری ممبروں پر گورنمنٹ کے نقطہ خیال کی تائید ہی فرض ہوتی ہے اور عام مباحثوں میں وہ کوئی حصہ نہیں لیتے صرف اپنے صیغے کے متعلق کوئی تجویز پیش ہوئی تو رائے دیکر ووٹ دیدیا کرتے ہیں مسٹر گوکلے نے بھی اس طریقہ کو سخت ناپسند کیا ہے اور حقیقت ہندوستانیوں کے دلوں پر عملاً اسکا بہت ہی مضر اثر پڑتا ہے، بہرحال پچھلے اجلاس امپریل کونسل میں گورنمنٹ نے پہلی مرتبہ سرکاری حکام کو آزادی سے مباحثہ میں حصہ لینے کی اجازت دی۔ لفٹننٹ گورنر پنجاب بھی دو مرتبہ غیر سرکاری تجاویز میں اپنے ماتحتوں کو غیر جانبدار رہنے کی اجازت دے چکے ہیں لیکن امپریل کونسل میں اراکین گورنمنٹ کو اپنی رای کے علانیہ اظہار کا اس سے پہلے کبھی موقعہ نہ ملا تھا۔ اس جدت طرازی کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا کیونکہ اکثر امور میں سرکاری و غیر سرکاری ممبروں میں اتفاق رای ثابت ہوا ابھی ہر معاملہ میں ایک دوسرے کی مخالفت ہی کرنا پڑتی ہے لیکن اگر یہ طریقہ قایم رہا تو اتفاق رائے کے موقعے اختلاف سے بہت زیادہ ہونگے اور اس سے باہمی بدظنی کے رفع ہونے میں بڑی مدد ملیگی۔ دوسری اصلاح جو حضور وائسرائے نے طے کر دی ہے مالی بجٹ کے مباحثہ کے متعلق ابتک غیر سرکاری ممبروں کو مالی بجٹ پر ایسے وقت میں رائے زنی کا موقعہ دیا جاتا تھا کہ نکتہ چینی کے سوا اور کچھ نہ

تھے، انکی پیدائش بیجا تھی تعین لیکن کوئی فوری نتیجہ نہ نکلتا تھا لارڈ چیمسفورڈ صاحب نے اپنے روشن خیالی سے اس قابل عنان شکایات کو بہت کچھ رفع کر دیا جسکی بدولت اب سرکار ہند کسانی بیان کے متعلق ہمارے قائم مقاموں کو عملی تجاویز اور کارگزاری میں بھی شریک کر لیگا۔

جبریہ ابتدائی تعلیم کا سوال بھی ملک میں امسال از سر نو اٹھایا گیا ہے اور گورنمنٹ اس مسئلے کے ساتھ پوری ہمدردی کا ثبوت دے رہی ہے چنانچہ پنجاب اور بمبئی دونوں میں میونسپلٹیوں کو اپنے حدود کے اندر جبری تعلیم کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ بہار اور اڑیسہ میں بھی اس بارہ میں قانونی مسودہ مرتب ہوا ہے اور صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کی گورنمنٹ نے پہلے میونسپل بورڈوں کی رائے دریافت کی ہے مختلف شہروں میں اب تک جو رائے ظاہر ہوئی ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ملک اس قانون کیلئے ہر طرح تیار ہے بہرحال گذشتہ چند ماہ کے اندر اس ضروری اصلاح کی بھی ابتدا ہو گئی ہے۔ اعلیٰ تعلیمی ترقی میں بھی اسوقت تمام ملک میں بڑی سرگرمی کا اظہار ہو رہا ہے ہر صوبہ میں جدید کالج قائم ہو رہے ہیں تعلیمی سرگرمی سب سے زیادہ صوبجات متحدہ میں ہو رہی ہے دسمبر گذشتہ میں لکھنؤ میں شیعہ کالج کی بنیاد قائم ہو چکی ہے اب ۱۳ فروری کو دیانند کالج کانپور کے سنگ بنیاد کی رسم بھی سر جیمس مسٹن بہادر کے ہاتھوں بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی اور لکھنؤ میں ایک اعلیٰ درجہ کا کالج رانی صاحبہ بھنگہ اپنے شوہر مرحوم کی یادگار میں چھ لاکھ روپیہ سے قائم کر رہی ہیں آئندہ جولائی سے دیرہ دون کا مسلم کالج بھی کھل جائیگا۔ کالجوں کے علاوہ مدراس میں ایک عظیم الشان تعلیمی ٹرسٹ قائم ہوا ہے جسکا معراج ملک میں ایک غیر سرکاری قومی یونیورسٹی قائم کرنا ہے اس ٹرسٹ میں جسکی روح رواں مسز بسنٹ ہیں بنگال کے ایجوکیشن ٹرسٹ کا بھی الحاق ہو گیا ہے چنانچہ اب اس مجموعی ٹرسٹ کے صدر مشہور محب وطن اور فاضل ہند ڈاکٹر سر راش بہاری صاحب گھوش منتخب ہوئے ہیں اور اسکے پہلے چانسلر یگانہ روزگار سر رابندرناتھ ٹیگور مقرر ہوئے ہیں اس سے زیادہ موزون انتخاب اور کیا ہو سکتا تھا۔ اس ٹرسٹ کی سرپرستی میں عنقریب ہی کئی علمی، صنعتی اور تجارتی کالج کھلنے والے ہیں اور ملک کے بڑے بڑے ملک تجاروں نے اپنے کارخانوں میں اس یونیورسٹی کے طلبا کو ملازمت دینے کا وعدہ کیا ہے یہ سب اتفاقات ملک کی آئندہ ترقی کیلئے بہت حوصلہ افزا ہیں خصوصاً جب تعلیمی ترقی کیساتھ ساتھ بلند پایہ علمی تحقیقاتوں کی قدر دانی کا مادہ بھی پیدا ہو رہا ہے۔ سر جگدیش چندر بوس کے کمالات سائنس کی تمام دنیا قائل ہو چکی ہے اور ہم کسی گذشتہ نمبر میں آپکے انسٹیٹیوٹ کے بارہ میں تفصیل کیساتھ لکھ چکے ہیں، پچھلے ماہ آپکے کئی عالمانہ لیکچر بمبئی میں ہوئے اور اہل بمبئی نے ان لیکچروں کی جو قدر دانی کی اس سے زیادہ مغربی ممالک میں بھی اور کیا ہو سکتا ہے یہ دیکھکر کہ ملک میں علم کی فضیلت کا ایسا احساس پیدا ہو گیا ہے دلی مسرت ہوتی ہے سر جگدیش کے پہلے لیکچر میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا اور ٹکٹوں کی اسقدر مانگ ہوئی کہ پچاس ہزار روپیہ اس مد میں وصول ہوا۔ کئی نامور سوداگروں نے اور بھی امداد کی اور ہز اکسلنسی گورنر بمبئی نے بحیثیت چانسلر یونیورسٹی آپکا بہت تپاک کیساتھ خیر مقدم کیا طلبا نے بھی آپس میں چندہ کر کے ایک قابل قدر رقم آپکے نذر کی۔ یہ سب ملک کی عام بیداری کے نشانات ہیں۔

پچھلے ماہ کمبھ کے موقعہ پر سات سو نوجوانان ملک کا مسٹر ہردے ناتھ کنزرو ممبر انجمن خادمان ہند کے زیر ہدایت لکھوکھا جاتریوں

کو آرام و آسایش پہونچانیکی کوشش کرنا ایک قابل یادگار واقعہ ہے۔ ان رضاکاروں میں ساٹھ عورتیں بھی تھیں، یہ مہمان وطن دور دور سے آکر الہ آباد میں اپنائے ملک کی خدمت کیلئے یکجا ہوئے تھے اسوقت مختلف مقامات پر خلق اللہ کی خدمت کیلئے سیوا سمتیان قایم ہیں، کمبھ الہ آباد میں شاہجہانپور، لکھنو، الہ آباد، کلکتہ، پونا، بنارس، متھرا، بجنور، جبلپور، پٹیالہ، بھٹنڈا وغیرہ کے والنٹیرون نے آکر کام کیا، جملہ سات سو اصحاب یک لخت چار بجے صبح سے لیکر ۹ بجے شام تک معروف خدمت رہے، ہزارہا آدمیونکو کچلنے سے محفوظ رکھا۔ صدہا کو ڈوبنے سے بچایا، ہزارہا گم شدہ بچوں کا پتہ لگایا۔ بیماروں کی تیمارداری کی، اور لاکھوں جاتریون کو ہر طرح کا آرام پہونچایا۔ بہرحال ملک میں جو بیداری پیدا ہوگئی ہے اسکا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں پڑ رہا ہے۔ سال نو کے تقریب میں گورنمنٹ نے حسب دستور متعدد معززین ملک کو خطابات عطا فرمائے ہیں اور جنگی خدمات کے صلہ میں والیان ریاست کو اس مرتبہ بہت سے اعزازات دیئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم اور اعلیٰ وہ خطاب ہے جو ہردلعزیز فرمانروائے دکن کو ملا ہے حضور نظام عالیمقام جب سے اپنے والد امجد کی جگہ تخت نشین حیدرآباد ہوئے ہیں آپنے رعایا پروری، قوم پرستی اور اولوالعزمی کے بہت سے دلخوش کن ثبوت دیئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اب گورنمنٹ نے آپکو لقب جی، سی، بی، ای کے علاوہ ہز اکزالٹیڈ ہائینس کا جدید اور معزز خطاب عطا کیا ہے اسپر تمام ملک میں اظہار خوشی کیا گیا ہے اور ہم بھی مودبانہ نیاز دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں، اعلیحضرت شاہ دکن ملک و قوم پر مسلسل احسانات کر رہے ہیں اور انکی جسقدر عزت کیجائے کم ہے۔

افسوس کہ موت نے ملک کو دو مفید ہستیوں سے محروم کردیا، ۲۵ جنوری کو مشہور محب وطن سر ولیم ویڈربرن کا انتقال ہوگیا جو انگلستان میں ہمارے حقوق کے سرگرم حامی اور کانگریس کمیٹی کے پریسیڈنٹ تھے، مرحوم سول سروس کے پنشن یافتہ افسر تھے۔ ملازمت سے کنارہ کش ہونے کے بعد آپنے اپنی زندگی اور اپنا سرمایہ سب ہی ہندوستان کی بہبودی کے خاطر وقف کر رکھا تھا۔ مسٹر ہیوم، سر ہنری کاٹن اور سر ولیم ویڈربرن نے زندگی بھر ملک کی پبلک لائف پر جو احسانات عظیم کئے ان کے بیان کیلئے ایک دفتر چاہئے، افسوس اب یہ تینوں ہمارے نفع رسانی کیلئے دنیا میں موجود نہیں ہیں، سر ولیم ۱۸۵۹ء میں ہندستان آئے تھے اور پنشن لینے کے وقت بمبئی گورنمنٹ کے چیف سکرٹری تھے دوران ملازمت میں آپنے زراعتی بنکوں کی توسیع کے متعلق بہت مفید کام انجام دیا اور ملازمت کے بعد تو آپنے ہندوستان کے نمک کا حق ہی ادا کردیا کئی سال تک آپ پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر آپنے ہر موقعہ پر اہل ملک کی پُرزور وکالت کی، اور ہزارہا روپیہ مقاصد کانگریس کے توسیع و اشاعت میں صرف کیا آپ دو مرتبہ کانگریس کے صدر بھی منتخب ہوئے، سنہ ۱۹۱۰ء میں جب الہ آباد کانگریس کی صدارت کیلئے آپ آئے تھے تو آنریبل پنڈت سندر لال صاحب نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قدیم زمانہ کا ہندوستانی محب وطن انگریز کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ کسی انگریز محب ہند کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے افسوس کہ ۱۳ر فروری کو اس ممدوح کا مداح بھی چل بسا۔ سر سندر لال صاحب صرف تین دن کے مختصر علالت کے بعد

ساٹھ برس کی عمر میں وفات پا گئے، آپکی صحت ایسی عمدہ تھی اور مرنے سے تین دن پیشتر تک آپ بالکل تندرست و توانا تھے کہ آپکی مرگ بے ہنگام نے ملک میں ایک غیر متوقع ماتم برپا کر دیا۔ ڈاکٹر سندر لال نے اپنی اعلیٰ قابلیت اور مسلسل تندہی کے بدولت صوبہ میں اپنے لیے ایک امتیاز خاص پیدا کر لیا تھا جو اسوقت اور کسی فرد واحد کو نصیب نہیں ہے وہ ہائیکورٹ الہ آباد کے رکن اعظم تھے، ان کی قانونی بحثیں جہاں ہائیکورٹ کے لیے حق و انصاف کی سندیں ہوا کرتی تھیں، ان کے مشورے گورنمنٹ کے واسطے ہدایت کا کام دیتے تھے، وہ ہائیکورٹ کے جج اور اودھ کے جوڈیشل کمشنر بھی رہ چکے تھے اور دونوں حیثیتوں میں انکی قانون دانی اور بیدار مغزی کی شہرت وکالت سے بھی زیادہ ہو گئی، آپ گورنمنٹ اور رعایا دونوں کے معتمد خاص تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ہدایت اور رہنمائی کے بغیر کوئی اعلیٰ قومی کام تکمیل ہی نہ پا سکتا تھا اور سب کاموں میں مدد دینا مرحوم اپنا فرض بھی سمجھتے تھے، ملکی کاموں میں دل و دماغ اور جان و مال سب سے حاضر رہتے تھے، ہندو یونیورسٹی کو ایک لاکھ کا شاہانہ عطیہ دینے کے علاوہ تمام قومی کاموں میں انھوں نے ہمیشہ اپنے شایان شان مدد کی، آپ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، نمود و نمائش اور تکلف و تصنع سے قطعی بری تھے مزاج منکسر تھا اور طبیعت میں نام کو بھی تمکنت نہ تھی تعلیم کی توسیع و ترقی میں آپ کو اپنی زندگی بھر خاص دلچسپی رہی، چنانچہ الہ آباد یونیورسٹی کی موجودہ ترقی آپ ہی کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے، آپ سات برس تک اس کے وائس چانسلر رہے اور تیرہ برس صوبہ کے قانونی کونسل کے ممبر رہے، سال گذشتہ میں آپ ہندو یونیورسٹی بنارس کے وائس چانسلر منتخب ہوئے اور اس قومی درسگاہ کی تکمیل میں آپنے جو اہم خدمات انجام دیں، ان کا حال سبکو معلوم ہے کانگریس کے آپ ہمیشہ سے حامی رہے اور سنہ ۱۹۱۰ء کے اجلاس الہ آباد میں آپ ہی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین تھے غرض مرحوم نے عجب دل و دماغ پایا تھا اور ان کی موت ایک ناقابل تلافی قومی نقصان ہے، آپ کا نعم البدل تو ہم کو کیا مل سکتا ہے۔ آپ کی نیک مثال ہی ہمارے لیے مشعل ہدایت ہو۔

ناظرین زمانہ کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیے ہم اس کو مفید اور دلچسپ بنانے کی سرگرم کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ جلد ہی کئی دلچسپ خصوصیات بڑھا دیں، لیکن کاغذ کی روز افزوں گرانی مانع ہو رہی ہے۔ یہ نمبر عہ؎ ساڑھے دس روپیہ فی ریم کے کاغذ پر چھپا ہے۔ اس قیمت پر پیشتر اعلیٰ درجہ کا آرٹ پیپر ملا کرتا تھا، جسپر تصاویر شایع ہوتی ہیں۔ اس کاغذ کی قیمت جنگ سے پہلے تین روپیہ فی ریم تھی۔

مینیجر

میٹھی چٹکی

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیمکش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

آجکل اُردو شاعری جس حالتِ کس مپرسی مین پڑی ہے وہ محتاج بیان نہین۔ تاہم آنریبل رائے بہادر پنڈت شیونراین جی صاحب شمیم نے زمانہ دسمبر ۱۹۱۷ء بہ عنوان راماین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جسمین آپ نے رامائن کو اُردو نظم کا جامہ پہنانے کی بزور تحریک کی ہے۔ اس مین کلام نہین کہ مشورہ نہایت نیک ہے اور ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی پہلوان سخن اس اکھاڑے مین اتر کر آئے اور علم کے جوہر دکھائے مگر معلوم نہین کہ آنریبل پنڈت جی صاحب رامائن کو اُردو نظم مین اور کس کے واسطے لکھوانا چاہتے ہین۔ کیونکہ ہندو شایقین اپنا کام تلسی داس جی کی رامائن سے بہت اچھی طرح نکال رہے ہین اور تلسی داس جی کے کلام پر اور کسی کے کلام کو ترجیح نہین دے سکتے اور نہ اندرون کوئی اتنے دل و دماغ کا شاعر ہی ہے جو تلسی داس جی پر کوئی سبقت لیجا سکے۔

جو لوگ دیوناگری حروف سے ناآشنا ہین انکے لئے بھی مرحوم سورگباشی منشی نولکشور صاحب نے تلسی داس جی کی رامائن اُردو رسم الخط مین بھی شائع کرکے احسان عظیم کیا ہے۔ بہرحال اگر ہندو بھائیون کو اُردو زبان مین رامائن کی ضرورت ہوتی تو پنڈت برج نراین صاحب چکبست لکھنوی پہلوتہی نہ کرتے۔

اگر آنریبل پنڈت صاحب نے مسلمان شایقین کے لئے تحریک فرمائی ہے تو میری رائے ناقص مین وہ اپنی ضرورتون کو ہم سے زیادہ جانتے ہین۔ مضمون متذکرہ مین آپنے مسلمان شعرا سے بھی اس کی تعمیل کی جانب توجہ دلائی ہے مگر خوف ہے کہ شاید ہی کوئی صاحب اس پر اپنی توجہ منعطف کرین۔ کیونکہ اولاً تو شعرا کو گل و بلبل و شمع و پروانہ کی لکیر پیٹنے سے فرصت ہی کب ہے جو ادھر نظر ڈالین۔ اور اگر کوئی صاحب اس سرور سے کسیقدر تجاوز کر گئے ہین تو انکو ناول نگاری کی معراج ترقی کب اپنے پنجے سے نکلنے دیتی ہے کیونکہ اُردو شاعری کو بدنام کرنا اور گندہ لٹریچر سے

لوگون کا مذاق بگاڑنیکا ٹھیکہ عمر سدی پوتم تک اُنھین کے نام ختم ہوچکاہے - اور وہ اپنے رنگ مین مست ہین سب کی تیغ بیگار انگر وش سے مس نہین کرسکتی - چند ہی حضرات تمام ہندوستان مین ایسے نکلین گے کہ جنپر شاعری ناز کرسکتی ہے مگر اُن کو بھی انگریزی تراجم سے فرصت کہان جو ہندی سنسکرت کیطرف دھیان دین - اور اُنکے خیال باطل مین سنسکرت اور ہندی بوسیدہ اور پُرانی و صراتی زبان ہے اُس مین موجودہ فیشن کی رنگ آمیزی کہان - پھر وہ ادھر دھیان دیکر کیون تضیع اوقات کرین - اُنکو تو خواہ مخواہ اُردو زبان کے ٹھیکہ دار بننے سے غرض ہے -

قریب قریب یہی حالت ہندو شعرا کی بھی ہے - شاذ و نادر اگر دو چار کہنے والے ہین بھی تو دن بدن اُنکا رجحان ہندی کی جانب ہوتا جارہا ہے - اور کیون نہ ہو جبکہ ہندی لکھنے والے کی ہر طرف سے دلدہی اور اُردو لکھنے والے کی دلشکنی کیجاتی ہے -

مثال کے لئے دور کیون جائیے میری ہی رام کہانی سن لیجئے - بدقسمتی مین مسٹر پریم چند کی تحریک کا شکار ہوا اور کالیداس کی مشہور و معروف نظم میگھ دوت کو پیک ابر کے نام سے اُردو کا جامہ پہنایا - اُسکی لکھائی - چھپائی - کاغذ - عکسی تصویرین جو اعلےٰ تخیل رکھا گیاہے وہ دیکھنے والون کی نظر سے پوشیدہ نہین - اور مین نے ہرایک شے کی قیمت دونی اور ڈیوڑھی اداکی - اُردو کے ہندو اخبارات نے جو حوصلہ افزا ریویو کیا اُسکے دیکھتے ہی پہلا ایڈیشن سال کے اندر ہی اندر ختم ہوجانا چاہئے تھا - مگر بدقسمتی سے نصف ابتک باقی ہے - بہت ممکن ہے کہ ابتک یہ حصّہ بھی ختم ہوچکا ہوتا اگر کتب فروشون کو نصف قیمت پر دے سکتا - مگر بدقسمتی سے مجھکو یہ پہلا ہی تجربہ ہے کہ مین نے کتاب مذکور کی وہی قیمت مقرر کی جو لاگت کی تھی - اور نصف قیمت پر کسی حالت مین نہین دے سکتا -

اس مین جن جن دقتون کا سامنا ہوا اُسکی بھی مختصر کیفیت ملاحظہ ہو - بعض قدردانان فن نے دل کھول کر داد دی مثلاً نولکشور پریس کا فیصلہ ہے کہ اُردو زبان مین پیک ابر سے بہتر سنسکرت کی نظم آجتک ترجمہ نہین ہوئی - اسیطرح رسالہ ترقی سخن بمبئی کے ایڈیٹر صاحب کی رائے ہے کہ عاشق لکھنوی نے سنسکرت کے ادبی جواہر ریزونکا ایک قیمتی ہار اُردو شاعری کے خوبصورت گلے مین پہناکر اُسکے حسن گلوسوز مین چار چاند لگا دئے ہین" اور اسیطرح آپ آگے چلکر کہتے ہین "سچ یہ ہے کہ ہمین اسکی (یعنی پیک ابر) کی تعریف کے لئے لفظ نہین ملتے - اس قابل دید نظم کی داد تو کچھ آنکھین ہی خوب دیسکتی ہین - مگر ہمارے اُردو زبان کے ٹھیکہ دار صاحبان مین

اڈیٹر صاحبان۔ مشرق گورکھپور۔ پیسہ اخبار لاہور۔ زمیندار یا ستارہ صبح لاہور۔ نئی روشنی الہ آباد۔ ہمدم و تمدن لکھنؤ۔ صداقت و رسالت کلکتہ۔ نقاد آگرہ۔ نظام المشائخ دہلی۔ نظارہ میرٹھ وغیرہ وغیرہ نے پیک ابر کے ریویو سے اپنے زرین کالموں کو ناپاک کرنا مناسب نہ سمجھا۔ حالانکہ پیک ابر نہ تو کوئی مذہبی کتاب ہے اور نہ کسی قسم کی مذہبی چھیڑ چھاڑ ہے۔ اور نہ گندہ لٹریچر۔ بلکہ مین دعوے سے کہہ سکتا ہون کہ جذبات۔ محاورات۔ تشبیہات اور استعارات اردو زبان مین عنقا کا حکم رکھتے ہین۔ پھر کس ہستے پر کوئی رامائن اور کوئی کتاب لکھے۔

کسی ہندو شاعر کا قول ہے۔ گن نہین ہرگن گاہک ہرا تو ہے یعنی لیاقت کم نہین ہوئی بلکہ لیاقت کا کوئی خریدار نہین رہا۔ شک نہین کہ بالکل سچی بات ہے۔ اب منشی نولکشور صاحب جنت کو سدہار گئے جو غریب شعرا کی قدر دانی کرتے تھے اور انکا دل بڑھاتے تھے۔ اور انھین بزرگ کا طفیل ہے جو اردو اسقدر ترقی کر چکی ہے۔ ورنہ فقط نام ہی نام سنائی پڑتا۔ حالانکہ آج بھی بہت سے پبلشر ہین مگر انکو گندہ ناول شائع کرنے سے غرض ہے جنہین پیٹ بھرائی ہو)

پربھودیال مصر عاشق

رسید کتب

ہمارے پاس کتب ذیل ریویو کے لیے وصول ہوئی ہین

رہنمای کشمیر۔ مصنفہ منشی محمد الدین صاحب فوق اڈیٹر اخبار کشمیری لاہور۔ قیمت ۱۲ر

سرور انبیا۔ مرتبہ جناب پروفیسر مہدی حسین صاحب ناصری ایم اے مطبوعہ نشنل پریس الہ آباد

گوکھلے کی تقریرین مطبوعہ ہندوستانی پریس لکھنؤ۔ قیمت ۱۲ر

مرقع ادب۔ مرتبہ منشی صفدر علی صاحب مرزاپوری قیمت ۸ر

امرت پان۔ مصنفہ لالہ خوشحال چند خورسند اڈیٹر آریہ گزٹ " ۶ر

سدا بہار کے پھول۔ مصنفہ مہاشے سدرشن جی جرنلسٹ لاہور " ۱۰ر

دیوان حسرت۔ حصہ سوم۔ مرتبہ بیگم صاحبہ حسرت موہانی ۴ر

ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً ویدک دہرم کی تعریف دو دوستانہ مشورہ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ حقیقت ڈاکٹر مصنفہ ڈاکٹر ابن۔ بی نظم فیض آباد و مفید الرجال و حرز جان مولفہ ڈاکٹر محمد عبد الحکیم صاحب خان صاحب۔ ایم۔ بی پٹیالہ ریویو کے لیے موصول ہوئی ہین۔

ڈاکٹرجی کمپنی کی نوایجاد خوشبودار ناس



جب سے یہ خوشبودار ناس ایجاد ہوئی ہے۔ بہت سے علماء نے
اس کے فوائد کی نسبت جواب تعریف عطا کیا ہے۔ اس
مشہور دنیا ناس سے علاوہ مغز کی تازگی ہو جاتی ہو۔ یعنی درد
سر زکام سردی باغ وغیرہ کے متعلق اور خرابیاں ان کی پیدائش
کو کھو دینے کا علاوہ وگلاسے اوپر کے حصہ میں جو بیماریاں
قایم ہونیوالی ہا قبل از استعمال ناس پیدا شدہ ہیں
سب کو استعمال کرکے بعد قوت حافظہ بڑھانے میں
بینظیر اور مفرح دل ثابت ہوئی ہے۔ الغرض تندرستی
کی دافع ناس ایسی انسان و غیرہ دنیا بھر میں گران ہی ملے گی ہم خیال

یہ ناس کمپنی کی مفید سعی کا نتیجہ ہے جسکا ذکر تحت میں ہے۔ جناب عالی اس ناس کو معمولی ناس سمجھ کر میں
ونسکے جیسے دن بھر میں دو تین وقت چڑھایئگا تو بھر طلب ہوتے ہوئے دیکھیے گا۔ اگر ناس کی ایک چٹکی معمولی ناس کی تین
چٹکیوں تک ملنے کا تو اوسکو اوسکی سی پائیگا۔ ناظرین اس ناس کو حافظ صحت پاکر ہمیشہ اس سے اپنے گھر ان کو خالی
رکھنا گوارا نہین کرتے اسکی عمدہ خوشبو دیرتک کی دیرپائی کے مقابلہ مین معمولی ناس کی عمر پہنچ مین نہین آسکتی۔)
ماہینہ قیمت فی شیشی چار آنے مہر وی پی خرچ ۲ر اور فیدرجن ۱۲ر وی پی کا خرچ ۹ر
اس کمپنی کی فہرست کلان بصورت طلب مفت مل سکتی ہے۔

ملنے کا پتہ گرلبسوا اور کمپنی ساہوکار پیٹھ۔ مدراس

GURU BASAVA & Co. LTD.

SAHUKAR PETH

POST BOX No. 510

MADRAS.

اسکاٹلینڈ سے ایک تعریفی خط

مسٹر جے ڈبلیو گلسن پرتھ اسکاٹلینڈ سے لکھتے ہیں۔ مین نے
ڈاکٹر جی کی خوشبودار ناس بجناب کے دی جو ناک کی بیجا
سے سخت بیمار تھا اور جسکی عمر ۰ سال کی ہے۔ یہ دوا تین دن میں تین مرتبہ دی گئی۔ دس یوم میں تمام درد دفع
ہوگیا۔ اس لیے میں دوسرون کے فائدہ کے لیے یہ بات لکھتا ہون۔

پیسے کا سرمہ

سند جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معززانگریزی میڈیکل کالج کے پروفیسرون والیان ریاست و لاہور کی یونیورسٹی کے تجربہ کار ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے [illegible] بصارت ۔ تاریکی چشم ۔ دھند ۔ جالا ۔ پڑبال ۔ غبار ۔ سرخی ۔ پھولا ۔ ابتدائی موتیا بند ۔ ضعف بصارت وغیرہ مین مفید ہے۔ علاوہ ازین دیگر لوگ اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیے کم رکھی ہے کہ عام خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین قیمت فی تولہ ایک روپیہ [illegible] سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ [illegible] خاص ممیرہ فی ماشہ [illegible] سرمہ [illegible]

سند سنگھ منجر کارخانہ فقیر میا سنگھ للو واہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

[illegible] نے میرے کا سرمہ جو کہ حضرت میاسنگھ صاحب نے خود بنایا [illegible] بیمارون پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور [illegible] اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ میرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور آنکھون کی بیماری [illegible] سرمہ کا اثر رکھتا ہے مین نے اپنے تجربہ مین آجتک کوئی برابر اس سے فائدہ بخش نہین دیکھا [illegible] آنکھون مین دیا بھی کسی قسم کی شکایت ہے [illegible] استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون [illegible] فائدہ بخش ثابت ہوگا [illegible]

شکریہ الفاظ مین ہونا محال ہے ضروری ہے کہ ملک کے تمام [illegible] اس سرمہ سے فیضیاب ہوکر فائدہ اٹھائین اور ہر طرح کی آنکھون کی بیماری سے نجات حاصل کرین [illegible]

صاحب [illegible] صاحب بہادر [illegible]

(۲) مین نے میرے کا سرمہ [illegible]

ان مریضون کے واسطے جن کی آنکھین بہت کمزور [illegible] استعمال کیا [illegible] خاصکر ان مریضون کے واسطے جن کی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور [illegible] سرمہ نہایت ہی مفید ہے [illegible]

زمانہ

جلد ۳۰ مارچ ۱۹۱۸ء نمبر ۱۸۰

شاہ اُلفت حسین فریاد عظیم آبادی

(ازمولوی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور)

سیّد شاہ اُلفت حسین موسوی قادری عظیم آبادی مرحوم متخلص بہ فریاد جو ابتدائے عملداری انگریزی مین اُن متعدد اہل علم بزرگون مین سے گذرے ہین جو زمانۂ قدیم کے نامور مسلمانون کا نمونہ تھے افسوس ہے کہ اُن کے فضل و کمال کے حالات بہت کم احاطۂ تحریر مین لائے گئے ہین۔ کیونکہ آپ کے بہت سی تصانیف کے مسودات ایک حادثۂ آتشزدگی سے تلف ہونے کی وجہ سے طبع نہین ہوسکے۔ ورنہ ہمارے زمانہ کے لوگ آپ کے حالات اور کمالات سے بخوبی واقف ہوتے۔

اب آپ کے حالات کے متعلق وہی چند سطور باقی ہین جو مولوی محمد عبدالرؤف صاحب وحید مرحوم چیف ٹرانسلیٹر والیسرایگل کونسل کلکتہ نے جو آپ کے شاگرد رشید تھے اپنے دیوان کے آخر مین اپنے اُستاد کے منتخب دیوان کو شامل کرکے لکھی ہین۔ یا نواب عبداللطیف صاحب سی آئی ای نے جو پچھلی پشت مین مسلمانان کلکتہ کے لیڈر اور محمڈن لٹریری سوسائٹی کلکتہ کے بانی تھے کہ جسکے سالانہ جلسون مین گورنر صاحبان شریک ہوتے تھے۔ اپنی انگریزی سوانح عمری مین بطریق تذکرہ آپ کا ذکر خیر کردیا ہے اور اسکے علاوہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے اپنے تذکرۃ الشعرا مین اور مولوی عبدالغفور خان ڈپٹی کلکٹر نے اپنے تذکرۃ الشعرا مین حضرت فریاد کی بہت تعریف کی ہے۔ اور خان بہادر سید علی محمد شاد نے بھی نغمۂ وطن مین آپ کا ذکر خیر کیا ہے۔

سید شاہ اُلفت حسین صاحب فریاد خلف سید شاہ نورالحسن خلف سید شاہ محب اللہ خلف

سید شاہ عطا اللہ بغدادی اولاد حضرت امام ہمام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے اور آپکا سلسلہ نسب حضرت محبوب ربانی قطب یزدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے بھی منسلک ہے اسی لئے اپنے آپ کو موسوی قادری بھی لکھتے تھے۔

غرض کہ آپ کے آبائے کرام دہلی و صوبہ بہار کے مشائخ عظام و اُمرائے ذی احتشام مین سے تھے۔ ان کے اجداد مین سے سید شاہ نصیرالدین چراغ دہلی خلیفہ و جانشین سلطان الاولیا حضرت نظام الدین رح حضرت سید شاہ سلام اللہ گیاوی پیر و مرشد فرخ سیر شہنشاہ دہلی و نواب سید حسین علیخان امیرالامراء و نواب سید عبداللہ خان قطب الملک سادات بارہ۔ اور نواب سید محمد قابل خان وزیر دارالانشائے شاہجہان وغیرہ گذرے ہین۔

آپ اپنے زمانہ کے مورخ گرانمایہ اور سخنور بلند پایہ تھے۔ اور عرب و عجم بلکہ کل دُنیا کی تاریخ کے بے نظیر عالم تھے۔ اسی طرح تقریر و تحریر اور شعر و سخن مین بے بدل اُستاد عصر تھے۔ چنانچہ علاوہ مولوی عبدالرؤف وحید مرحوم اور خان بہادر سید علی محمد شاد کے جو اسوقت بھی عظیم آباد پٹنہ مین ایک نامور مصنف اور شاعر ہین۔ شیخ مہدی بخش تسلیم اور بہت سے دیگر شعرا کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ علاوہ ہندوستانیون کے کئی انگریزون نے بھی آپ کی شاگردی سے استفادہ کیا۔ چنانچہ اقامت مرشدآباد کے زمانہ مین مسٹر ہنری مارلیس ایجنٹ مرشدآباد نے کہ جنھین علوم و فنون مشرقی کا شوق وافر تھا۔ حضرت فریاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اور آپ کی سکونت کلکتہ کے ایام مین ایک دوسرے انگریز مسٹر جیمس کارکرن نے آپ سے خوب استفادہ کیا یہانتک کہ وہ ایک مشہور اُردودان شخص گذرے ہین۔ جو کلکتہ ہائیکورٹ کے مترجم اعلےٰ اور بعد مین صدر اکبرآباد مقرر ہوئے۔ اور انھین مسٹر کارکرن نے رسالہ جوہر اخلاق نظم و نثر اُردو مین۔ اور تاریخ چین اُردو مین دو جلد مین تصنیف کی ہے جو دونون چھپ چکی ہین۔

آپ کی یادگار ایک فرزند رشید سید ہمایون مرزا تخلص حقیر بیرسٹرایٹ لا حیدرآباد دکن ہین۔ جو علاوہ اپنے قانونی کاروبار کے نہایت پاکیزہ علمی مذاق رکھتے ہین اور متعدد کتابون کے مصنف بھی ہین۔ کتاب دبدبہ نظام کے باب وکلا، و بیرسٹران قلمرو سے نظام مین آپ کے ذاتی و خاندانی حالات کا کسیقدر تفصیل سے تذکرہ درج ہے

سید شاہ الفت حسین صاحب کے بزرگ صوبہ بہار مین آباد ہوے۔ جہان کہ وہ اماثل و اقران مین ممتاز تھے۔ اور سلطان وقت کی طرف سے انھین نظام الملت کا شاندار خطاب حاصل تھا

آپ نے اپنے بعض اشعار و قصائد میں اپنے بزرگون کا اس پیرایہ میں ذکر کیا ہے ؎

مہچ شاہان بدند ملک پناہان بدند　　فیض نگاہان بدند جملہ نیاکان من
لیک ازین فخر و ناز کرد مرا بے نیاز　　فرقہ کہ سوز و گداز گنج فراوان من

اور آپ نے اپنے تحصیل علم و فن کا ذکر ایک قطعہ مین کیا ہے جسکے بعض شعر یہ ہین ؎

تا مدت سی سال بزانوے ادب ہا　　در صحبت چندین ادب آموز نشستم
تا از یم تحصیل بعلوا مي فکرت　　اقتادہ در دانۂ نایاب بدستم
در شیوۂ انشا و ہم انشا و ہم آثار　　شیرازۂ مجموعۂ تکمیل بہ بستم

حضرت وحید لکھتے ہین کہ یہ بات جو سُنی گئی تھی کہ حضرت فریاد فن سخن مین راجہ پیارے لال اُلفتی دہلوی کے شاگرد ہین اسکی کچھ اصلیت نہین ہے - تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آپ استفادہ سخن اپنے خال حقیقی سید شاہ وارث علی مرحوم متخلص بہ اشکی سے لیا کرتے تھے اور زباندانون سے پوشیدہ نہین ہے کہ اُلفتی کی طرز سخن دوسری ہے - اور کلام فریاد کی پاکیزگی اور نفاست اور ہی ہے - اور آپ کا کلام فارسی مین زیادہ اور ریختہ مین بہت کم تھا -

حضرت فریاد مدت تک منشی کاظم علی مرحوم سابق میر منشی دار الانشاء گورنمنٹ ہند سے جو بے نظیر ادیب اور نامور شاعر تھے - اور میر مہدی خان مرحوم سے جو نواب سید غلام حسین مغفور مولف سیر المتاخرین کے نواسے تھے اور مثل اپنے جد بزرگوار کے بڑے قابل منشی تھے اور ایسے ہی دیگر اہل علم سے مباحث علمیہ اور مطارحات شعریہ مین مصروف رہتے تھے -

کہتے ہین کہ میر مہدی خان مرحوم نے کتاب سیر المتاخرین کے آخر سے ۱۲۳۰ھ تک کے واقعات بطور مسودہ جمع کئے تھے - اور حضرت فریاد نے اُن کی ترتیب و تہذیب کی - لیکن میر مہدی خان کے انتقال کے بعد وہ تلف ہوگئے - حضرت فریاد نے غایت استغنا اور بے پروائی سے کبھی اپنے کلام کے تحفظ اور ترتیب مین توجہ نہ کی - اسلئے بہت سے دُر و غرر معانی تلف ہوگئے - تاہم مثنوی دبستان اخلاق جو بوستان حضرت سعدیؒ کے طرز پر لکھی تھی - اور مثنوی روضۃ المعانی - اور مثنوی گنجینۂ عشق و مثنوی طلسم اُلفت و مثنوی درد دل و مثنوی طلسم جہان - و دیوان فارسی و دیوان اُردو اور پانچ چھ اور ناتمام مثنویان آپ کے تصنیفات سے تھین - ان مین سے صرف دبستان اخلاق نواب بہادر حاجی سید ولایت علی خان سی - آئی - ای - رئیس عظیم آباد کے مصارف سے طبع ہوئی تھی -

حضرت فریاد مدت تک کلکتہ مین مقیم رہے - چنانچہ اپنے ابتدائے قیام کے زمانہ مین کلکتہ سے

پہلا اخبار آئینۂ گیتی نما زبان فارسی میں جاری کیا۔ اور اغلباً اس سے پہلے کوئی اخبار ہندوستان میں فارسی یا اُردو میں جاری نہیں ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت وحید نے جو کم سالگی میں ہی شعر و سخن میں نام پیدا کرنے لگے تھے آپ کے شاگردی کی عزت حاصل کی۔

غالباً ۱۲۶۲ ہجری کے آخر میں حضرت فریاد مرشدآباد میں آکر مرشدزادگان کی اتالیقی میں تین سال تک معروف رہے۔ یہاں تک ۱۲۶۵ میں منصب نیابت سفارت نواب ناظم بنگالہ بحضور گورنمنٹ ہند پر مامور ہوئے۔ اور کئی سال تک اس عہدہ جلیلہ پر ممتاز رہے جو اس زمانہ میں ایک نہایت اعلےٰ معتمد رتبہ گورنمنٹ ہند اور نظامت مرشدآباد کے یہاں تھا۔ غرضکہ پینتیس سال سے زیادہ عرصہ تک آپ کلکتہ میں مقیم رہے۔ اس زمانہ میں آپ کی عزت اور لیاقت علمی کا عروج اس حد تک تھا کہ فخرالملک وزیرالسلطان نواب سید امیر علی خان بہادر وزیر باتدبیر اخیر بادشاہ اودھ مؤلف امیرنامہ نے جو ۱۲۸۷ ہجری میں مرتب ہوا تھا آپ کو اس کتاب میں حضرت استادی ظلہ العالی کے الفاظ سے یاد کیا۔ اور اپنے آپ کو تلمیذ حضرت فریاد لکھا۔

حضرت وحید لکھتے ہیں کہ میرزا عبدالقادر بیدل اور شیخ غلام علی راسخ کے بعد شاہ الفت حسین فریاد جیسا دوسرا قابل شخص خاک عظیم آباد سے نہیں پیدا ہوا۔ آپ کی ولادت ۵ رجب ۱۲۱۹ھ اور رحلت ۱۲۹۸ھ (مطابق ۱۸۸۱ء) میں عظیم آباد میں ہوئی۔ اور وہیں اپنے آبائے کرام کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

نواب عبداللطیف خان سی۔ آئی۔ ای مرحوم رئیس کلکتہ نے اپنی انگریزی تصنیف اے شارٹ اکونٹ آف مائی پبلک لائف میں" حضرت فریاد کی نسبت لکھا ہے" دی موسٹ لرنڈ اینڈ موسٹ انفلوئینشل ممبر آف دی محمڈن کیونیٹی آف کلکتہ (کلکتہ کے مسلمانوں کے عالم اور اعلیٰ پایہ کے با اثر بزرگ تھے) اور ایک دوسری جگہ لکھا ہے۔ "دی ول نون پرشن آتھر اینڈ سکالر" (مشہور فارسی مصنف و عالم تھے۔)

آقا سید علی شوستری الملخاطب بہ سلطان العلماء نجیب الدولہ ثناء الملک مرحوم استاد سابق حضور نظام حضرت فریاد کی نسبت ایک تقریظ کے دوران میں لکھتے ہیں۔

سید شاہ الفت حسین المتخلص بہ فریاد کہ خاطر زمانہ مثل او یاد ندارد۔ کہ در عہد خود صاحب جاہ و دستگاہ در دولت بنگالہ ناظم بنگالہ سفیر کبیر و در دربار آن دولت امیر عدیم النظیر و از جمال و مزایا صاحب فطرت بلند و طبع ارجمند۔ کلام نثر ایشان نغرہ نگار بودہ و کلام معجز نظام نظم ایشان

ثریا وثار۔ واقع شاعرے در فن شعر ماہر و استعدادات ذاتیہ وکسبیہ از ہر لفظ و معنیش ظاہر
ملکہ توان گفت کہ مادر دوران خصوص در ملک ہندوستان بمثلش نزائیدہ"
افسوس ہے کہ اس مختصر مضمون میں حضرت فریاد کے فارسی کلام نظم ونثر کے زیادہ نمونے
نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس لئے میں صرف دو تین نمونوں کے اقتباس پر اکتفا کرتا ہون
حضرت فریاد کے کلام سے چند نمونے

دیشب کہ از غم تو بسامان گریستم — ابرے سیاہ بودم و طوفان گریستم
ابر بہارش آمد و بر رفتے بباغ او — ہر گہ بیاد آن لب خندان گریستم
ہر جا بدور خشم تو از پاس آبرو — دست بر دکشیدم و پنہان گریستم
فریاد ہر کجا کہ نشستم زدرد دل — چون گریہ ہاے ابر پریشان گریستم

چہ توان کرد مشکل اُفتاد است — کہ مرا کار با دل اُفتاد است
گفت در کوے من چہ اُفتادی — گفتم از دست من دل اُفتاد است
شرح بیداد یار نتوان داد — کہ درین شیوہ کامل اُفتاد است
دل ز کویش چہ گونہ بردارم — کہ مرا پاے در گل اُفتاد است
جز غبارے نہ بینی از مجنون — کہ نگاہش بہ محمل اُفتاد است
دل پروانہ ہر چہ داد بروں — بر سر شمع محفل اُفتاد است
کس مپرسی مباد چون فریاد — کہ بکوے تو بسمل اُفتاد است

قصیدہ

سرعتِ طبع روان جلوۂ یکران من — وسعتِ کون و مکان عرصۂ جولان من
ملک سخن از منم مالکِ طبل و علم — طبع عطارد رقم صاحبِ دیوان من
دبدبۂ خسروی کوکبۂ کسروی — یافتہ از سر تولی یعنی بدیوان من
صبح سعادت سطوع طالعِ دولت طلوع — مطلعِ دانش طلوع اخترِ تابان من
کوکبۂ من ببین نور ظفر بر جبین — آیۂ فتح المبین آمدہ در شان من
خصم کہ بر خود تند لاف شجاعت زند — زہرۂ شیرا فکند در صفِ میدان من
نعرۂ من در مصافِ دلشکنِ کوہِ قاف — سینۂ گردون شگاف ناوکِ قتان من

خصم من دلفگار گر بود اسفندیار　　خامۂ فخر گزار رستم دستان من

دفتر مردانگی ابر ستانگی　　کشور دیوانگی خطۂ یونان من

حالہ برقص آورد ناقہ بمنزل برد　　پردۂ محمل درد بانگ حدی خوان من

سوز دل آتشین سوختہ جان حزین　　کورۂ حداد من سینۂ سوزان من

طبع بعمان زند خندہ بہ نیسان زند　　پنجہ بطوفان زند دیدۂ گریان من

گوہر یکدانۂ جوہر شاہانۂ　　زیور جانانۂ قطرۂ نیسان من

تا بجواب الست آمدہ ام خیرہ دست　　فکر سخن دادہ است دست بہ پیمان من

از گہر من خرد جوہر دانش خرد　　باد مسیحا خورد نکہت بستان من

دانش یونانیان حکمت ایمانیان　　دولت شاہانیان مایۂ عہمان من

مرغ ہمایون بدام بادۂ گلگون بجام　　گردش گردون بکام بزم حریفان من

اشعار چند از مثنوی درد دل

الٰہی درد دل در پیکرم ریز　　مئے مینا شکن در ساغرم ریز

زند برق تجلے در دل من　　برآید خاورستان از گل من

برافروزی دل تابیدہ داغے　　حریم گور را روشن چراغے

کرامت کن دلے با درد ہمراز　　لبے با مائے سنئے با نالہ دمساز

من و سوز جنون در سر بپوسے　　مے و میخانہ و مستی و ہوئے

بہ پرواز خواہم از پر تیرے　　و ہم آب بنا گم چو سے شمشیر

لب سوفار بوسم چون لب یار　　ندانم زہر مار از مہرۂ مار

چو نخچیرے کہ باشد زیر فتراک　　عنانم دہ بدست یار بے باک

محبوب عالم

فن زراعت[1]

(۳)

(۱) قدرت کا یہ طریق ہے کہ جسقدر عمدہ مسالہ جو زمین کو زرخیز بنانے کے لئے ازبسکہ مفید ہوتا ہے۔ زمین سے ہی لیکر خرچ کرتی ہے۔ وہ پھر اُسے پیداوار کی صورت مین واپس دیتی ہے۔ جنگل کا ہر ایک شجر اپنے وقت پر گرتا ہے۔ اور عموماً مٹی مین ملکر مٹی ہوجاتا ہے۔ گو قدرت زمین کا مسالہ پودون کے استعمال مین لاتی ہے مگر کچھ عرصہ بعد وہی مسالہ صاف اور ستھرا بناکر اسے واپس دیتی ہے۔ تاکہ دوسرے پودون کی نشو و نما کے کام آسکے۔

(۲) لوگ فصلات کو کاٹتے ہین اور پھر اُن کو صاف اور قابل استعمال بناکر فروخت کرتے ہین پھر یہ فصلات جو مختلف ذرائعہ سے استعمال مین لائی جاتی ہین مستقل ہونے کے بعد پانی وغیرہ سے ملکر سمندر مین اگر جمع ہوتی ہین۔ یا یون سمجھئے کہ کسان اپنی زمین کی قوت نامیہ بیچ ڈالتا ہے۔ مگر اس سے یہ مفہوم نہین لیا جا سکتا کہ وہ جسقدر پودون کی خوراک کا مسالہ فروخت کرتا ہے۔ اس سے اسکی زمین کی خاصیت اور طاقت مین فرق آجاتا ہے۔ اگر کسی اراضی (زمین) اور اس جنس کی جو اسمین کاشت ہوکر پیدا ہوئی ہو کیمیائی ترکیب معلوم کرلی جائے تو اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمین کسقدر عرصہ کے بعد اپنی پوری پوری قوت نامیہ زائل کردیگی۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ جو کیمیائی مسالہ پودے زمین سے لیکر خرچ کرڈالتے ہین اتنی ہی زمین کی اوپر کی سطح کی مٹی بھی خرچ ہوچکی ہے۔ مگر فوراً نیچے کی سطح والی مٹی اسکی جگہ لے لیتی ہے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک برابر جاری رہتا ہے جب تک مٹی موجود رہے (کنکر یا پتھر یا بالو وغیرہ نیچے سے نہ نکل آسے)

(۳) بعض مفید کیمیائی اجزا جو مٹی مین کثرت سے موجود ہوتے ہین پودے بھی ان کو دیگر کیمیائی اجزا کی نسبت کثرت سے استعمال مین لاتے ہین۔ اسلئے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی وقت مٹی کی "قوت زرخیزی" زائل ہوجائے۔ مگر یہ یقینی طور پر نہین کہا جا سکتا کہ اس مٹی مین پودے کی خوراک کا مسالہ بھی بالکل ختم ہوجاتا ہے اور وہ اس قابل نہین رہتی کہ اس مین پودون کی پرورش ہوسکے۔

---

[1] سلسلہ کے لئے زمانہ بابت ۱۹۱۵ء ملاحظہ ہو

(۴) زراعت مین فائدہ اٹھانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ زمین مین پودون کی پرورش کا مادہ جو موجود ہے اُس کی اور بھی اصلاح کرتے رہین۔ تاکہ اسکی قوت نامیہ بڑھتی رہے یعنی جب عمدہ قلبہ رانی اور دوسرے تمام مراتب سے زمین کو اس قابل بنالیا جائے کہ وہ فصل استادہ کی پرورش نہایت عمدگی سے کرسکے اور اس فصل سے کاشتکار کو اسقدر فائدہ ہوسکے کہ وہ پودون کی خوراک کا ذخیرہ یعنے عمدہ کھاد حسب منشا اسطرح خرید سکے جسطرح وہ بھیڑ بکریون کی پرورش کے لئے چراگاہ وغیرہ خریدتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کاشتکار کو کھاد وغیرہ خریدنی چاہئے یا نہین۔ اسکا فیصلہ خود اُس کے ذاتی تجربہ پر منحصر ہے۔ مگر اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرتے وقت تین اصلی امور کو مد نظر رکھے۔

اول۔ کھاد وغیرہ اسے کس نرخ پر دستیاب ہوسکے گا۔ اور کھیت مین لانے کے لئے اسے کسقدر اخراجات برداشت کرنے پڑینگے۔

دویم۔ اس زائد کھاد کا فصل (اجناس) پر کیسا اثر پڑیگا۔ اور جو فصل اس طرح پیدا ہوگی وہ تجارت کے نکتۂ خیال سے کہانتک منفعت بخش ہوسکیگی۔

سویم عمدہ قلبہ رانی اور زمین کی خبرگیری سے اسکی قوت نامیہ قایم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ زائد کھاد وغیرہ اس وقت ملانا چاہئے۔ جب ایک ہی وقت (موسم) مین ایک ہی قطعہ اراضی سے ایک سے زاید فصلات حاصل کرنی ہون۔

اسقدر بیان کرنے کے بعد اب ہم یہ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ زمین بہت سے "عضوی" اور غیر "عضوی" اجسام کا مرکب ہے۔ اور اسمین بہت سی کیمیائی اور طبعی طاقتین کام کرتی رہتی ہین۔ اور ایک بڑی دلچسپ زندگی کا دور اسمین جاری رہتا ہے۔ اور اب یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے۔ کہ یہ "گرد و خاک" ایک فضول تودہ نہین ہے۔ اور جب تک ہم کو زمین کے حالات واضح طور پر معلوم نہ ہون ہم کسی صورت مین بھی مختلف تقسیم اجناس کے متعلق کچھ راے قایم نہین کرسکتے۔

(۵) کاشتکار کو ہم کاریگر (MANU FACTURER) بھی کہہ سکتے ہین۔ کاشتکاری کا کام تو وہ صرف اپنے کھیت ہی مین کرتا ہے۔ مگر جب فصل کو کھیت سے اٹھا کر اپنے فارم (مزرعہ) مین لاتا ہے۔ پھر خاص خاص آلات اور مشینون کے ذریعہ کسی خاص ترکیب سے اسے قابل استعمال بناتا ہے تو اسوقت اس پر لفظ "کاریگر" کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ گویہ کام "زراعت"

لو بہ پہلو ہوتا ہے مگر پھر بھی ایک علیحدہ فن کہلاتا ہے۔ گندم سے آٹا پیسنا "زراعت" مین شامل
اسی طرح شراب کشید کرنا۔ یا مربہ بنانا۔ دودھ سے پنیر اور مکھن تیار کرنا "زراعت" سے تعلق نہین،
بلکہ "فن ترکیب" (MANUFACTURING) سے اسکا تعلق ہے۔ عام طور پر
جاسکتا ہے کہ لفظ "زراعت" کا استعمال فارم (مزرعہ) کے دروازہ کے باہر تک ہوتا ہے۔

جنگلات کی طرف اس ملک مین بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ حالانکہ جنگل تیار کرنا بھی ایک قسم کی
ل ہے۔ چند ہی سالون مین اشجار قابل تجارت ہوجاتے ہین۔ عام خیال یہ ہے کہ جب تک درخت
ے نہ ہوجائین وہ کام نہین آسکتے اسلئے ان پر وقت صرف کرنا فضول خیال کیا جاتا ہے حالانکہ
ہی عرصہ بعد وہان سے جلانے کی لکڑی اور پتلی پتلی ٹہنیاں اور کامون کے لئے دستیاب ہونے
ہاتین۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ قریباً پچاس ہزار مختلف اقسام کے پودے مہذب دنیا مین پالے جاتے ہین۔
ین سے وہ پودے جو محض سجاوٹ اور آرایش کے لئے ہوتے ہین تعداد مین دوسرون کی نسبت
ت زیادہ ہین۔ تقریباً ایک ہزار پانسو میوہ دار اشجار ہین۔ نکلسن صاحب اپنی کتاب الموسوم باغات
پیداوار" مین بیان کرتے ہین کہ قریباً چالیس ہزار اقسام پودون کی ایسی ہین جو لوگ باغات مین
تے ہین۔ اور وہ کئی طریقون سے مستعمل ہوتے ہین۔ ایک اور صاحب جنکا نام ڈی کانڈلی ہے
علم نباتات کے ماہر مانے جاتے ہین بیان کرتے ہین کہ کارآمد اور مفید مطلب پودون کی بڑی
ہور دوسو ستائیس اقسام عام باغات مین پائی جاتی ہین۔ ایک اور صاحب جنکا اسم گرامی سٹرولتاین
اور ترکاریون کے متعلق بہت سی تحریر و تصنیف کرچکے ہین فرماتے ہین کہ دوسو گیارہ قسم کی ترکاریان
ی ہین جو صرف خوراک کے لئے بوئی جاتی ہین۔ مگر علم نباتات کے ایک اور مشہور عالم
سٹورٹیوانٹ نامی کا قول ہے کہ قریباً ایک ہزار چھ ... ایسی اقسام ہین جو مختلف
الک مین کھانے کے لئے بوئی جاتی ہین ان مین سے بہت سے ایسے پودے ہین جو ایک ہی خاندان سے
لق رکھتے ہین۔ مگر ہزارون شاخون مین پھیلے ہوئے ہین۔ مثلاً سیب آلو شفتالو نرگس گلاب
گل داؤدی وغیرہ وغیرہ

حیوانات کی پچاس ایسی قسمین ہین جو خانگی کامون مین مدد دیتی ہین اور ان مین سے بہت سے
یسی ہین جنکے خاندان کی شاخین سینکڑون کی تعداد مین پائی جاتی ہین۔

ایم ایم اسلم

روشنی کے راز

روشنی ایک عجیب شے ہے۔ پل پل مین نئے سے نئے سوانگ بھرتی ہے۔ بے شمار خوشنما اور دلفریب رنگون مین جلوہ دکھاتی ہے۔ کبھی سندر چہرون مین اپنی جھلک دکھاتی ہے۔ کبھی بجلی کے روپ مین کوند جاتی ہے۔ کبھی قوس قزح مین حسن مجسم نظر آتی ہے کہین پھولون مین ہنستی اور دل لبھاتی ہے اور کہین سمندر کی نیلی لہرون مین اچھلتی اور کھلکھلاتی ہے۔ یہ حسن کی پتلی اس درجے شرمیلی ہے۔ کہ سدا اپنے عکس ہی کو دکھاتی ہے۔ براہ راست کبھی نگاہ کے سامنے نہین آتی۔ ساری دُنیا اسی کے دم سے جیتی ہے۔ یہ ہر روز کروڑون میل سے زمین پر زندگی اور حسن کی برکھا کرتی ہے۔ جس طرح یہ تیز رفتاری مین بے مثل ہے۔ اسی طرح اپنی لطافت مین بھی عدیم النظیر ہے۔

روشنی ہمین نہ صرف زندگی اور طاقت بخشتی ہے۔ بلکہ زمین کی تنگ حدود سے نکالتی ہے روشنی ہی دماغ کے ترقی کی۔ دل کے توسیع اور روح کے بیداری کا باعث ہے۔ وہ بے انداز فاصلون سے ہارا اور آنکھون کے جھروکون سے گذر کر دماغ انسانی کو یہ پیام سُناتی ہے۔ کہ آسمان مین بے شمار دُنیا ئین موجود ہین۔ جن کے مقابل مین ہماری زمین نہ صرف ذرۂ ناچیز۔ بلکہ نقطہ محض ہے۔ روشنی ہی انسان کی غیر محدود (INFINITE) طاقت کا سبق سکھلاتی ہے۔ اسی کی برکت سے انسان کی اس قدر نادک اور ننھی آنکھین بے شمار آسمانون کی وسعت کو دیکھتی ہین اپنے پردہ نگاہ (RETINA) کو انگنت ستارون کے نقوش سے منقش کرتی ہین۔ اور ذہن انسانی کو خالق کائنات کی بے حد شان کا تصور دلا کر حیرت مین ڈالتی ہین۔

دراصل روشنی ایک قسم کا لہراؤ ہے جو سورج یا دیگر ستارون سے نکلکر اتھر (ETHER) کے وسیلے سے جو آسمان مین پھیلا ہوا ہے۔ ہماری آنکھون مین پہونچکر اُجالے کی صورت مین محسوس ہوتا ہے۔ پہلے خیال تھا۔ کہ روشنی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے مین کچھ دیر نہین لگتی۔ مگر اب علمی تجربون سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ روشنی ایک سکنڈ مین ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل

چلتی ہے گویا ایک سکنڈ مین زمین کے گرد ساڑھے سات چکر لگا سکتی ہے۔ چاند سے چل کر صرف ڈیڑھ سکنڈ مین زمین تک پہونچ جاتی ہے۔ اسے سورج سے زمین تک آنے مین آٹھ منٹ سے زیادہ صرف نہین ہوتے۔ ہمارے نظام شمسی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے مین اسے آٹھ گھنٹے لگتے ہین۔

دنیا مین صرف ایک سورج ہی نہین بلکہ بے شمار ہین۔ نزدیکی کے سبب سے ہمارا سورج بڑا اور بے اندازہ دوری کی وجہ سے باقی سورج روشن نقطون کی طرح دکھائی دیتے ہین۔ وہ سورج جو دنیا کے کوچے مین ہمارا سب سے نزدیکی پڑوسی ہے۔ اسکی روشنی زمین پر چار سال مین پہنچتی ہے۔ اسی طرح آسمان مین سب سے بڑھکر چمکیلے تارے سی۔ بی اس سے آٹھ سال مین یہان روشنی پہونچتی ہے۔ آرکٹرس نامی ایک اور نہایت چمکیلا استارہ ہے۔ جہان سے روشنی کو زمین تک آنے مین دو سو برس لگ جاتے ہین۔ بعض ستارے اسقدر دور ہین کہ روشنی کو وہان سے یہان آنے مین ہزارہا سال لگ جاتے ہین۔ مشہور سائنس دان مسٹر گور نے اندازہ لگایا ہے کہ ہماری دُنیا سے باہر جو دنیائین ہین۔ ان مین سے نہایت قریبی دُنیا سے روشنی کو ہمارے پاس آنے مین کم از کم نو کروڑ سال کا عرصہ درکار ہوگا۔

ان فاصلون کا خیال کرتے وقت انسان کا کمزور اور محدود ذہن بے حد حیرت کے سمندر مین ڈوب جاتا ہے۔ ہماری زمین کا تو ذکر ہی کیا ہمارا سارا نظام شمسی اسقدر چھوٹے سے چھوٹا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کہ آخرکار ذہنی نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس حالت مین مادی دُنیا گویا روحانی لباس پہن لیتی ہے۔ وہی دُنیا جس کو لوگ بعض اوقات قید اور گمراہی کا موجب خیال کرتے ہین وسیلہ رہائی و راہ نمائی بن جاتی ہے۔ دماغ کو شان الٰہی سے منور اور دل کو جلال ایزدی سے بھر دیتی ہے۔ اس ذہنی پھیلاؤ اور روحانی اُٹھاؤ مین جب انسان اپنی مقبوضات اور پُرشور زندگی کا خیال کرتا ہے۔ تو بے اختیار اپنی نادانی پر ہنسنے لگتا ہے!

ہم اوپر بتا چکے ہین کہ روشنی کو سورج سے زمین تک پہنچنے مین آٹھ منٹ لگتے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب ہم سورج کو دیکھتے ہین تو اسکی آٹھ منٹ پہلے کی حالت دیکھتے ہین۔ اگر بالفرض ہمارا سورج اسی دم نیست و نابود ہو جائے۔ تو یہ معدوم ہونے کے بعد بھی آٹھ منٹ نظر آتا رہیگا۔ کیونکہ ہم سورج کو دیکھتے ہین۔ جو وہان سے چل کر ہماری آنکھون مین آتی ہے۔ اسی طرح ستارہ سی۔ بی۔ اس۔ جسکی روشنی آٹھ سال مین یہان پہنچتی ہے آٹھ سال پیشتر کی

حالت مین دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ آج معدوم ہو جائے تو بھی ہمین آٹھ سال تک برابر نظر آتا رہیگا۔ کیونکہ اسکے معدوم ہونے سے ایک آن پہلے جو روشنی وہان سے روانہ ہوئی ہے۔ اُسے ہمارے پاس آنے مین آٹھ سال لگ جائینگے۔ اور آج سے آٹھ سال پہلے جو روشنی کی لہرین وہان سے ہماری طرف بہی ہین۔ آیندہ آٹھ سال تک انکا تار زمین تک پہنچتی رہیگی۔ اسطرح یہ بات ناظرین کی سمجھ مین آجائیگی کہ جب ہم اندھیری رات مین آرکٹرس کی شاندار چمک سے مسرت حاصل کرتے ہین۔ تو اسے موجودہ حالت مین دیکھنے کے بجائے دو سال پہلے کی حالت دیکھتے ہین کیونکہ اسوقت اس ستارہ کی جو کرنین ات کی سیاہ مگر شفاف پردے مین گزر کر ہماری آنکھون مین داخل ہوتی ہین انکو زمین کی زیارت کرنے مین دو سو برس لگے ہین پس وہ اپنے وطن مالوف کی موجودہ حالت سے بے خبر ہین۔ ہمین دو صدیون کی پرانی کتھا سناتی ہین۔ ممکن ہے۔ کہ انکے سفر کے دوران مین انکا نورانی وطن کئی سالون سے بحر تاریکی مین غرق ہو چکا ہو۔ اور اسیطرح جن ستارون سے ہزارون سال مین روشنی آتی ہے۔ تو ہم انکی ہزارون سال پہلے کی حالت ہی دیکھتے ہین۔ ہوسکتا ہے۔ کہ ان نورانی بلبلون مین سے کئی ایک بحر ہستی مین پھوٹ چکے ہون۔

یہ سارے واقعات ظاہر کرتے ہین کہ ہم زمین پر زمانہ حال کے اور آسمان پر زمانہ ماضی کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہین۔ کیا تماشے کی بات ہے کہ ایک ہی نظر مین ماضی و حال اکٹھے ہو رہے ہین اگر ہمارے پاس کافی طاقت کی دوربین موجود ہوتین جنکے ذریعہ باقی ستارے معہ اپنے ستارون کے صاف صاف نظر آسکتے تو ہم زمین پر کھڑے ہوکر ان واقعات کو دیکھتے جو ان ستارون اور سیارون کے لئے نہایت نہایت قدیم زمانون کے ہین۔ برعکس اسکے اگر ان ستارون اور سیارون کے باشندون کے پاس کافی طاقت کی دوربین موجود ہون۔ تو وہ ہمارے قدیم تاریخی حالات کو موجودہ زمانہ مین وقوع مین آتے ہوئے دیکھینگے۔ جن ستارون سے ہزارون سال مین یہان روشنی آتی ہے۔ انکو مہا بھارت کا یدھ آجکل ہوتا ہوا دکھائی دیگا۔

الغرض جن ستارون کا زمانہ ماضی ہمارے لئے زمانہ حال ہے۔ ہمارا زمانہ ماضی انکے لئے زمانہ حال ہے۔ علاوہ ازین روشنی کے یہ سارے حالات اس امر پر بھی روشنی ڈالتے ہین۔ کہ دُنیا مین واقعات اپنے مقام ظہور پر تو غائب ہو جاتے ہین۔ لیکن آسمان کی لاانتہا وسعت مین سدا موجود رہتے ہین۔ دراصل کوئی واقعہ بھی کبھی معدوم نہین ہوتا۔ ضرور ہماری نظر کی محدودیت سے اس واقعے کی نیستی کا دھوکا ہوا کرتا ہے۔ ہم اپنی بساط کے مطابق اپنی ننھی زمین کے پیمانہ شب و روز سے وقت ناپا کرتے ہین اور اسی تقسیم کے ذریعہ ہم وقت کو ماضی اور حال مین بانٹ دیتے ہین لیکن بیحد آسمان مین وقت کی ناپ کا کوئی پیمانہ نہین اسلئے وہان ماضی اور حال کا سوال ہی نہین ہے کے ہیر پھیر اور حساب کا جنجال ہی نہین وہ سدا اب ہے۔ فاضل کارلایل نے سچ کہا ہے۔ کہ خدا کے لئے کوئی وقت ماضی یا مستقبل نہین ملکہ اسکی نظر مین ابدی اب ہے۔

نرمل چندر

حُسن ولذت

Beauty and Pleasure

(۱) اس عالم کون وفساد مین جو کچھ حواسِ خمسہ سے دریافت ہوتا رہتا ہے اُس سے نفس کو یا لذّت حاصل ہوتی ہے یا اَلم۔ لذت کی وجہ سے اُن جملہ اسباب لذت کی طرف ایک قسم کا جذب روحانی ہوتا ہے جو لذّت افزا ہوتے ہین اور خود بخود طبیعت کو اسباب لذت سے اُنس پیدا ہو جاتا ہے پھر تکرار عمل سے عادت ہو جاتی ہے اس عادت کے سبب سے جو چیز دلکش محسوس ہوتی ہے وہ اصطلاح فلسفہ مین حسین ہے اور اس دلکشی کا نام حُسن ہے کسی ایسی چیز کو محسوس کرنے کے بعد جو خوشی ہوتی ہے اسکو لذّت کہتے ہین۔ عادت مین بھی اسباب لذت کے اختلاف سے اختلاف پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر دو شخص ایک چیز کو پسند یا ناپسند نہین کرتے خصوصاً جب دو شخص دو مختلف اقالیم کے باشندے ہون اور اسباب لذت کی نوع وجنس بالکل مختلف ہون۔ اسوقت حُسن ولذّت محض عادت کے تابع ہوتے ہین۔

(۲) علم مابعد الطبیعۃ کا عالم اِس حالتِ مذکورہ پر کبھی قناعت نہین کرسکتا۔ وہ بجائے خود غور کرتا ہے کہ میرے نفس مین یہ دو متضاد کیفیتین کیون پیدا ہوتی ہین؟ اسباب لذت سے لذّت اور اسباب الم سے الم حاصل ہونیکا کیا سبب ہے؟ الم کیا چیز ہے؟ لذت کسکا نام ہے؟ غور وفکر سے فی الجملہ حُسن ولذت کی ماہیت کا اثر معلوم ہوتا ہے مگر امر حق یہ ہے کہ نفس مطلب کا پتہ نہین چلتا۔ خدا جانے حُسن کیا چیز ہے اور قبح کس کو کہتے ہین۔

(۳) بہ نظر سرسری اگر دیکھا جائے ابتدائے امر مین جب انسان مرتبہ عقل ہیولانی مین ہوتا ہے اسوقت اشیائے خارجیّہ کا ادراک بلا لحاظِ حُسن وقبح ہوتا ہے اسوقت سے تصوّر کام کرتا ہے اور قوت مصوّرہ مختلف اشیاء خارجیّہ کا نقشہ دماغ مین جما کر طبیعت کو اُن سے مالوف کرتی رہتی ہے آگے بڑھکر یہی

Mind Mental Attraction Pain Consciousness

Nature Opposite States of Feelings Metaphysics

(Imagination) in the stage of Instinct Unlovliness External Objects

صورتیں یا کیفیتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں بشرطیکہ ان سے الم حاصل نہ ہوا ہو ورنہ درصورت دیگر نفرت پیدا ہوگی اور خوف آئیگا جو نفرت کی دوسری صورت ہے یہ ہی وجہ ہے کہ ہمیشہ ایسی چیز کو انسان کیمکر خائف ہوگا جو وہم و گمان سے خارج ہوگی۔

(۴) حُسنِ صورت میں جو حسِ بصر سے دریافت ہوتا ہے یہ توجیہ ایک حدّ معیّن تک صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ سب واقف ہیں کہ ہر ملک میں حُسن صورت کا معیار مختلف ہوتا ہے جو چیز ایک قوم کے خیال میں حسین ہوگی دوسری قوم ضرور اُسکو محبوب نہ سمجھیگی۔ مثلاً برّاعظم افریقہ کے رہنے والے سیاہ رنگ۔ ژولیدہ مُو سطبر لب کو حُسن کا معیار جانتے ہیں۔ کیونکہ روزمرہ کے تجربے نے عادت پیدا کردی ہے اور عادت طبیعت ثانیہ ہوکر خیالات پر بخوبی غالب آگئی ہے۔ برخلاف اہل حبش کے ہندوستان بلکہ جملہ ایشیائے کوچک و بزرگ کے باشندے سفید رنگ سیاہ و دراز مو۔ لبِ نازک و چشم سیاہ پر بالطبع مائل ہوتے ہیں۔ اہل یورپ رنگ سفید کے ساتھ موئے طلائی اور چشم کبود کو پسند کرتے ہیں۔ دُنیائے نَو کے آدمی رنگ نحاسی کے معترف ہیں۔ اسوقت مجھے ایک شاعر امیر یکہ کے چند شعر یاد آگئے ہیں جنکا ترجمہ خالی از لُطف نہیں۔ وہ کہتا ہے "میری محبوبہ کی ناک انجیر کو ہی کیطرح بلند پہن ہے" اُس کے دو بڑے اور کشادہ ہونٹوں کے درمیان میں اُسکی زبان باہر نکلی ہوئی ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک شفتالو نخچیرہ و رسیدہ شگافتہ ہوگیا ہے اور اس شگاف سے شفتالو کی گُٹھلی صاف دکھائی دیتی ہے"۔ میری محبوبۂ دلنواز کا خرام نا اُس مادہ خرس کی رفتار سے مشابہ ہے جو ایک حالت ذوق و شوق میں کسی کوہ بلند پر جست و خیز کر رہی ہو"۔

(۵) اس اختلافِ مذاق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس عالمِ مادّیات میں حُسنِ حقیقی کا وجود ہوتا یقیناً ہر شخص اُسی کیطرف بالطبع راغب ہوتا اور تمام مخلوق ایک ہی انداز کو پسند کرتی اور یہ گونا گوئی عالم برطرف ہوجاتی۔

(۶) حُسنِ صَوت آواز کی خوبی کا معیار بھی علیحدہ ہے۔ اور حُسنِ صورت کیطرح عادت نے حُسنِ صَوت سے لذّت حاصل کرنے کے طریقے علیحدہ کردئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بعض لوگ ایک راگ پسند کرتے ہیں بعض دوسرے کسی کو آوازِ طبل و بوق گوش در محسوس ہوتی ہے دوسرے کے واسطے یہی آواز

Standard of Beauty Sight Feelings

Second Nature Thick Lips Curled hair

Coppery [illegible] America Golden hair
Wide

سرمایۂ نشاط ہے ممکن ہے کہ یہ اسقدر اختلافِ مذاقِ دل و دماغ کے ضعفِ قوت کے ساتھ وابستہ ہو گروہ راگ جو بہ آوازِ بزم ادا کئے جاتے ہیں ان میں اختلافِ مذاق کا کیا سبب ؟

(۷) قوتِ شامہ؎ کے محسوسات میں بہت کم اختلاف ہوتا ہے تاہم اکثر خوشبوئیں ایسی ہوتی ہیں جنکو اہلِ یورپ پسند کرتے ہیں اور مردمانِ ہندوستان ناپسند مثلاً گُلِ صد برگ جسکو زبانِ ہندی میں گیندا کہتے ہیں اسکے درخت کے پتے صاحبانِ یورپ اسقدر پسند کرتے ہیں کہ بہت شوق سے تو بالیوں کے ہمراہ کھاتے ہیں مگر ہندوستان میں کوئی شخص اسکے پتوں کی بو خوشبو نہیں سمجھتا۔ اسی طرح اس ملک و سرزمین کے عطر یورپ میں درجۂ قبولیت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ محسوساتِ شامہ کا حُسن بھی عادت کے تابع ہوتا ہے۔

(۸) ذائقہ جو ہر چیز کا مزا بتاتا ہے اُسکے مدرکات میں بھی کم و بیش عادت کے باعث سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہرگز ضرور نہیں کہ ایک چیز کا ذائقہ ساری دنیا پسند یا ناپسند کرے۔ اگرچہ اس قوت کے محسوسات میں کمتر اختلاف ہوتا ہے مگر ہوتا ہے۔ البتہ حسِ لامسہ؎ کے مدرکات بلا اختلافِ مذاق محبوب یا مکروہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہر شخص کہیں کا رہنے والا ہو۔ ایامِ تابستان میں بالطبع سردی پسند کریگا اور زمانہ سرما میں گرمی سے لذت حاصل ہوگی۔ زخم سے جسطرح ایک سن رسیدہ متألم ہوتا ہے اُسی طرح ایک بچہ جو ہنوز عقلِ ہیولانی کے درجے میں ہے متاثر ہوگا۔

(۹) حواسِ اربعہ۔ یعنی باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ اور ذائقہ۔ انکے جملہ مدرکات میں اکثر عادت سے حُسن و قبح لذت و الم اور شوق و نفرت کا ظاہر ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر حسِ خامس؎ جسکا نام لامسہ؎ ہے اُسکا حُسن و قبح اور اُسکے حُسن و قبح سے لذت و الم کا ادراک ایک امرِ طبعی ہے حالانکہ اس حسِ خامس کے محسوسات میں بھی اختلاف موجود ہے۔ مثلاً سردی و گرمی اور سختی و نرمی۔ مگر ان میں سے جو کیفیت ایک شخص کو محبوب ہوگی وہی اس دُنیا کے تمام مخلوق کو پسند ہوگی جس کیفیت کو ایک متنفس ناپسند کریگا۔ ساری دُنیا اُسے ناپسند کریگی۔

(۱۰) ان چند مثالوں سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ حُسنِ اصطلاحی وہ کیفیت ہے جس کو حواس سے دریافت کر کے اچھا سمجھا ہو۔ اور قبحِ اصطلاحی اسکے خلاف وہ ہے جس کو حواس سے دریافت کرنے کے بعد طبیعت عادتاً یا فطرتاً مکروہ سمجھے۔ علمائے علمِ مابعد الطبیعۃ کے رائے میں حسن کا اطلاق فقط حسنِ صورت پر تنگ خیالی

؎ Sense of Touch ؎ Olfactory Sense

؎ Touch ؎ Fifth Sense ؎ Instinct

ہے۔ بلکہ جو چیز جس میں سے دریافت ہو کر محبوب طبع ہو جائے وہ حسین ہے۔ مگر امر حق یہ ہے کہ اس بیان سے بھی حُسن و قبح اور لذت و الم کی ماہیت کا راز سربستہ ظاہر نہیں ہوتا۔

(۱۱) اہلِ عرفان جنکو زبان ہندی میں ویدانتی کہتے ہیں اُن کی نظر میں ہر چیز حسین ولذت افزا ہے۔ قبح و الم اُن کے نزدیک بے معنی الفاظ ہیں۔ کیونکہ اِن برگزیدگانِ درگاہِ الٰہی نے کثرتِ ریاضت و عبادت سے اپنے نفس کو عادت کی متابعت سے بالکل آزاد کر لیا ہے وہ ہر چیز کو جو عوام الناس کی نظر میں کیسی ہی زشت و قبیح کیوں نہو ہمیشہ اُسکو اُسکی ترکیب و صنعت کے لحاظ سے دیکھیں گے اور صانع حقیقی کی قدرت کی داد دیں گے۔ اسی طرح الم بھی اُنکی نظرِ حق بین میں راحت ہے۔ میری رائے میں اہلِ عرفان کو یہ لطفِ ادراک اُسوقت حاصل ہوتا ہے جب وہ بھی ایک عرصہ دراز تک حُسن و قبح کے اثر سے متاثر ہو چکتے ہوں۔ ورنہ حسن ولذّت کا ادراک بلا ادراک قبح و الم ظاہرا محال معلوم ہوتا ہے سقراط حکیم یونانی کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے سمجھ میں آتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص فطرتاً کامل و مُکمل ہو اُسکا ذکر نہیں کیا جاتا مگر عوام الناس اس قاعدہ مذکورہ سے خارج نہیں ہو سکتے۔

(۱۲) کیا خدا کی قدرت ہے کہ الم محض اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ لذّت کا ادراک ہو اور قبح کے وجود سے حُسن سمجھ میں آسئے بعد ازیں نفس مرتبہ تکمیل تک پہنچکر حسن و قبح اور لذّت و الم کا تفرقہ مٹا کر "ہر چہ از دوست میرسد نیکوست" پر عمل کرے۔ مگر با اینہمہ حقیقت امر یہ ہے کہ حسن و لذت ہی پر موقوف نہیں بلکہ کسی امر وجدانی کی ماہیت آجتک نہ سمجھ میں آئی ہے نہ آیندہ سمجھ میں آنے کی اُمید کیجاتی ہے۔ اللہ باقی ہوس

"فسانے این چہ اسرار است کز خاطر برون آری" کسے رمز تمی فہمد زبان در کش زبان در کش"

خاقان حسین عفی عنہ



stage of Perfection al

سر سندر لال مرحوم

افسوس اب صوبہ سر سندر لال کے رہنمائی سے بھی محروم ہو گیا۔ آہ! موت نے صرف تین دن کی علالت کے بعد آپ کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ ابھی گنگا پرشاد ورما، ڈاکٹر ستیش چندر بنرجی، پنڈت بشن نراین در کا غم دلوں سے محو نہ ہوا تھا کہ یہ ایک اور زخم تازہ اہل ملک کے لگا۔ علم و فضل تجربہ اور رسوخ میں تمام صوبہ میں پنڈت سندر لال کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ آہ انکی موت نے ہمارے پبلک لائف میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسکا پُر ہونا اسوقت ناممکن ہے۔

پنڈت سندر لال ۱۱ فروری ۱۹۱۸ء کے صبح تک اچھے خاصے تھے۔ رات کو دو بجے تک ہندو یونیورسٹی کا کام کرتے رہے تھے۔ صبح کو اشنان کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ یکایک غش آگیا اور کئی گھنٹے تک رہا۔ بڑے بڑے نامور ڈاکٹر جمع ہوئے۔ شام کو حالت بہتر ہوئی۔ اور دوسرے دن صحت کی پوری آس بندھ گئی۔ لیکن ۱۳ فروری کو پھر کیفیت دگرگون ہو گئی اور آٹھ بجے رات کو آپ اس دار فانی سے رہگرائے عالم جاودانی ہو گئے۔ آہ انسانی زندگی کیسی ناپائدار ہے۔ ذوق مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

لائی حیات آئی قضا لے چلی سے چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

پنڈت سندر لال ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ ناگر برہمن تھے۔ میور سنٹرل کالج الہ آباد میں تعلیم پائی تھی آپ کلکتہ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے ۱۸۸۰ء میں آپ نے ڈگری حاصل کی تھی اور اسی سال قانون کا امتحان پاس کر کے ہائیکورٹ کے وکالت کی بھی سند حاصل کی۔ آپ کی ذہانت ذکاوت فطانت کی نسبت کچھ کہنا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ ایسی قابلیت کے لوگ دنیا میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ آپ نے وکالت کا کام بڑی محنت اور جفاکشی سے شروع کیا اور ایسی قابلیت دکھائی کہ تیسرے ہی سال آپ امتحان وکالت میں ہندو دھرم شاستر کے ممتحن مقرر ہوئے۔ وکالت میں آپ کو ایسا فروغ ہوا کہ بڑے بڑے وکلاء و جج آپ کی قانونی معلومات اور نکتہ دانی کا لوہا ماننے لگے۔ ایک مرتبہ کسی غیر ضلع کی عدالت جج ماتحت میں کوئی مقدمہ دائر تھا جسمیں ایک فریق سرکار تھی۔ پنڈت سندر لال اس مقدمہ کے پیرو کار تھے۔ اور عدالت نے آپ کے کہنے پر اس کو منظور کر لیا کہ یہ مقدمہ ہمیشہ ہفتہ کے دن پیش ہوا

کرے تاکہ آپ کے الہ آباد کے مقدمات مین ہرج واقع ہو۔

۱۸۸۸ء مین آپ ہائی کورٹ کے قانونی رپورٹر مقرر ہوئے۔ اُسی سال یونیورسٹی کے فیلو بھی نامزد کئے گئے۔ یونیورسٹی کے کامون مین آپ نے ایسی دلچسپی ظاہر کی ۱۹۰۶ء مین وائس چانسلر مقرر ہوئے اور عرصۂ سات سال تک آپ نہایت کامیابی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیتے رہے ۱۹۱۲ء مین آپ یونیورسٹی کیطرف سے صوبہ ہذا کی قانونی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ اپنی کونسل مین آپ چھ برس تک رہے۔ اور گو علانیہ مباحثون مین زیادہ حصہ نہین لیا لیکن کمیٹیون مین آپ نے جو اہم خدمات مکرر اور رعایا کی انجام دی ہین۔ وہ آپ اپنی نظیر ہین اور یونیورسٹی کی توسیع اور ترقی مین آپ کا بہت بڑا حصہ ہے سو اس کا اعتراف بارہا کنووکیشن ایڈریسون مین لفٹنٹ گورنران صوبہ نے کیا ہے۔

۱۹۱۰ء کے کنووکیشن کے موقع پر سر جان ہیوٹ نے اپنی تقریر مین آپکے محنت اور خدمات کا نہایت پرزور الفاظ مین اعتراف کیا تھا۔ آپ میکڈانل بورڈنگ ہاوس کے سکریٹری تھے۔ آپ نے اُسکے سرمایہ کے فراہمی مین بڑی کوشش فرمائی تھی۔ آپ ہر پبلک کام مین امداد دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ نے یونیورسٹی کے قانونی کالج قایم کرانے مین بڑی کوشش فرمائی۔ مئی ۱۹۰۹ء مین آپ صوبہ اودھ کے اول اڈیشنل جوڈیشل کمشنر مقرر ہوئے تھے یہ عہدہ آپ نے محض اسواسطے قبول کیا تھا کہ ہندوستانیون کے لیئے راہ کھل جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقرری کے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ تا واپسی ہائیکورٹ مین اُنکے مقدمات ملتوی رہینگے۔ زمانہ جوڈیشل کمشنری مین ایک واقعہ آپ کا خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ایک اپیل مین آپ کے اجلاس مین فریقین کیطرف سے لکھنؤ کے بہترین وکلا، خوب تیار ہوکر آئے اپیل پیش ہوتے ہی آپ نے رسپانڈنٹ اور اپیلانٹ کی جانب سے جسقدر نظائر پیش ہوسکتی تھین اُنکا مفصل حوالہ دیکر فرمایا کہ یہ تو مجھے سب معلوم ہین لیکن اگر ان کے علاوہ آپ اور کوئی نظائر یا بحث پیش کرنا چاہتے ہون تو فرمائیے۔ ملفریقین کے وکلا جو کچھ تیار کرلائے تھے وہ وہی تھا کہ جو پنڈت جی صاحب نے فرمادیا۔ اسطرح کے بہت سے واقعات مشہور ہین جن سے پنڈت سندر لال کی قانون دانی اور زبردست حافظے کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے دو مرتبہ قایم مقام ہائیکورٹ جج کے مقدمات بھی انجام دیے اور اس حیثیت سے بھی آپ نے اپنی قابلیت کا سکہ دلون مین بٹھا دیا۔ اگر صوبہ مین انتظامی کونسل قایم ہوتی تو آپ اسکے پہلے ہندوستانی ممبر مقرر ہوتے۔ یون بھی صوبہ بھر مین کوئی اہم مسئلہ پیش آجاتا تھا تو اُسکا حل کرنا آپ ہی کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ صدہا معاملات مین پبلک کو آپ کی ذات سے تقویت ملی۔ آپ دماغی محنت کے بیحد عادی تھے۔ تحریک ہندو یونیورسٹی کی کامیابی مین بھی آپ نے بہت نمایان حصہ لیا۔ اور اسی لئے

آپ اسکے وائس چینسلر منتخب ہوئے تھے اور واقعی یہ منصب آپ ہی کے شایان شان تھا۔ دماغی محنت کے علاوہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ بھی ہندو یونیورسٹی کو عطا فرمایا تھا۔ دراصل تمام ملکی تحریکوں کو آپ سے بہت گرانقدر مالی امداد ملا کرتی تھی۔ کانگریس کے بھی آپ زبردست حامی تھے۔ اور ۱۹۱۰ء میں جب کانگریس کا الہ آباد میں اجلاس ہوا تھا تو آپ ہی کمیٹی استقبالیہ کے چیرمین منتخب ہوئے تھے۔ گورنمنٹ میں بھی آپکا وقار بیحد تھا۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ملک میں بہت ہی کم اصحاب ہونگے کہ حکام کی نگاہ میں یہ وقعت نصیب ہو جو سر سندر لال کو ہمیشہ حاصل رہی۔ سر جیمس مسٹن اور ہمارے موجودہ گورنر سر ہارکورٹ بٹلر دونوں نے آپ کے بیوقت وفات کا صوبہ کے لئے از حد ہولناک قرار دیا ہے۔ دونوں صاحبوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جسقدر وقعت ہم کو سر سندر لال کے رائے کی تھی اور جیسا بھروسہ ہم لوگوں کو انکے صلاح و مشورہ پر تھا ایسا کسی دوسرے شخص کا نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے آپ کو سی۔ آئی۔ اے اور سر کے معزز خطابات دیے۔ بہرحال آپ عجب دل و دماغ کے پیرو تھے۔ باینہمہ آپ کا مزاج نہایت سادہ واقع تھا۔ آپ حد درجہ کے وضع دار تھے جو وضع اور لباس آپ نے شروع وکالت میں اختیار فرمائی وہ آخر وقت تک اُسی طرح قایم رہی۔ آپ شہر الہ آباد میں بھی بہت ہردلعزیز تھے۔

۱۴۔ فروری کی صبح کو جب آپ کے موت کی خبر شہر میں معلوم ہوئی تو بہت سی دوکانیں بند ہوگئیں کچہریاں اسکول اور تمام سرکاری دفاتر نے بھی ماتم منایا۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ تمام ججان ہائیکورٹ و دیگر حکام و روساء شہر و تعلیم یافتہ جماعت کے لوگ ہزارہا کی تعداد میں موجود تھے۔ بلکہ یہہ کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی جنازہ کے ساتھ تھا۔ سرکار کی طرف سے بھی اعزاز کے طور پر فوجی سلامی دی گئی۔ افسوس آپ کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے۔ آپ کے بھائی رائے بہادر پنڈت کنھیا لال صوبہ اودھ میں جوڈیشل کمشنر ہیں اور ایک بھائی پنڈت بلدیو رام صاحب الہ آباد میں وکیل ہیں۔ ہم اس صدمہ عظیم میں انکے اور لیڈی سندر لال کے شریک غم ہیں۔ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور اعزا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

رادھکا کمار نگم

مظلوم معصوم[۱]

(ایک قصہ)

محبت اُسکے رگ و پے مین، مجسمۂ حیات مین، فطرت و قدرت کے ہاتھون سے بالکل اسی طرح سے، طاری و ساری ہو گئی تھی جیسے خورشید کی زرّین شعاعین گلستانِ زار کو نمایان کر رہی ہون، شہد کی مکھی پھول کے پاس جھوم رہی ہو، ستارے فلکِ نیلگون کی زینت و شکوہ بن رہے ہون۔

ایک گھڑی پیشتر وہ ایک ادنےٰ درجہ کی دوکان مین کپڑے سی کر اپنی قوت لایموت کو پیدا کرتی اور ایک خادمہ، یا ملازمہ کی حیثیت رکھتی تھی، اور اتفاقاً دیہات مین ایک مختصر تعطیل بسر کر رہی تھی، کنج گمنامی اور قعرِ مذلت مین۔

مگر دوسری گھڑی مین وہ ایک باحیثیت، شان و شکوہ کی مالک، اور زر و جواہر کی کان تھی، اُسکے سر پر متاعِ انسانی کی بیش قیمت جان بازیون کا نتیجہ وہ دُرّ، لعل، یاقوت اور اسی قسم کے دیگر قیمتی پتھرون و موتیون کا تاج تھا جسکی قیمت لاکھون روپے سے بھی زیادہ تھی اس لڑکی کا نازک و خوبصورت جسم قیمتی اور جدید ترین فیشنون مین چھپا ہوا تھا جسپر سُرخ ریشمی فیتہ جو کندھون کے پاس سے ہوتا ہوا زمین بوس ہو رہا تھا بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ گلاب کے سُرخ سُرخ پھول اُس ٹوپی کی زیب و زینت تھے۔

ہر عورت جس سے محبت کی جاسے اس بات کی اپنے نقطۂ نگاہ سے حق دار ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے تئین ایک ملکہ تصور کرے۔ مگر آہ۔ جلد یا دیر مین۔ وہ اپنی خیالی سلطنت شاہانہ تزک و احتشام، غرور و تمکنت سے معزول کر دی جاتی ہے۔

یہ لڑکی حقیقت مین ایک کس سینے کا کام کرنے والی لڑکی تھی، اُسوقت وہ کچھ ایسی خوبصورت نہ تھی کیونکہ اُسکو اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ وہ بھی کچھ ہے۔ لیکن اس سوز محبت نے اسکو خادمہ سے ملکہ بنا دیا۔ اُسکی آنکھون مین چمک اور رخسارون مین رنگت پیدا کر دی اُسکے جسم مین لچک اور بہترین تناسب پیدا کر دیا۔ اُسکے معصوم لبون کو بوسہ دینا اور

---

[۱] [illegible]

سرگوشی کرنا سکھلادیا!

محبت! آپ کو معلوم ہے کہ وہ کام کر دکھاتی ہے، جو نا ممکن ہو! وہ پتھر مین سے دودھ اور آگ کو پانی بنادیتی ہے۔

ایک امیر کبیر نوجوان سیر و سیاحت کی غرض سے کسی گاؤن مین کچھ عرصہ کے لئے ٹھہرتا ہے اوران فرصت کے ایام مین اس لڑکی کو اپنی محبت کے دام مین گرفتار کرلیتا ہے، اُسکو مشقت اور مصائب سے جُدا کرکے عیش و عشرت کی نمایان زندگی کا عادی بنادیتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے کئے پر نادم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسکو جلدی ہی اس حقیقت کا علم ہوجاتا ہے کہ اُسکی خاندانی وجاہت اور دنیادی جاہ و عزت دونون اُسکو شادی کرنے سے باز رکھتی ہین۔

لیکن اُسوقت جب وہ خوبصورت معصوم لڑکی اُسکے قبضہ و اختیار مین تھی تو گویا ایک پھول تھا جو جدید فیشن کی بدولت اُسکے کوٹ کے بٹن ہول مین تو نہین البتہ دل و دماغ اور آنکھون کی زینت ضرور تھا۔ اس نوجوان امیر کو اس قسم کے خیالات صرف صبح کے وقت آیا کرتے تھے لیکن رات کو وہ ان کو فراموش کردیتا اور پھر اُس کے ساتھ شادی کے وعدے کرتا جاتا تھا۔

ایک دن جبکہ وہ حجامت بنا رہا تھا، اپنی ڈاڑھی اور مونچھون کو درست کر رہا تھا، اُسنے آئینہ مین اپنی شکل دیکھی اور کہا۔

"محبت ہی صرف شیطان ہے"

لیکن محبت چوپایہ نہین بلکہ ایک پردار پرندہ ہے۔

وہ مرد جو محبت کو شیطان بتلاتے ہین مگر اُنکے یہ الفاظ وہین درست ہو سکتے ہین جہان دُنیا کے بعض حصون مین تاریکی اور کامل تنہائی ہو اور ایسی بیوقوف معصوم لڑکیان ہون۔

پھر بھی اس شخص نے اپنے اصول و خیالات کے مطابق ایک اچھا کام کیا تھا۔ اگرچہ اُسنے اُسکے ساتھ شادی نہ کی مگر اُس کو اسقدر روپیہ ضرور دیا جس سے وہ بآرام زندگی بسر کرسکے ایک مختصر سے مکان مین یہ سکے ابتدا مین وہ اکثر اسکی ملاقات کو آیا کرتا بعد چندے اُنکے بچہ پیدا ہوا تو اسکے بعد بھی آمد و رفت جاری رہی۔ اگرچہ اولاد خوشحالی مین بھی ایک طرح کی مصیبت ہی ہے مگر ننھے بچے اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین۔

کچھ عرصہ بعد اس نوجوان کا والد مرگیا اور لاکھون روپیہ کی خاندانی جائداد اُسکے قبضہ مین آگئی، اب وہ اپنے والد کی تمام عزت و شہرت کا واحد مالک و مختار ہوگیا۔

دولت اور عزت کے بڑھ جانے سے ذمہ داریان بھی بڑھ جاتی ہین۔

کبھی کبھی اُس بیکس لڑکی کا خیال آتا تو اُسکو ایک قصۂ پارینہ سمجھتا تھا۔ جسقدر زیادہ وہ اُسپر غور کرتا اُسیقدر شرمندہ ہوتا اور چاہتا کہ اُسکو بھول جائے اُس سے علیحدگی اختیار کرے۔

ہفتون پر ہفتے اور مہینون پر مہینے گذرتے رہے، لیکن وہ اُس سے ملنے کو نہ آیا۔ وہ کمسن دوشیزہ گھبرائی اپنے لئے نہین بلکہ اپنے پیارے کی صحت و سلامتی کے لئے۔ اُسکو خیال ہوا کہ شاید وہ بیمار ہو اور اسکو خط لکھنے سے بھی معذور ہو، اور شاید اُسکے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جسکو بھیجکر وہ اُسکو بلائے۔

وہ بہت سادہ لوح تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ صرف اپنے سوئی دھاگے اور دستکاری سے روٹی کمانے والی تھی۔

ایک دن اس جدائی کی کشمکش سے تنگ آکر اُسنے اپنے ننھے بچّے کو عمدہ لباس پہنایا اور خود بھی اچھا جوڑا زیب تن کیا اور اُسکی تلاش مین روانہ ہوئی۔

جذبات محبت اُسکے روئین روئین پر رقص کر رہے تھے، اُسکی ایک ایک حرکت اور جنبش صرف اُسکی دید کے لئے ہوتی تھی، اور آنکھین چار سو نگران تھی۔

یہ ایک طویل سفر تھا، اُسکا مکان بھی اسٹیشن سے بہت فاصلہ پر تھا۔ چنانچہ جب وہ اُسکے مکان کے سامنے پہونچی تو وہ تھکاوٹ سے چور اور گرد و غبار مین لت پت ہوگئی۔

جو ہی کہ وہ اس عالیشان محل کے پاس پہونچی صدر پھاٹک دفعتاً زور سے کھلا اور اُس مین سے ایک چوپہیہ گاڑی جسکے دو قیمتی گھوڑے جنپر چاندی سونے کے ساز و یراق لٹک رہے تھے کھینچتے ہوئے نکلے۔ کوچوان زرق برق پوشاکین پہنے ہوئے تھے جنپر سورج کی شعاعون مین آنکھ نہین ٹھہرتی تھی۔

اوہو! اس گاڑی مین اُسکا پیارا ایک شہزادہ معلوم دیتا تھا۔

ایک خوبصورت بالون والی نازنین اُسکی بغل مین تھی۔ جس کے سرپر ایک بہت بڑی ٹوپی پھولون سے لدی ہوئی تھی۔ وہ اُسکے ساتھ ہنس رہی تھی۔

نوجوان نے اس تھکی ماندی معصوم لڑکی کیطرف جسکی بغل مین اُسکا ننھا بچہ تھا ایک نظر اُٹھاکر دیکھا بھی نہین، حالانکہ گاڑی پاس ہی سے گذرگئی۔

. . . .

بعدازان اُس نے اپنی لائبریری مین اس لڑکی سے ایک ملاقات گوارا کرلی۔ جو مختصر

گفتگو کہ ان دونوں کے درمیان ہوئی وہ بہت دردناک ہے۔

نوجوان۔ میری پیاری۔ مین یہ ہرگز برداشت نہین کرسکتا کہ تم میرے پیچھے اسطرح پھرتی ہو
یہ میری بے عزتی، "بدنامی کا باعث ہوگا۔ مجھے سخت شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔
.... مین تم سے بخوبی کہنا چاہتا ہون ....
سگار کا ایک کش۔

"مین اُس لڑکی سے شادی کرنے والا ہون جسکو تم نے آج میرے ہمراہ گاڑی مین دیکھا تھا۔ ..... وہ بہت سے زروجواہر کے ڈھیرون کی مالک اور اُسکا باپ ایک ذمہ دار عہدہ دار ہے مین اُسکے روپیہ اور عزت کو کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہتا ہون۔....

لڑکی۔ لیکن تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا، قسم کھائی تھی۔ اور مجھے ہرطرح سے یقین دلایا تھا کہ تم میرے ساتھ چندہی دنون مین شادی کرلوگے۔

لڑکی کے زرد ھونٹون سے یہ الفاظ بے ساختہ نکل گئے۔ ہونٹ۔ تعجب، حیرت۔ اور رحم وغصہ کے ملے جلے جذبات سے کانپ رہے تھے۔

نوجوان سگار کی خاک گراتا ہوا کھڑکی طرف چلا گیا گویا اُس کے کانون نے ان الفاظ کو سُنا ہی نہین۔ لیکن کچھ سوچ کر پلٹا۔

نوجوان۔ میرا یہ مطلب نہین کہ مین ظالم ہون ....
میری جان سے عزیز دوشیزہ ....
لیکن اس شادی کے تذکرہ کو چھوڑ دو ....
مگر مجھے ایک لیڈی "سے شادی کرنی چاہئے"

اُس نے دیا سلائی کو زور سے جلایا تاکہ وہ سگار کو پھر سُلگا سکے۔ جسکی روشنی مین لڑکی کا چہرہ حسرت ویاس کی زندہ تصویر معلوم ہوتا تھا۔ یہ نظارہ عبرتناک تھا۔

"مین تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہونگا، تم کوئی فکر نہ کرو"

لڑکی آرام کرسی سے جھکتی ہوئی اُٹھی کیونکہ ننھا بچہ اُسکی گود مین تھا۔ اور کھڑی ہوکر بولی۔

لڑکی۔ (آہستگی سے) مگر مین نہین سمجھ سکتی کہ وہ لیڈی" میری جگہ کس طرح خوشی سے گذار سکیگی۔ ایک دن اُسکا بھی یہی حشر ہوگا۔ .... مین تم سے کچھ لینے نہین آئی

مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم کو مجھ سے محبت نہ تھی . . . .
مَین اپنے اور بچہ کی ضروریات کو خود پورا کرونگی"
جب وہ لائبریری سے باہر نکلنے لگی تو اُسنے حسرت و ارمان سے بھری ہوئی نگاہ اُس نوجوان پر ڈالی - اور کہا -
"یہ بہت عالیشان محل تھا' اور میرا خیال تھا کہ شاید اس مین ایک کمرہ مجھے بھی مل سکیگا"
اُس نے آہستگی سے کہا' مگر وہ اُسکے الفاظ کو بخوبی سُن سکتا تھا - اور وہ کمرہ سے نکل گئی!
آپ کو معلوم ہے کہ وہ مظلوم معصوم کس محل کا ذکر کر رہی تھی؟ اُس محل کا نہین جس مین وہ شان و شوکت کے ساتھ امیرانہ انداز مین رہتا تھا - بلکہ اُس محل کا تذکرہ کر رہی تھی جو محبت نے اُسکے لئے بنایا تھا -
وہ محل جو اَب ایک برباد شدہ جھونپڑا تھا اور جس کو اب خالی کردینے کا اُس کو حکم دیا گیا تھا -

ایچ - ایم - یوسف حسن

مَین اسکے ہاتھ کو لیکر اپنے مضطر دل پر رکھتا ہون مَین اپنی گود کو اُسکی نزاکت سے بھر لینا چاہتا ہون - اسکی شیرین تبسم کو بوسون سے لوٹ لینا چاہتا ہون - اسکی سرگین نگاہون کو آنکھون مین پی جانا چاہتا ہون - اُف لیکن یہ کہان نصیب - کون آسمان کے نیلے پن کو جدا کر سکتا ہے - مَین حُسن کو لینا چاہتا ہون لیکن یہ صرف جسم کو میرے ہاتھون مین چھوڑ کر چلدیتا ہے - پریشان و مضطر مَین واپس آتا ہون - کیسے جسم اس پھول کو چھو سکتا ہے - جسپر صرف روح قبضہ پاسکتی ہے -
اے دُنیا مَین نے تیرا پھول توڑا - اسے اپنے سینہ پر رکھا - اور کانٹا چبھ گیا - پھول تو مُرجھا گیا لیکن درد باقی رہ گیا - اَے دُنیا تجھ مین اور پھول حُسن و خوشبو کے غرور و تمکنت کے ساتھ کھلینگے - لیکن میرا پھول چُننے کا زمانہ ختم ہوا - مین تیرے گلاب کو اس اندھیری رات مین نہین پاتا ہون صرف درد باقی ہے -

ربیندر ناتھ ٹگور

گنگا اشنان

(۱)

گنگاجی کے اشنان کے لئے آج لوگ جوق درجوق جارہے ہین کوئی پیدل جارہا ہے کوئی گھوڑے پر سوار ہے اور کوئی یکّے اور کوئی بگھی پر بیٹھا ہوا ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر مین گنگامائی کی جے کا نعرہ سڑک مین گونجتا ہوا دور تک چلاجاتا ہے۔ سب بشاش نظر آرہے ہین گویا انھین دُنیا کی تمام نعمتین مل گئی ہین لیکن اگر کوئی رنجیدہ ہے تو مین ہون؟ کیا مین ہندو نہین ہون؟ کیا میرے دل مین گنگا ماتا کی عظمت نہین ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ مگر آج میرے دماغ مین ایک اور ہی خیال چکر لگا رہا ہے کیا مین بتاکر آپ کو بھی رنجیدہ بناؤن؟ لیکن کیا عجب ہے کہ اسطرح سے میرے درد کی دوا ملجائے اسلئے آپ میرے دُکھڑے کو سُنئے اور ضرور سُنئے اگر ممکن ہو تو میری مدد بھی کیجئے۔ آج سے چھ سال ہوئے کہ مین اور میری خوردسال لڑکی جو اسکی عمر اسوقت مشکل سے چار سال کی ہوگی گنگا اشنان کے لئے گئے تھے۔ گئے کیا تھے تقدیر کھینچ لے گئی تھی۔ اس سال تحصیلدار صاحب کی غلطی سے میلہ ریت پر لگا تھا۔ میلے اور گنگا جی کے کنارے کے درمیان ایک چھوٹا سا نالہ بہتا تھا۔ ریت پر آنے جانے کے لئے اُس نالے پر ایک چھوٹا سا پُل بنادیا گیا تھا اور سب کو اسی تنگ پُل پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ آفت کی مار ایک صاحب بہادر فوٹو کا کیمرہ لیکر وہان آگئے۔ اُسکو دیکھکر بدمعاشون کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ جھٹ شور مچادیا کہ پانی چڑھ آیا ہے بھاگو نہر کے صاحب پانی ناپنے کا آلہ لیکر آگئے ہین اگر ذرا پانی اور چڑھا تو سب ڈوب جاؤ گے۔ سادہ لوح دیہاتی اس بات کو سچ خیال کرکے بھاگنے لگے۔ آن کی آن مین میلہ مین ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یہ خبر پھیل گئی۔ تمام میلہ مین ہربونگ مچ گیا۔ ہر شخص بھاگنے لگا۔ نہ مان کو بیٹے کی خبر تھی اور نہ بیٹے کو مان کی۔ دوکاندار اپنی سجی سجائی دوکان چھوڑکر بھاگ گئے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ پُل ایک ہی تھا اور وہ بھی بہت تنگ سب لوگ یک دم سے اُسپر ٹوٹ پڑے تو نتیجہ یہ ہوا بیسون آدمی کچل گئے صدہا لاپتہ ہوگئے۔ اسی ہربونگ مین میری لڑکی بھی جو مجھے جان سے زیادہ عزیز اور میری مرحوم بی بی کی نشانی تھی مجھ سے بچھڑ گئی۔ ہائے وہ ننھی سی جان بھی اُس روز گنگا مائی کے بھینٹ ہوگئی۔ مین نے ہرچند تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ چلا۔ جب سے مین برابر ہر سال گنگا اشنان کو آتا ہون۔ اس اُمید پر کہ شاید وہ مجھے مل جائے۔ مگر اب اُسکے ملنے کی

کیا اُمید ہے۔ اگر زندہ ہوتی تو اب تک مل گئی ہوتی۔

(۲)

کل مین نے آپ کو اپنی رام کہانی سُنائی تھی۔ آج پھر کچھ سُنانا چاہتا ہون۔ وہی گنگا کا میلہ ہے اور مین ہون۔ اشنان کرنے والون کے ہجوم کا کیا بیان ہو۔ آدمی پر آدمی ٹوٹا پڑتا ہے مین بھی گھاٹ پر کپڑے اُتار کر گنگا جی مین گھُس گیا۔ پانی برف کی مانند ٹھنڈا تھا۔ پہلا غوطہ لگاتے ہی سر چکرا گیا آنکھون کے آگے اندھیرا چھا گیا اور میرا پاؤن سیڑھی سے پھسل گیا۔ جل تیزی پر تھا۔ پاؤن پھسلتے ہی مین ڈُبکیان کھانے لگا۔ مین نے بہتیرا کوشش کی کچھ پیش نہ گئی۔ بدمو کا خیال تو بالکل دل سے اُتر گیا اور کچھ فکر تھی تو یہ کہ کسی طرح سے پانی سے باہر نکل آؤن۔ کہان تو روز صبح اُٹھکر پرماتما سے موت کی دعا مانگا کرتا تھا اور کہان آج موت کو سامنے دیکھکر اس سے بچنے کی فکر مین تھا۔ مایا تو دھنیہ ہے۔ بہر حال زندگی تھی کسی نے پکڑ کر اوپر کو اُٹھا لیا۔ مین اسوقت بالکل بیہوش تھا۔ جب ذرا حواس بجا ہوئے تو مجھے معلوم ہوا کہ میری جان ایک بھکاری لڑکے نے بچائی ہے مین نے اُسے ایک روپیہ انعام دیا اور وہ اُسے لیکر چلدیا۔

(۳)

آج پورنماشی ہے آج کے اژدحام کا کیا کہنا۔ ہر طرف آدمی ہی آدمی دیکھ پڑتا ہے۔ مین بھی جسطرح ممکن ہوا اشنان کر کے بازار کیطرف جا رہا تھا کہ اتنے مین ایک عورت کے چیخنے کی آواز سُنائی دی ہائے چور پہونچی لے گیا۔ مین نے اُسطرف مُڑ کر نگاہ کی تو ایک لڑکے کو اپنے پاس جھپٹتے ہوئے دیکھا اوسکے ہاتھ مین پہونچی تھی اور وہ بھیڑ کو چیر کر نکلنا چاہتا تھا مینے جھپٹ کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن یہ وہی لڑکا تھا جس نے کل میری جان بچائی تھی۔ میرے دل مین طرح طرح کے خیالات اٹھنے لگے کہ مینے اسکو کیون پکڑا۔ کیا جان بچانیکا یہی صلہ ہے؟ پھر خیال آیا کہ ؎

"نکوئی با بدان کردن چنانست ... کہ بد کردن بجائے نیک مردان"

اس طرح کے متضاد خیالات میرے دماغ مین آنے لگے۔ اس اثنا مین پولیس والے آگئے اور اُنھون نے اُس لڑکے کو گرفتار کر لیا۔ لڑکا رونے اور رو کر کہنے لگا کہ مجھے اپنی تو کوئی فکر نہین ہے لیکن میری چھوٹی بہن بالکل اکیلی رہجائیگی آج دو دن سے اُس نے اور مین نے کچھ نہین کھایا ہے مین بھوکا پیاسا رہ سکتا ہون لیکن مجھ سے اپنی بہن کی تکلیف نہین دیکھی جاتی اور اسی لئے مین چوری پر آمادہ ہوا۔ کسی شخص نے اس کی بات کا یقین نہ کیا خود مجھے بھی یقین نہ ہوا کیونکہ کل ہی مین اگر وہ۔۔

دے سکتا تھا بہرحال پولیس نے رپورٹ لکھ لکھا کر اُسکا چالان کر دیا۔ گواہی کے لئے میرا بھی پتہ وغیرہ دیا اور لیا گیا جب مجھے وہاں سے فرصت ملی تو میں اُسکی بہن کے پاس گیا۔ جسکا پتہ میں نے لڑکے سے پوچھ لیا تھا یہ ایک ٹوٹی سی کوٹھری میں پُرانے چیتھڑے پہنے ہوئے بیٹھی تھی اسکی عمر تقریباً دس برس کی ہوگی۔ سارے گھر میں شکستہ حالی اور بے سروسامانی برس رہی تھی۔ بھائی کی گرفتاری کا حال سُنکر لڑکی بہت روئی اور روتے روتے بیہوش ہوگئی۔ میں نے اُسکے مُنہ پر پانی کے چھینٹے دیئے تھوڑا سا دودھ پلایا۔ جب ہوش و حواس بجا ہونے تو رو رو کر کہنے لگی کہ وہ تو چور نہ تھا نہ جانے آج اُسے کیا ہو گیا۔ ہائے مجھے کیا خبر تھی کہ میں اب جیتے مر جاؤنگی۔ کل ہی بھلے مانس نے اُسے ایک روپیہ دیا تھا وہ بھی جیب سے گر گیا۔ ہائے پولیس والے اسکو بہت مارتے ہونگے؟ میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں اُسکو کسی طرح سے چھڑا لاؤ" پھر وہ جلدی جلدی اُسی کوٹھری کے ایک کونے کو کھودنے لگی اور اُس میں سے کچھ زیورات نکال کر بولی "انہیں لے لو اور میرے بھیا کو چھڑا دو" میں نے دیکھا وہ کسی چھوٹے سے بچے کے گہنے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ بھی چوری کا مال ہوگا۔ لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو مجھے یاد آگیا کہ یہ گہنا میری پیاری بچی پدمو پہنے ہوئے تھی اُسکا خیال آتے ہی میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ میں نے لڑکی سے اسکی زندگی کے حالات پوچھے تو اُس نے کہا مجھے اپنے ماں باپ کی یاد نہیں ہے۔ کچھ اچٹتی سی یاد ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ گنگا نہانے آئی تھی وہ اُن سے بچھڑ گئی تھی۔ بھیا کہا کرتا تھا کہ میں نے تجھے روتے ہوئے دیکھا تھا جب تیرے باپ ماں کا کچھ پتہ نہ لگا تو میں نے تجھے اپنے ساتھ رکھ لیا میرا بھی اکیلے رہتے رہتے جی اکتا گیا تھا۔" تب سے میں اسکے ساتھ رہتی ہوں جو کچھ مانگ کر لاتا ہے پہلے مجھے کھلاتا ہے پھر آپ کھاتا ہے مجھے بھیک نہیں مانگنے دیتا آپ ہی دن بھر ادھر اُدھر پیسے مانگا کرتا ہے؟ اتنا کہہ کر وہ لڑکی پھر رونے لگی۔ اسوقت میرے دل کی جو حالت تھی ناقابل بیان ہے۔ بہرحال میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تمہارا نام کیا ہے" اور جیسے ہی اُسکے مُنہ سے "پدمو" کا لفظ نکلا کہ میں نے اُسکو گود میں اٹھا لیا۔ . . . .

(۴)

لڑکی کو میں اپنے ہمراہ لیکر چلا آیا۔ جب اُسکے بھائی کی پیشی ہوئی تو میں بھی شہادت کے لئے طلب ہوا عدالت میں میں نے کُل حال اپنے بچانے اور بچی چُرانے کا کہہ سُنایا۔ صفائی میں پدمو کا بیان قلمبند کیا گیا۔ ڈپٹی صاحب نے سب حالات سُنکر لڑکے کی کم سنی اور اُسکے تنگدستی پر

رحم کرکے اس کو بری کر دیا۔ اور میں اسکو بھی اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ جب میں نے اسکی زندگی کے ابتدائی حالات دریافت کئے تو کہنے لگا۔ مجھے اپنی اماں کے سوا اور کسی کی یاد نہیں ہے۔ مجھے اپنی ذات معلوم نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہندو ہوں۔ اماں روز صبح اُٹھکر بھگوان کی پوجا کیا کرتی تھیں اور چکی پیسکر اپنا پیٹ پالتی تھیں۔ کبھی کبھی اکیلی بیٹھی رویا کرتی تھیں جب میں پوچھتا تھا تو "بیٹا کچھ نہیں" کہہ کر بات ٹالدیتی تھیں انکے پاس ایک رامائن تھی۔ جب چھٹی ملتی تھی پڑھا کرتی تھی جس روز مرنے لگی ہیں تو مجھے بلا کر کہا کہ بیٹا ہمیشہ کسی کے ایک سے دن نہیں رہتے۔ پرماتما کی مایا اپرم پار ہے کبھی راجہ کو رنک بناتا ہے اور کبھی کنگال کو لکھ پتی۔ میں بھی ہمیشہ ایسی بھکارن نہ تھی۔ پلنگ پر بیٹھی راج کرتی تھی۔ آج میرے لئے کفن بھی میسر نہیں ہے۔ جس خاندانکے ساتھ تمام شہر جایا کرتا تھا آج شاید اُسے اُٹھانے کو کرایہ پر بھی آدمی نہ ملیں۔ بیٹا میری رام کہانی بہت لمبی ہے۔ اب اسوقت تجھ سے کیا کہوں سامان میں میں نے ایک چٹھی لکھ کر رکھدی ہے جب کبھی ضرورت پڑے تو کھولکر پڑھ لینا" وہ چٹھی میرے پاس ہے تم چاہو تو پڑھکر دیکھ لو میں نے تو اُسے کبھی پڑھا نہیں اماں جب جیتی تھی تو مجھے پڑھایا کرتی تھی پھر میں نے کبھی پڑھا لکھا نہیں"

میں نے چٹھی کھولکر پڑھی اُس میں لکھا تھا "سری گنیش ایہ نمہ پرماتما جانتے ہیں کہ میں اسوقت جو کچھ لکھ رہی ہوں سچ سچ لکھ رہی ہوں۔ میرا آخری وقت آ گیا ہے اب میں جلد ہی اپنے پرم پتا کے سامنے جانیوالی ہوں اور پرماتما ہی مجھ سے یہ لکھوا رہا ہے۔ میری آنکھوں کا تارا بیٹا کرن سنگھ ہے۔ پرماتما جانتا ہے کہ میں نے اُسکے لئے کیسے دُکھ سہے ہیں۔ پر اس میں کسی کا کیا دوش ہے۔ یہ سب میرے کرموں کا پھل ہے۔ کرن کے پتا کا نام جواہر سنگھ ہے۔ اُنکے بیکنٹھ باش ہونے کے آٹھ مہینہ بعد اسکا جنم ہوا تھا۔ اسکے چچا ادھو سنگھ نے روپیہ کے لالچ میں آکر مجھ پر دوش لگایا کہ "یہ بچہ میرے بھائی کا نہیں ہے" میں ایشور کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ یہ اُنھیں کا بچہ ہے۔ آج تک میں نے سوائے اپنے پت پرمیشور کے کسی دوسرے کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھی۔

ابھاگن روپ کنور

یہ خط پڑھتے پڑھتے میرے ہاتھ سے گر پڑا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بندھ گئی آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ میں ہی کمبخت لالچی اور بدمعاش ادھو سنگھ ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے اُن تمام مصائب کی تصویر پھر گئی جو اُس بیچاری غریب بے کس اور بے بس عورت کو برداشت کرنے پڑے ہونگے۔ ہائے اُس نے کن مشکلوں سے اپنا اور کرن سنگھ کا پیٹ پالا

ہوگا۔ پر ماتما کے قہر کا خیال کرکے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اُسوقت میں نے مایا کی جگمگاہٹ سے اندھے ہوکر اُس بے قصور کو گھر سے بیا بان کی تنگ سے نکلوادیا تھا اور اس کلنک کو دھو ڈالنے کے لئے گھر سے نکل گئی تھی۔ اُسوقت سب کا یہی خیال تھا کہ وہ پاپ کی زندگی بسر کرنے کہیں چلی گئی ہے۔ لیکن اس چٹھی کو پڑھکر اصل حال معلوم ہوگیا۔ میں نے جب ٹھنڈے دل سے کل معاملہ پر غور کیا تو فوراً خیال آیا کہ کیا ایسا ہوجاتا ہے۔ میں زار زار رونے لگا اور پرماتما سے اپنے گناہ عظیم کی معافی مانگنے لگا۔ دونوں بچے بھی میرے ساتھ رونے لگے۔ میں نے اُنھیں اپنی چھاتی سے لگالیا اور گنگا ماتا کو دھنیاد دینے لگا۔ جنھوں نے مجھے اپنی دیا سے دو بچے بخشدیئے ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ بیچئے صاحب اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ ملکر کہیے "گنگا ماتا کی جے"

شیام لال

زندگی کے یہ معنی اوقات بسری نہیں ہے بلکہ نیکی کے ساتھ زندگی کا گذارنا ہے جنکی طبیعتیں نیک اور جن کے دل صاف ہیں بہشت اُنہیں لوگوں کے واسطے ہے۔ لوگ زندہ رہنا تو چاہتے ہیں مگر نیکی کے ساتھ زندگی بسر نہیں کرتے۔ خوشی و کامیابی سامان ظاہری پر منحصر نہیں ہے بلکہ سامان باطنی پر منحصر ہے۔ انسان خود اپنے تئیں بمقابلہ اوروں کے ہاتھ سے تباہ ہونے کے زیادہ تباہ کرتا ہے۔ وہ خود اپنی خوشی کے ذریعہ سے فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ برخلاف اسکے اگر وہ اس بات کی احتیاط رکھے کہ اُسکو خوشی حاصل ہو۔ خیالی خوشی حاصل نہ ہو۔ تو اسکو ضرور اصل خوشی حاصل ہوگی۔ یہ خوشی صرف اُس صورت میں حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ جب وہ خدا کی اطاعت کرے۔ خدا سے محبت کرے اور خدا کی عنایت کا خواستگار رہے۔ جو لوگ خودغرض یا بدطینت یا بچھورے ہیں یا جنکے نزدیک حیات زندگی محض عیش و عشرت ہے۔ اور جو جسم کے آرام اور تکلیف کو ہی جانتے ہیں اُنکو کبھی اصلی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ پس اگر تم انسان ہونا چاہتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم نیک ہو۔ اگر تم نیک ہوگے تو تم آزاد ہوگے۔ اصلی غلامی بدطینتی ہے ✤ (زمانہ) جان لبک۔

نسیمِ بہار

آسائشِ جگر ہے نسیمِ بہار! تو　　دلکش ہے، دلفریب ہے اور خوشگوار تو
عیسےٰ نفس ہے دہر مین اعجاز کار! تو　　ہے باعثِ شگفتگیِ روزگار تو

جان تیرے دم سے تازہ ہے دل باغ باغ ہے!
اور بوئے خوش سے تیری معطر دماغ ہے!

تجھ سا ہے کون محرمِ خلوت سرائے گل　　کرتی ہے چپکے چپکے تو جذب ادائے گل
جان بخش تجھکو ہے نفسِ عطر سائے گل　　لاتی چرا چرا کے ہے بوئے قبائے گل

تاثیرِ فیضِ صحبتِ گل اے نسیم! ہے
نکہت ندیم ہے تری، ہمدم شمیم! ہے

خوشبو سمیٹ صحنِ چمن سے جو تو گئی　　بیخود اُسے بنا ہی گئی جسکو چھو گئی
جب تو کسی قفس کے کبھی روبرو گئی　　بلبل تڑپ تڑپ گئی، بیتاب ہو گئی

تیرے نفس سے آئی جو بوئے قبائے گل
بلبل غریب چیخ اُٹھی "ہائے ہائے گل"

تاروں کی چھاؤں مین جو تو آتی ہے باغ مین　　ٹھنڈک سی آکے پڑتی ہے لالے کے داغ مین
خوبانِ صحنِ باغ کی بزمِ فراغ مین　　بھرتی مئے نشاط ہر گل کے ایاغ مین

تجھکو سمجھ کے ساقیٔ سرشار کیطرح
اشجار جھوم جاتے ہیں میخوار کیطرح!

گاتے ہین طائرانِ چمن تیرے ساز پر　　رقصان ہے سبزہ جنکی نواہائے راز پر
اور گوشِ گل ہے وا ترے راز و نیاز پر　　نرگس کی چشمگین ہین اداہائے ناز پر

آکر طلسمِ خوابِ چمن توڑتی ہے تو
مہرِ سکوتِ تاب شکن توڑتی ہے تو!

نکلی چمن سے سنبل و ریحان کو چھیڑتی بالائے بام کاکلِ خوبان کو چھیڑتی
بن مین چراغِ گورِ غریبان کو چھیڑتی عاشق کے شعلۂ دلِ سوزان کو چھیڑتی
عیار! دم زدن مین کہین سے کہین گئی
بھوچال کو پھاندتی گردِ زمین گئی
جب پرتوِ سحر سے ہو روشن طبق طبق اور رنگِ گل سے صحن گلستان شفق شفق
دفتر ہو عیش کا گلِ تر کا ورق ورق ہو نیچی نگاہوں سے تری گل عرق عرق
تو کشتگانِ ہجر کو چھیڑے نہ اے نسیم!
زخمِ کہن کے بخیے اُدھیڑے نہ اے نسیم!

تلوک چند محروم

کلام اکبر

رہنما باطن کا ہو کوئی خضر یہ خوب ہے اس خضر پر سب سے لڑنا یہ مگر معیوب ہے
اپنے اپنے حضرت سے ہر ایک ہے دل کو شاد نام ہے اللہ واحد کا برائے اتحاد

شیخ و واعظ مین تو شخصی ڈھنگ ہے صوفیون مین ہوم رولی رنگ ہے
جب خدائی مین نہین ہے کچھ خلل دل لگی کو جائز ایسی جنگ ہے

مین تو ہمدرد ہون بس انکی گرفتاری کا قیدِ ہستی سے جو مشتاق ہون آزادی کے
ڈھونڈھنا چاہئے تھا اکبرِ بیکس کو وہان ایک ویرانہ بھی ہے متصل آبادی کے

گو ہمنفس اپنے اُٹھ گئے سب دمساز ہمارے اُٹھ گئے کوئی جو ہمارا رہ نہ گیا ایمان تو ہے اللہ تو ہے

دِل مین تو ضعفِ عقیدت کو کبھی راہ نہ دے کوئی کچھ دے نہین سکتا اگر اللہ نہ دے
درد اتنا ہے کہ ہون فکرِ دوا سے معذور کیا کرون مہلتِ فریاد اگر راہ نہ دے

اکبر الہ آبادی

ہولی

عالم دکھا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان — دھوم اک مچا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان
بیخود بنا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان — رنگ آہ لا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان
آنکھون مین چھا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان — دل کو لبھا رہی ہین ہولی کی رنگ رلیان

نغمے بپا ہین ہر سو اظہار ہے خوشی کا — ہر شے سے اڑ گیا ہے سب رنگ خامشی کا
نیچر مین مستیان ہین عالم ہے بیخودی کا — دلکش نظارہ یکسر ہے خود فراموشی کا
پھیلا ہے نور عشرت رگہائے جان و تن مین — فانوس سے ہے دو لہن اب شمع انجمن مین

ہے کوچ اب خزان کا آمد بہار کی ہے — تاثیر فرحت افزا لیل و نہار کی ہے
سج دھج نئی نویلی ہر برگ و بار کی ہے — قدرت مین الغرض اک صورت نکھار کی ہے
ہے چرخ پیر کی بھی حالت شباب کی سی — ہے سرخی شفق مین رنگت شراب کی سی

خلاق دوجہان کی قدرت ہے آشکارا — ہر چیز مین اسی کی صنعت ہے آشکارا
حسن ازل کی ہر جا شوکت ہے آشکارا — وحدت سے آہ! کیا کیا کثرت ہے آشکارا
گر آنکھ ہو تو دنیا خلد برین ہے، دیکھو — ہمتائے اوج گردون یعنی زمین ہے دیکھو

ہے یاد اسی کی اے دل تجھکو مدام لازم — اے آنکھ دھیان اسیکا ہر صبح شام لازم
حمد اے زبان اسی کی ہے لاکلام لازم — ہے حکم پر اسی کے اے جسم کام لازم
وہ چال چل، فزون ہو جس سے وقار تیرا — اور زمرۂ بشر مین تا ہو شمار تیرا

ہولی کو آہ مے سے ناپاک کر نہ اے دل! — مستی و کجروی سے تو ہو بتر نہ اے دل
رسم زبون میں یکسر کھو مال و زر نہ اے دل — ہان راہ نیک سے تو اصلا گذر نہ اے دل
اک اک سے ملکے اگلی ناسازیان مٹا تو — خوشیان منا منا کر وحدت کا راگ گا تو

اے جان نواز ہولی! یوم سعید ہے تو — آمد کی سال نو کے شام نوید ہے تو
مجموعۂ محاسن کان امید ہے تو — قفل در طرب کی گویا کلید ہے تو

قوم غم آشنا کو آنا ترا مبارک!
ہان سارے انڈیا کو آنا ترا مبارک!

(زینب بیگم)

تبسمِ نازنین

اے تبسم! اے نمک پاشِ دہانِ زخمِ دل
کیون نہ مین تجکو شگفتِ غنچۂ لب کہون
بجلیون سے تیری برقِ جلوہ بسمل تجلّی
تیری ہر ضو کو نہ کیون نکہتِ کوکب کہون

ہر جھلک پر تیری ہے سلکِ دُرِ کیا بِشٹِ
ہر جھلک تیرے ہے عقدِ ثریا خوشہ چین
تیری ہر تنویر کی مہرِ قیامت پر ہے چوٹ
داغ بر دل ہر ضیا سے تیرے ہے ماہِ مبین

نعل در آتش ہے تجھسے کبک کیا کہسار مین
اور تپِ فرقت سے تیری زرد ہے کہ زعفران
چاک پیراہن تری اُلفت سے گُل گلزار مین
ہے غبار عشق سے لبریز قلبِ بوستان

ماند تیرے سامنے تابانیِ دُرِّ عدن
اور تیرے روبرو بے نور گوہرِ نور بھی
خون خون ہے رشک سے تیرے دلِ لعلِ یمن
پیش تیرے پھیکا پڑ جائے نہ رنگِ حور بھی

سینہ شق ہوا عشق مین تیرے رُمانِ ارم
کیون نہ ہو جائینگی کلیان بھی گلے کا تیرے ہار
تیرے ہر انداز سے کٹ کٹ گئی تیغِ دودم
اے تبسم ہائے یار نازنین تجھپر نثار

جانِ عاشق پر تو تو نے ہی گرائین بجلیان
پہنچا دامانِ زلیخا تک نہ کیا شعلہ ترا
خرمنِ دلِ قیس کا اور تیری وہ گل ریزیان
رختِ ہستی دامن تیرے شرارون سے جلا

مین بھی تیری شوق کی آتش کا ہون آخر کباب
خرمن جان پر مرے بھی تو گرا برقِ ادا
وہ تبسم نازنین لب پہ کسی کے، اور حجاب
ہائے اس ادا نے مجکو تو بس تڑپا دیا

مین بھی پروانہ کسیکے شمعِ رخ کا کیا نہین مین بھی ہون آخر کسی گل سے دہن کا عندلیب
مین بھی تو دیکھون شگفتہ رو وہ رنگِ یاسمین پھونکدے مجکو بھی تو برقِ تبسم اے نصیب!

مسکراہٹ لے حدِ آشوب ساغر کی چھلک یا دہانِ مینا پر جوشِ مے گلفام ہے
مسکراہٹ، یا سحر انگیز کلیون کی چٹک پھول پر شبنم کے ہونے کا تبسم نام ہے

ہے دہانِ پر تبسم، نافۂ مشکین کھلا کھل گیا بے ساختہ یا حقۂ گوہر کوئی
ہے یدِ بیضائے موسیٰ، کوندنا یا برق کا جگنو، چمکا، جگمگایا تارہ، یا اخگر کوئی

مسکراہٹ کی ہین کرنین چہرۂ مہوش پہ کیا گدگداہٹ کی ضیا نے یا کھلایا تازہ گل
یا مگر سرچشمۂ حیوان ہے یہ لہرا رہا پرتوِ مہتاب ہے، یا یہ فروغِ رنگِ گل

درجِ یاقوتی مین صانع نے ہین یا ہیرے جڑے روئے یم شاداب تر یا یہ کنول کا پھول ہے
ہین عقیقی ڈبیہ مین یا یہ درِ غلطان پڑے مسکرانا تیرا افسون، او بتِ شنگول ہے

اے تبسم، اے طلوعِ صبحِ امید و لا دیکھکر تجکو ہے وقفِ خون آشامی شفق
کیا سرور انگیز ہین تیرے یہ جامِ باصفا تیرے آگے کیون نہ لعانِ سُہا کا منہ ہو فق

کیا لبو پر مسکراہٹ کھیلتی ہے ناز سے چشمۂ کوثر کی موجین، پانی پانی کیون نہون
خندۂ زیرِ لبی، اسکا ہے کس انداز سے شرم سے مخفی شہابِ آسمانی کیون نہون

ہائے، مجھکو بھی کسیکا مسکرانا یاد ہے خون رلاتا ہے تبسم وہ کسیکا مجھکو بھی
لاابالی ہنسکے کیا وہ منہ چھپانا یاد ہے ہو مسیحا بھر تکلم وہ کسیکا، مجھکو بھی

لاابالی (امروہہ)

آشومیدھ یگ کا گھوڑا

زور آور و قوی و توانا و سر بلند
نازک مزاج و خود سر و طنّاز و خود پسند

بانکی کنوتیاں تھیں تو نادر تھے جوڑ بند
سیرت میں شیر نر تھا تو صورت میں تھا سمند

گو تھا ہوا نہ تھا، باد بہاری شمیم تھا
صرصر تھا دوڑ میں تو قدم میں نسیم تھا

منزل تمام کرتا تھا یکدم میں راہوار
چلنے کا عزم کرتے ہی ہوتا تھا وہ فرار

کودا تو پہونچا قلعہ کی چوٹی پہ ایکبار
جاتا تھا آسماں پہ اگر ہو کوئی سوار

دریا بھی پیچھے رہتا تھا اُس سے روانی میں
جوہر دکھائی دیتے تھے گھوڑے کے پانی میں

کبک دری نثار تھا گھوڑے کی چال پر
اُڑ کر اسی نے ماری تھی ٹھوکر ہلال پر

ریشم کے لچھے صدقہ ہوئے بال بال پر
سلک گہر نثار تھی اُسکی ایال پر

سُم اُس فرس کا تخت سلیمان کا پایہ تھا
خورشید اُسکے پیکر زیبا کا سایہ تھا

سُرعت میں برق و باد کا مُنہ اُسنے توڑا تھا
جنبش لبوں کی اُسکے لئے ایک کوڑا تھا

نادر تھا لاجواب تھا نایاب گھوڑا تھا
یکتا تھا، غزالِ ختن کا وہ جوڑا تھا

اُسکو قدم میں کوئی پرندہ نہ پاتا تھا
سرپٹ میں وہ خیال سے بھی آگے جاتا تھا

پھرتا تھا ایک آن میں شہر و دیار وہ
طائر کیطرح کرتا تھا طے کوہسار وہ

پانی میں کاٹتا تھا سمندر کی دھار وہ
ایک ہی زقند میں جاتا تھا دریا کے پار وہ

کاوے میں گھوم کر اِدھر آیا اُودھر گیا
دوڑا تو پھر نہ آیا نظر وہ کدھر گیا

گوپال جی سہائے

عثمان علیخان کے لئے

جنوری گذشتہ مین جب مسٹر ظفر علیخان صاحب ایڈیٹر ستارہ صبح کو اعلیحضرت حضور نظام دکن کی خدمت مین باریابی کا شرف ملا تھا۔ تو اُنھون نے فرمانروائے دکن کے حضور مین یہ قطعہ پیش کیا تھا۔ ہم اسے ناظرین کے تفنن طبع کے لئے درج ذیل کرتے ہین۔

روشنی شمع کو دی جس نے شبستاں کیلئے
مصطفائی مجھے بخشی مرے ایماں کیلئے

عالمِ قدس سے اِک نور چلا آتا ہے
میرے دیوان کی آرایشِ عنواں کیلئے

یہ وہی نور علےٰ نور ہے پرتو جس کا
کبھی سینا کیلئے تھا کبھی فاراں کیلئے

جھلملایا کبھی بت خانۂ دل مین آکر
جگمگایا کبھی آتشکدۂ جاں کیلئے

بن گیا ہے یہ کبھی رونقِ صحرائے عرب
کبھی زینت ہے عجم کے چمنستاں کیلئے

نسبتیں ہیچ ہین اسلام کے آگے ساری
کہ شرف سب سے بڑا تھا یہی سلماں کیلئے

آسمان اور زمین عالم و مافی العالم
سچ جو پوچھو یہ سب کچھ ہے مسلماں کیلئے

جان کی حضرتِ باری مین نچھاور جس نے
وقف ہے جسکی جبین درگہِ یزداں کیلئے

مُلک پر جو ہے فدا قوم پہ جو ہے قرباں
سربکف ہے جو اولی الامر کے فرماں کیلئے

جسکے دل مین ہے ارادت کے تقاضے سے جگہ
دکن اور اُسکے خداوند کے احساں کیلئے

مَین بھی پہنچا تو وہاں تک ہون مگر ہدیہ کیا
بڑی مشکل ہے یہ مجھ بے سروساماں کیلئے

بادشاہی اسے حاصل ہے فقیری مجھکو
تحفہ کیا لیکے گدا جائے گا سلطاں کیلئے

ایک دولت مرے دامن مین ہے لیکن موجود
دینِ اسلام کے اس حامی ذیشاں کیلئے

دلِ ناشاد مین ہے ملّتِ بیضا کی تڑپ
وہی لایا ہون مَین عثمان علیخاں کیلئے

ظفر علی خان

مشاعرہ کیننگ کالج

خوشی کی بات ہے کہ ہمارے کالجون مین بھی اُردو شعر و سخن کا کچھ کچھ چرچا ہونے لگا ہے۔ حال مین کیننگ کالج لکھنؤ مین ایک مشاعرہ ہوا تھا جسمین اکثر شعراے لکھنو نے بھی اسمین حصہ لیا۔ اس مشاعرہ کی ۳ مشہور غزلیات ہدیۂ ناظرین ہین۔

نتیجۂ فکر جناب یاس عظیم آبادی

دل اگر گردشِ تقدیر سے دریا نہ بنے
تشنہ کامون کے لئے کاش کہ پیمانہ بنے

کیون اجل سے ہے کوئی ایسا جو مرا اُٹھ ہی چکے
بات بنتی نہین بننے کی تو اچھا نہ بنے

زندہ درگور کیا اس دلِ وارفتہ نے
جیتے جی کوچہ و بازار مین افسانہ بنے

بجھ گیا دل کا کنول کشمکشِ شوق کجا
شمع خاموش کا کیونکر کوئی پروانہ بنے

رات دن شوقِ رہائی مین کوئی سر پٹکے
کوئی زنجیر کی جھنکار سے دیوانہ بنے

آپ آتے تھے مگر موت کو پہلے بھیجا
چال ایسی تو چلے کوئی کہ جھوٹا نہ بنے

باز آ ریشہ دوانی جفا سے ظالم
بڑھتے بڑھتے کہین ایسا نہو افسانہ بنے

قیمتِ دل تو ہے معلوم مگر کیا کہئے
مول جب تک نہ کرے کوئی تو سودا نہ بنے

اُجڑی جاتی ہے مرے دل مین صدا آتی ہے
اب خدا چاہے تو کعبہ بھی صنمخانہ بنے

کہئے کعبہ کو سدھارے کہ صنمخانہ کو
دیکھا دیکھی جو کوئی آپکا دیوانہ بنے

وحشت آبادِ عدم ہے وہ دیارِ خاموش
کہ قدم رکھتے ہی ایک ایک سے بیگانہ بنے

محوِ فطرت ہو کوئی دل تو کہین کا نہ رہے
عین حکمت ہے اگر آپ سے بیگانہ بنے

دلِ آگاہ پہ جادو نہ چلے گا کوئی
ہان مگر مصلحتِ وقت سے دیوانہ بنے

نظر آجائے اگر دل کو سوادِ منزل
گرم رفتار فنا صورتِ پروانہ بنے

دل وہی دل ہے جو ہو اپنی حرارت سے فنا
خاک ہو جائے مگر آگ بگولا نہ بنے

نام لے کر ترا بہزاد اُٹھاتا ہے قلم
نقش بیٹھا ہے مگر ٹھیک بنے یا نہ بنے

نگہِ یاس ارے توبہ جدھر اُٹھ جائے
دل تو کیا عالمِ ایجاد بھی ویرانہ بنے

نہ چھپا پر نہ چھپا جوہرِ عالی نسبی
یاس مٹنے پہ بھی خاکِ درِ میخانہ بنے

یاس عظیم آبادی

نتیجۂ فکر چودھری رحم علی صاحب بی-اے کلاس

آئینہ عالمِ غم کا دلِ دیوانہ بنے
ہر قدم منزلِ اُلفت کا اک افسانہ بنے

اشک وہ بھی ہے کوئی اشک جو طوفان نہ اٹھائے
قطرہ وہ بھی کوئی قطرہ ہے جو دریا نہ بنے

خارِ صحرا سے رہے آبلۂ پا سے بنی
دست و دامن مین جو بنتی نہیں اچھا نہ بنے

پردۂ ناز مین ہے شمعِ شبستان کوئی
گھومتے پھرتے ہین اجرام جو پروانہ بنے

ذرہ ذرہ ہے یہان خونِ جان کا پیاسا
کس کو دعویٰ ہے جو خاکِ درِ جانانہ بنے

ہم کو پامال ہی کرتی رہی دُنیا لیکن
سیر دیکھا کئے ہم سبزۂ بیگانہ بنے

رازِ ہستی کا تماشا ہے مری خاموشی
کوئی دیوانہ الٰہی کبھی مجھ سا نہ بنے

دلِ بیتاب کا افسانہ ہے چہرہ پہ لکھا
حال اپنا جو بتاؤن بھی تو اچھا نہ بنے

ہاشمی یون تو ہے ہر ایک کو دعویٰ لیکن
اک ہمین عالمِ ادراک کا افسانہ بنے

نتیجۂ فکر مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید فرنگی محلی اڈیٹر النظامیہ

نگہِ ناز ہی جب محوِ تماشا نہ بنے
پھر کس اُمید پہ آخر کوئی دیوانہ بنے

صاحبِ دل ہے وہی پاس نہ جسکے دل ہو
صاحبِ ہوش وہی ہے کہ جو دیوانہ بنے

یہی اندازِ محبت کا تو ہے قابلِ ناز
مٹکے ہم اسلئے خاکِ درِ جانانہ بنے

صاف آتی ہے یہ غنچون کے چٹکنے سے صدا
پھاڑ کر جلد گریبان کوئی دیوانہ بنے

ہم یہ کہتے ہین یہی بات ہے سرمایۂ ہوش
بےخود اُسکو نہ کہین آپ جو دیوانہ بنے

ہوسِ بادہ کشی مین خلشِ رشک بُری
جس جگہ ایک ہمین ہون وہ میخانہ بنے

تشنۂ شربتِ دیدار کا اتنا تو ہو جذب
آنکھ جس پھول سے ملجائے وہ پیمانہ بنے

دل کے ہاتھون یہ دعا اپنی ہے خالق سے شہید
ایسا میخانۂ عالم مین نہ پیمانہ بنے

جمعیتِ اہل قلم

اہل قلم بالعموم آجتک جس حالت مین مبتلا رہے ہین اُسکی تفصیل رقت انگیز ہے۔ موجودہ حالت مین کوئی کوشش کوئی ترغیب۔ کوئی تحریک اور کوئی تحریص ایسی نہین کہ ہندوستانی اس جانب آئین۔ بلکہ اس راہ سے گریز پائی کے ہزار ہا اسباب موجود ہین۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان مین یوروپ کے نمونہ کے باکمال اور مجتہد فن پیدا نہین ہوتے۔ یہ فی الحقیقت صحیح ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ باکمال پیدا نہ ہونیکے اسباب کیا ہین ؟

یوروپ مین علمی خدمات کا معاوضہ اہل قلم کو اشرفیون مین دیا جاتا ہے۔ کسی ایک تصنیف کا معاوضہ وہان اتنا گرانبہا ہوتا ہے کہ مُصنّف کو عمر بھر کے لئے مالامال فارغ البال اور مشہور عالم کر دیتا ہے۔ ایک مختصر مضمون ایک کالم کی نظم کی بھی وہان معقول قدر و قیمت ہے ہندوستان مین اہل قلم کی حالت قابل افسوس ہے۔ کسی عمدہ سے عمدہ تصنیف کے برائے نام اور قلیل ترین معاوضہ کا انحصار تجارت پیشہ اصحاب کی نظر عنایت پر ہے ؎

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہون
کوئی سمجھے سوال کرتا ہے

مغرب کے اہل قلم سوسائٹی کے اندر۔ ملک کے اندر۔ قوم کے اندر خاص حیثیت اور خاص امتیاز رکھتے ہین۔ کیون نہ ہو یہی تو دماغ ہین قوم ان کا اعزاز واقعی کرتی ہے۔ حکومت انکو آنکھون کا تارا سمجھتی ہے۔

اب آپ دیکھئے کہ ہندوستان مین سوسائٹی، ملک و قوم اور حکومت کا اہل قلم کے ساتھ کس قسم کا سلوک ہے، ہر جگہ حقوق نظر انداز نہین بلکہ پامال کئے جاتے ہین۔ کیا کبھی سرکاری یا غیر سرکاری مجلس مین اہل قلم کے لئے بحیثیت اہل قلم کوئی کرسی مخصوص کی گئی ؟ ہرگز نہین۔ لیکن کیا درحقیقت اہل قلم ایسی ہی سرد مہری اور کس مپرسی کے مستحق ہین ؟ !

اہل قلم کا دعویٰ ہے اور شاید صحیح ہے کہ سارے جہان کا درد ہمارے جگر مین ہے۔

کوئی مجلس کوئی جلسہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی بغیر اہل قلم کی شرکت کے مکمل نہین۔ مقرر اور شاعر کے بغیر کوئی پلیٹ فارم۔ پلیٹ فارم ہی نہین۔ اہل قلم کی کس مپرسی باوجود اس اہمیت کے حیرت انگیز ہے۔

اب اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اسکا سبب کیا ہے۔ تو مین کہونگا کہ بس ہماری غفلت شعاری اور کچھ نہین۔ اہل قلم نے کبھی اپنی جماعت ہی بنانے کی کوشش نہین کی۔ جو ایک مہلک غلطی ہے۔ لیکن کیا ابھی تک اُسکی تلافی کا وقت نہین آیا۔

دَورِ جدید نے ضروریات بھی جدید پیدا کردی ہین۔ دُنیا خصوصاً مغربی دُنیا کو نظرانداز کر دیجیے۔ صرف برّ اعظم ہند پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہیئے۔ آج اس سرزمین مین کوئی محدود سے محدود گروہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ قوم ایسی نہین جسکی کوئی انجمن یا کوئی کانفرنس نہ ہو۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ فی زمانہ جس فرقہ اور قوم کی منتظم جماعت نہین۔ اس قوم اور اس افراد کی ہستی۔ ہستی ہی نہین سمجھی جاسکتی۔ پھر کیا یہ فروگذاشت ایک مہلک غلطی نہین کہ ابتک اہل قلم نے کوئی باضابطہ جماعت بنانیکی جدوجہد نہین کی؟ ہے اور ضرور ہے۔ ضرورت ہے جلد سے جلد جمعیت اہل قلم کی تاسیس کی۔ اس انجمن کا کام ہونا چاہیے۔ ہندوستان کے تمام اہل قلم کو ایک رشتۂ ہمدردی مین منسلک کرنا۔ اُنکے حقوق کی نگہداشت۔ اُن کی بہبودی کی تجاویز سوچنا۔ اور ان پر عمل کرنا۔ اُنکے حسب مذاق۔ منفعت بخش کام مہیا کرنا۔ معذورین کی مالی امداد کرنا۔ مرحوم اہل قلم کے پسماندگان کی مدد۔ اُنکے بچوّن کی تعلیم وتربیت اور اُنکی روحانی یادگارون (تصانیف) کی بقا کا انتظام کرنا وغیرہ۔

آپ خدارا ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائین کہ کیا کسی انجمن یا کانفرنس کی ضرورت نہین؟ اور اگر ایسی کسی مجلس کی بنیاد پڑ جائے تو کیا وہ اہل قلم اور ملک وقوم کے مفید نہ ہو۔ اس ضرورت کا احساس مجھے ہوا اور مین نے اکثر احباب سے اس بحث پر تبادلہ خیالات کیا۔ اور ہر طرف سے اُسکی تائید ہوئی لیکن یہ کام کسی شخص واحد۔ یا چند آدمیون کا نہین ہے۔ اگر تمام اہل قلم نے اس آواز پر لبیک کہا تو کوئی امر سدِّراہ نہین اسلئے راقم الحروف نے اپنے جذبات کا اظہار کردیا۔ توقع ہے کہ صاحبان قلم نامہ نگار اور ایڈیٹران اخبار اس مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے اُسپر بحث کرینگے اور کچھ عجب نہین کہ جو خواب ہم دیکھ رہے ہین اُسکی شیرین تعبیر جلد عملاً شکل آئے اور جلد ہی انجمن اہل قلم بن جائے۔ بہرحال ضرورت ہے اہل قلم کو اس جانب توجہ مبذول کرنے کی۔ وما علینا الا البلاغ۔

حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی

ڈاکٹر جی بی کی نو ایجاد خوشبودار ناس



جب سے یہ مشہور پاٹر ناس ایجاد ہوئی ہے۔ ہر خاص و عام نے اس کے فوائد کی نسبت بجواب سرٹیفکیٹ عطا کیا ہے۔ اس مشہور دنیا ناس سے امراض مفصلہ کی بیخکنی ہوجاتی ہو یعنی چند سر نیم سر سر۔ دماغ وغیرہ کے متعلق اور خرابیاں پانی کی جلد کو کھو دینے کا علاوہ ہ گلے سے اوپر کے حصہ مین جو بیماریان قایم ہونیوالی یا قبل از استعمال ناس پیدا شدہ ہین سب کو استعمال کرکے بعد قوت حافظہ بڑھانے مین مفید اور مفرح دل ثابت ہوئی ہے۔ الغرض متذکرہ امراض کی دافع ناس ایسی اسنان وغیرہ دنیا بھر مین گران ہی ملیکو ہم خوشی یہ ناس کمپنی کی مفید سی کا نتیجہ ہے جسکا ذکر تحت مین ہے۔ جناب عالی اس ناس کو معمولی ناس کے عوض بیس دفعہ کے بدلے دن بھر مین دو تین وقت پڑھایئگا تو بہر طلب ہوتے ہوئے دیکھیئے گا۔ اگر ناس کی ایک چٹکی معمولی ناس کی تین چٹکیون مین ملائے گا تو اسکو ادسکی سی پائیگا۔ ناظرین اس ناس کو حافظ صحت پاکر ہمیشہ اس سے اپنے گھر ان کو خالی رکھنا گوارا نہو فرماتے اسکی عمدہ خوشبو دیری کی دیرپائی کے مقابلہ مین معمولی ناس کی عمر پانچ مین بھی نہین آسکتی)

یا ہیمہ قیمت فی شیشی چار آنے سہ ۴ وی پی خرچ ۳ اور فیدرجن ۲ وی پی خرچ ۹

اس کمپنی کی فہرست کلان بصورت طلب مفت مل سکتی ہے۔

ملنے کا پتہ گربسوا اور کمپنی ساہوکار پیٹھ۔ مدراس

CURU BASAVA & C^o LTD.

SAHUKAR PETH

POST BOX N^o 510

MADRAS.

اسکاٹلینڈ سے ایک تعریفی خط

مسٹر جے ڈبلیو گلسٹن یہ تہ سکاٹلینڈ سے لکھتے ہین۔ مین نے ڈاکٹر جی کی خوشبودار ناس چند باپ کر دی یو نانک کی بچی سے حقیقتاً جسکی عمر ۶ سال کی ہے۔ یہ دوائی دن مین تین مرتبہ دی گئی۔ دس یوم مین تمام درد دفع ہوگیا۔ اس بچے مین وہ سبون کے فائدہ کے لیے یہ بات لکھتا ہون۔

زمانہ

جلد ۳۰ — اپریل ۱۹۱۸ء — نمبر ۱۸۱

ہندوستان کی صنعتی ترقی

مسٹر مورلینڈ کے نام نامی سے ہندوستان کی اخباری دنیا نا آشنا نہین ہے۔ آپ ہندوستان کی زراعتی حالت کے زبردست ماہر ہین اور آپکی راے ان معاملات پر خاص وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ ہندوستانی طالب علمون پر ہندوستان کے حالات کے مطابق آپنے علم اقتصاد پر اول کتاب لکھکر بڑا بھاری احسان کیا ہے آپکی معاملہ فہمی اور وسعت نظر پر بے ساختہ واہ واہ نکلجاتی ہے حال مین آپنے ایک قابلانہ مضمون ہندوستان کی صنعتی ترقی کی نسبت ایک انگریزی رسالہ مین لکھا ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ بغور پڑھا جائے اور اُن خیالات سے جو اسمین ظاہر کئے گئے ہین فائدہ اوٹھایا جائے۔ یہ ایک غیر متعصب انگریز کی راے ہے جسکی وقعت ہندوستانی اور گورنمنٹ دونونکو کرنا لازم ہے اور جسکے مطابق عملدرامد کرنا سلطنت اور ہندوستان دونون کے لئے فائدہ بخش ثابت ہوگا۔

صنعتی ترقی کے مطالبہ کے وجوہ مضمون کے آغاز مین آپ ہندوستانی صنعتی ترقی کی خواہش کا اعادہ کرتے ہوئے اسکے وجود پذیر ہونیکے وجوہ ظاہر فرماتے ہین۔ آپ کا خیال ہے کہ موجودہ صدی

کے شروع مین جو حیرت انگیز تبدیلیان ہندوستان مین ظہور پذیر ہوئی ہین اونمین ایک یہ بھی ہے کہ پبلک کا رجحان یکدم صنعتی ترقی کی طرف ہوگیا اور یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ گورنمنٹ کو پوری کوشش اس تحریک کو کامیاب بنانے اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے کرنا چاہئے۔ پبلک کے اس مطالبہ کے وجوہ قدرے پولیٹیکل۔ قدرے سوشل اور قدرے اقتصادی ہین۔

(پولیٹیکل اسباب)

پولیٹیکل سبب اس مطالبہ کا یہ ہے کہ پبلک کے ایک طبقے مین روز افزون قومی احساس پیدا ہوگیا ہے۔ جو اس بات کو گوارا نہین کرسکتا اور انکو ملک اور قوم کی ذلت اور انکے نام پر ایک بدنما دھبہ خیال کرتا ہے کہ کسی قسم کی ملک و قوم مین کمی رہے۔ گو اسکی جدوجہد کا اثر اسکی تعداد کی مناسبت سے نہین ہے اسمین شک نہین کہ قومی احساس کی ترقی کی وجہ سے ہندوستان کے عوام اور لیڈر دونون ملک کو کسی دوسرے سے کمتر دیکھنا گوارا نہین کرتے۔ پولیٹیکل نقطۂ خیال سے خود مختار اور آزاد ملکون کے حلقہ مین ہماری عزت اور توقیر مین خامی آتی ہے اور اسکا ذاتی تجربہ ہمتونکو ہے۔ تجارتی اور زراعتی اور صنعتی ہر ایک لحاظ سے ایک قوم پرست ہندوستانی اپنے ملک کو حقیر خیال کیا جانا پسند نہین کرسکتا۔ قومی احساس کے معنی یہی ہین کہ ترقی کرکے ہر بات مین ترقی یافتہ ملکونکے برابر ہوجانیکی کوشش کیجائے۔

(سوشل اسباب)

سوشل سبب اسکا یہ ہے کہ متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ طبقہ مین یہ خواہش روز افزون ترقی کررہی ہے کہ گورنمنٹ سروس اور ایسے پیشون جیسے وکالت ڈاکٹری اور تعلیم کے بجائے اور اطراف مین جانا چاہئے تعلیم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اور بڑھتی ہوئی جدوجہد کے سامنے اس خیال کا ہونا کوئی نئی بات نہین ہے اب قدرتی طور پر رجحان دوسری طرف ہے۔ کیونکہ انمین نہ پہلے کی سی ترقی ہوسکتی ہے اور نہ مقابلہ کیوجہ سے اوتنی آمدنی ہوتی ہے جیسی کہ پہلے۔

(اقتصادی اسباب)

اقتصادی سبب جو کہ سب کی تہ مین ہے اور جس نے کہ اور اسباب کو زوردار بنادیا ہے یہ ہے کہ

دولت کی ترقی ہو محض دولتمندی کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ قومی زندگی کے اعلیٰ شعبوں میں ترقی کیلئے دولت ایک ضروری شرط ہے اگر تعلیم کی ترقی کا خیال ہوتا ہے تو اسمیں روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے اگر حفظان صحت کو ترقی دینا مقصود ہوتا ہے تو بھی بغیر روپیہ کے کام نہیں چل سکتا۔ اسی طرح اگر آبپاشی کے کام کو وسعت دینے کی ضرورت ہو یہاں بھی روپیہ کے صرف سے سامنا ہوتا ہے۔ اگر قومی تعلیم دینے کے لئے قومی کالج قومی یونیورسٹی صنعتی اور کمرشل تعلیم گاہیں درکار ہوتی ہیں تو بغیر روپیہ کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کارخانے کھولنے کا خیال آتا ہے تو روپیہ کی ضرورت روڑا اٹکاتی ہے۔ غرض ترقی کے لئے ہر قدم پر روپیہ کی ضرورت لابدی معلوم ہوتی ہے۔

نتیجہ

اس تحریک کے ہاتھوں ابھی کوئی معقول نتیجے نہیں پیدا ہوئے ہیں مگر اسنے گورنمنٹ اور پبلک دونوں میں زیادہ حصہ کی طلب گار ہیں دونوں کے نقطۂ نظر میں نمایاں طور پر تبدیلی پیدا کردی ہے اور بسکا نتیجہ سوا اسکے اور کچھ ہو نہیں سکتا کہ ہندوستان اور دیگر ممالک کے تجارتی معاملات میں تبدیلی ہو۔ یہ اوسوقت ظہور پذیر ہوگی جب کافی ترقی ہو جائیگی۔

اصل وجہ اور صنعتی ترقی کی ضرورت | مورلینڈ صاحب فرماتے ہیں کہ اس تحریک کی بنا یہ ہے کہ باشندگان ملک کی مفلسی ضرب المثل ہوگئی ہے جسکے ثبوت کے لئے اعداد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بات کو ہر شخص جانتا ہے کہ ملک کی مجموعی آمدنی اگر برابر تمام باشندوں پر تقسیم کردیجائے تو بھی انکو ضروریات زندگی نہیں مہیا ہوسکتی وہ لازمی ضروریات جو انصافاً زندگی کے لئے لابدی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جیساکہ اور بہت سے ہندوستانی ماہرین اقتصادیات نے بارہا زور دیا ہے کہ اس اصل در بنیادی مفلسی اور زراعت کی نامناسب زیادتی میں ناممکن التفریق رشتہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ زراعتی آبادی کی یعنی اُس آبادی کی جسکا انحصار زندگی زراعت پر ہے نامناسب ترقی اور صنعتی آبادی کی لگاتار کمی کی وجہ سے اتنی آمدنی بھی نہیں ہوتی کہ پیٹ بھر روٹی اور تن پر کپڑا مل سکے۔ اس میں شک ہی کیا ہو سکتا ہے جبکہ مردم شماری کی رپورٹ مندرجہ ذیل اعداد ہمارے سامنے پیش کرتی ہے یہ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۱ء یعنی دس برس کا زمانہ

اوسط ترقی فیصد

شہری یا قصباتی آبادی	۱ر۷
کل آبادی	۶ر۶
دیہی آبادی	۷ر۶
زراعتی آبادی	۱۴ر۸

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جیون جیون ہماری صنعتین گھٹتی گئین۔ زراعتی آبادی ترقی کرتی گئی جبکہ کل آبادی کا اوسط ترقی ۶ر۶ ہے اور دیہی آبادی کا ۶ر۷ ہے زراعتی آبادی کا ۸ر۱۴ ہے یعنی اول تو شہر اُجڑے اور وہ محض دیہات رہگئے۔ دوم گاؤن مین بھی جو صنعتین تھین معدوم ہوگئین اور یہ سب بار زراعت پر آپڑا۔ کام کرنے والے زیادہ۔ پیداوار اوتنی ہی آمدنی کا پرتہ کم ہو تو اور کیا ہو مورلینڈ صاحب فرماتے ہین کہ ملک کے قدرتی ذرایع ایسے ہین کہ زراعت کی زیادتی عرصہ تک قائم رہنا لازمی ہے مگر جس حد تک تہ اب پہونچ گئی ہے وہ موجودہ حالات مین بہت زیادہ ہے۔ مختلف پیشیون کی ضرورت پر ۱۸۸۰ء کے قحط کے کمیشن نے بھی زور دیا تھا۔ جیسے جیسے ملک کی اقتصادی حالت کی معلومات بڑہتی جاتی ہے یہ ضرورت اور زیادہ عیان ہوتی جاتی ہے۔ گذشتہ مردم شماری نے ظاہر کیا تھا کہ ساڑہے اکیس کروڑ کی آبادی مین صرف تین کروڑ شہرون مین بستی ہے جبکہ صنعت اور زراعت مین جو لوگ ہین اونکا تناسب تیرہ کے مقابلہ مین دو ہے یعنی اگر زراعت مین تیرہ ہین تو صنعت مین دو۔ آئرلینڈ مین بھی جو زراعتی ملک ہے یہ تناسب چار کے مقابلے مین تین ہے۔ یعنی ۴ زراعت مین اور تین صنعت مین اور انگلستان مین تو ایک کے مقابلہ مین صنعت مین آٹھ ہین۔ انگلستان مین تقریباً آٹھ ایسے بڑے بڑے پیشے ہین جنمین آبادی برابر برابر تقسیم ہے۔ ہندوستان مین مشکل سے کل آبادی کا ڈیڑہ فیصدی صنعت سے معاش پیدا کرتا ہے۔ زراعت کی یہ زیادتی جیسا کہ مورلینڈ صاحب فرماتے ہین ایسے ملک کے لئے زیادہ خطرناک ہے جسمین فصلین بارش کے ہونے یا نہونے پر انحصار رکھتی ہون۔ خشک سالی کے ہر دورے کے بعد یہ ظاہر ہونے کے علاوہ کہ قحط سے

جنگ کرنے کے آلوئین کوئی زیادہ ترقی نہین ہوسکتی نیا تجربہ اس دلیل کو پختہ کردیتا ہے کہ تلاش معاش کے لئے مختلف پیشونکا ہونا ملک کی بڑی اقتصادی ضرورت ہے۔

ہندوستان کے زرعی رہنے کے وجوہ

آخر وجہ کیا ہے کہ ہندوستان ضرورت سے زیادہ زراعتی ملک ہے؟ اسکے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ مورلینڈ صاحب کے خیالات مین ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب صنعت مین دورِ جدید یورپ مین شروع ہوا تو ہندوستان اوسکے اختیار کرنے مین قاصر رہا۔ یہان ہمیشہ ہاتھ سے کام ہوا کیا جبکہ یورپ مین مشینون اور بھاپ کے استعمال سے صنعت والونکی آمدنی مین بیحد وحساب منافع ہونے لگا۔ تبدیل شدہ حالات مین صنعتی ملک ہونے کے لئے سب سے پہلی ضرورت ایندھن کی ہے جس سے بھاپ بنائی جائے اور بجلی طاقت سے مشینین کام کرسکین۔ ہندوستان مین زیادہ تر صنعتی آبادی ہاتھ سے کام کرنیکی وجہ سے عموماً دریاونکے کنارے شہرونمین آباد تھی جنسے کوئلہ کی کانونسے بہت فاصلہ تہا۔ لیکن اگر فاصلہ کم بھی ہوتا تو دقت یہ تھی کہ کانکنی کا کام بالکل ابتدائی حالت مین تھا۔ غرض صنعتون کی ترقی کے لئے تبدیل شدہ حالات مین کوئی امکان نہ تہا۔ اسکی خاص وجہ مورلینڈ صاحب کے بیان کے موافق کوئلہ کی کمی تھی۔ اسمین شک نہین کہ کوئلہ اور لوہا ملک کی صنعتی ترقی کا پیش خیمہ ہے اور آج وہ ملک جو صنعتی لحاظ سے برسر اقتدار ہین اونمین ان دو چیزونکی پیداوار بہت زیادہ ہے۔ ہندوستان مین بہت بڑے بڑے جنگلات ہین مگر مورلینڈ صاحب فرماتے ہین کہ ہندوستان کی لوہے کی صنعت کی تاریخ اس بات کو ناممکن بتلاتی ہے کہ ایندھن کے لئے ایسے دوردراز پھیلے ہوئے ذرایع پر اعتبار کیا جائے۔ ہندوستان اوس وقت تک صنعتی لحاظ سے خواب غفلت مین رہا اور اوسوقت تک بیدار نہوا جب تک کہ ریل نے اونیسوین صدی کے وسط مین اپنا جال بچھانا نہین شروع کیا جس سے کہ کوئلہ کا مہیا ہونا ممکنات سے ہوگیا۔ آخر کار کارخانے کھلنے لگے اور اس حقیقی ترقی کی بنیاد پڑی جو تب سے اسوقت تک صنعتی میدان مین ہوئی ہے۔

صنعتی ترقی کا موازنہ

اس ترقی کا موازنہ کرنےمین مورلینڈ صاحب گولہ بارود کے کارخانے اور ورکشاپ اور ریل کے ذرایع آمدورفت مین ترقی کو نظرانداز کرتے ہین کیونکہ یہ محض گورنمنٹ کی

کوششوںکا نتیجہ ہین۔ تاہم یہ فراموش نکرنا چاہیے کہ یہ صنعتین مجملاً بہت ضروری ہین کیونکہ انکے ذریعہ سارہے ساتھہ لاکہہ نفوس اپنی زندگی بسر کرتے ہین۔ دوسری صنعتون کی موجودہ حالت حسب ذیل ہے۔

ہاتہہ کی صنعتین یا دستکاریان جو اب بھی خاص اہمیت رکھتی ہین کارخانونکے بنے ہوے اسباب کا دن بدن کم مقابلہ کرسکتی ہین اور اسلیئے کمزور ہوتی جاتی ہین۔ پارچہ بافی اور کانکنی کی دو بڑی صنعتین ہین۔ گو دونونکو ابھی بہت کچہ ترقی کرنا ہے اور انکے لیے کافی میدان ہے۔ لوہے۔ اسپات۔ چمڑے کی اشیاء۔ کاغذ۔ شکر اور چند دوسری چیزونمین کچہ ترقی ہوئی ہے۔ ہندوستان جیسا کہ ہم سب جانتے ہین اب بھی اپنی ضروریات کے لیے غیر ممالک سے ان چیزونکی بڑی مقدار درآمد کرتا ہے اور خام پیداوار جس سے یہ چیزین طیار ہوسکتی ہین برآمد کرتا ہے اور اسلیئے وہ دن دور ہے جب اپنی کوشش سے اپنی ضروریات پوری کرنیکا پورا بندوبست ملک ہی مین ہوسکیگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی موجودہ صنعتونکی ترقی اور بے شمار نئی صنعتونکے لیے بہت بڑا میدان پڑا ہے۔

سورلینڈ صاحب ہندوستانکی کارخانہ وار دو صنعتونکے اعداد پیش کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ ابھی تک جتنی صنعتونکا آغاز ہوا ہے انمین یہی دو سب سے زیادہ کامیاب کیے جاسکتے ہین۔ ایک روئی اور دوسرے جوٹ۔

سال	سوت بنانے اور کپڑا بننے کے کارخانے	کام کرنیوالے	جوٹ کے کارخانے	کام کرنیوالے
۱۸۷۹ - ۱۸۸۰	۵۵	۳۸۰۰۰	۲۲	۲۷۵۰
۱۹۱۴ - ۱۹۱۵	۲۳۳	۲۴۱۰۰۰	۷۰	۲۳۸۰۰۰

صنعتی ترقی کی بنیاد — سوت اور جوٹ کے کارخانونمین کام کرنیوالونکے مدمین ۳۰۰۰ کا اور اضافہ کرنا چاہیے جو چھوٹے کارخانونمین دبانے اور بنڈل بنانیکا کام کرتے ہین۔ ایک ہی اور صنعت ایسی ہے جو کام کرنیوالون کی تعداد کے لحاظ سے پارچہ بافی کی صنعت سے دوسرے درجہ پر ہے۔ یہ کانکنی ہے جس سے تقریباً ڈہائی لاکہہ آدمیون کی شکم پری ہوتی ہے۔ اور کسی زیر انتظام صنعت مین بیس ہزار کام کرنیوالونسے زیادہ نہیں ... ۔

گو کہ یہ سچائی ناگوار خاطر ہو مگر مورلینڈ صاحب جدید صنعتونکے آغاز کی نسبت فرماتے ہین کہ یہ غیرملکی کوشش کا نتیجہ ہے پہلے کارخانے انگریزون یا اسکاچ لوگون نے قائم کئے تھے۔ اور ابھی تک ہندوستانکا حصہ اس جدید جد او رسرمایہ مین جو لگ چکا ہے بہت کم ہے۔ اسکے وجوہات تلاش کرنے کے لئے کہین دور جانیکی ضرورت نہین ہے۔ ہندوستانی تجارتی طبقے ابھی تک اپنے آبائی پیشہ پر چلتے ہوئے صرف خرید و فروخت پر قانع تھے اور اسمین صدیونکے تجربے سے اونہون نے کافی مہارت بھی پیدا کر لی تھی۔ زمینداروکو اپنی کوشش کا رُخ کسی دوسرے طرف پھیرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی تھی۔ رہا درمیانی تعلیمیافتہ طبقہ انکو فکر معاش کے لئے گورنمنٹ کی نوکری اور چند پیشے جیسے وکالت اور ڈاکٹری کافی تھے کسی طبقہ مین صنعتی کارروائی کرنیکی قوت نہ باقی رہتی تھی۔

پبلک مطالبہ اور (سودیشی تحریک) نئی صدی سے واقعات مین تبدیلی ہونے لگی۔ یہ درمیانی طبقہ تھا جس نے ملکی صنعتون کے لئے آواز بلند کی جو ابتک گونج رہی ہے۔ مورلینڈ صاحب ہملوگونکو یاد دلاتے ہین کہ آغاز مین اس نئی اسپرٹ کے مظاہرے کے ساتھ ساتھ چند قابل افسوس باتین بھی ہوگئی تھین اور اسوجہ سے پالٹیکس کی آمیزش سے اس تحریک کو واقعی نقصان پہونچا۔ باوجود ان زیادتیونکے جو اسکی آڑ مین سرزد ہوئین اسمین شک نہین کہ تحریک سچی تھی۔ اور گو زیادہ تر اس تحریک کے ..وگارون نے زبانی جمع خرچ سے تجاوز نہ کیا تاہم چند اشخاص نے معمولی پیمانہ پر اس بات کی بھی کوشش کی کہ جو چیزین اسوقت تک باہر سے آتی تھین اونکے بنانیکا یہین بندوبست کیا جاسے۔ اسمین کچھ کامیابی بھی ہوئی مگر زیادہ تر ناکامیابی جس سے بیش بہا تجربہ ہوا۔ کیونکہ جب ہمکو ناکامیابی کے وجوہ معلوم ہو جائینگے تو آیندہ اونکو دُور کرنیکی کوشش ہوگی جو کامیابی کا راستہ صاف کردیگی۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ کامیابی ایک زنجیر ہے جسکی ہر کڑی ایک ناکامیابی ہے۔ مورلینڈ صاحب بتلاتے ہین کہ سُودیشی تحریک پر جاپان کی اقتصادی ترقی کا بھی اثر پڑا۔ جاپان نے ایشیا کے ملکونکے سامنے ایک مثال قائم کردی ہے کہ کس طرح اس دورجدید مین ایک قوم دنیاکی اور قومونکے درمیان ایک آزاد اور خود مختارانہ حیثیت قائم کرسکتی ہے۔ گذشتہ تین سال کے تجربہ نے اس بیان کو پایہ ثبوت تک پہونچا دیا ہے۔ کسکو نہین

معلوم ہے کہ اس تین برس کے عرصہ مین جاپان نے بہت سی وہ چیزین ہندوستانکو مہیا کردی ہین جو پہلے جرمنی اور آسٹریا سے آتی تہین۔ آپ فرماتے ہین کہ ہندوستانی نوجوان جاپانی نوجوان کو رشک اور استعجاب کی نظر سے تک رہے ہین۔ لیکن ہندوستانیونکو اسمین حیرت اور استعجاب کرنیکا کوئی موقعہ نہین ہے کیونکہ جاپانی محنتی جفاکش تعلیم یافتہ۔ خودمختار ہین اور انکی گورنمنٹ اونکی بہبودی کیلئے کوئی دقیقہ نہین اوٹھا رکھتی ہے۔ جاپان نے جنگ کے آغاز ہی مین ملکون ملکون کمیشن بھیجے تاکہ وہ جاپانیون کو اونکی ضروریات سے آگاہ کرین اور بتلائین کہ کون کون سی چیزاب نہین آتی۔ اسطرح سے اونکو معلوم ہوگیا کہ ہمکو کیا کرنا ہے۔ سامان اور مدد کی کوئی کمی نہین۔ جاپان نے صدہا نئے کارخانے کہولدے اور کام چلنے لگا یہان ہمکو بھی معلوم ہے کہ ہمین کیا کرنا ہے اور اسے کیونکر کرنا چاہئے مگر منافع کی راہین نکالنے والا اور بتلانے والا کوئی نہین۔ بہرحال ہندوستان اس حد تک مستفید نہین ہوا جیسا کہ جاپان۔ ریلوی کی کمی کی وجہ سے سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی اور کم خرچ پر نہین لیجایا جا سکتا جو ریلین ہین انہون نے ہندوستانی صنعتون کو ترقی کا موقعہ بھی نہین دیا۔ انہون نے اکثر غیر ملکی چیزون پر کم محصول لگایا اور اسیطرح کی ہندوستانی چیزون پر زیادہ کرایا لیا۔ جاپان پہلے ہی سے صنعتی ترقی بہت کچھہ کرچکا تھا۔ ہندوستان ابھی تک اسکے درتک پہونچا ہی نہین ہے۔

سرمایہ کا سوال اور سودیشی تحریک مسٹر موریلینڈ سودیشی تحریک کا ایک نتیجہ یہ بھی بتلاتے ہین کہ بنکونکی تعداد مین بڑی کثرت سے اضافہ ہونے لگا۔ مگر اونکے ٹوٹنے کی وجہ سے بہت ہی خراب نتائج پیدا ہوئے۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر پبلک اعتماد کو یہ تباہ کن دہکا نہ پہونچتا تو سرمایہ کی اتنی کمی نہ ہوتی جیسا کہ لڑائی کے شروع سے ظاہر ہوئی۔ دیگر حالات مین عام تحریک اس بات کی ہوئی کہ ملک کی ضروریات کو ملکی پیداوار سے بنانے کا بندوبست کیا جاسے۔ ہندوستانیونکو اگر اسبات کا یقین ہوتا یا دلا دیا جاتا کہ بعد از جنگ تجارتی مقابلہ مین اونکی واجبی حفاظت کیجاویگی تو ضرور بہت وسیع پیمانہ پر کوشش ہوتی کہ جو چیزین غیر ممالک سے آتی تہین وہ یہین بنائی جائین۔ زور آور کے مقابلہ مین کمزور ہمیشہ ڈرا کرتا ہے اور ایک دفعہ اگر وہ غافل ہوجاتا ہے تو کمزور کی ہمت نہین پڑتی کہ وہ اسکے ہاتہہ سے کوئی چیز چہین لے

یہان تو یہ خوف لگا ہوا ہے کہ بعد از جنگ پھر وہی تباہ کن مقابلہ شروع ہو جاویگا اور شیر خوار صنعتین جہان صنعتونکا مقابلہ کرنے کے قابل نہونگی اور نقصان ہوگا محض سرمایہ کی کمیابی ہماری صنعتی ترقی کا باعث نہین ہے۔ آخر پچھلے سال پچپن کروڑ روپیہ کا قرضہ مین وصول ہوا کیونکہ سرمایہ کے محفوظ ہونیکا اطمینان اور سود برابر ملتے رہنے کی امید [illegible] اگر گورنمنٹ کی مدد سے [illegible] تو روپیہ کی کمی کی کوئی شکایت نہین ہو سکتی [illegible]
سرمایہ لگنے کو ہوتا تو کچھ نہ کچھ [illegible] تو ضرور اور ہوتی۔

صنعتی کمیشن کا افسوس ہندوستان کی حالت آپ کے بیان کے مطابق [illegible] کی ہے صنعتی ترقی کی خواہش [illegible] ہے مگر راستہ مین مشکلات [illegible] گورنمنٹ [illegible] رہا ہے کہ وہ رہنما ہوکر ساتھ دے [illegible] اس بات پر [illegible] کا اظہار کرتے ہین کہ ہندوستان کی وجہ سے صنعتی کمیشن برابر کام نہین کر سکا اور [illegible] اور یہ کمیشن کی محنت کا فایدہ اوٹھا سکتے ہین اور [illegible]
غرض جس قدر زیادہ وقت گذرتا جاتا ہے ہمارے [illegible] کا [illegible] ہوتا جاتا ہے اور جب دوسرے ممالک اپنے تجارتی تعلقات مضبوط کر لینگے تو اونکی جگہ لینا ناممکن ہو جاویگا [illegible] صاحب کے خیال کے مطابق [illegible] وقت بہت بیش قیمت عنصر ہے مگر آپ [illegible] ہین کہ ہندوستان کے معاملہ مین یہی سب سے کمزور نقطہ ہے۔ آپ کہتے ہین کہ ہندوستان [illegible] آہستہ [illegible] زور سے چل سکتا ہے مگر جہان جلدی کی وہان اکثر غلطیان [illegible] موجودہ جنگ نے [illegible] بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اب ہم چیونٹی کی چال چلنے پر قانع نہین ہو سکتے ہین۔ اور حکام کو بھی پبلک کے ساتھ دینا چاہئے۔ غلطیون کا ہونا ممکن ہے مگر کس سے غلطیان نہین ہوتین؟ بڑے بڑے ملکون مین بھی جہان لایق سے لایق لوگ موجود ہین برابر غلطیان ہوتی ہین مگر جیسا کہ مسٹر گاندھی نے لکھا تھا کہ ہمکو غلطیان کرنے اور اونکو درست کرنے کا حق ملنا چاہئے۔ تاکہ ہم بھی غلطیان کر کے جلدی اونکی تلافی کر سکین جیسا کہ دوسرے ممالک کرتے رہتے ہین۔

ہوم چارجز کی دقت کا سوال ایک اور نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے۔ لڑائی کے قبل ہندوستان آسٹریا اور جرمنی کو خام پیداوار کی بیحد مقدار بھیجتا تھا۔ درآمد پر برآمد کا زیادہ رہنا ہندوستان کے لئے ضروری ہے کیونکہ درآمد کی قیمت چکانے کے علاوہ اوسکو ہوم چارجز ادا کرنا پڑتے ہیں یعنی وہ مصارف جو پولیٹیکل تعلق کیوجہ سے ہندوستانکو برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ اس مد مین تقریباً تیس چالیس کروڑ روپیہ سالانہ انگلستان جاتا ہے۔ ہمارے برآمد کی قیمت درآمد کی قیمت سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اسکے واسطے یا تو خام پیداوار باہر بھیجی جائے یا اسکو طیار کرکے۔ مثلاً تخم بھیجنے کے بجاے اونکا تیل نکالکر بھیجا جاے۔ کچی کھالین بھیجنے کے بجاے چمڑا بناکر یا اوسکا اسباب بناکر بھیجا جاے۔ روئی کے بجاے کپڑا اور سوت بھیجا جاے۔ وغیرہ وغیرہ اسمین ملک مین منافع رہیگا اور خوشحالی زیادہ ہوگی اور جو چیز بچیگی وہ ایک کام مین آئیگی۔ مثلاً کھلی کھاد اور جانورونکے لئے مورلینڈ صاحب کہتے ہین کہ بعد ختم جنگ ممکن ہے جرمنی اور آسٹریا کو پیشتر کی طرح خام پیداوار بھیجنا مناسب اور آسان ہو۔ پھر آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ یہ کچھ اسی طرح آسان نہین معلوم پڑتا کہ برٹش امپائر اور دوسرے اتحادی ممالک ان تمام چیزونکو لیکر کام مین لاسکتے ہین جو ہندوستان کے پاس باہر بھیجنے کو ہین۔ آپکی راے کے موافق ایسی حالت مین سب سے زیادہ اطمینان بخش یہی ہوسکتا ہے کہ ملک ہی کے اندر خام پیداوار کو طیار کرنیکا ایسا بندوبست کیا جاے کہ خام پیداوار باہر بھیجنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ مسئلہ ہے جو ہندوستانی صنعت کے سامنے ہے اور اسکے حل کرنےمین مدد کے طور پر مورلینڈ صاحب ان نتائج کو پیش کرتے ہین جو تجربے سے ان مختلف چیزونسے اخذ کئے گئے ہین جنکی دولت کے پیدا کرنےمین ضرورت ہوتی ہے مثلاً۔ زمین۔ مال۔ سرمایہ۔ محنت۔ حوصلہ مندی اور سرکاری مدد۔

(زمین) (مال یا خام پیداوار)

ہندوستان مین زمین کا مسئلہ کوئی پیچیدگی نہین پیش کرتا۔ اور نہ خام پیداوار کی دقت ہے۔ فیکٹری یا کارخانے کے لئے ہر جگہ مناسب جگہ مل سکتی ہے جو ہر لحاظ سے موزون ہو۔ اور دقت صرف اوسوقت پیش آتی ہے جب کوئی زرخیز قطعہ زمین اسکے واسطے الحاق کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے معاملہ شاذ ہی آپڑتے ہین اور شاید شکرسازی کی صنعت اسکی ضروری مثال ہے۔ خام پیداوار کی بابتہ اتنا کہنا کافی ہے

کہ صنعت میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ اس وسیع ملک میں کہیں نہ کہیں بڑے پیمانہ پر پیدا کیجاسکتی ہیں۔ اون۔ کھالیں۔ سینگ۔ ہڈیاں۔ ان سب کی برآمد اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ جانوروں سے تعلق رکھنے والی چیزیں کافی مقدار میں مل سکتی ہیں۔ اور گو کہ دھاتوں کی فہرست ابھی مکمل نہیں ہے جتنی کہ ہونا چاہئے تاہم کافی مقدار کا نکلنا کا راستہ دیکھ رہی ہے۔ ہندوستان گو ہر چیز بنانے کے قابل نہو مگر بلا شبہ مختلف اور متعدد صنعتوں کے چلانے کے لئے مال و اسباب موجود ہے۔ مشینوں کو چلانے کے لئے قوت کی بہمرسانی کا سوال ایسی جگہوں میں دقت طلب ضرور ہے جو کوئلہ کی کانوں سے فاصلہ پر ہیں لیکن میسور میں سونے کی کانکنی اور بمبئی میں چند تیلی گھروں اور کار خانوں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ کیونکر پانی کے ذریعہ بجلی پیدا کرکے کام نکالا جا سکتا ہے۔

(سرمایہ)

جب ہم سرمایہ کی بہمرسانی پر غور کرتے ہیں تو زیادہ دقتوں سے سامنا پڑتا ہے۔ روپیہ کو زمین میں دفن رکھنا ایک عام روایت ہے جس کا ہر جگہ دور دورہ ہے۔ اور روپیہ کو سرمایہ کے طور پر لگانیکی عادت جو آہستہ آہستہ بڑی دقت سے پڑ رہی تھی بنکوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے رخنہ پڑ گیا گویہ تھوڑے ہی عرصہ کیلئے ہو بنک اپنا روپیہ مشینری اور کارخانوں میں نہیں پہنچا سکتے۔ کلکتہ۔ بمبئی اور مدراس کے علاوہ اور کہیں ایسے کارخانے نہیں جو سرمایہ مہیا کرنیکا بندوبست کرتے ہوں۔ ایسی حالت میں مورلینڈ صاحب کا خیال ہے کہ یہ مشکل بغیر سرکاری مدد اور دست اندازی کے رفع نہیں ہو سکتی۔

اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اب چھوٹی چھوٹی صنعتوں کا زمانہ نہیں رہا۔ اور مستقبل میں کامیابی صرف بڑے پیمانہ پر صنعتوں کا چلانے سے ہو سکتی ہے جیسا کہ ٹاٹا آئرن ورکس کی کامیابی سے ظاہر ہے۔ اس اعتراض کا جواب مسٹر مورلینڈ یوں دیتے ہیں کہ گو یہ اعتراض معقول ہے۔ مگر ہندوستان کی موجودہ حالت میں بڑے پیمانہ پر کارخانے چلانے کے لئے جس مالی اور انتظامی لیاقت کی ضرورت ہے وہ یہاں نایاب ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ مالی اور صنعتی انتظام میں ہندوستانیوں کا تجربہ بہت کم ہے [illegible] کارخانوں کو خود بلا مدد کامیابی سے نہیں چلا سکتے [illegible] لیاقت کی ضرورت [illegible] نہیں ہے لیکن [illegible]

نشوونما کافی ہو چکا ہے۔ عام طور پر اسکو حاصل کرنے کے لئے مروجہ تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ہندوستان ایک بڑا وسیع ملک ہے اور اسمیں چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی ویسی ہی گنجائش ہے جیسی بڑے بڑے صنعتوں کی محض بڑی صنعتیں ایک سوشل خطرہ ہیں۔ یہ ایک طبقہ کو زیادہ دولتمند و دوسرے کو زیادہ مفلس بناتی ہیں۔ اسلئے ہندوستان میں محض انسے کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ اسکی وجہ سے زیادہ تر آبادی جو مفلوک الحال ہے اور بدتر حالت میں ہو جائیگی۔ انہیں وجوہ سے جناب مور لینڈ صاحب کا خیال ہے کہ معمولی پیمانہ پر صنعت کے ہونے سے اس لیاقت اور قابلیت کے عود کر آنیکا سب سے زیادہ امکان ہے اور جبتک وہ قابلیت نہ آجاوے بہتر یہی ہے کہ چھوٹے پیمانہ پر صنعتی کاروبار شروع کیا جاوے۔ مضمون کے دوران میں اس امر کی [illegible] دلیا۔

سستی مزدوری

جب بہت سی چھوٹی چھوٹی صنعتیں کام کرنے کے لئے طیار ہوں تو سب سے پہلی ضرورت سرمایہ کے مہیا ہونیکی ہے۔ اس مشکل کے آسان ہونے کے بعد دوسری بات جسپر غور کرنا لازم ہے کام کرنیوالوں کا مہیا کرنا ہے۔ مور لینڈ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ غلط خیال عام ہے کہ ہندوستان میں اس بارے میں کوئی دقت نہیں [illegible] مزدوری [illegible] یہ خیال کہ سستی مزدوری سے لاگت سستی پڑتی ہے صنعتی ممالک میں اب ترک کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے کارخانہ دار کو اس معاملہ میں کوئی کفایت نہیں ہوتی [illegible] ہو سکتا ہے کہ انگلستان میں ایک پونڈ روئی کے بٹنے کا صرفہ ڈیڑھ پائی آتا ہے جبکہ ہندوستان میں بمبئی کے کارخانوں میں اسی کا صرفہ [illegible] پائی آتا ہے حالانکہ مزدوری میں یہاں وہاں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہمارے یہاں کے کارخانہ داروں کو اول کام کرنیوالوں کو مہیا کرنے پھر انکو رکھنے اور آخرکار مزدوری کے معاوضہ [illegible] مناسب کام لینے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ [illegible] فرماتے ہیں کہ اچھی ذاتوں اور متوسط طبقے کے آدمی تو ہر جگہ مل سکتے ہیں اور [illegible] مگر خاص خاص کام [illegible] اور رہتے [illegible]

ہیں وہ ہو گئے ہیں جو کہیں جانا پسند ہی نہیں کرتے۔ معاملات کی یہ صورت رفتہ رفتہ تبدیل ہو رہی ہے مگر آجکل لوکل کام کرنے والونکی رسد یا بہم رسانی جلد ختم ہو جاتی ہے اور سرمایہ داروں یا کام لینے والونکو یہ معلوم کرنے میں دقت ہوتی ہے کہ کام کرنیوالونکی تعداد میں کہانتک اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہ حالت خاصکر ایک صنعت میں ہوتی ہے۔ پھر بھی اگر کام کرنیوالے بہم بھی پہونچائیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ٹھہرینگے بھی کیونکہ تھوڑے عرصہ کے لئے ایک مقام سے دوسرے کو انتقال کرنا ہندوستانی زندگی کی خاص بات ہے۔ مدراسی پنجابی مزدور کثیر تعداد میں مشرقی بنگال اور آسام میں کام کرنے جاتے ہیں اور معمولی مدت کے بعد پھر اپنے وطن کو واپس چلے آتے ہیں۔ اسیطرح کانکنی میں اور بمبئی کی صنعتوں میں قحط کے زمانہ میں ہزاروں کی تعداد میں مزدور سے لئے آتے ہیں اور بارش برستے ہی پھر اپنے اپنے گاؤں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کام کرنیکی قابلیت نہیں آسکتی۔ اور اگر آ بھی جاے تو قایم نہیں رہ سکتی اور کام بھی اچھا نہیں ہو سکتا ہے۔ اسلئے یہاں چیزوں کے بنانے کا صرفہ زیادہ بیٹھتا ہے۔

سب سے بڑی دقت کا سامنا یہ ہے کہ معمولی مزدور کا درجہ زندگی اتنا نیچا ہوتا ہے اور اونکا معیار اتنا کم کہ کارخانہ دارونکا مقابلہ اونکی مزدوری کو اتنا بڑھا دیتا ہے کہ تین یا دو دن کی مزدوری ہفتہ بھر کو کافی ہوتی ہے اور اسکا نتیجہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مزدور صرف چار ہی دن ہفتہ میں کام کرتے ہیں اور باقی دن کاہلی میں رائیگان کھو دیتے ہیں۔ بمبئی۔ کانپور وغیرہ وغیرہ صنعتی شہروں کے کارخانہ دارون کی یہ عام شکایت ہے۔ ایسی حالت میں ہندوستانی مزدورونکو ایک انتظام کی تحت میں لے آنا ایک بہت ہی پیچیدہ سوال ہے۔ مشکلات کم نہیں ہوتیں جب ہم اوپر کے طبقوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ ٹکنیکل تعلیم کا ابھی آغاز ہی ہے اسوجہ سے تربیت یافتہ کام کرنے والے ایک دم زیادہ تعداد میں نہیں بہم پہونچ سکتے جو صنعتی ترقی کے لئے ضروری ہوں۔

سرمایہ اور کام کرنیوالوں کی بہم رسانی میں دقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے حوصلہ مندی اور تجربہ کی باہم ضرورت ہے مگر بدقسمتی سے ہندوستان میں یہ بھی کمیاب ہے۔ مسٹر مورلینڈ کی رائے میں ملک کی

صنعتی ترقی میں جو دشواریاں حائل ہیں ان سب سے زیادہ کوئی ایک رکاوٹ بھی مناسب کام کرنیوالون کی کمیابی ہے۔

(تجربہ۔ حوصلہ مندی یعنی کارخانہ داری کا حوصلہ)

موروثی پیشہ وری جو ہندوستانی زندگی کی خصوصیت ہے ابھی اتنی کمزور نہین ہوئی ہے کہ ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جاے جو کارخانہ داری کے کام کرنے کو اپنا شعار زندگی بناے۔ جو کل اسباب مجتمع کرکے دولت کے پیدا کرنیکا کام کرے۔ سبکو اپنی اپنی اجرت دے اور جو کچھ بچے اسکو اپنا منافع اور اپنی محنت کا صلہ سمجھے۔ جو کل چیزونکے مہیا کرنے کا بار اپنے سر لے اور اونکے فروخت کرنیکا بھی انتظام کرسکے جسکو بازار کے نفع اور حالات سے واقفیت ہو اور جو منیجری کا کام کرسکے۔ یون تو ہر ہندوستانی پیشہ ور یہ سب کام اپنے پیشے کے متعلق کرتا ہے مگر مطلب یہ ہے کہ بڑے پیمانہ پر یہ کام کرنیکی قابلیت ہو تاکہ ہندوستانی کارخانون مین انگریز منیجر رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ہندوستانکے لیے یہ خاص کام بڑے پیمانہ پر ایک نئی بات ہے۔ معمولی پیمانہ پر اسکو کرنے کے لیے دیگر طبقونسے اسمین بھرتی ہوتی ہے۔ اس حالت مین حوصلہ مندی اُنمین پیدا ضرور ہو جاتی ہے جو اسطرف آتے ہین مگر انکو صرف خاص خاص صنعتون کے حالات کا علم ہوتا ہے اور وہ عموماً عام صنعتی حالت سے ناواقف رہتے ہین اور یہ ایک بڑا نقص ہے مورلینڈ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا طبقہ ہونا چاہیے جو کارخانہ داری کو اپنا پیشہ بناکر عام صنعتی حالت کی معلومات حاصل کرے اور جسکو منیجری کی اعلیٰ قابلیت ہو تاکہ وہ جسوقت جس طرف ضرورت سمجھے سرمایہ لگانے کا [illegible] کرسکے۔ بعض لوگونکا خیال ہے کہ اگر مناسب آدمی مل سکین تو وہ موجودہ کارخانون سے سیکھ سکتے ہین مگر صنعت والے آیندہ مقابلہ کے خوف سے شاذ ہی سکھانا پسند کرینگے اور ممالک غیر مین تعلیم اور تربیت حاصل کرنیکا [illegible] چند ہی خوش قسمت اصحاب کو مل سکتا ہے تاہم یہ غیر ملکی تربیت [illegible] اور [illegible] مین حاصل ہیکار ہے جبتک ہندوستانی مزدورونکا انتظام اور تجربہ کی یہ کمی پوری [illegible] نہین ہوسکتی۔ اسکے علاوہ صنعتی اضلاع کے [illegible] موز [illegible]

صاحب کی رائے مین یہ مشکلات چندروزہ ہین۔ کیونکہ اس تحریک کی کامیابی کے ساتھ ساتھ اوسکول کالجون اور یونیورسٹیون کے نئی جدوجہد اور کوشش [illegible] کئے ہوئے ہمارے صنعتی اور اقتصادی معاملات کی معلومات مین اضافے کے قدم بقدم ملک ہی مین ایسے کارخانہ دار پیدا ہوجائینگے جنکی اوسکو ضرورت ہے اگر اس دوران مین اونکی جگہ مستقل طور پر دوسرونکے ہاتھ نہ لگ گئی۔ ممکن ہے کہ آیندہ مقابلہ کی سختی کی وجہ سے ہماری صنعتی حالت کو ضعف پہونچے جسکا نتیجہ ہو کہ ہمکو بڑے پیمانہ پر کام کرنیکی همت ہی نہو۔ ایسی حالت مین یہ کام دوسرے کے ہاتھون مین پہونچ جائیگا جو مال تیار کرکے ہمارے ضروریات پورے کیا کرینگے۔ اگر ملک ہی مین اونہون نے ڈیرہ جمایا اور ہماری صنعتین اونکے زیرنگین ہوگئین تو بھی ہمارے ہاتھ سوائے مزدوری کے اور کچھ نہین لگ سکتا۔ یہ آزاد بلا روک ٹوک مقابلہ کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ لیکن جب سرکار ملکی بہبودی کا خیال کرکے پالیسی بنائیگی تو ہمکو امید ہے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کیجاویگی اور اونکو پامال ہونیسے بچایا جاویگا۔

سرکاری مدد

اب مسٹر مورلینڈ اپنے مضمونکے سب سے اہم حصہ پر آتے ہین یعنی سرکاری مدد۔ سرکاری کوشش کی زیادہ نمایان شاخونکی بابتہ آپ کو کچھ نہین کہنا ہے۔ اونکا خیال ہے کہ موجودہ نظام کو ترقی دینے کی ضرورت ہے اور جدید تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ٹکنیکل تعلیم کی اوایل مشکلات کا آسانی سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔ لیکن عام رائے اس سے بہت زیادہ طلب کرتی ہے۔ وہ سرمایہ اور کارخانہ داری کی بنیادی ضرورتون کے متعلق مدد چاہتی ہے اور یہ بھی خواہش کرتی ہے کہ نظام ملکی کی مشین مین خاصکر مالکان صنعت کے فوائد کے لحاظ سے تبدیلی کیجاے اور اوسکو نیا جامہ پہنایا جاوے۔ سرمایہ کے بہم پہونچانے کے متعلق اصلی مطالبہ یہ ہے کہ سرکار سود کی گارنٹی کرے مگر اسکو سرکاری حلقون مین پسند نہین کیا گیا کیونکہ اسمین حساب کتاب کی پیچیدگیان حایل ہونے کا خوف تھا یہ اس تجویز کا خاردار پہلو ہے۔ اسلئے حال مین زیادہ توجہ اس بات پر دیجاتی ہے کہ سرمایہ کی مشکل کو آسان کرنیکے لئے براہ راست طریقے سے مدد دیجاے جیسے کہ سرکار کی طرف سے حصے خرید لئے جائین یا خاص خاص

معاملون کے لیے جیسے مشینری کا لگانا وغیرہ روپیہ قرض دیا جاے۔

سرمایہ کی مشکل کا حل کی مسٹر مورلینڈ کی راے مین گورنمنٹ سے قرض دینے یا روپیہ کی امداد کرنیکے اصول کا اطلاق ہر دو صورت پر ہوگا اور شاید مفید بھی ہو مگر پھر آپ کہتے ہین کہ سرکار اس پوزیشن مین نہین ہے کہ ایسے طریقہ پر عمل کر سکے جسمین کہ ایسے ایسے نازک سوالات کا فیصلہ کرنا ہو جو منیجرون اور ڈائرکٹرونکے اعتبار کرنیکی قابلیت کے معاملہ مین پیدا ہوتے ہین۔ سرکار کے اس خیال کا کہ ہر طرح سے محفوظیت مد نظر رہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرایط جسپر کہ امداد دیجا سکے طے کرنے مین خط وکتابت ہی مین بڑا عرصہ لگ جاتا ہے جبتک اعلی سرکاری حلقونمین یہ خیال باقی ہے تب تک صنعتی کاروبار مین کوئی کوشش ترقی کے لئے بار آور نہین ہوسکتی۔ ایسی حالت مین مورلینڈ صاحب فرماتے ہین کہ جو روپیہ سرکار صنعتی ترقی کے لئے قرض دینے کا تہیہ کرے وہ انفرادی کارخانونکو نہ دیا جاے بلکہ سرمایہ لگانے والی ایجنسیونکو جوکہ ایسی جگہ قایم کیجائین جہانکہ صنعتی ترقی کا امکان ہے۔ اس قسم کی انتظامی سوسائٹیان کاروباری مسلونکو کاروباری اصول سے دیکھین گی اور اگر انکے ڈائرکٹرون مین سرکاری نمایندے بھی شامل ہون تو اس بات کا پورا اطمینان ہوسکتا ہے کہ روپیہ مناسب طور پر لگایا جا رہا ہے۔ انڈسٹریل کمیشن بلاشبہ ایسی ایجنسیونکے قایم کرنے کے متعلق راے ظاہر کریگا۔ انڈسٹریل کمیشن چاہے راے اسکے موافق دے یا مخالف دے مگر اسمین شک نہین کہ مورلینڈ صاحب کی تجویز بہت عمدہ ہے۔ سرمایہ لگانے والی کمپنیونکے قایم ہونیکی سخت ضرورت ہے۔ ایسی کمپنیونکے تحت مین سرمایہ ہونے سے اسکے ڈوب جانیکا اندیشہ بہت کم ہوجائیگا۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ بورڈ آف ڈائرکٹران مین ہر ایک کسی نہ کسی صنعت کا ماہر ہو تاکہ جب اسکے سامنے اسکیم پیش کیجاے وہ اوسکی کامیابی یا ناکامیابی کی بابت درست راے قایم کرسکے۔ جرمنی کا پچاس برس کے اندر زراعتی ملک سے صنعتی ملک کا ہوجانا ایسی ہی اسکیم سے ممکن ہوا تھا۔ جرمنی مین جو انڈسٹریل بنک ہین اونکے ڈائرکٹرون مین ہر صیغہ کے ماہر کامل موجود ہوتے ہین جب کوئی شخص یا جماعت کوئی صنعت چلانا چاہتی ہے تو پہلے اسکیم طیار کرکے بنک مین پیش کیجاتی ہے۔ بنک اوس اسکیم کو اوسکے ماہرین کے پاس بھیجدیتے ہین۔ وہان اوسپر کامل غور وخوض ہوتا ہے

اگر یہ اسکیم ممکن العمل اور فائدہ مند سمجھی گئی تو بنک روپیہ قرض دیتا ہے بلکہ اسمین حصہ دار بھی ہو جاتا ہے۔ اگر اسکے برخلاف فیصلہ ہوا تو روپیہ قرض دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اس معاملہ مین شناسائی اور رعایت کا پہلو نہین لیا جاتا۔ ہر سوال کاروباری نظر سے رکھا جاتا ہے اور یہ کاروباری اصول ہے کہ جسقدر روپیہ لگایا جائے اسیقدر زیادہ منافع ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے ایک سال نقصان ہو جائے تو دوسرے سال کے کثیر منافع سے اسکی تلافی ہو سکے۔ اسلئے جتنے کارخانے ہین وہ اچانک نقصانات کے لیئے ہر سال اپنے منافع سے کچھ نکالکر جمع کرتے جاتے ہین اور جب نقصان ہو جاتا ہے تو اوس فنڈ سے جو خاص اسی کام کے لیئے مخصوص ہے خانہ پُری کر لیتے ہین۔

صنعتی رہنمائی کی حوصلہ مندی یا انتظام صنعت کے بارہ مین مور لینڈ صاحب فرماتے ہین کہ پبلک اس رائے کے خلاف ہے کہ منتظمان صنعت دوسرے ممالک سے جہان اونکی تعداد کثیر ہے لائے جائین۔ گو کہ آپکی رائے مین یہ طریقہ صنعتی ترقی کو جلد لانے کے لیئے سب سے سہل ہے مگر جس طبقہ سے صنعتی انتظام مین اعانت کی درخواست کیجاتی ہے وہ انگریزی مالکان صنعت کے منافع کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہی منافع اونکی رائے مین اس اقتصادی خراج کا ایک بہت بڑا جزو ہے جو ہر سال ہندوستان سے بقدر تیس کروڑ انگلستان کو جاتا ہے۔ عوام کا مقصد ملک ہی مین ملک کے باشندگان کے ہاتھون صنعتون کا قایم کرنا ہے تاکہ منافع ملک کے باہر نہ جاسکے۔ اسکے یہ معنی ہوے کہ سرکار خود رہنمائی کا کام کرے اور اسمین جو محنت اور خدشہ ہوتا ہے انگیز کر کے نئی نئی صنعتین چلائے اور تجربہ کی حد سے اونکو نکالکر جب کامیابی ہو تو پرایئویٹ اشخاص کے حوالہ کر دے۔ اس درمیان مین آیندہ ترقی کو مدنظر رکھکر کافی تعداد مین امیدوارونکو تربیت دیجائے۔ ہندوستان کی صنعتی تواریخ عامہ رائے کے اس پہلو کے موافق ہے کیونکہ اکثر نئی صنعتونکے آغاز کرنیوالونکا روپیہ ڈوب گیا ہے اور بعد کو وہی کارخانے دوسرونکے ہاتھون مین کامیاب ثابت ہوے ہین۔ مراد یہ ہے کہ گورنمنٹ جسکو سب کا فایدہ مدنظر رہنا چاہیئے یہ رہنمائی کا کام اپنے ہاتھ مین لے کیونکہ اسکے پاس وہ ذرایع ہین جو عوام کے پاس نہین ہو سکتے۔ دوسرے یہ کہ پبلک کا روپیہ اسطرح ڈوبنے سے کل ملک کا نقصان ہے اور گورنمنٹ کو جو کل ملک کی نمایندگی کرتی ہے خود اس نقصانکو

انگیر کرنا چاہیئے نہ کہ کسی خاص شخص یا اشخاص کو کیونکہ جب ملک سرسبز اور خوشحال ہوگا گورنمنٹ کی آمدنی اور اسکے ذرایع بڑھ جائینگے اور اسطرح جو روپیہ اول صرف ہوا ہے وہ بعد کی آمدنی کے بڑھنے سے نکل آئیگا۔ مگر پرائیوٹ اشخاص مین جب ایک کا نقصان ہوجاتا ہے تو دوسرے شخص کا منافع اسکی تلافی نہین کرسکتا۔ دیگر ممالک مین بھی یہ کام سرکاری طور پر ہوا ہے۔ خود انگلینڈ مین لاکھون روپیہ سرکار زراعتی اور صنعتی ترقی مین لگا رہی ہے۔ گورنمنٹ کے زیر اہتمام رنگ کے کارخانے اور کیمیائی اشیاء بنانے کے کارخانے گورنمنٹ کے روپیہ سے چلائے جارہے ہین ہمیشہ کے لئے نہین بلکہ عارضی طور پر۔ جب انہین خاطر خواہ کامیابی ہوجائیگی تو جو شخص انکو چلانا چاہین گے انکو مل جائینگے۔ ان باتونکو ملحوظ رکھکر ہندوستانی صنعت کی ترقی کے لئے گورنمنٹ کی رہنمائی ضروری ہے۔

گورنمنٹ کا صنعتی انتظام کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کا صنعتی انتظام بہتر نہین ہوتا۔ اسکا جواب مورلینڈ صاحب نہایت قابلیت سے دیتے ہین کہ اگر نا قابل سرکاری انتظام مین کامیابی ہوتی ہے تو تجربہ ضروری کامیاب کہا جاسکتا ہے کیونکہ قابل ہاتھوںمین انکی زیادہ کامیابی مین کوئی شک نہین ہوسکتا اور اگر بالفرض ناکامیابی ہوئی تو نتایج کے شایع کردینے سے یہ فایدہ ہوگا کہ ماہران کاروبار فوراً غلطیونکو پکڑ لینگے اور اسطرح سرکاری تجربہ سے فایدہ اوٹھاکر ناکامیابی کو کامیابی مین تبدیل کرنے کے قابل ہونگے۔ اس سے بڑھکر سرکاری مدد کی ضرورت اور فواید دکھلانیوالی دوسری کوئی دلیل نہین ہوسکتی ہے۔ مورلینڈ صاحب اس معاملہ مین سرکاری انتظام کی تحت مین کامیابی کی دو حیرت انگیز مثالین پیش کرتے مین ایک تو مدراس کی ایلومینیم انڈسٹری۔ دوسرے شمالی ہندوستان مین علیگڈھ کی ڈیری۔ آپ فرماتے مین کہ لارڈ مارلی صاحب آزاد تجارت کے زمانہ مین اس اصول کی بندش سے بہت سے ان آدمیون کو صدمہ پہونچا جو ملک کے صنعتی ذرایع کو کام مین لانیکی کوشش کرتے تھے۔ گویا مورلینڈ صاحب اس بارہ کا اقرار کرتے مین کہ چند قابل یورپین افسر اس بارہ مین کوشش کرتے تھے مگر سرکار نے مارلے صاحب کے زمانہ مین انکو ایسا کرنے سے روکدیا تھا اور یہ انکو بہت ناگوار گذرا تھا۔ وایسرے صاحب نے بھی مدراس مین کسی اسپیچ مین انہین خیالات کا اعادہ فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے

گورنمنٹ کی یہ کوشش تھی کہ ہندوستان میں صنعتی ترقی گورنمنٹ کی مدد سے ہونے پاسے یعنی گورنمنٹ صنعتی ترقی کی مدد میں ہاتھ نہ ڈالے مگر اب جیسا کہ وائسرائے صاحب نے فرمایا ہے پالیسی بدل گئی ہے اور گورنمنٹ ہندوستان صنعتی ترقی کے لئے ہر واجب اور ممکن طریقے سے امداد کرنے پر آمادہ ہے مگر اسکی رفتار بہت سست ہے اور اسلئے جبتک اس کام میں بہت مشغول ہو جیسا فیصلہ نہیں کر سکتی خیر نقطہ نظر میں تبدیلی اور مدد پر آمادگی بجائے خود بہت اطمینان بخش ہے بشرطیکہ جلد اسکا نتیجہ برآمد ہو۔

نظام میں تبدیلی اور صنعتی ترقی کے لئے عام اسکا جو پروگرام ہے اوسمیں آخری بات یہ ہے کہ حکومت کی مشینری کو اسطرح تبدیل کیا جائے جس سے صنعتی ترقی کی راہ میں گورنمنٹ کا قدم آگے بڑھ سکے مورلینڈ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی تبدیلی عمل میں آ چکی ہے گورنمنٹ ہند کا صیغہ تجارت و حرفت اسکی دلیل ہے۔ صوبوں میں بھی اسی قسم کے سرکاری دیپارٹمنٹ ہیں جو ہر طرح سے کام میں مدد دینے کو طیار ہیں۔ نیز گورنمنٹ سے خرچ کرنے والے محکموں کو حکم ہے کہ جہانتک ممکن ہو ملک ہی کی بنی ہوئی چیزیں خریدیں۔ ریلوے بھی اپنا محصول ملکی پیداوار کے مفید تبدیل کرنے کے مسئلہ پر توجہ مبذول کر رہی ہے۔ ان سب باتوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اب سرکاری نقطہ نظر میں کما حقہ تبدیلی ہوگئی ہے۔ سرکار کیا کر سکتی ہے یہ ٹاٹا کے لوہے کے کارخانہ کی کامیابی سے اخذ کیا جا سکتا ہے اسکے لئے گورنمنٹ نے خام پیداوار بہم پہونچانے کے لئے ریلیں بنائیں۔ اسکے لئے مشینری بہت کم کرایہ پر بہم پہونچائی۔ ایک مدت مقررہ تک اسکی طیار شدہ ریلوں کے خریدنے کا وعدہ فرمایا۔ ان رعایات سے خرچہ میں کفایت ہوئی اور طیار شدہ مال کے پڑے رہنے کا اندیشہ نہ رہا۔ اور کارخانہ کامیاب ثابت ہوا۔ مگر مورلینڈ صاحب کی رائے میں اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ چھوٹے چھوٹے کارخانوں کے لئے لوکل افسر انسے جنکی طاقت محدود ہے مراعات ملنے سے ویسی ہی کامیابی ہو سکتی ہے۔ تاہم اگر گورنمنٹ صنعتوں کے لئے خام مال کی آمد و رفت کے کرایہ میں تخفیف کر دے اور چند دیگر مراعات دیدے جیسے زمین بلا کرایہ یا پانی مفت یا نمک اور دیگر اشیا خاص صنعتوں کے لئے کم قیمت پر اور اس کے ساتھ ہی طیار شدہ مال کا ایک حصہ خود خریدے (اگر وہ مال اوسکے مختلف صیغوں میں صرف ہوتا ہے)

تو بلا شبہ کہ صنعتی ترقی کی رفتار بہت تیز ہو جاے - مگر اس نتیجہ پر پہونچنے کے لئے صرف گورنمنٹ کی امداد اور رعایات کافی نہین ہین - عوام کو اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دل و جان سے حصہ لینا ہوگا اور ہر طرح سے کوشش کرنا ہوگی - عوام کو بھی ولایتی چیزون پر دیسی چیزونکو ترجیح دینا ہوگی - سودیشی کا سبق پھر سے پڑہنا ہوگا - اور اس تحریک کو پالٹیکس سے علحدہ رکھنا ہوگا -

صنعتونکی حفاظت } مگر صنعتی ترقی کے لئے عوام کی راے مین سب سے ہر دلعزیز طریقہ ہے کہ نئی ہونہار صنعتونکے مقابلہ سے حفاظت کیجاے - اور در آمد شدہ چیزون پر اتنا محصول لگایا جاے کہ اونکی قیمتین ملک کی بنی ہوئی اشیا سے زیادہ ہی پڑین - اس طریقہ کی بابتہ مسٹر رلینڈ نے کوئی راے ظاہر نہین کی آپکا خیال ہے کہ آخری نتیجہ در آمد شدہ اشیا پر محصول بڑہانیکا ممکن ہے اوتنا اہم نہو جتنا کہ اوسکے سرگرم طرفدار خیال کرتے ہین گو کہ اسکا فوری نتیجہ یہ ضرور ہوگا کہ صنعتونکو چلانے اور ترقی کا جتنا حوصلہ اس ترکیب سے پیدا ہوگا اوتنا اور کسی ترکیب سے نہین - آپنے اس نقطۂ خیال کی وضاحت نہین کی ہے - مگر میرا خیال ہے کہ تجارت کو محفوظ کرنے سے دو باتین پیدا ہوتی ہین اول تو نرخ اشیا بڑھ جائیگا - دوم صنعتون کی طرف میلان پیدا ہوگا - اب نرخ کی گرانی فوری نتیجہ ہے - یہ عارضی بھی ہوگا کیونکہ صنعتونکی ترقی ہو جائیگی تو صرفہ کم ہوگا اور نرخ کا گھٹنا ضروری ہے جیسا کہ امریکہ مین ہوا - ممکن ہے کہ یہان یہ نتیجہ دیر مین ظہور پذیر ہو کیونکہ ہمکو بہت کچھ کرنا ہے - ملک مین ترقی کی وجہ سے مقابلہ ہوگا اور جو سستا بناکر فروخت کرسکیگا اوسیکا کاروبار زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہوگا - اسلئے مقابلہ کی وجہ سے ہر وقت کفایت کا خیال ہوگا اور کچھ عرصہ کے بعد اسکا نتیجہ سواے اسکے کچھ نہین ہوسکتا کہ اشیا کو طیار کرنیکا صرفہ کم پڑے - مقابلہ قیمت کو گھٹا دیگا اور وہ اسطرح کہ پہلے اونکو بہت منافع ہوگا جو کم خرچہ پر مال طیار کرسکتے ہین - اونکے زیادہ منافع کو دیکھکر اور لوگ اونہین طریقون پر کام کرنا شروع کر دینگے اور جون جون زیادہ آدمی اسطرف آئینگے اور زیادہ سرمایہ لگایا جاویگا اور مقابلہ کی وجہ سے قیمت کا نرخ کم ہوتا جاویگا - اور جب یہ ہو چکیگا تو صنعتین اس قابل ہو جائینگی کہ اپنے پیر پر آپ کھڑی ہوسکین - اسوقت در آمدہ شدہ اشیا پر محصول کم ہوسکتا ہے - واقعی انپر رفتہ رفتہ محصول کم

گیا جا سکتا ہے۔ ایک بات ہم اور ہونا ممکن خیال کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جب ہندوستان مین غیر ممالک کی اشیا پر یہ بندش ہو گی تو ممکن ہے کہ وہ اپنے یہان سے مشینری بھیجنا کم کر دین یا اوسکی قیمت اتنی بڑھا دین کہ ہم صنعتین جسمین کہ مشینون کی ضرورت ہوتی ہے نہ چلا سکین۔ ایسی حالت مین سوا اسکے اور کوئی چارہ نہین کہ مشینونکو ملک مین طیار کرنیکا بندوبست کیا جاے۔ ہم دیکھتے ہین کہ لڑائی کے پیشتر ہندوستان سے تخم پر جہازی کرایہ کم تھا بہ نسبت تیل کے جو اوس سے نکالا جاے یعنی تخم بھیجنے والونکو تیل برآمد کرنے والونسے زیادہ منافع ہوتا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بیج یہانسے جانے لگے اور ہندوستان مین تیل نکالنے کی صنعت کو ترقی نہین ہو سکی۔ یہ طریقہ ہے جس سے دوسرے ممالک اپنی صنعتون کی حفاظت کرتے اور دوسرونکی صنعتونکو نقصان پہونچاتے ہین۔ ہندوستانی گورنمنٹ کو چاہئے تھا کہ اسکا جواب یون دیتی کہ جتنی نسبتاً کرایہ مین کمی ہوتی اوتنا ہی تخم کی برآمد پر محصول لگا دیتی بلکہ اوس سے زیادہ تاکہ دوسرے ممالک مین جا کر اوسکا تیل ہندوستانی بنے ہوے تیل سے مہنگا پڑتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہندوستانی تیل نکالنے کی صنعت کب کی ترقی کر چکی ہوتی۔ ہندوستان کی صنعتی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہانسے خام اشیا کی برآمد پر محصول ہو اور طیار شدہ مال کی درآمد پر تب نتیجہ حسب دلخواہ نکل سکتا ہے۔ سرکار کو تخم کی برآمد پر۔ خام جوٹ کی برآمد پر۔ خام ربڑ کی برآمد پر۔ ہڈیون اور کھالونکی برآمد پر اور اسیطرح دیگر ایسی اشیا کی برآمد پر جو دیگر ممالک مین جا کر دوسری صورتین اختیار کرتی ہین کافی محصول لگانا ہوگا۔ اسی طرح روئی کی برآمد پر دھاتونکی برآمد پر کرنا ہوگا۔ اس سے انکی برآمد کم ہو گی اور ملک مین صنعتین ترقی کرینگی۔ اس ترکیب سے سرکار کے محاصل مین کافی ترقی ہو گی۔ یہ یا تو صنعتی ترقی مین لگائی جا سکتی ہے اور نئی نئی صنعتونکو اس سے مدد دیجا سکتی ہے یا اس سے ہوم چارجز کا بل کم کیا جا سکتا ہے۔ یا یہ اس طور پر خرچ کیجا سکتی ہے کہ ہندوستانی طیار شدہ مال کو دیگر بازارون مین فروخت کرنے مین مدد ملے۔ اس سے صنعتی ترقی کو نا راست مگر واقعی مدد ملیگی۔

دستی صنعتین کہ ہندوستان مین اتنے مختلف طریقونسے اور اتنی زیادہ سرکاری مدد مانگا جانا مورلینڈ صاحب فرماتے ہین اس بات کی دلیل ہے کہ صنعتی ترقی مین کتنی زبردست دشواریان حایل ہین اور کہانتک

دقتین باشندگان کا زراعت پر انحصار کرنے مین تبدیلی کرنے پر سامنے آئی ہین۔ ان مشکلات کو دیکھکر اکثر اصحاب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ شاید ضروری مسئلہ کا حل اس بات مین ہے کہ ملک کی قدیم ہاتھہ کی صنعتونکو ترقی دیجاے۔ ناظرین مین سے بہت سے مورلینڈ صاحب کی اس راے سے متفق ہونگے کہ اسکے امکان کا دایرہ بہت محدود ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایسی دستکاریونکے واسطے ترقی کی امید ضرور ہے جو نفیس اور اعلی چیزین طیار کرتی ہین مگر کل مین یہ ایک جز ہین۔ اس سے یہ یقین کر لینا کہ عام طور پر انہین طریقونسے پیداوار کا زیادہ حصہ طیار ہوسکے مشکل ہے کیونکہ ان طریقونکو باقی تمام دنیانے خیرباد کہہ دیا ہے۔ مگر ہم اپنے صنعتی انتظام کو بہتر بناکر بہت سی دستکاریونکو ترقی دیسکتے ہین اور دیگر بہت سے دستکاریونکو بے ثبوت مرنے سے بچا سکتے ہین۔

مفلسی کے مسئلہ کا حل کہ آخرین مورلینڈ صاحب ہندوستانکی مفلسی کے مسئلہ کا حل یون پیش کرتے ہین جس سے سب کو اتفاق ہوگا۔ کہ ہندوستانی جتنے انسانی اور امکانی اور مادی ذرایع ہین ان سبکا پورا پورا استعمال کیا جاوے اور انسے جہانتک ممکن ہو استفادہ اوٹھایا جائے۔ آپکی رائے مین راہ راست یہ ہوگی کہ اس معاملہ مین تمام دنیائے صنعتی انتظام کے نتایج سے جو سبق اخذ کیے جاسکتے ہین انسے فایدہ اوٹھایا جاوے۔ باشندگان کی آمدنی بڑہانے کے لیے دستکاریان یا بڑے کارخانے دونون برابر ضروری ہین اور پہلے ہی سے یہ نہین کہا جاسکتا کہ ان دونون کی کیا حدود ہونا چاہئے۔

اقبال بہادر سکسینہ

ارجُن پر حوران بہشتی کا حملہ

چھٹی صدی عیسوی مین ہندوستان مین بھاروی نامی ایک زبردست شاعر گذرا ہے جسکی اکلوتی نظم کرات ارجنی اُسکو زندہ جاوید بنانے کو کافی سے بھی زیادہ ہے اُس نظم مین اُس نے کمال شاعری دکھایا ہے لفظ لفظ پر دل غش غش کرجاتا ہے - کہ خدا جانے اُس کے دماغ مین کتنی وسعت تھی - نظم کا ترجمہ نظم ہی مین خوب ہوتا ہے - دل چاہتا ضرور ہوا مگر کیا کیا جاوے اتنی اوقات نہین کہ اُسکو لکھنے اور شائع کرانے مین چار پانچ سو روپیہ کی اور زیرباری اُٹھاؤن - خیر اگر منظور خدا ہے تو کبھی نہ کبھی اُسکے کلام سے اُردو دان حضرات کا تعارف کرا دونگا فی الحال چند سطرین نثر ہی مین لکھکر پیش کرتا ہون - جو خالی از دلچسپی نہ ہونگی

اس قصہ کو سمجھنے کے لئے یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت درجودہن نے راجہ یدھشٹر وغیرہ کو قماربازی کی ادباہ بازی سے شکست دیکر اُنکو بارہ سال جنگل مین ظاہر اور ایک سال پوشیدہ رہنے کے عہد و پیمان مین باندہ دیا - اور یہ پانچون بھائی - یعنی یدھشٹر بھیم سین - ارجن - نکل - سہدیو معہ دروپتی کے جنگل مین جاکر اوقات گذاری کرنیلگے اُسوقت اُنکی حالت زار پر رحم کھاکر بیاس جی اُنکے پاس گئے اور ارجن کو سری مہادیوجی اور راجہ اندر کو خوش کرکے کمال حاصل کرنے کی نصیحت کی - ارجن تنہا وہان سے ہمالیہ کے اندرکیل نامی جو چوٹی ہے اُسپر ریاضت کرکے مہادیوجی کو اور اندر کو خوش کرنے کو گیا - راجہ اندر نے ارجن کا امتحان لینے کی غرض سے اپسراؤن کو اُسکو اپنے دام تزویر مین پھنسانے کو روانہ کیا -

اُنہون نے اندرکیل پربت پر پہونچکر کیا کیا کیا وہ بھاروی کی زبانی سنئے -

ارجن کو لُبھانے کے لئے اُنہون نے جائے قیام سے کوچ کیا - فطرتاً وہ حد درجہ حسین

تھین۔ اُنکے ناز و انداز بھی بیحد دلکش تھے۔ گذشتہ شب کے لُطف وصل سے اُنکا حسن اور دوبالا ہوگیا تھا۔ اُنکے عضو عضو سے خوبصورتی اور آب و تاب نمایان تھی۔ زیورات نقش و نگار قشقہ۔ کاجل۔ غازہ وغیرہ سے خوبصورتی بڑھتی ہے مگر اُن اپسراؤن کے عضو اس درجہ خوبصورت اور خوشنما تھے کہ اُن سے اُلٹے اُنکے زیورات وغیرہ کو خوبصورتی حاصل ہوئی۔

ناز و انداز کی فوج ہمراہ لیکر اُن بیحد حسین حورون نے اندرکیل پہاڑ کی جسپر ارجن ریاضت کر رہا تھا۔ راہ لی۔ اُنکے دلون مین تو یہی آئی کہ پرواز کرکے آسمان کی راہ سے چلین مگر وہان اُڑنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ارجن کی جائے ریاضت نہایت قریب تھی۔ اسلئے اُنہون نے اپنے قدم جلد جلد اُٹھانا شروع کیا۔ لیکن جلد چلنا اُنکے امکان سے باہر تھا۔ وہ اس درجہ نازک تھین کہ پھولون کا گہنا بھی اُنکو ایک بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ کوشش کرنے پر بھی اُن کے قدم جلد نہ اُٹھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ زمین اُنکے تلوؤن کا بوسہ لینے کیغرض سے اُن کو چپکا لیتی ہے۔

اُن حسینون کے پاؤن مین مہاور لگا ہوا تھا اور چونکہ چلتے وقت تازہ لگایا گیا تھا اور ابھی اچھی طرح سوکھنے بھی نہ پایا تھا۔ اسلئے ہری ہری گھاس پر چلنے سے اُسکی بوندین ٹپک رہی تھین جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا مخملی سبزہ پر بیر بہوٹیان بکھری ہوئی ہین۔

اُن زہرہ جبینون کی کمر مین کردھنی اور پاؤن مین پازیب تھین جنکی جھنکار کی صدائے بازگشت سے سارا پہاڑ گونج رہا تھا۔ ہنس اور سارس بھی ان کی آواز کو سُنکر بول اُٹھے اور اُنھین یہ محسوس ہوا کہ جنگل مین ہنس اور سارس ہی بول رہے ہین۔

چند قدم چلکر ان حوروشون نے دیکھا کہ شیر اور ہرن ساتھ ساتھ چہل قدمی کر رہے ہین جا بجا پھول اور پھل توڑنے کے نشان نظر آئے۔ توڑتے وقت جو پھول اور پھل زمین پر گر پڑے ہین وہ اُسی جگہ پڑے ہین۔ جنگل کی یہ حالت دیکھکر اُنکا دل خود بخود خوف زدہ اور بیچین ہوگیا۔ جسکی وجہ سے اُنہون نے محسوس کیا کہ ارجن کی کٹی کہین نزدیک ہی ہے۔ یہ قیاس غلط نہ تھا۔ کیونکہ وہ ارجن کی قیام گاہ کی حدود کے اندر تھین۔ وہان پر پہونچتے ہی اُنکی

خوبصورتی کافور ہوگئی - گویا اُس مقدس سرزمین نے اُن کے حسن کو جذب کر لیا ریاضت کے ساتھ کیا غیر ممکن ہے۔

چند قدم اور چلکر گنگا جی کی صاف و شفاف بالو پر ارجن کے نقش پا نظر آئے - پاؤن کے نقش و نگار نے اُنکو متحیر کر دیا - اور چند لمحہ تک وہ محوِ حیرت ہوکر بت بنی کھڑی رہگئین - آگے چلکر اُنہون نے دیکھا کہ بہ نسبت اور مقامات کے وہ مقام خاص طور پر سرسبز نظر آرہا ہے۔ جو پھل یا پھول توڑا گیا ہے اُسکی جگہ دوسرا فوراً ہی پیدا ہوگیا ہے - یہ ارجن کی ریاضت کا پھل تھا - موسم گویا - خود بخود ارجن کا غلام بن رہا تھا - ادہر موسم کے پھول پھل ڈالیون پر لد رہے تھے - اس سے اُن حورون نے قیاس کیا کہ ارجن کی ریاضت بہت بڑھی چڑھی ہوئی ہے -

اشوک سے اُن حورون کو قدرتی محبت تھی مگر اُس جنگل مین ایک اشوک دیکھ کر جسپر ارجن کے بالکل (پوشیدنی کپڑے) سوکھ رہے تھے - اُنکا اشتیاق بیحد بڑھ گیا - چونکہ بلکل کے بار سے ڈالیان جھک رہی تھین اور اسکے ملایم ملایم پتے دب رہے تھے یہ دیکھکر ان حسینون نے کہا مرحبا - صد آفرین - بزرگون کی خدمت ہی سے عظمت نصیب ہوتی ہے - یہ نہ خیال کیجئیگا کہ خدام کی عظمت کیا - سچ تو یون ہے کہ بزرگون کے خادم بھی قابل تحسین ہوتے ہین اور بزرگون کی خدمت بھی خوش نصیبی سے ہاتھ آتی ہے -

آگے بڑھکر اُنہون نے دیکھا کہ ارجن آسن پر پالتھی مارے بے حس و حرکت بیٹھے ہین حالانکہ ریاضت کی مشقت کی وجہ سے وہ دُبلے ہورہے ہین مگر عضو عضو سے نور برس رہا تھا - اُنکا سارا بدن نورانی تھا - ہتھیار اُنکے پاس تھے - جسکی وجہ سے وہ اور بھی طاقتور نظر آرہے تھے - اُنکی شاندار اور متین چہرہ دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ بشسٹ جی کا بنایا ہوا اتھر وید ارجن کی شکل اختیار کرکے اسپر جلوہ افروز ہے - کیونکہ اُس وید مین جلوہ فروزی بھی ہے اور متانت بھی بھی - جسطرح ماہتاب کی شعاعون سے آسمان جگمگا اُٹھتا ہے اُسیطرح ارجن کے نورانی چہرہ کی شعاعین اندرکیل پہاڑ کو جگمگا رہی تھین - ارجن کا مقام ٹھیک گنگا جی کے کنارہ تھا -

کنارہ دکھا تھا۔ ارجن کے سر پر پیلی پیلی جٹائین لہرا رہی تھین۔ گمان ہوتا تھا کہ گویا اگنی دیوتا کچھ حاصل کرنے کو اُس پر بیٹھا ہوا ہے۔ ارجن کی پیلی پیلی جٹا مین آگ کے شعلون کی طرح جگمگا رہی تھین۔ جسطرح اُنکا چہرہ نورانی تھا اُسیطرح اُنکی ریاضت بھی نورانی تھی جس سے گمان غالب تھا کہ نظام بھی نورانی ہوگا۔ ارجن کی صورت دیکھکر اُن حورون نے اپنے اپنے دلومین کہا اس نورانی صورت پر اس جہان مین کونسی ایسی شے ہے جو قربان ہونے کو تیار نہین پھر ریاضت سے فائدہ؟ گئی تھین ارجن کو فریفتہ کرنے مگر خود ہی ارجن کی صورت پر فریفتہ ہوگئین۔ نتیجہ اُلٹا ہی نظر پڑا۔

الغرض اُن شاہد وان نے اپنے سازندون کو حکم دیا کہ وہ گویا اپنا کام شروع کردین اس حکم کی فوری تعمیل کی گئی۔ مردنگ اور ستار کی آواز آسمان تک گونجنے لگی۔ اور جنگل مین چھون رُتین آکر موجود ہوگئین۔ جس موسم کا باجا بجایا گیا اُسی موسم نے اپنا جلوہ دکھا دیا۔ پہلے برسات کی کرامائین ملاحظہ کیجئے۔

آسمان پر پانی سے بھرے ہوئے بادل چھاگئے۔ بجلی رہ رہ کر چمکنے لگی۔ رعد کی گرج چارون طرف سُنائی پڑنے لگی بارش کا یہ سازو سامان دیکھکر پر غرور شاہدون کا غرور جاتا رہا اُنکے ناز و انداز دو چند ہوگئے۔ ارجن کی بھون مین ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہوگئی۔ مالتی کی بیلون مین پھولون کے گچھے لہلہانے لگے۔ موسلا دھار بارش ہونے لگی جسکی وجہ سے گرد و غبار دب گیا۔ گرمی کی جگہ سردی نے لیلی۔ ارجن نامی درخت کی کھلنے والی کلیون کی خوشبو ہوا کے ساتھ اُڑنے لگی۔ جسکی خوشبو سے جاندارون مین ایک قسم کی محویت طاری ہوگئی۔ اُنکے ہوش و حواس جاتے رہے دل بیقرار ہوگیا۔ اُن مین ایک قسم کا نیاپن ظاہر ہوگیا۔ سب کے دلون مین نئی اُمنگین پیدا ہوگئین۔ پیلے جامن کھانے سے کوئلون نے نیا راگ الاپنا شروع کیا۔ اُنکی خوشگوار اور رسیلی تانین سُنکر دل خوش ہوگیا۔ اور وہ خود بھی بے خود ہوکر جوش مستی دکھانے لگین۔ نسیم کدم کے پھولون کی خوشبو اپنے آغوش مین لیکر پھرنے لگی اور مست موروں کی آواز نے دلون کو ہلا دیا۔

مگر ارجن حسب معمول اپنے آسن پر بیٹھے رہے۔ انہوں نے حس و حرکت نہ کی۔ انکا دل نہ ہلا اور ونکی طرح مستی اُن پر غلبہ نہ کر سکی۔ وہ معمولی ولی نہ تھے وہ مہاتما تھے۔ مہاتما کا آسن ڈگانا آسان نہیں۔

ذرا سی ہی دیر میں برسات کے ساتھ ہی شرد رت نے بھی اپنا جلوہ دکھایا۔ جنگل میں شرد رت نوعروس بنکر آ موجود ہوئی۔ نیلوفر کی کلیوں کی سفید ساری ولکدن کے کنگن پہنے۔ اور بان کے پھول ہاتھوں میں لیکر ایک الوہی شرابی لیکر شرد رت اٹکھیلیاں کرتی ہوئی آ پہونچی۔ برسات نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ گویا اُس نوعروس کے ساتھ شادی کی۔ ہنسوں کی آواز کا شرد رت موروں کی آواز سے شہ میں ملکر ایک عجیب آواز پیدا ہو گئی۔ کدم کے کدم درختوں کے پھول تالاب میں پھولے ہوئے کمل کے پھولوں میں ملکر ایک عجیب قسم کا گلدستہ بن گئے۔ کیونکہ وہ ہوشیاروں کی ملاقات سے انکی کمالات میں ترقی ہی ہوتی ہے۔ شہد کی ہوس میں بھونرے کیتکی کے پھولوں پر بیٹھکر رس چوسنے لگے۔ کیتکی میں خود ہی خوشبو زیادہ ہوتی ہے کدم کے پھولوں نے اُس میں اور زیادتی کر دی۔ کدم کے پھول گر گر کر کیتکی کے پھولوں کا بوسہ لینے لگے جسکی وجہ سے بھونرے گھبرا کر اڑ گئے۔ اور اُڑکر نیلی ٹھنیوں والے پریک نامی درخت کے پھولوں پر جا بیٹھے اور رس چوسنے لگے۔ درخت کی ڈالیاں خود ہی نیلی تھین۔ پھول بھی نیلے نظر آنے لگے۔ گویا بالکل ہی سیاہ ہو گئے۔

سبزہ زار پر پڑے ہوئے بڑے بڑے شبنم کے قطرہ اور بیر بہوٹیاں عجب دلکش منظر پیش کر رہی تھین۔ جس سے کھلے ہوئے دوپہریا کے پھول بیوقت نظر آرہے تھے۔ اور پلاش کے سُرخ سُرخ پھولوں کی برابری کر رہے تھے اُن (بیر بہوٹیوں) کو ایک جگہ پر اکٹھا ہوتے دیکھکر گمان ہو رہا تھا کہ بہت سے ٹیسو کے پھولوں کے گچھے ایک جگہ پر رکھے ہوئے ہین ٹیسو حالانکہ موسم بہار میں کھلتا ہے لیکن چونکہ ساری رُتین اُسوقت یکجا موجود تھین اسلئے وہ بھی کھل اُٹھا۔

شِشرُرت کے ساتھ ہی ساتھ ششِرُرت نے بھی جلوہ دکھایا۔ اس رُت مین صحرا کی جو شان نظر آتی ہے وہ تو نظر ہی آنے لگی مگر اسکے علاوہ بھی اور شان پیدا ہو گئی کُند کے پھول کھِل اُٹھے۔ پرینگو کی بیل مین کلیون کے گچھے نمایان ہوئے۔ نکہت بیز نسیم چلنے لگی۔ لودہ کے پھول کھِل کھِل اپنی مست کی خوشبو سے دلون کو ہلانے لگے۔ مگر دلون کی اتنی تاثیر سے بھی ارجُن کو حرکت نہ ہوئی۔ اُنکا دِل پہلے ہی کیطرح بےحس ہا۔ اُس مین کسی قسم کی شوخی نہ پیدا ہو سکی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین۔ فتح کی خواہش رکھنے والے بزرگون کے دِل کسی طرح بھی شکست نہین پاتے۔

چونکہ ششِرُرت موسم بہار کا پیش خیمہ ہے اسلئے بسنت کی تاثیرین بھی ظاہر ہونے لگین۔ اور بسنت چونکہ سب دلون کا راجہ ہے اسلئے مہاراج کام دیو کی اسپر خاص عنایت ہے اور بسنت اُنکی معاون و مددگار بھی ہے۔ اسلئے آمون مین بور آ گئے۔ نرگد ی کے پھول جا بجا کھِل پڑے بسنت رُت آمون کی ملائم کونپل کی چھڑی ہاتھ مین لئے ہوئے اور بھونرون کی مست گن آواز کی پازیب زیب کرکے اندر کبل پہاڑ کے باغون مین جلوہ نما ہوئی۔ پہلے پہل کمل کھِل کھلا اُٹھے اور سارے گلزار اور سارا بہار بسنتی ہو گیا اُن حور وشون نے دیکھا کہ اشوک کی ڈالیون پر مہاراج کام دیو تیر کمان ہاتھون مین لئے بیٹھے ہوئے ہین۔ کُرد ک کی کلیان نوعروس کیطرح ہنس رہی ہین اور بھگوان کام دیو اُسکو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہین۔ نیلوفر کی کلیو نپر بھونرے نہایت خوشنما نظر آتے تھے۔ اور نسیم سحری کے جھونکون سے شوخ ہو رہے تھے۔ اور اُڑ اُڑ کر کمل کے پھولونپر بیٹھے تھے۔ اور اُنکا رس کیا چوستے تھے گویا لب لعلین کا بوسہ لے رہے تھے اور ہوا کے جھونکے کمل کی شاخون کو ہلا رہے تھے۔ گویا وہ شرم کے مارے اپنا مُنہہ چھپا رہی تھین۔ غرضکہ بسنت رُت پورے جوش وخروش سے آئی تھی۔ بسنت کو آپ معمولی نہ سمجھین تینون لوک مین کون ہے جو بسنت سے شکست نہ کھائے مگر ارجن پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اور

اتنے بڑے شہزور بسنت کو بھی ارجن سے نیچا دیکھنا پڑا۔ یہ حالت دیکھ کر گریشم رُت بھی آپہونچی اور کوڑیالو نکا کو کھلا کھلا کر گویا بسنت کا مذاق اُڑانے لگی گویا یوں کہنے لگی کہ واہ سکھی واہ اپنے ہمعصر موسموں کی طرح تو نے بھی اس پنشولی کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ واہ واہ مرحبا۔ سارا زمانہ تجھکو کیا کہیگا۔ خوب میدان مارا۔

فوج چاہے جتنی طاقتور ہو مگر آپس کی پھوٹ سے وہ کبھی فتحیاب نہیں ہو سکتی۔ اُن حوروں کیلئے یہی چھوں رتیں گویا فوج تھیں۔ ایک ایک رُت ہی گویا انسان کے دلپر قبضہ کرنے کو کافی تھی۔ لیکن آپس میں پھوٹ ہونے کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔ اُنہوں نے پوری پوری کوشش کی۔ حتی الامکان زور لگایا مگر ارجن کا دل نہ ہلا۔ کہاں تو حوریں ارجن کا دل لبھانے آئیں تھیں کہاں خود ہی محو حیرت بن گئیں۔ اُلٹے اُنہیں گلے پڑیں اُن کے دل مچل گئے۔ وہ خود ہی کام دیو مہاراج کا شکار بن گئیں۔ کہاں وہ ارجن کو لبھانے گئی تھیں کہاں ارجن کو دیکھکر خود ہی ارجن پر عاشق ہو گئیں۔ وغیرہ وغیرہ

نمونہ کے طور پر اسیقدر کافی ہے۔ بہارولی حالانکہ اس واقعہ کے ساڑھے تین ہزار برس بعد پیدا ہوا تھا مگر انداز بیان چشم دید واقعات کا لُطف پیدا کر رہا ہے۔ ناظرین عالی نظر سے بھی گذارش ہے کہ آپ پنڈت مہاویر جی صاحب دو بیدی اڈیٹر سرسوتی کا شکریہ ادا کرنا نہ بھولیں جنکے ترجمہ کی امداد سے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

پرتھو پال مصر

سورج۔ چاند۔ ستارے۔ سمندر۔ پہاڑ۔ میدان کیا یہ اے میری روح اس بادشاہ حقیقی کا ظہور نہیں ہے عاقل کہتے ہیں۔ کہ خدا ہی قانون ہے۔ پس اے میری روح! خوش ہو۔ کیونکہ اگر وہ قانون ہے گرجتا ہے تو گرج ہی اُسکی آواز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قانون ہی خدا ہے۔ بیوقوف کہتے ہیں۔ کہ خدا نہیں ہے۔ لیکن ہمیں ویسا ہی نظر آتا ہے۔ کہ جیسے ایک سیدھی لکڑی پانی میں مڑی ہوئی نظر آتی ہے۔　(ٹینسن)

فتح

(۱)

شہزادہ مسرور کی شادی ملکۂ مخمور سے ہوئی اور دونون آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مسرور گلے چراتا، کھیت جوتتا، مخمور کھانا پکاتی اور چرخہ چلاتی۔ دونون تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے مچھلیون کا تیرنا دیکھتے، لہرون سے کھیلتے۔ باغچہ مین جاکر چڑیون کے چہچہے سنتے اور پھولون کے ہار بناتے۔ نہ کوئی فکر تھی نہ کوئی کاوش۔

لیکن بہت دن نہ گذرنے پائے تھے کہ اُنکی زندگی مین ایک تغیّر نمودار ہوا۔ اراکین دربار مین بوالہوس خان نام کا ایک فتنہ انگیز شخص تھا۔ شاہ مسرور نے اُسے نظر بند کر رکھا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ ملکۂ مخمور کے مزاج مین اتنا دخیل ہوگیا کہ ملکہ اسکے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتی۔ اُسنے ملکہ کے لئے ایک ہوائی جہاز بنایا جو محض اشارہ سے چلتا تھا۔ ایک سکنڈ مین ہزارون میل اُڑ جاتا اور ایک دقیقہ مین عالم بالا کی خبر لاتا۔ ملکہ اس جہاز پر بیٹھکر یورپ اور امریکہ کی سیر کرتی۔ بوالہوس اُس سے کہتا توسیع سلطنت بادشاہون کا اوّلین فرض ہے۔ اُس دُنیا بسیط پر قبضہ کیجئے، تجارت کے وسائل بڑھائیے، معدنی دولت نکالئے، فوجین مرتب کیجئے، اُنکے لئے اسلحہ اور حرب کے سامان فراہم کیجئے۔ دُنیا حوصلہ مندون کے لئے ہے، اُنہین کے کارنامے، اُنہین کے فتوحات یادگار رہتے ہیں۔ ملکہ اُسکی باتون کو ہمہ تن گوش ہوکر سنتی۔ اُسکے دل مین حوصلہ کا جوش اُمڈنے لگتا۔ یہانتک کہ اپنی سادہ پُرقناعت زندگی اُسے روکھی پھیکی معلوم ہونے لگی۔

مگر شاہ مسعود قناعت کا پُتلا تھا۔ اُسکی زندگی کے وہ مبارک لمحے ہوتے تھے جب وہ کُنج تنہائی میں خاموش، مستغرق، ہوکر کائنات ہوا اُسکے اسباب پر غور کرتا اور اسکی وسعت بیکران اور کرشمہ گوناگون دیکھکر فرط احترام سے چیخ اُٹھتا "آہ! میری ہستی کتنی ناچیز ہے"۔ اُسے فلک کے منصوبے

اور حوصلے سے مطلق دلچسپی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محبت اور اخلاص کی جگہ بدگمانیاں پیدا ہوئیں اور ملک میں فرقہ بندیاں ہونے لگیں۔ زندگی کا اطمینان رخصت ہوگیا۔ مسرور ان کلفتوں کا متحمل نہ ہوسکا جو اُسکے تہذیب مین مزاحم ہوتی تھیں۔ وہ ایک دن اُٹھا اور سلطنت ملکہ کے سپرد کرکے ایک کوہستانی علاقہ میں جا چھپا۔ سارا دربار نئی اُمنگوں سے متوالا ہورہا تھا، کسی نے بادشاہ کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ مہینوں، برسوں ہوگئے کسی کو اُنکی خبر نہ ملی۔

(۲)

ملکہ مخمور نے ایک بڑی فوج آراستہ کی اور بوالہوس خان کو مہمات پر روانہ کیا۔ اُسنے علاقے پر علاقے، اور ملک پر ملک جیتنے شروع کئے۔ سیم وزر اور لعل وجواہر کے انبار ہوائی جہازون پر لدکر دار الخلافہ کو آنے لگے۔

لیکن حیرت کا مقام یہ تھا کہ ان روزافزون ترقیون سے ملک کے اندرونی معاملات مین شورش ہونے لگی۔ وہ صوبے جو ابتک تابع فرمان تھے علم بغاوت بلند کرنے لگے۔ کرن سنگھ بوندیلہ ایک فوج لیکر چڑھ آیا۔ مگر عجیب فوج تھی۔ نہ کوئی سامان حرب، نہ اسلحے، نہ توپین، سپاہیون کے ہاتھون مین بندوق اور سنان، تیر وتفنگ کے بجاے بربط وطنبور، سارنگیان، بیلے، ستار اور طاؤس تھے۔ توپون کی گھن گرج صداؤن کے بدلے طبلے اور مردنگ کی گمک تھی۔ بم گولون کی جگہ جل ترنگ، آرگن اور آرکسٹرا تھا۔ ملکہ مخمور نے سمجھا آن کی آن مین اس فوج کو پریشان کرتی ہون، لیکن جون ہی اُسکی فوج کرن سنگھ کے مقابلہ مین روانہ ہوئی، دلاویز، روح پرور صداؤن کا وہ سیلاب آیا، شیرین خوشگوار نغمون کی وہ بوچھار، اور خوشنوائیون کی وہ یورش ہوئی کہ ملکہ کی سپاہ پتھر کی مورتون کی طرح دم بخود کھڑی رہ گئی۔ ایک لمحہ مین سپاہیون کی آنکھین مسرور ہوگئین انہین ایک نشہ سا آیا، تالیان بجا بجا کر ناچنے لگے، سر ہلا ہلا کر اُچھلنے اور تب سب کے سب لاش بیجان کی طرح گر پڑے۔ اور محض سپاہی ہی نہین، دار الخلافہ مین بھی جسکے کانون مین یہ صدائیں گئیں وہ بیہوش ہوگیا، سارے شہر مین کوئی زندہ انسان نظر نہ آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنگین مورتونکا طلسمات

ہے۔ ملکہ اپنے جہاز پر بیٹھی یہ کرشمہ دیکھ رہی تھی۔ اسنے جہاز نیچے اُتارا کہ دیکھوں کیا ماجرا ہے۔ پران آوازوں کے کان مین پہونچتے ہی اُسکی بھی وہی کیفیت ہوگئی۔ وہ ہوائی جہاز پر ناچنے لگی اور بیہوش ہوکر گر پڑی۔ جب کرن سنگھ قصر شاہی کے قریب جا پہونچا اور نغمے بند ہوگئے تو ملکہ کی آنکھیں کُھلیں۔ جیسے کسی کا نشہ ٹوٹ جاے۔ اسنے کہا "مَیں وہی نغمے سنونگی، وہی راگ، وہی الاپ، وہ لُبھانے والے گیت۔ ہاے وہ آوازیں کہاں گئیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میرا راج جائے، پاٹ جائے مَیں وہی راگ سنونگی"۔

سپاہیوں کا نشہ بھی ٹوٹا۔ اُنھوں نے ہم آہنگ ہوکر کہا "ہم وہی گیت سُنین گے، وہی پیارے پیارے دلکش راگ، بلا سے ہم گرفتار ہونگے، غلامی کی بیڑیاں پہنین گے، آزادی سے ہاتھ دھوئیں گے، پر وہی راگ، وہی ترانے، وہی تانیں، وہی زمزمے"۔

(۳)

صوبہ دار لوچن داس کو جب کرن سنگھ کی ظفریابی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی آمادۂ سرکشی ہوا۔ اپنی فوج لیکر دارالخلافہ پر چڑھ دوڑا۔ ملکہ نے ابکی جان توڑ مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ سپاہیون کو خوب للکارا، اور اُنھیں لوچن داس کے مقابلہ مین آراستہ کیا۔ مگر واہ ری حملہ آور فوج! وہ کہین سوار نہ پیادے، نہ توپ، نہ بندوق، نہ سامان حرب و ضرب۔ سپاہیون کی جگہ رقاصان دلنواز کے طایفے تھے اور تھیٹر کے ایکٹر۔ سوارون کی جگہ بھانڈون اور بہروپیون کے غول، مورچون کی جگہ تیترون اور بیٹرون کے جوڑ چھوٹے ہوئے تھے۔ بندوق وسنان کی جگہ سرکس اور بائیسکوپ کے خیمے ایستادہ تھے۔ کہین لعل و جواہر اپنی آب و تاب دکھا رہے تھے۔ ایک طرف انواع واقسام کے چرند و پرند کی نمایش کھلی ہوئی تھی۔ میدان کے ایک حصہ مین صفحۂ گیتی کے عجائبات۔ آبشار و برفستانی چوٹیاں، اور برف کے پہاڑ، پیرس کا بازار، لندن کا اکسچینج، پاسٹن کی منڈیاں، افریقہ کے جنگل، صحرا کے ریگستان، جاپان کی گلکاریاں، چین کے دریائی شہر، جنوبی امریکہ کے مردم خوار، قاف کی پریاں، لاپ لینڈ کے سمور پوش انسان۔ اور ایسے صدہا عجیب و دلکش مناظر، چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

ملکہ کی سپاہ یہ نظارہ دیکھتے ہی بیخود ہوکر اُسکی طرف دوڑی۔ کسی کو سر پیر کی سُدھ نہ رہی۔ لوگون نے بندوقین پھینکدین تلوارین اور کرچین اُتار پھینکین، اور بے تحاشا ان مناظر کے چارونطرف جمع ہو گئے۔ کوئی رقاصون کی شیرین ادائیون اور نازک خرامیون پر فریفتہ ہوا، کوئی تھیٹر کے تماشون پر ریجھا، کچھ لوگ تیتر‌ون اور بٹیرون کے جوڑ دیکھنے لگے۔ اور تب سب کے سب نقش دیوار کی طرح بے حس و حرکت کھڑے رہ گئے۔ ملکہ اپنے ہوائی جہاز پر بیٹھی کبھی تھیٹر کی طرف جاتی کبھی سرکس کی طرف دوڑتی۔ یہانتک کہ وہ بھی بیہوش ہوگئی۔

لوچن سنگھ جب مظفر و منصور قصر شاہی مین داخل ہوگیا تو ملکہ کی آنکھیں کُھلین۔ اُس نے کہا "ہائے وہ تماشے کہان گئے، وہ دلکش مناظر، وہ جانفریب نیرنگیان کہاں غائب ہوگئین۔ میرا راج جائے، پاٹ جائے، لیکن مَیں یہ سیر ضرور دیکھون گی۔ مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ زندگی مین کیا کیا مزے ہین!"

سپاہی بھی بیدار ہوئے۔ اُنھون نے یک زبان ہوکر کہا، ہم وہی سیر و تماشا دیکھیں گے ہمین جنگ سے کچھ غرض نہیں، ہم کو آزادی کی پرواہ نہیں۔ ہم غلام ہوکر رہین گے، پیرون مین بیڑیان پہنیں گے، پر ان دلفریبیون کے بغیر نہین رہ سکتے!"

(۴)

ملکہ محمور کو اپنی سلطنت کا یہ حال دیکھکر بہت قلق ہوتا۔ وہ سوچتی کیا اسی طرح سارا مُلک میرے ہاتھ سے نکل جائیگا؟ اگر شاہ مسرور نے یون کنارہ نہ کرلیا ہوتا تو سلطنت کی یہ حالت کبھی نہ ہوتی۔ کیا اُنہین یہ کیفیتین معلوم نہ ہونگی۔ یہان سے دم دم کی خبرین اُنکے پاس جاتی ہین مگر ذرا بھی جنبش نہیں کرتے۔ کتنے بیرحم ہیں۔ خیر جو کچھ سر پر آئیگی سہ لونگی، پر اُنکی منت نہ کرونگی۔ لیکن جب وہ دلفریب نغمے سنتی اور دلکش مناظر دیکھتی تو یہ اندوہناک خیالات فراموش ہوجاتے۔ اُسے اپنی زندگی نہایت پُر لطف معلوم ہوتی۔

بوالہوس خان نے لکھا مَین دشمنون سے گھر گیا ہون۔ نفرت علی اور کینہ خان، اور چالاک سنگھ

نے چارو نظرف سے یورش شروع کردی ہے۔ جب تک اور کمک نہ آئے مین معذور ہون۔ پر ملکہ کی سپاہ یہ سیر اور نغمے چھوڑ کر جانے پر راضی نہ ہوتی تھی۔

اتنے دن مین دو صوبہ دارون نے پھر بغاوت کی مرزا شمیم اور رس راج سنگھ دونون متحد ہوکر دارالخلافہ پر چڑھے۔ ملکہ کی سپاہ مین اب نہ غیرت تھی نہ شجاعت۔ نغمہ و سیر نے انہین آرام طلب بنا دیا تھا۔ بمشکل تمام سج سجاکر میدان مین نکلے۔ غنیم کی فوج منتظر کھڑی تھی۔ لیکن نہ کسی کے پاس تلوار تھی نہ بندوق۔ سپاہیون کے ہاتھون مین پھولون کے خوشنا گلدستے تھے کسی کے ہاتھ مین عطر کی شیشیان، کسی کے ہاتھ مین گلاب کے فوارے کہین لونڈر کی بوتلین کہین مشک وغیرہ کی بہار۔ سارا میدان طبلۂ عطار بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف رس راج کی سپاہ تھی۔ اُن سپاہیون کے ہاتھون مین طلائی خوان تھے' زربفت کے خوان پوشون سے ڈھکے ہوئے۔ کسی مین فیرنی و بالائی تھی۔ کسی مین قورمے اور کباب' کسی مین خوبانی وانگور۔ کہین کشمیری نعمتین سجی ہوئی تھین۔ کہیں اطالی لوزیات کی بہار تھی۔ اور کہین پرتگال و فرانس کی شرابین شیشیون مین مہک رہی تھین۔

ملکہ کی سپاہ وہ بُوسے جان پر ورسونگھتے ہی متوالی ہوگئی۔ لوگون نے ہتھیار پھینک دیئے اور ان ملذذات کی طرف دوڑے۔ کوئی حلوے پر گرا' کوئی بالائی پر ٹوٹا' کسی نے قورمے اور کباب پر ہاتھ بڑھائے۔ کوئی خوبانی وانگور چکھنے لگا۔ کوئی کشمیری لوزیات پر لپکا۔ ساری سپاہ بھک منگون کی طرح ہاتھ پھیلائے یہ نعمتین مانگتی تھی اور کمال اشتیاق سے کھاتی تھی۔ ایک ایک لقمہ کے لئے' ایک چمچہ فیرنی کے لئے' ایک ساغر مے کے لئے' خوشامدین کرتے تھے' ناکین رگڑتے تھے' سجدے کرتے تھے۔ یہانتک کہ ساری فوج پر ایک نشہ طاری ہوگیا۔ بیدم ہوکر گر پڑی۔ ملکہ بھی اطالی ملبون کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر منتین کرتی تھی اور کہتی تھی صرف ایک لقمہ اور' ایک چمچہ اور' ایک پیالہ اور' میرا راج لو' پاٹ لو' میرا سب کچھ لے لو لیکن مجھے سیر ہونے دو۔ یہانتک کہ وہ بھی بیہوش ہوکر گر پڑی۔

(۵)

ملکہ کی حالت اب نہایت دردناک تھی۔ اسکی سلطنت کا ایک قلیل حصہ دشمنوں نے دست بُرد سے بچا ہوا تھا۔ اُسے ایک دم کے لئے بھی اس غلامی سے نجات نہ ملتی۔ کبھی کبھی جنگ کے دربار میں حاضر ہوتی۔ کبھی مرزا شمیم کی خوشامد کرتی۔ اُسکے بغیر اُسے چین نہ آتا۔ ان سب کبھی سخن سازی اور ذلت سے اُسکی طبیعت آزردہ ہوتی تو وہ اکیلے بیٹھ کر گھنٹوں روتی اور چاہتی کہ جا کر شاہ مسرور کو منا لاؤں۔ اسے یقین تھا کہ اُن کے آتے ہی دشمن کافور ہو جائینگے۔ پر ایک ہی لحظہ میں اسکی طبیعت بدل جاتی۔ اُسے اب کسی حالت پر قرار نہ تھا۔

ابھی تک بوالہوس خان کی اطاعت میں فرق نہ آیا تھا۔ لیکن جب اُسنے سلطنت کا یہ ضعف دیکھا تو وہ بھی بغاوت کر بیٹھا۔ اُسکی آزمودہ کار فوج کے مقابلے میں ملکہ کی سپاہ کیا ٹھہرتی۔ پہلے ہی حملہ میں قدم اُکھڑ گئے۔ ملکہ خود گرفتار ہو گئی۔ بوالہوس خان نے اُسے ایک طلسماتی قیدخانہ میں بند کر دیا۔ محکوم سے حاکم بن بیٹھا۔

یہ قیدخانہ اتنا وسیع تھا کہ کوئی قیدی کتنا ہی بھاگنے کی کوشش کرے اُسکی چاردیواری سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ وہاں محافظ اور پاسبان نہ تھے۔ لیکن وہاں کی ہوا میں ایک کشش تھی۔ ملکہ کے پیروں میں نہ بیڑیاں تھیں نہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ لیکن جسم کا ایک ایک عضو تاروں سے بندھا ہوا تھا۔ وہ اپنی خواہش سے ہل بھی نہ سکتی تھی۔ وہ اب دن کے دن بیٹھی ہوئی زمین پر مٹی کے گھروندے بنایا کرتی اور سمجھتی یہ محل ہیں۔ طرح طرح کے سوانگ بھرتی اور سمجھتی دُنیا مجھے دیکھکر لٹو ہوئی جاتی ہے۔ سنگریزوں سے اپنا جسم گوندھ لیتی اور سمجھتی کہ اب حوریں بھی میرے سامنے مات ہیں۔ وہ درختوں سے پوچھتی میں کتنی خوبصورت ہوں؟ شاخوں پر بیٹھی ہوئی چڑیوں سے پوچھتی ایسا جواہر نگار گلوبند تمنے دیکھا ہے؟ مٹی کے ٹھیکروں کا انبار لگاتی اور آسمان سے پوچھتی اتنی دولت تو نے دیکھی ہے؟

معلوم نہیں اس حالت میں کتنے دن گذر گئے۔ مرزا شمیم لوچن داس وغیرہم ہر دم اُسے

گھیرے رہتے تھے۔ شاید وہ اُس سے خائف تھے۔ سمجھتے تھے ایسا نہ ہو یہ شاہ مسرور سے نامہ وپیام کرے۔ قید مین بھی اُسپر اعتبار نہ تھا۔ یہانتک کہ ملکہ کی طبیعت اس قید سے بیزار ہو گئی۔ وہ نکل بھاگنے کی تدبیرین سوچنے لگی۔

اسی حالت مین ایک دن ملکہ بیٹھی سوچ رہی تھی مین کیا تھی کیا ہو گئی؟ جو میرے اشارون کے غلام تھے وہ میرے آقا ہین مجھے جس کل چاہتے ہین بٹھاتے ہین۔ جہان چاہتے ہین گھماتے ہین۔ افسوس! مین نے شاہ مسرور کا کہنا نہ مانا۔ یہ اُسی کی سزا ہے۔ کاش ایکبار مجھے کسی طرح اس قید سے نجات ہو جاتی تو مین چلکر ان کے قدمون پر سر رکھدیتی اور کہتی لونڈی کی خطا معاف کیجئے۔ مین خون کے آنسو روتی اور انہین منالاتی۔ اور پھر کبھی انکے حکم سے انحراف نکرتی! مین نے اس نمکحرام بوالہوس خان کی باتون مین پڑکر اُنہین جلاوطن کر دیا۔ میری عقل کہان چلی گئی تھی۔

یہ سوچتے سوچتے ملکہ رونے لگی کہ یکایک اُسنے دیکھا سامنے ایک شگفتہ رو، متین، سادہ پوش مرد کھڑا ہے۔ ملکہ نے متحیر ہو کر پوچھا "آپ کون ہین؟ یہان مین نے آپ کو کبھی نہین دیکھا"

مرد۔ "ہان مین اس قید خانہ مین بہت کم آتا ہون۔ میرا کام ہے کہ جب قیدیون کی طبیعت یہان سے بیزار ہو تو اُنہیں یہان سے نکلنے میں مدد دون۔"

ملکہ۔ آپ کا نام؟

مرد۔ "سنتوکھ سنگھ"

ملکہ۔ آپ مجھے اس قید سے نجات دلا سکتے ہین؟

سنتوکھ۔ ہان میرا تو کام ہی یہ ہے۔ لیکن میری ہدایتون پر چلنا پڑیگا۔"

ملکہ۔ "مین آپ کے حکم سے سر مو بھی تجاوز نہ کرونگی۔ خدا کے لئے مجھے یہان سے جلد لے چلئے۔ مین تا دم مرگ آپ کی ممنون رہونگی۔

سنتوکھ۔ "آپ کہان چلنا چاہتی ہین؟"

ملکہ - "مین شاہ مسرور کی خدمت مین جانا چاہتی ہون - آپ کو معلوم ہے وہ آجکل کہان ہین؟"

سنتوکھ - "ہان معلوم ہے - مین اُنکا خادم ہون - اُنہیں کی طرف سے مَین اس کام پر مامور ہون"

ملکہ - "تو بلّلہ مجھے جلد لے چلئے - مجھے اب یہان ایک لمحہ رہنا بھی شاق ہے"

سنتوکھ - "اچھا تو یہ ریشمی کپڑے اور یہ جواہرات اور طلائی زیور اُتار کر پھینکدو - بوالہوس نے اِنہین زنجیرون سے تمھین جکڑ دیا ہے - موٹے سے موٹا کپڑا جو مل سکے پہن لو - ان مٹی کے گھروندون کو گرا دو - عطر اور گلاب کی شیشیان، صابون کی ٹکیان اور یہ پاوڈر کے ڈبّے سب پھینکدو"

ملکہ نے شیشیان اور پاوڈر کے ڈبّے تڑاق تڑاق پٹک دیئے - طلائی زیورات کو اُتار کر دور پھینکدیا کہ اتنے مین بوالہوس خان زار و قطار روتا ہوا آکر کھڑا ہوگیا اور ہاتھ باندھکر کہنے لگا "ملکہ دوجہان مَین آپکا ناچیز غلام ہون - آپ مجھ سے کیون ناراض ہین"

ملکہ نے انتقام کے جوش مین مٹی کے گھروندون کو پیرون سے ٹھکرا دیا - ٹھیکرون کے انبار کو ٹھوکرین مار کر بکھیر دیا - بوالہوس کے جسم کا ایک ایک عضو کٹ کٹ کر گرنے لگا - وہ بے دم ہوکر زمین پر گر پڑا اور دم کی دم مین واصل جہنم ہوگیا۔

سنتوکھ نے ملکہ سے کہا "دیکھا تم نے؟ اسی دشمن کو تم کتنا خوفناک سمجھتی تھین - آن کی آن مین خاک مین مل گیا"

ملکہ - "کاش مجھے یہ حکمت معلوم ہوتی تو مَین کبھی آزاد ہو جاتی - لیکن ابھی اور بھی تو کتنے ہی دشمن ہین"

سنتوکھ - "اُنکا ہلاک کرنا اس سے بھی آسان ہے - چلو کرن سنگھ کے پاس - جونہی وہ اپنے سُر الاپنے لگے اور میٹھی میٹھی باتین کرنے لگے کانون پر ہاتھ رکھ لو - دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظہور مین آتا ہے"

ملکہ کرن سنگھ کے دربار مین پہونچی - اُسے دیکھتے ہی چارو طرف سے دُھرپت اور تلّانے کے وار ہونے لگے - پیانو بجنے لگے - ملکہ نے دونون کان بند کرلئے - کرن سنگھ کے دربار مین آگ کا شعلہ اُٹھنے لگا - سارے درباری جلنے لگے - کرن سنگھ دوڑا ہوا آیا اور نہایت عاجزی سے ملکہ کے پیرون پر گر کر بولا "حضور اس دیرینہ غلام پر رحم کرین - کانون پر سے ہاتھ ہٹا لین ورنہ اس غریب کے

جان پر بن جائیگی۔ اب کبھی حضور کے شان مین یہ گستاخی نہ ہوگی"۔

ملکہ نے کہا۔ اچھا جا تیری جان بخشی کی۔ اب کبھی بغاوت نہ کرنا ورنہ جان سے ہاتھ دھوئیگا۔

کرن سنگھ نے سنتو کھ سنگھ کی طرف قہر کی نگاہون سے دیکھکر صرف اتنا کہا "ظالم تجھے موت بھی نہین آتی" اور بے تحاشا گرتا پڑتا بھاگا۔ سنتو کھ سنگھ نے ملکہ سے کہا سو دیکھا تم نے انکا ہلاک کرنا کتنا آسان تھا۔ اب چلو لوچن داس کے پاس۔ جونہی وہ اپنے کرشمے دکھانے لگے دونون آنکھین بند کرلینا"۔

ملکہ لوچن داس کے دربار مین پہونچی۔ اُسے دیکھتے ہی لوچن نے اپنی قوت کا اظہار کرنا شروع کیا۔ ڈرامے ہونے لگے۔ رقاصون نے تھرکنا شروع کیا۔ لعل و زمرد کی کشتیان سامنے آنے لگین۔ لیکن ملکہ نے دونون آنکھین بند کرلین۔

آن کی آن مین وہ ڈرامے اور سرکس اور رقاصون کے گروہ خاک میں ملگئے۔ لوچن داس کے چہرے پر ہوائیان اُڑنے لگین۔ مایوسانہ استقلال کے ساتھ چلا چلا کر کہنے لگا "یہ تماشا دیکھو۔ یہ پیرس کے قہوے خانے۔ یہ مس ایلن کا ناچ ہے۔ دیکھو انگریز رؤسا اُسپر کتنی فیاضی سے زر و جواہر نثار کر رہے ہین۔ جس نے یہ سیر و تماشے نہ دیکھے اُسکی زندگی موت سے بدتر"۔ لیکن ملکہ نے آنکھین نہ کھولین۔

تب لوچن سنگھ بدحواس و مضطر، شام بید کیطرح کانپتا ہوا ملکہ کے سامنے آکھڑا ہوگیا اور دست بستہ بولا "حضور آنکھین کھولین۔ اس دیرینہ غلام پر رحم فرمائین۔ نہین تو میری جان پر بن جائیگی غلام کی گستاخیان معاف فرمائین۔ اب یہ بے ادبی نہ ہوگی"۔

ملکہ نے کہا۔ اچھا جا تیری جان بخشی کی۔ لیکن خبردار اب سر نہ اُٹھانا۔ نہین تو واصل جہنم کر دونگی"۔

لوچن داس یہ سُنتے ہی گرتا پڑتا جان لیکر بھاگا۔ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ سنتو کھ سنگھ نے ملکہ سے کہا "اب چلو مرزا شمیم اور رس راج کے پاس۔ وہان ایک ہاتھ سے ناک بند کرلینا اور دوسرے ہاتھ سے عنوان لطیف کو زمین پر گرا دینا"۔

ملکہ رس راج اور شمیم کے دربار مین پہونچے۔ اُنھون نے جو سنتو کھ سنگھ کو ملکہ کے ساتھ دیکھا تو جوش

ہوگئے۔ مرزا شمیم نے مشک اور زعفران کی روح پر ور لپٹین اُڑانا شروع کین۔ رس راج ملذذ نعمتون کے خوان سجا سجا کر ملکہ کے سامنے لانے لگا اور انکی تعریف کرنے لگا۔ یہ پرتگال کی سہ آتشہ ہے۔ اسے پئے تو پیر جوان ہوجائے۔" یہ فرانس کا شامپین ہے۔ اسے پئے تو مُردہ زندہ ہوجائے۔ یہ متھرا کے پیڑے ہین۔ انہین کھائے تو بہشت کی نعمتون کو بھول جائے۔" لیکن ملکہ نے ایک ہاتھ سے ناک بند کر لی اور دوسرے ہاتھ سے ان خوانون کو زمین پر گرا دیا۔ اور خوان کو ٹھوکر مار مار کر چور کر دیا۔ خوان کے جوش اُسکے ٹھوکر پڑتے تھے دربار کے درباری چیخ چیخکر بھاگتے تھے۔ آخر مرزا شمیم اور رس راج دونون خستہ اور بے حال، سر سے خون جاری، اعضا شکستہ آکر ملکہ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور گڑگڑا کر بولے "حضور غلامون پر رحم کرین۔ حضور کی شان مین جو گستاخیان ہوئی ہین انہین معاف فرمائین۔ اب پھر ایسی بے ادبی نہ ہوگی"۔

ملکہ نے کہا۔ رس راج کو مین جان سے مارنا چاہتی ہون۔ اسکے باعث مجھے بہت ذلیل ہونا پڑا۔

لیکن سنتوکھ سنگھ نے منع کیا۔ "نہین اسے جان سے نہ مارئیے۔ اسکا سا خادم ملنا دشوار ہے۔ یہ آپکے سب صوبہ دار اپنے کام مین یگانہ روزگار ہین صرف انہین قابو مین رکھنے کی ضرورت ہے"۔

ملکہ نے کہا۔ "اچھا جاؤ تم دونون کی بھی جان بخشی کی۔ لیکن خبردار اب فتنہ وفساد نہ کرنا ورنہ تم جاؤگے"۔

دونون گرتے پڑتے بھاگے اور دم کی دم مین نظرون سے اوجھل ہوگئے۔

ملکہ کی رعایا اور سپاہ نے نذرین گذرانین۔ گھر گھر شادیانے بجنے لگے۔ چارون باغی صوبہ دار شہر پناہ کے پاس چھاپہ مارنے کی گھات مین بیٹھ گئے۔ لیکن سنتوکھ سنگھ جب رعایا اور سپاہ کو مسجد مین شکریہ کی نماز ادا کرنے کے لئے گیا تو باغیون کو کوئی اُمید نہ رہی۔ وہ مایوس ہوکر چلے گئے۔

جب ان مراسم سے فرصت ہوئی تو ملکہ نے سنتوکھ سنگھ سے کہا "میرے پاس الفاظ نہین ہین اور نہ الفاظ مین اتنی طاقت ہے کہ مین آپ کے احسانون کا شکریہ ادا کرسکون۔ آپ نے مجھے غلامی سے نجات دی۔ مین دم آخر آپکا جس گاؤنگی۔ اب شاہ مسرور کے پاس مجھے لے چلئے مین اُنکی

خدمت کر کے اپنی عمر بسر کرنی چاہتی ہون۔ اُن سے منحرف ہو کر مَین نے بہت ذلت اور مصیبت جھیلی۔ اب کبھی اُنکے قدمون سے جُدا نہ ہونگی۔"

سنتو کھ سنگھ۔" ہان ہان چلئے مَین تیار ہون۔ لیکن منزل سخت ہے۔ گھبرانا مت۔"

ملکہ نے ہوائی جہاز منگوایا پھر سنتو کھ سنگھ نے کہا "ہان ہوائی جہاز کا گذر نہین ہے پیدل چلنا پڑیگا۔" ملکہ نے مجبور ہو کر ہوائی جہاز واپس کر دیا اور یکہ و تنہا اپنے آقا کو منانے چلی۔

وہ دن بھر بھوکی پیاسی پیادہ پا چلتی رہی۔ آنکھون کے سامنے اندھیرا چھانے لگا پیاس سے حلق مین کانٹے پڑنے لگے۔ کانٹون سے پیر چھلنی ہو گئے۔ اس نے اپنے رہنما سے پوچھا "ابھی کتنی دور ہے؟"

سنتو کھ۔ ابھی بہت دور ہے۔ چُپ چاپ چلی آؤ۔ یہان باتین کرنے سے منزل کھوٹی ہو جاتی ہے۔"

رات ہوئی۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ سامنے ایک دریا پڑا کشتی کا پتہ نہ تھا۔ ملکہ نے پوچھا "کشتی کہان ہے؟"

سنتو کھ نے کہا۔ "دریا مین چلنا پڑیگا۔ یہان کشتی کہان؟"

ملکہ کو خوف معلوم ہوا لیکن وہ جان پر کھیل کر دریا مین چل پڑی۔ معلوم ہوا کہ صرف آنکھ کا دھوکا تھا۔ وہ رتیلی زمین تھی۔ ساری رات سنتو کھ سنگھ نے ایک لمحہ کے لئے بھی دم نہ لیا جب ستارہ صبح نکل آیا ملکہ نے رو کر کہا "ابھی کتنی دور ہے؟ مَین تو مری جاتی ہون۔"

سنتو کھ سنگھ نے جواب دیا۔ چپ چاپ چلی آؤ۔"

ملکہ نے ہمت کر کے پھر قدم بڑھائے۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ راستہ مین مر ہی کیون نہ جاؤن پر ناکام نہ لوٹونگی۔ اُس قید سے بچنے کے لئے وہ کڑی سے کڑی مصیبتین جھیلنے کو تیار تھی۔

آفتاب طلوع ہوا سامنے ایک عمودی پہاڑ نظر آیا جسکی چوٹیان آسمان مین گھسی ہوئی تھین۔ سنتو کھ سنگھ نے پوچھا "اسی پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر شاہ مسرور ملین گے۔

چڑھ سکو گی؟"

ملکہ نے استقلال سے کہا "ہان چڑھنے کی کوشش کرونگی۔"

بادشاہ کی ملاقات ہونے کی اُمید نے اسکے بیجان پیرون مین پر لگا دیئے۔ وہ تیزی سے قدم اُٹھا کر پہاڑ پر چڑھنے لگی۔ کمرکوہ تک آتے آتے وہ تھک کر بیٹھ گئی۔ غش آگیا۔ معلوم ہوا کہ دم نکل رہا ہے۔ اُس نے مایوسانہ نگاہون سے اپنے رفیق کو دیکھا۔ سنتوکھ سنگھ نے کہا "ایکدفعہ اور ہمت کرو۔ دل مین خدا کی یاد کرو۔"

ملکہ نے خدا کی یاد کی۔ اُسکی آنکھین کھُل گئین۔ وہ پھُرتی سے اُٹھی اور ایک ہی ہلّے مین چوٹی پر جا پہونچی۔ اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہان پاکیزہ ہوا مین سانس لیتے ہی ملکہ کو جسم مین ایک نئی زندگی کا احساس ہوا۔ اُس کا چہرہ روشن ہو گیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ مین چاہون تو ہوا مین اُڑ سکتی ہون۔ اُس نے خوش ہو کر سنتوکھ سنگھ کی طرف دیکھا اور دریائے حیرت مین غرق ہو گئی۔ جسم وہی تھا پر چہرہ شاہ مسرور کا تھا۔ ملکہ نے پھر اُسکی طرف استعجاب کی نگاہ سے دیکھا۔ سنتوکھ سنگھ کے جسم پر سے ایک بادل کا پردہ ہٹ گیا اور ملکہ کو وہان شاہ مسرور کھڑے نظر آئے۔ وہی ہلکا زرد کرتہ وہی گیروے رنگ کی تہمد اُنکی صورت سے جلال برستا تھا۔ پیشانی ستارہ کی طرح درخشان تھی۔ ملکہ ان کے قدمون پر گر پڑی۔ شاہ مسرور نے اُسے سینہ سے لگا لیا

پریم چند



کلام ابر

(از آنریبل پنڈت بشن نراین در مرحوم)

شجر مین جو پنہان جمال یار ہوا
حنا مین رنگ ہوا سنگ مین شرار ہوا

جفا پر اپنی جو شرمندہ مجھ سے یار ہوا
کچھ ایک بار نہین یہ ہزار بار ہوا

نتیجہ عیش جوانی کا ہے غم پیری
سرور شام ہمین صبح کو خمار ہوا

عجیب سوز محبت نے صورتین بدلین
جگر مین داغ ہوا نبض مین بخار ہوا

ملا بتون سے نہ کچھ دیکے جان و ایمان بھی
خدا کا مفت مین بندہ گناہگار ہوا

جز خاکساری آگے کو نشو و نما نہین
جبتک ملا نہ خاک مین دانا اگا نہین

گل سے یہی اشارۂ شبنم ہے باغ مین
رونے کا ہے مقام یہ ہنسنے کی جا نہین

غنچہ کو گو زبان بھی ملی اور گل کو گوش
راز ریاض دہر کا کچھ بھی کھلا نہین

فوارہ کی زبان پہ یہ جاری ہے رات دن
سرکش وہ کون ہے جو زمین پر گرا نہین

بجلی گرے نہ خرمن ناموس و ننگ پر
اے شوق وصل یار بہت گدگدا نہین

غزل

حال دل کا راز دان کوئی نہین
محرم درد نہان کوئی نہین

کفر و باطل ہر طرف ہے حکمران
نور حق کا پاسبان کوئی نہین

آتش دل سرد ہو کر رہ گئی
خوگر ذوق فغان کوئی نہین

ہائے کیا حسرت ہے میری لاش پر
مرگیا اور نوحہ خوان کوئی نہین

دیر سے ہے دشت مین نالۂ جرس
رہنمائے کاروان کوئی نہین

روک لے فریاد احسان اپنی تو
ہمنوا و ہم زبان کوئی نہین

مرزا احسان احمد

خیالِ یار سے

تجھ سے کچھ تسکین دل بے تاب کی ہوتی نہین
میری گھبراہٹ مین الجھن مین کمی ہوتی نہین
بلکہ ہوجاتا ہے دونا اضطراب و انتشار

اے غمِ اضطراب اے دشمنِ آرام دل
تجھ سے مل کر اور ہوتی ہے طبیعت مضمحل
بتا اے رنج ہوجاتی ہے جان بے قرار

آہ! آتش کی طرح، تو بھی مجھکو تنہا چھوڑ دے
توڑ دے یہ رشتہ مہر و محبت توڑ دے
روح قالب مین ہوئی جاتی ہے میری بے قرار

جا! جہان جی چاہے جا! لٰلہ اب مجھ کو نہ ستا!
چکھ چکا مین تیرے الطاف و عنایت کا مزا
کر دیا تو نے ہی مجھکو مضطر و بیمار و زار

آہ مجھکو چھوڑ دے، تو میرے حال زار پر
رحم کر میری تمنا سے دلِ بیمار پر
جو کہ اک مدت سے تنہا زندگی پر ہے نثار

وہ خفا، تو مہربان، وہ دور، تو مجھ سے قریب
میرا شوقِ جستجو ہے آہ! کتنا بدنصیب
دیکھتا ہون غور سے یہ انقلابِ روزگار

مدعا یہ ہے کہ کوئی بھی نہ ہو اپنے سوا
کم سے کم ایسا تو دنیا مین ملے خلوت کدا
جان دے کر جب ملا تو کیا ملا کنجِ قرار

محمد اسمٰعیل ہاتف

"بہار"

ہے موسمِ گل - جوش پہ ہے رنگ معانی اے شاعرِ خوش فکر دکھا سحر بیانی
کر دے تو رواں اپنی طبیعت کی روانی بندش ہو دل آویز تو دلکش ہوں معانی
گلہائے معانی کو دمِ فکر کھلا دے
قرطاس کو اب تختۂ گلزار بنا دے

اس لطف کا دیکھا نہ کبھی عہد بہاری اس گلشنِ ایجاد کی کیا شان ہے پیاری
بلبل بھی نوا سنج ہے - ہے رحمتِ باری ہے شاخِ گلِ تر کہ دلھن ہے یہ سنواری
کیا منہ سے کہوں کیسا ہے گلزار کا عالم
ہاں آنکھوں سے پوچھو در و دیوار کا عالم

یوں بادِ بہاری ہوئی زینتِ دہِ گلزار ہر سمت مسرت کے نظر آتے ہیں آثار
نرگس کی کھلی آنکھ - ہوئی خواب سے ہشیار خوابیدہ جو سبزہ تھا وہ ہونے لگا بیدار
مستانہ ادا ابر کی ہے چال میں گویا
یوں جھومتے ہیں نخل کہ ہیں حال میں گویا

سنبل کی بھی ہے زلفِ عجب دلکش و دلجو لالہ بھی ہے صف بستہ عجب شان سے ہر سو
اور سرو نظر آتا ہے خوش قامت و خوشرو اترائی ہوئی پھرتی ہے گلزار میں خوشبو
جنت کی ہوائیں ہیں کہ گلشن کی ہوائیں
حوروں کے نغمے ہیں کہ بلبل کی صدائیں

آنکھوں سے نہ دیکھی یہ کبھی رونقِ گلزار ہے چار طرف گرم عجب حسن کا بازار
کس طرح لچکتی ہے ہر اک شاخِ ثمردار شبنم نے کئے موتی بھی نثار
بلبل کی دعا واں نے کیا ہے
صیاد کا کھٹکا ہے نہ گلچیں

آپ کا جسم

ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کیواسطے نہیں بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپکو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب
قطعی ناممکن ہو۔ چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناحق پریشان نہ ہوکے ہمارے یہاں سے ۲۶
سال کی آزمودہ بنائی بالن کی دوا بال سدھا کو استعمال کیجیے۔ اس سے کف کھانسی سینہ
سوکھا پن، بدہضمی۔ اپھار۔ پیٹ کا درد۔ قے ہونا۔ جی متلانا۔ اطفال کے ہرے پیلے دست
وغیرہ امراض ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ اور خوشبودار
ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصول ایک تا چھ ۳ر پیکنگ معاف۔

بال سدھا

اگر آپ کو اپنے بچوں کو فہیم و شمیم اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضوں سے پیچھا
چھڑانا ہو تو اس خوش ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرائیے۔ ایک شیشی ایک ماہ کیواسطے
کافی ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲آنہ محصول ڈاک ۶ر
درد دنداں کیسری یعنی داد کی دوا باجلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کم کرنے
والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۲ر
نئے سال کا کلنڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت روانہ ہوتا ہے۔

ملنے کا پتہ: سکھ سنچارک کمپنی متھرا

ان گولیون کو غیبی امداد سمجھیے

ہماری آتنک نگرہ گولیاں ان مریضون کے حق مین جو کہ قوت جسمانیہ و دماغی اعصابی کو کھو کر زندگی سے تنگ آ چکے ہین۔ غیبی امداد ہین ہر قسم کے ضعف کو دور کر کے از سر نو جوان بنا دیتی ہین گولیون کا کام ہے قیمت فی ڈبیہ ۴۰ گولیاں ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

کتاب کام شاستر مفت

تندرستی کے کل رازون سے واقف ہو کر عمر طبعی حاصل کرنیکا اگر خیال ہو تو ہماری راز تندرستی یعنی کام شاستر پستک مفت منگوا لیجئے۔ جو قریب قریب ہندوستان کی ہر زبان مین ترجمہ شدہ ہے۔ اسکی کتاب کے مطالعہ سے آپ کی معلومات زیادہ ہوگی۔

ایسے ہی ہمارا داچی کرن تیل

خارجی علاج دو ہفتہ مین نامرد کو مرد بنا دیتا ہے۔ قیمت فی شیشی چھ ماہ تیل صرف پانچ روپیہ ۵ مع محصول پانچ روپیہ کی خرایش پر ایک روپیہ کمیشن دیا جاویگا

پتہ: شاستری منی کو دو جی تنک نگرہ فارمیسی جامنگر کاٹھیاواڑ برانچ ایجنٹ شاستری بی بھنور منڈی لاہور

ہندوستان کی صنعتی نمائشون مین سونے چاندی کے تمغے حاصل ہو چکے ہین

ملیریا۔ بخار۔ انفلوئنزا۔ اور طاعون کیلئے

باٹلی والا کا آگیو مکسچر (جوڑی بخار کی بڑی شیشی)

یا جوڑی بخار کی گولیاں استعمال کیجئے۔ قیمت۔ ۱۲/

باٹلی والا کا لال مرہم۔ بچون اور بڑے آدمیون کیلئے بہت مفید دوا۔ قیمت۔ ۸/

دیگر مشہور دوائیں یہ ہین:۔

باٹلی والا کی ہیضہ کی گولیان کی ایمان سکلیف اور مرگی کیلئے جینی شکایات مین۔ آگیو مکسچر۔ دھوڑی شیشی قیمت ۱/ ٹوکیو ٹانک۔ چوسکی بخصی انکی دست بند کرنیکی دوا۔ قیمت ۸/ دانتونکا منجن ۴/ ٹانک دانتون کی بیماری میں مفید اور کم قیمت ہمارے ہر ایک دوا فروش کے پاس مل سکتی ہین اور ڈاکٹر لکھے بالکل باٹلی والا کمپنی لمیٹیڈ اول انجیمنی سے ملسکتی ہین۔ تار کا پتہ:۔ باٹلی والا۔ دادر۔ بمبئی

زمانہ

جلد ۳۰ — مئی سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر ۱۸۲

دیوانِ مخفی

نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم، آر، اے، ایس، ایف، آر، ایچ، ایس، عالم آثار قدیمہ

زیب النسا بیگم کے متعلق یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ اس کا تخلص مخفی تھا اور دیوان مخفی جو ہر جگہ ملتا ہے اسی کا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر[1] اور چارلس ریو[2] نے بھی جو زمانہ حال کے مشہور مستشرق اور فارسی کتابوں کے بلند پایہ عالم ہیں اس دیوان کو زیب النسا کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اور اس کے خلاف بہت سے دلائل موجود ہیں۔

مستعد خان نے مآثر عالمگیری کے خاتمہ پر زیب النسا کے حالات لکھے ہیں۔ مولانا آزاد بلگرامی، لچھمی نراین شفیق، مولوی احمد علی سندیلی کے تذکروں میں بھی اس کے حالات مرقوم ہیں عالمگیر نامہ مآثر الامرا اور تاریخ خافی خان میں مختلف مواقع پر اس کے کمالات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے کسی کتاب میں بھی اس کے تخلص اور دیوان کا ذکر نہیں ہے۔ مولانا احمد علی اپنے تذکرہ میں

---

(1) A. SPRENGER, CATALOGUE OF THE ARBIC PERSIAN AND HINDUSTANY MANUSCRIPTS OF THE LIBRARIES OF THE KING OF OUDH, VOL. I PP 480

(2) CH. RIEU, CATALOGUE OF THE PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE BRITISH MUSIUM 1879, VOL. II. PP 702

لکھتے ہیں۔

"اما دیوان اشعارش بنظر نیامده مگر در تذکرهٔ انتخابش بنظر آمده لیکن اعتبار را نشاید
سبب آنکه شعر اساتذه را صاحب آن تذکره بنام بیگم نوشته بود"

تذکرہ مخزن الغرائب، نسخۂ قلمی۔

دیوان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے جذبات وخیالات اور اُن کے اظہار کی طرز وتعبیر ایسی نہیں ہے کہ اُس کی تصنیف ایک شہزادی سے منسوب ہوسکے۔ علاوہ اس کے خود دیوان میں ایسی بہت سی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام زیب النساء کا نہیں ہے۔ مثلاً اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر خراسان کا باشندہ ہے، قسمت آزمائی کے لئے ہندوستان میں آیا لیکن اُس کے نصیب نے یاوری نہیں کی۔

دلِ آشفتۂ مخفی بفن خود ارسطویست   بہ ہند افتادہ است اما خراسان ست یونانش
درین کشور زبونی ہائے طالع ناقصم دارد   وگرنہ در ہنرمندی نباشد ہیچ نقصانش

بوعلی روزگارم از خراسان آمدم   از پئے اغراض بر درگاہ سلطان آمدہ
بسکہ در یادِ وطن نادیدہ ماتم داشتم   تا بدامانِ دلم چاکِ گریبان آمدہ
حیرتے دارم کہ یارب چون درین ظلمات ہند   طوطئ فکرم پئے شکر ز رضوان آمدہ

تو از مالک خراسانی باصطرخ از وطن داری   بخوابِ شب اگر دوری غم ہندوستان بینی

ایک قصیدہ میں شاعر افسوس کرتا ہے کہ اُس کے لئے کوئی وسیلہ نہیں ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کرے۔

بر درِ سلطان عصر حیف ندارم دگر   تاکہ رساند بعرض مقصد ارکان او
ثانی صاحبقران بادشہ شہ جہان   آنکہ فلک سر نہد بر خطِ فرمان او

بعض اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ شاعر مصائب اور ناکامی سے پریشان ہوکر ہندوستان سے کہیں کسی دوسری جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سیل اشک دیدہ از بے طاقتی سر میدہم ۔۔۔ تا بملک ہند ۔ پائے دگر پیدا کنم
دیدہ ام ظلم و ستم چندانکہ از ظلمات ہند ۔۔۔ میروم کہ بہر خود جائے دگر پیدا کنم

مخفیا تا کے توان بردن بسر در ملک ہند ۔۔۔ رفت عمرا دست این جا تو انشد جائے دگر

بعض اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ ہندوستان سے نکلنے کے بعد کچھ دن ...
میں رہا ہے اور وہان اُسے کامیابی بھی ہوئی ہے۔

غنچۂ مبہم نمی خندد بشوستان ہند ۔۔۔ ہمتے باران کہ از گلزار کابل بشگفد

جستجو کردم پے مخفی چو در گرداب ہند ۔۔۔ نیست آسودگی جائے بجز بنگالہ نیست

دیوان کے اخیر مین چند قصاید ایسے ہین جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم کے روضۂ مطہرہ پر حاضر ہو کر زیارت کے وقت شاعرہ نے اُنہین پڑھا تھا۔

زیب النسا بیگم اورنگ زیب عالمگیر کی سب سے بڑی لڑکی ہے اس کی مان دلرس بانو بیگم شاہ نواز خان صفوی کی بیٹی تھی اور اس کے ساتھ سنہ ۱۰۴۷ھ مین اورنگ زیب کا عقد ہوا تھا (ماثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۶۰) شادی کے دوسرے سال ماہ شوال مین سنہ ۱۰۴۸ھ کو زیب النساء پیدا ہوئی اور اورنگ زیب کے چھیالیسوین سال جلوس یعنی ۱۱۱۳ھ کو بمقام دہلی اس کا انتقال ہوا۔ قبر کے سرہانے جو کتبہ نصب ہے اُس پر تاریخ انتقال کا یہ مادہ کندہ ہے "وادخلی جنتی"۔

زیب النسا کو عربی فارسی کے جمیع علوم و فنون مین کمال حاصل تھا نسخ و نستعلیق خط کی خوشنویس تھی شکستہ خط بھی خوب لکھتی تھی کلام اللہ کی حافظ تھی اس لئے جب حفظ کیا تو اس کے صلہ مین عالمگیر نے تیس ہزار اشرفیان انعام دیئے تھے۔ مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی اس کا اُستاد تھا اور اُسی سے نظم و نثر مین اصلاح لیا کرتی تھی۔ اس کے دربار مین بڑے بڑے علماء و فضلاء جمع تھے۔ مُلّا صفی الدین اردبیلی نے اس کے حکم سے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کا فارسی مین ترجمہ کیا تھا اور اُس کا نام زیب التفاسیر رکھا تھا۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زیب النسا شاعر تھی اور شعر خوب کہا کرتی تھی۔ لیکن

اس کا کلام کمیاب ہے۔ تذکرون مین چند اشعار ملتے ہین، جو ذیل مین درج ہین۔

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد   کور بہ چشمی کہ لذت گیر دیدارے نشد
صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقے جا گرفت   غنچۂ باغ دل ما زیب دستارے نشد

اے صدف تشنہ بمیر و سوئے نیسان منگر   بہر یک قطرۂ آب جگرت بشگافند

آشفتہ چون شام شفق از نگاہ کیست   مشعل بکف گرفتہ فلک داد خواہ کیست

زیب النسا کے حالات حسب ذیل کتابون مین دیکھو۔

(۱) ماثر عالمگیری	از محمد ساقی مستعد خان	طبع کلکتہ صفحہ ۵۳۸
(۲) بادشاہ نامہ عالمگیری	مولوی محمد ذکاء اللہ	طبع دہلی صفحہ ۵۱۶
(۳) اویماق مغول	محمد عبد القادر طہرانی	طبع امرتسر صفحہ ۵۵۳
(۴) سرو آزاد	مولانا آزاد بلگرامی	طبع لاہور صفحہ ۱۱۶
(۵) آثار الصنادید	سر سید احمد خان	طبع کانپور حصہ سوم صفحہ ۴۸

زیب النسا کا جو کلام تذکرون مین درج ہے وہ دیوان مخفی کے موجودہ نسخون مین نہین ملتا ہے۔ برخلاف اس کے تذکرہ نویسون نے مخفی رشتی کے جو اشعار نقل کئے ہین وہ سب دیوان مین بجنسہ موجود ہین۔ اور یہ اس بات کا بدیہی ثبوت کہ دیوان مخفی حقیقت مین مخفی رشتی کا دیوان ہے۔ والہ داغستانی نے اپنے تذکرہ مین مخفی رشتی کی حسب ذیل غزل نقل کی ہے جو دیوان مین بجنسہ موجود ہے۔

ز سوز عشق ز انگونہ دلش تن میسوخت   کہ ہر نفس ز لفِ سینہ پیرہن میسوخت
حدیث عشق ترا تا نوشت می کردم   سپند وار نقط بر سر سخن میسوخت
درون سینہ چنان در گرفتہ بود آتش   کہ آہ در جگر و نالہ در دہن میسوخت
شہید عشق ترا شب بخواب میدیدم   کہ ہمچو شعلۂ فانوس در کفن میسوخت
ز آہ نیم شب و نالۂ سحر گاہے   ستارہ بر فلک و غنچہ در چمن میسوخت

وسوز سینۂ مخفی شد این قدر معلوم — کہ ہم چو شمع مژہ اش در گریستن میسوخت

مخفی رشتی گیلان کا باشندہ تھا۔ عرصہ تک امام قلی خان گورنر فارس (وفات ۱۰۴۲ھ) کی مصاحبت مین رہا۔ اس کے بعد شاہ جہان بادشاہ (۱۰۳۷ھ۔۱۰۶۸ھ) کے زمانہ مین ہندوستان آیا۔ لیکن نصیب نے یاوری نہین کی اور دربار شاہی تک رسائی نہ ہو سکی تو مجبور ہو کر یہان سے نکلا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ مین روضہ مطہرہ کی زیارت کی اور وہان سے وطن کو واپس چلا گیا۔

مخفی رشتی کے حالات حسب ذیل کتابون مین دیکھو۔

(۱) عرفات	تقی اوحدی	نسخہ قلمی
(۲) مراۃ آفتاب نما	شاہنواز خان دہلوی	نسخہ قلمی
(۳) مجمع النفایس	سراج الدین علیخان آرزو	نسخہ قلمی
(۴) ریاض الشعراء	علی قلی خان والہ داغستانی	نسخہ قلمی
(۵) نتایج الافکار	قدرت اللہ خان گوپاموی	طبع مدراس صفحہ ۲۲۰
(۶) آتشکدہ	لطف علی خان آذر	طبع بمبئی صفحہ ۱۶۹

مخفی رشتی کے حالات دیگر تذکرہ نویسون کی بہ نسبت والہ داغستانی نے کسی قدر تفصیل سے لکھے ہین جو ذیل مین لفظ بہ لفظ نقل ہین۔

مولانا مخفی رشتی۔ سام میرزائے مغفور در تذکرۃ السامی این قطعہ را از وے ذکر کردہ است۔

مخفیا دختران خطۂ رشت — چون غزالان ست میکردند
از پی مشتری بہسر بازار — بند پستان بدست میکردند

مرزا طاہر نصیرآبادی نیز در تذکرۂ خود ذکر دے باین طرز نمودہ کہ در خدمت امام قلی خان بیگلربیگی فارس می بودہ۔ چون بسیار حقیر جثہ بودہ وبکوکنار رعادت مفرطی داشت کہ آن نیز علاوہ ضعف وکاہش بدنش گشتہ بود سوزے خان بوے میگوید کہ بیشتر موجب کاہش جسم شما مداومت کوکنار است وے در جواب می رساند بسبب کوکنار نیست جہت آن اینست کہ از بس مردم در صدد مکاتیب بیک دیگری می نویسند مخفی نماناد لہذا بنفرین خلق من باین صورت شدہ ام وتقی اوحدی در تذکرۂ کعبہ عرفان نوشتہ کہ درین اوقات در ہندی باشد۔ جمع درست اقوال این ہا باین نحو می تواند کہ در زمان شاہ طہماسپ مغفور تا زمان شاہ عباس بہرور باقی بودہ باشد وبعد از مصاحبت امام قلی خان بہ ہند آمادہ باشد۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

زراعتی ترقی کیونکر ہوسکتی ہے

ہندوستانیون کے طبعی عمر کا اوسط ۲۳ سال ہے۔ انگلستان مین ۴۰ سال اور نیوزی لینڈ مین ۶۰ سال۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان مین لوگونکی عمرین کسقدر کوتاہ ہین۔ مردم شماری کے اعداد کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوت تو یدر و بہ زوال ہے۔ لیکن ان مزاحم اسباب کے باوجود گذشتہ مردم شماری مین یہانکی آبادی ۷ فیصدی بڑھ گئی۔ اگرچہ یوروپی اقوام کے مقابلہ مین آبادی کے اضافہ کا یہ اوسط بہت ہی کم ہے، لیکن اس زائد آبادی کے لئے بھی زراعت کے سوا اور کوئی پیشہ نہین ہے۔ دیگر مصنوعات کے انحطاط کے باعث زراعت پر یہ بار روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

یوروپ مین آبادی کو روکنے کے لیئے مالتھس نے یہ تجویز نکالی تھی کہ غربا کو شادی سے محترز رہنا چاہیئے۔ ایک دوسرے فرقہ کی تجویز تھی کہ صرف انہین لوگونکو شادی کرنی چاہیئے جو قوی الاعضا اولاد پیدا کرسکین۔ اور ایک تیسرے فرقہ علما کا خیال ہے کہ ہمین اضافہ نسل کو ذریعہ معاش کے محکوم رکھنا چاہیئے۔ لیکن جدید ترین تحقیقاتون نے ثابت کردیا ہے کہ ہر ملک کی زمین اُسکی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے کافی غلہ پیدا کرنیکی قابلیت رکھتی ہے بشرطیکہ اسکی قوت کو قائم رکھنے اور بڑھانے کی کوشش کی جاتی رہے۔ اوس کے زبردست محقق پرنس کوروپاٹکن نے لکھا ہے:۔

"دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہے جو موجودہ زراعتی طریقون پر عمل کرکے اپنی آبادی کے لئے کافی خوراک اور خام جنس نہ پیدا کرسکے خواہ آبادی کی ضرورتین کتنی ہی بڑھ جائین۔ فرانس، جرمنی، ڈنمارک، بلجیم، وغیرہ ملکون کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ گذشتہ صدی مین فرانسیسی کاشتکارون نے گیہون کے زیر کاشت رقبہ کو دوچند کردیا۔ فرانس مین غلہ کی افزائش کا اوسط آبادی کی افزائش کی بہ نسبت پندرہ گنا زیادہ ہے۔"

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ لیکن کسی ملک مین غلہ کے پیداوار کی طرف اتنی بے توجہی نہین کی گئی جتنی یہان۔ غلہ کی پیداوار آبادی کے تناسب کے مطابق نہین پڑہی۔ ہندوستان مین فی ایکڑ کل ۱۱ بُشل غلہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن انگلستان مین ۳۰ فرانس مین ۳۳ اور ڈنمارک مین ۴۱ بُشل فی ایکڑ ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہان زراعت مین کتنی اصلاح ہوسکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ اصلاح کیونکر عمل مین لائی جاوے۔ ہمارے کاشتکارون کی مالی حالت خراب ہے، وہ غیر تعلیم یافتہ ہین۔ اور زمین کے ٹکڑے اتنے زیادہ ہوگئے ہین اور ہوتے جاتے ہین کہ اب فرداً فرداً انکی علمی اصول پر کاشتکاری کرنا غیر ممکن ہوگیا ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ گذشتہ چند سالون مین گورنمنٹ نے زراعتی اصلاح اور ترقی مین بہت حوصلہ افزا کوشش کی ہے لیکن سرکاری مزرعون اور تجربہ گاہون سے کوئی فائدہ نہین حاصل ہوسکتا تاوقتیکہ عملی اصلاحین کاشتکارون کو نہ بتائی جائین۔ کاشتکارون کو محض علمی تحقیقات سے کوئی دلچسپی نہین ہوسکتی۔ آجتک ہمارے ملک کے اخبارون اور رسالون اور نیز تعلیم یافتہ پبلک نے اس معاملہ مین گورنمنٹ کو مدد کرنیکی ضرورت نہین سمجھی۔ وہ محض گورنمنٹ پر اس ضرورت کا اظہار کرکے اور گورنمنٹ کی رفتار سست پر غصہ و غم ظاہر کرکے اپنے فرض کو ختم سمجھ لیتے ہین زراعتی اصلاح اتنا بڑا اور وسیع کام ہے کہ کوئی گورنمنٹ خواہ اوسکے ذرایع کتنے ہی وسیع ہون اسے خاطر خواہ کامیابی کیساتھ نہین کرسکتی۔ تاوقتیکہ تعلیم یافتہ طبقہ اسکی کافی مدد نکرے ہمارے یہان ہرسال انڈسٹریل کنفرنسین ہوتی ہین، لیکن کاشتکارونکو اسکی ذرا بھی خبر نہین ہوتی۔ کیونکہ اول تو ساری کارروائی انگریزی مین ہوتی ہے۔ اور دوسرے قومی کام کرنیوالون کو اپنے پیٹ کے دھندے سے اتنی فرصت نہین ہے کہ وہ کاشتکارون کے نزدیک جاکر انہین کچھ سمجھا سکین۔ اگر یہ صرف کنفرنسین زراعتی تحقیقاتون کو عام فہم زبان مین لکھکر مفت تقسیم کرانیکا انتظام کرین تو یقیناً انکا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا۔

ہمارے نصاب تعلیم مین بھی زراعتی تعلیم کا داخل ہونا ضروری ہے۔ اسکی ضرورت اسلئے نہین ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے مدرسون مین کوئی خاص زراعتی ترقی کرسکینگے۔ بلکہ محض اسلئے

کہ مدرسون کے طلبا کو زراعتی کام سے دلچسپی اور رغبت ہو اور وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا اپنے لئے کسر شان نہ خیال کرین۔ فی زمانہ یہ عام شکایت ہے کہ مدرسون کے طلبا محنت اور مشقت سے جی چراتے ہین۔ اور تعلیم کی ترقی مین یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ زراعتی تعلیم کے اجرا سے یہ مشکل کسی حد تک حل ہو سکتی ہے۔ بعض اضلاع، بالخصوص الہ آباد مین مسٹر فری منٹیل کی کوشش و تحریک سے یہ تجربہ شروع کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ صرف ایک یا دو سال مین اُسکی کامیابی کی نسبت رائے زنی نہین کی جا سکتی تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نصابی اصلاح سے کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔

زراعت کے راستہ مین سب سے بڑی رکاوٹ تعلیم یافتہ فرقہ کی ملازمت پسندی ہے۔ یہانتک کہ بڑے بڑے ذی اقتدار اور صاحب ثروت روسا بھی اپنے لڑکون کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کرکے انہین ملازمت کے لئے پیش کر دیتے ہین۔ اسطرح وہ لوگ جو کاشتکارون کی حالت مین کچھ اصلاح کرنے کے قابل ہین، اپنے ایک قومی فرض کی طرف سے آنکھین بند کر لیتے ہین

دیہاتون کے مدرسین اگر مصنوعی کھاد اور عمدہ بیجون کے استعمال کے متعلق کاشتکارون کو کچھ مشورہ دینے کی قابلیت حاصل کرین تو وہ ملک کو بڑا فائدہ پہونچا سکتے ہین۔ یورپ مین مصنوعی کھادون کے استعمال سے زمین کی پیداوار دو چند بلکہ سہ چند ہو گئی ہے۔ ہندوستان مین صرف گوبر ہی سے کھاد کا کام لیا جاتا ہے اور اُسکا بھی مناسب استعمال نہین کیا جاتا اور مصنوعی کھادین تو قریب قریب معدوم ہین۔ ہڈی جو اعلیٰ درجہ کی کھاد ہے غیر ملکون کو بھیجدی جاتی ہے اور گوبر بھی زیادہ تر جلانے مین صرف کر دیا جاتا ہے۔ پرنس کورو پاٹکن نے ذیل کے الفاظ مین بتلایا ہے کہ تعلیم یافتہ فرقہ کی دلچسپی سے ڈنمارک مین کسقدر زراعتی ترقی ہوئی ہے:۔

"سنہ ۱۸۶۴ء کی جنگ کے بعد اہل ڈنمارک نے کاشتکارون کی تعلیم اور داخلی زراعت کے اصولون کی اشاعت کرنے مین بڑی سرگرمی دکھائی اور اب اُسکا یہ نتیجہ ہے کہ وہان ۷۰ لاکھ ایکڑ زمین زیر کاشت ہے۔ جسمین ۲۲ لاکھ ایکڑ مین صرف غلہ پیدا ہوتا ہے اور پیداوار فی ایکڑ ۳۱ بشل ہو گئی ہے۔"

ہندوستان مین آجکل بڑے بڑے کارخانے قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے بڑے شہر آباد ہونگے اور دیہات غیر آباد ہوجاینگے۔ بیشک ہمین صنعت وحرفت کی ضرورت ہے۔ ہمارے کاشتکار اپنے فاضل اوقات مین کوئی مفید شغل نہونیکے باعث بیکار بیٹھے رہتے ہین۔ لیکن ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بجاے بڑے بڑے شہرون مین کارخانے کہولنے کے مواضعات مین صنعت وحرفت کا شغل جاری کرین۔ تاکہ ہمارے کاشتکار خودمختار مالکان زمین کی حیثیت سے گرکر محض مزدور نہوجاین۔ آج کل ملک مین کپڑے کا قحط ہے۔ اسکا باعث بجز اسکے اور کیا ہے کہ ہم کپڑون [illegible] کارخانون کے محتاج ہین۔ ہمارے پاس نہ اتنا سرمایہ موجود ہے اور نہ آسانی سے کلین دستیاب ہوسکتی ہین۔ لیکن اگر کاشتکارون مین سوت کاتنے اور کپڑے بننے کی صنعت زندہ کی جاے تو یہ قحط بڑی حدتک رفع ہوسکتا ہے۔ کپڑے موٹے ضرور ہونگے لیکن نایاب نہونگے۔ اگر [illegible] دوراز کار کنفرنسون مین وقت اور روپیہ برباد کرنے کے بدلے ہملوگ ان عملی اصلاحون کی طرف مخاطب ہون تو ہملوگ بلاگورنمنٹ کے مدد کے بہت کچہہ کر [illegible] گورنمنٹ کو ملعون کرنیکا ایک آسان نسخہ ہاتھ آگیا ہے اور ہم بے موقع وبا موقع وہی راگ الاپکر اپنے کو خوش کرلیا کرتے ہین کہ ہمنے کاشتکارون کے ساتھ اپنا فرض ادا کردیا۔

ہمارے ملک مین لین دین کرنے والونکا ایک فرقہ [illegible] ہین۔ لیکن مہاجنون کے علاوہ اور لوگ بھی لین دین کرتے ہین۔ وکلا اور ملازم پیشہ لوگ اور سوداگران غرض جسکے پاس کچہہ فالتو سرمایہ ہے وہ اُسے لین دین مین لگا دیتا ہے۔ کیونکہ کسی دوسری تجارت سے اتنا کثیر نفع نہین حاصل ہوسکتا۔ وہی تعلیم یافتہ [illegible] اختیارات کے لیے مطالبات کرتے ہین، کاشتکارونکو قرض دیکر اُنسے ۳۰-۳۲ فی صدی سود لینے مین تامل نہین کرتے۔ غریب کسان کے لئے سود کا یہ بار ناقابل برداشت ہوتا ہے اور وہی روپیہ جو وہ عمدہ بیج یا کہادون مین صرف کرتا اسطرح تعلیم یافتہ لوگون یا مہاجنون کے جیب مین چلا آتا ہے۔ تاوقتیکہ تعلیم یافتہ لوگ اس لین دین مین کچہہ ایثار سے کام نہ لینگے زراعت کی حالت مین اصلاح ہونا مشکل ہے۔

زمیندارون مین بھی اب تعلیم یافتہ آدمیون کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے جاہل زمیندارون کا زمانہ اگر چلا نہین گیا تو عنقریب چلا جائیگا۔ لیکن عملی طور پر ہمارے جاہل اور پڑھے لکھے زمیندارون مین بہت کم فرق ہے۔ اضافہ لگان، سود، نذرانہ اور اسی قسم کے دیگر جائز و ناجائز مطالبات مین تعلیم یافتہ زمیندار اپنے جاہل بھائی سے بہت بہتر نہین ہے۔ بلکہ جاہل زمیندارون اور کاشتکارون مین تو ایک قسم کا برادرانہ اور یارانہ ہوتا ہے۔ وہ کاشتکارونکی شادی وغمی مین شریک ہوتا ہے۔ دیہات مین رہتا ہے اور گو وہ سختی ضرور کرتا ہے لیکن اسکی سختی اتنی ناقابل برداشت نہین ہوتی جتنی ہمارے تعلیم یافتہ زمیندار کی جو شہر مین رہتا ہے اور کاشتکارون کو محض ملازمون کے دست کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے طور و طریق اور اپنے نئے خیالات کے باعث کاشتکارون مین ہل مل نہین سکتا۔ اُسے خبر نہین ہوتی کہ کاشتکارون مین کیا ہو رہا ہے۔ اُسے صرف اپنے نفع منافع سے واسطہ ہے۔ یہ حالت کسقدر افسوسناک ہے اسکے لکھنے کی ضرورت نہین۔ ایک دور اندیش امریکن عالم نے لکھا ہے۔

"جس طرح ہمارے مزارعے ہماری حالت کی بنیاد ہین، اسی طرح ہمارے مزارعین ہماری تہذیب کی بنیاد ہین اور کوئی طرز تمدن کامیاب اور سرسبز نہین ہو سکتا، تاوقتیکہ اُسکے مزارعین پامال، مجبور اور مظلوم ہین"

المختصر ہمارے مزارعین کی حالات کے ذمہ دار زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ ہین۔ اور جبتک وہ اپنی خود غرضی سے دست بردار نہونگے کاشتکارونکی حالت مین اصلاح کا ہونا محال ہے۔

دھنپت راے

زراعت

زمین کی بناوٹ

(۱) بناوٹ کسے کہتے ہین۔

یہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ زمین کے دو بڑے خواص یہ ہین۔ اوّل پودے کے چھوٹنے پھلنے کے لئے جگہ مہیا کرتی ہے۔ دوم۔ پودے کے لئے کافی اور مفید خوراک کا ذخیرہ جمع رکھتی ہے۔ چونکہ یہ دونون خواص نہایت ضروری ہین اسلئے ایک کو دوسرے پر فوقیت نہین دیجا سکتی۔ مگر زمین کے مادّی اجزا کی طرف کچھ اسقدر توجہ مبذول کی جارہی ہے کہ ان ہی کے عمل و فعل کی تشریح کی زیادہ تر ضرورت ہے۔ پتھر کی چٹان مین "قوت نامیہ" خواہ کتنی ہی موجود کیون نہ ہو۔ مگر اس پر نباتات پیدا نہین ہو سکتی۔ چٹان کا "مٹی" کی صورت مین منتقل ہونا بناوٹ مین تغیر کہلانے کا زیادہ مستحق ہے مگر اس "مٹی" کا پودے کے لئے خوراک بہم پہونچانا "بناوٹی تغیر" نہین قرار دیا جاسکتا۔

(۲) کپڑے کی بناوٹ کی طرح زمین کی مادّی حالت اسکی بناوٹ کہلا سکتی ہے۔ "قابل زراعت مٹی" کی جس قدر تشریح کی جاتی ہے یہ دراصل اسکی بناوٹ کی تشریح ہوتی ہے۔ مثلاً "نرم مٹی"[له] "سخت مٹی"[ٹه] "بھربھری مٹی"[ٹه] "چکنی مٹی"[عه] "ریتیلی مٹی"[ٹه]، مسامدار مٹی[ٹه] "ٹھوس مٹی"[ٹه] ایسی زمین جس مین قلبہ رانی اچھی طرح کی گئی ہو یعنی (CLODDY SOIL)

(۳) مٹی کی ساخت کو زمین کے طبعی فعل سے کچھ تعلق نہین۔ مثلاً "حرارت کا تغیر" "پانی کی حرکت" یا سطح زمین کے اندر ہوا کا عمل پذیر ہونا۔ مٹی کی ساخت سے زمین کی "نوعیت" اور "ماہیت" مقصود ہے۔ اور گو عام طور پر ساخت کا فعل مجہول تصور کیا جاتا ہے مگر یہی فعل اپنا

له MELLAIS SOIL　ٹه HORD SOIL　ٹه LUOSE SOIL
عه COMPACT SOIL　ٹه POROUS SOIL　ٹه SHALLOP'S SOIL　ٹه LUMPY SOIL

طاقتوں اور ترکیبوں پر ساخت کا فعل اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ کیونکہ اسی ساخت کے فعل کی تاثیر سے اکثر "فزیکل" اور "کیمیکل" طاقتیں (اجزا) اس قابل ہوتی ہیں کہ اپنا عمل کر سکیں۔

عمدہ ساخت کیوں مفید ہے؟

اگر ایک ہی قسم کی زمین جو قلبہ رانی سے "نرم" اور "بھربھری" کر دی گئی ہو پیداوار کے لئے اس قطعہ زمین سے بدرجہا بہتر ہوگی جو "سخت تہ" اور "ڈھیلے دار" ہو۔ گو کیمیائی صفت کے لحاظ سے دونوں ہم صفت ہی کیوں نہ ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نرم اور بھربھری زمین میں "نمی" کثرت سے موجود رہتی ہے سبب ... کا فعل زیادہ آزادی سے ہوتا رہتا ہے "شورہ" کی مقدار بقدر ضرورت تیار ہوتی رہتی ہے ... ایک دوسرے سے سرعت کے ساتھ علیحدہ ہوتے رہتے ہیں "حرارت" درجۂ انتہائی تک جلد جلد نہیں پہونچتی۔ پودوں کی جڑوں کے لئے عمدہ زمین ملتی ہے اور ان جڑوں کو پھیلنے کے لئے کافی اور تیار شدہ زمین ملتی ہے۔ ان سب اور دیگر اور ذرائع سے زمین میں ... جو جاتی ہے وہ پودے کی خوراک کثرت سے پیدا کرنے میں مدد دیتی ہے اور پودہ کو پرورش پانے کے لئے معتدل اور طبیعت کے موافق زمین مل جاتی ہے۔

ایک کسان کے نکتۂ خیال سے اچھی ساخت کی مٹی میں صرف اسی قدر خاصیت نہیں ہوتی کہ وہ آسانی سے "فزیکل" اور "کیمیکل" اثرات کو تیزی سے فعل کرنے کے قابل بناتی ہے۔ بلکہ پودوں کی جڑوں کو نشو و نما پانے کے لئے بہت سی جگہ مل جاتی ہے۔ مٹی کے ذرات بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ پودوں کی جڑیں مٹی کے سخت ذرات کی سطح پر پھیلتی ہیں۔ اور پرورش کے قابل رقبۂ زمین اسی نسبت سے بڑھتا رہتا ہے جس نسبت سے ذرات کی سطح کا رقبہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اگر ایک مکعب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ تو اسکا سطحی رقبہ ایک تہائی کے قریب بڑھ جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین میں "قوتِ نامیہ" اتنی ہی موجود رہتی ہے جسقدر کہ عام طور پر پودے کی نشو و نما کے لئے ضروری ہو۔

(۵) عمدہ ساخت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

مزروعہ زمین کی ساخت کو عمدہ بنانے کے دوہی وسیلے ہین۔

اوّل۔"مٹی کے ذرات" کی اصلاح کی جائے۔

دوم۔"امدادی" یا زائد اجزا اسمین ملائے جائین۔

"سخت" اور ڈھیلے دار" مٹی کے سدھارنے کی ترکیب یہ ہے کہ اسکے ڈھیلونکو کوٹ کوٹ کر چھوٹا چھوٹا کر دیا جائے۔ تب یہ مٹی نرم ہو جاتی ہے۔ بہت بھربھری یا ریتلی" زمین کے عمدہ بنانے کا طریق یہ ہے کہ اسکے ذرات کو سخت کر دیا جائے [illegible] جو عام سطح زمین کے نیچے ہوتی ہے۔ اس ترکیب سے ایسی اراضی مین یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ پانی کی ایک کثیر مقدار رکھ سکتی ہے اس طاقت کو اصطلاح مین "ریٹینٹو پاور" کہتے ہین۔

(۲) زمین کے ذرات کی جسامت کی اصلاح تین طریقون سے ہوتی ہے۔

(الف) میکنیکل قوت[۲] کے ذریعہ سے یعنے "ہل" چلاکر۔ یا "سہاگہ" چلاکر یا "کرھا" پھیر کر۔

(ب) طبعی طاقتون[۱] کے فعل کا حرکت میں آنا۔ مثلاً موسمی تغیر و تبدّل ہواؤن کا چلنا۔ بارش ہونا سخت جاڑا پڑنا۔ شدّت سے دھوپ نکلنا۔

(ج) زمین مین ایسے اجزا ملانا جو اُسکے ذرّات کے ساتھ شامل ہوکر "کیمیائی فعل" شروع کرین۔ جس جگہ بہت سے پتھر ہون وہان چٹانون کا موسمی تغیر و تبدل سے کمزور ہو کر گرنا صاف طور پر نظر آسکتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ "سنگ مرمر" اور سنگ سُرخ کے جو بُت بنے ہوتے ہین چند سالون کے بعد ان کی رنگت اور صفائی مین کچھ فرق آجاتا ہے۔ قدرتاً ہر ایک پتھر "جسامت" "قدامت" اور "مقدار" مین دن بدن کم ہوتا رہتا ہے۔ کوہستانی علاقون مین اکثر دامن کوہسار مین چٹان کے بھربھرا کر گرنے کی عمدہ مثالین نظر آسکتین ہین پہاڑون کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے کہ ایک خاص مدت کے بعد ان مین گولائی پیدا ہونے لگتی ہے۔ مگر بعض چٹانین اس قسم کی بھی ہوتی ہین جو اپنا تر چھا پن کبھی ضائع نہین ہونے دیتین اور وہ اس وقت تک اپنی وضع پر برابر قائم رہتی ہین۔ حتیٰ کہ زمانہ کی

PHYSICAL FORCES [۱] MECHANICAL POWER [۲] RETENTIVE POWER [۳]

دست برد کے باعث ریزہ ریزہ ہوکر دامنِ کوہسار مین گر کر پتھریلی مٹی کا تودہ بن جاتی ہین۔

یورپ مین کوہ الپس اور اسکے گردنواح کے سلسلہ کوہستان مین ایسی مثالین بکثرت[ف] ملتی ہین۔ سرجان لوبوک[ف۱] جنھون نے زمین کی ساخت کے متعلق بہت کچھ چھان بین کی ہے تحریر کرتے ہین کہ دریاے راہین[ف۲] پو[ف۳] رہون[ف۴] اور دریاے ڈینوب[ف۵] کی وادیون مین جو زمین پائی جاتی ہے اور لمبارڈی جرمنی۔ بلجیم۔ ہالینڈ اور فرانس کے جنوب مشرق میدانون کی جو زمین کبھی سطح آب کے نیچے تھی۔ مگر ان کی مٹی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہ مٹی سوزٹزرلینڈ کے پہاڑون سے لڑک کر یہان پہنچی ہوگی اور یہ تغیر اور تبدل اسقدر وسیع پیمانہ پر ہوا ہے کہ آجکل بعض پہاڑون کی سربفلک چوٹیان کسی زمانہ مین پانی مین ڈوبی ہوئی تھین

(۷) نالی یا بدرو[ف۶] کے دو عام فائدے ہین۔ ایک تو یہ زائد پانی بہاکر لیجاتی ہے۔ دوسرے زمین کی "طبعی" حالت کو سدھارتی رہتی ہے۔ دوسرا فائدہ عام طور پر بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ زمین کے ساخت کے نفیس ہونے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ اس مین پانی کو کثرت سے جمع نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی گیلاپن پیدا نہ ہو۔ اور ہوا آسانی سے اسکے ذرات کے خلا مین سلسلۂ آمدورفت قائم کرسکے۔ ایسی زمین (مٹی) جسمین یہ سلسلہ موجود نہین ہوتا۔ اسکی وہ درمیانی سطح جو زمین کی اوپر کی سطح کو پانی کی سطح سے علیحدہ رکھتی ہے یا تو شکستہ ہوجاتی ہے۔ یا بہت کمزور ہوجاتی ہے۔ اور اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پانی کی سطح والی زمین اپنی اصلی جگہ سے اور بھی نیچے چلی جاتی ہے۔ اور پھر پانی کی سطح جہان پانی کا ذخیرہ جمع رہتا ہے بہت اوپر آجاتی ہے۔

بعض اجزا اس قسم کے ہوتے ہین جو سخت زمین کو ریزہ ریزہ کردیتے ہین اور پھر ان ٹکڑون کو

ف ہندوستان مین بھی ایسی مثالین بکثرت مل سکتی۔ مگر افسوس کہ اہل ہند کو یہ شوق ہی نہین کہ اس قسم کی تحقیقات کرین۔ کوہ ہمالیہ کی بعض چوٹیون کی مٹی سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانہ مین وہ بھی زیرآب تھین۔

ف۱ SIR JOHNLUBBOCK ف۲ THE RHINE ف۳ THE-PO
ف۴ THE RHONE ف۵ THE DANUBE ف۶ DRAINGE

باریک پیس دیتے ہیں یا بھربھری اور نرم مٹی کے ذرات کو مجتمع کرکے سخت کرسکتے ہیں۔ یا کسی اور طریقے سے زمین کی ساخت کو عمدہ بنانے میں امداد دیتے ہیں۔ ایسی چیزیں جو محض خارجی یا ضمنی "کیمیائی" فوائد حاصل کرنے کے لئے ملائی جاتی ہیں اجزا ترمیمی یا اصلاحی اجزا کہلاتے ہیں۔ چونا اسکی ایک تمثیلی مثال ہے۔ قلعی (سپید چونا) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چونے والی زمین کو نرم کردیتی ہے یا ریتلی اور کنکریلی زمین کے ذرات کو اکٹھا کرکے ان کو ٹھوس حالت میں لانے کی قوت رکھتی ہے۔ بہت سے کیمیائی "مصلحے" جو "قوت نامیہ" پیدا کرسکتے ہیں زمین کی اصلاح کرکے اسمیں زرخیزی کا مادہ پیدا کرنے میں قیمتی امداد دیتے ہیں۔ کیونکہ اول تو یہ زمین کی ساخت کو سنوارتے ہیں۔ دوسرے اسمیں پودوں کی خوراک کثرت سے پیدا کرنے میں معاون بنتے ہیں۔

"امدادی" یا "زائد" اجزا خود بخود زمین کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک خاص قسم کی خاکستری رنگ کی چیز پیدا کرتے ہیں جو سبزی وغیرہ پر یا ٹھوس اجسام پر جم جاتی ہے اور یہ زمین کے لئے از بسکہ مفید چیز ہے اسے اصطلاح میں ہیومس (HUMUS) کہتے ہیں مثلاً سبز کھاد یعنی سڑی سبزی کا کھاد۔ اصطبل سے جو کھاد (گوبر۔ لید) ملتا ہے وہ پودوں کی خوراک پیدا کرنے کی نسبت زمین کی اصلاح کرنے میں زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔

(۸) ساخت اور کھاد۔

اس بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ کسان کو سب سے پہلے اپنی زمین کے سدھار کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور قوت زرخیزی کے مسئلہ کو بعد میں لینا چاہئیے بہرکیف پودوں کی پیدائش کے لئے ضروری ہے کہ سامان کاشتکاری عمدہ اور مناسب مہیا کیا جائے اور جب یہ مکمل ہوجائے تو پھر زمین میں "قوت نامیہ" بڑھانے والے یا کثرت سے فصل پیدا کرنے والے "کیمیائی اجزا" ملانے چاہئیں۔ مگر کھاد اور ایسے ہی اور اجزا جو زمین کو زرخیز بنانے کے لئے مفید ہوں زمین کی ساخت میں خوبی پیدا کرنے کیلیے اور اس خیال سے بھی کہ ان کی مدد سے پودوں کی خوراک پیدا ہوگی ساتھ ساتھ ملاتے رہنا چاہئے۔ مگر بعض اوقات ایسے مسالے ملانے سے بھی زمین

سے چندان فائدہ حاصل نہین ہوتا اور عموماً ایسی زمین مین جہان قلبہ رانی بہت اچھی طرح کی گئی ہو۔ ہان ایسے اجزا ملانے سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسی زمین جسکی طبعی حالت اچھی نہین ان مین "قوت نمو" اور "قوت نامیہ" پیدا کرنے والے کیمیائی اجزا اس غرض کو مدنظر رکھکر ملانا کہ عمدہ اجناس پیدا ہون بے سود ہے۔

مٹی مین نمی کا اثر

نمی کیون مفید ہے؟

(۹) زمین مین پودون کی خوراک خواہ کتنی ہی مقدار مین موجود کیون نہ ہو۔ نباتات پانی بغیر کبھی پیدا نہین ہو سکتی۔ پانی دو امور کے لئے نہایت مفید ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ یہ پودون کی خوراک کے مسالون کو سیال حالت مین لاکر اسے پودون کے رگ و ریشہ مین داخل ہونے کے قابل بناتا ہے۔ دوم اس سے پودہ کا رگ و ریشہ بنتا ہے اور نباتات کی زندگی کا بھی اسپر بہت کچھ دار و مدار ہے۔ جسقدر کسی فصل کی پختگی کے لئے پانی درکار ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پانی کے بجائے اس فصل کے پودون کو صرف وہی مسالہ دیا جائے جو انکی خوراک کا کام دیتا ہو تو فصل ہرگز عمدہ پیدا نہ ہوگی۔ تمام فصلات پانی کی جسقدر مقدار لوائل روئیدگی سے لیکر پختگی تک لیتی ہین وہ ذیل کے اعداد شمار سے واضح ہوگی۔

نام جنس۔	تعداد دن پوتی نی ایکڑ۔	وزن پانی
	ایو شل = ۳ من	
مکی۔	۵۰	۱۵۰۰۰۰ پونڈ
آلو۔	۲۰۰	۱۲۹۰۰۰ پونڈ
جوی۔	۲۹	۱۱۹۲۰۰۰ پونڈ

فصلات کی خرابی کا زیادہ تر یہ باعث ہوتا ہے کہ وقت پر اور کافی مقدار مین ان کو پانی نہیں ملتا۔ ملک کے بعض حصون مین نہر سے آبپاشی کی تو جاتی ہے مگر زیادہ تر کسانون کو بارش

کا ہی منتظر رہنا پڑتا ہے ۔

مٹی مین پانی کس طرح جمع رہتا ہے

(۱۰) مٹی مین پانی تین صورتون مین سے کسی ایک صورت مین قایم رہتا ہے ۔

(الف) ذخیرہ کی صورت مین[1]

(ب) کیپلری یعنے کشش اتصال سے[2]۔

(س) رطوبت[3]۔

ذخیرہ کی صورت مین جو پانی زمین مین موجود ہوتا ہے وہ کشش ثقل کے ذریعہ سے بنتا ہے یہی پانی نالیون وغیرہ[4] کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے اور کوئن اور چشمون میں سے بھی یہی پانی پھوٹ کر نکلتا ہے ۔ پودے براہ راست اس سے فائدہ حاصل نہین کر سکتے بلکہ یہ اس وقت مفید مطلب ہوتا ہے ۔ جب سطح زمین سے دور ہو کر کشش اتصال یعنی کیپلری طریق[5] سے اپنے ذخیرہ مین سے ذرات زمین کو نمی پہونچاتا ہے ۔

(۱۱) وہ پانی جو کشش اتصال کے ذریعے یعنے کیپلری طریق سے مٹی میں موجود ہوتا ہے "ذرات زمین" کے آپس کے لگاؤ کے باعث یا ذرات زمین" مین جو نہایت باریک سوراخ ہوتے ہین انکی وجہ سے وہان موجود رہتا ہے ۔ اسکی حرکت کشش ثقل" کے اثر کی پابند نہین بلکہ یہ خود بخود ذرات زمین" مین اپنی رو جاری رکھتا ہے ۔ یہی پانی پودون کے لئے نمی کے نکتۂ خیال سے از بسکہ مفید ہے ۔ اور جہانتک ممکن ہو اسکی کساؤ نکو ہت احتیاط کرنی چاہیئے ۔ مبادا بے خبری یا لاعلمی سے کہین ضائع نہ ہو جائے ۔

(۱۲) رطوبت[6] ذرات زمین میں ایک جھلی یا پوست کی طرح موجود رہتی ہے اس پر کشش ثقل[7] یا کشش اتصال کا کچھ اثر نہین ہوتا ۔ اور یہ اس خوبی سے ذرات مین موجود

---

[3] HYGRO SCOPIC [2] CAPILLARY [1] FREE

[7] GRAVITY [6] HYGROSCOPIC WATER [5] CAPILLARY [4] DRAINAGE

ہوتی ہے کہ جب تک اسکو ۲۱۲ ڈگری کی گرمی نہ دیجائے زائل ہوکر خشک نہین ہوتی — کسی گذرگاہ عام کی خشک اور باریک مٹی مین بھی یہ "رطوبت" موجود ہوتی ہے اور اسی خاک کے وزن مین ۲ اور ۳ فی صدی تک اسکا وزن موجود ہوتا ہے۔ "رطوبت" سخت امساک باران کی حالت مین پودون کو پانیکی تکلیف محسوس نہین ہونے دیتی۔ عام طور پر "رطوبت" اور "کیپلری پانی" کو "نمی کی جھلی" یا "نمی کا پردہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونون قسم کا پانی کم وبیش ایک خاص "حجم" مین ذرات زمین مین موجود ہوتا ہے۔ مگر ذرات زمین کے ساتھ صرف "رطوبت" ہی ایک مستقل حالت مین موجود پائی جاتی ہے۔ اسے پانی کی اندرونی تہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اور کیپلری پانی یعنی وہ پانی "جو کشش اتصال" کے باعث ذرات زمین کے باریک سوراخون مین اِدھر اُدھر اپنی رو جاری رکھتا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اسکی رو بالکل بند ہوکر باعث نقصان ہو۔

بہت "گیلی" زمین وہ ہوتی ہے جسمین پانی کا بہت ذخیرہ موجود ہو اور وہ سطح زمین کے قریب ہو۔ "خشک" یا "بھربھری" زمین میں پودون کی خوراک کے لئے پانی کی مقدار کافی موجود رہتی ہے۔ یعنی پودون کی پرورش کے لئے وہ زمین مفید ہے جسمین "نمی" ہو "گیلاپن" نہ ہو۔ اس لیئے مٹی کی "نمی" کا مضمون "مٹی مین پانی کا ذخیرہ" کے مضمون سے زیادہ قابل تشریح ہے۔

ایم - ایم - اسلم

انسان کا ایک ہی مذہب ہے۔ یہ وہ مذہب ہے کہ جو اسکی فطرت مین ہے اور جو نہ مغربی دنیا کا مذہب ہے۔ نہ مشرقی دنیا کا۔ شاید کل ان دنیا مین بھی محدود نہین۔ بلکہ کل عالمون کا مذہب ہے یہ وہ مذہب ہے کہ جسکا سطح زمین پر شاید دم بردشلم۔ کرکے کوئی دوا اختلاف نہین۔ یہ وہ مذہب ہے جو کسی کتاب کی رُو سے بند نہین خواہ یہ کتاب بیدوان یا قرآن یا بائبل (دفانس)

(۱) FILM MOISTURE

نقاب پوش ساحرہ

(ایک قصہ)

آسمان پر لکہ ہائے ابر محیط تھے - ایسا گھُپ اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا - ہوا زور سے سمندری طوفان کی طرح چل رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑے بڑے پتھر دیواروں سے ٹکرا رہے ہیں خوفناک شور اور کامل تاریکی کے پردہ مین پیرس کی دلچسپیان پوشیدہ تھین - عام شاہراؤن اور سیرگاہون مین رات کے نو بجے ہی کسی متنفس کا نظر نہ آنا شدتِ طوفان پر دلالت کرتا تھا -

بادل تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد زور سے گرجتا اور بجلی بار بار چمک زنی کرتی تھی - ہوٹل اور قہوہ خانے جلد جلد خالی ہو رہے تھے اور دن رات عیش و عشرت مین بسر کرنے والے رنگین مزاج باشندے ہر لحظہ زیادہ ہونے والی تاریکی اور ہوش ربا طوفان کے خوف سے پبلک ہوٹلون، تھیٹرون، ناچ گھرون اور کلبون سے قبل از وقت رخصت ہو رہے تھے -

ایسے وقت مین ایک نازنین اور ایک خوبرو نوجوان قصر بلورین کے ایک کمرہ مین بیٹھے حالاتِ آسمانی اور اِس شبِ طوفانی سے کامل لاپرواہ اور بے فکر معلوم ہوتے تھے -

اِس نوجوان کا نام ہیرو تھا - وہ بلند قد، سُرخ رنگ، بھوری نیلگون آنکھین اور سیاہ بال رکھتا تھا - اُسکا لباس، اور اطوار امارت کا اظہار کرتے تھے -

لڑکی کی عمر اٹھارہ اُنیس سال کے درمیان ہوگی - وہ مجسمۂ حُسن و نزاکت تھی اُسکے قدِ موزون اور سفید براق گردن مین موتیون کی مالا عجب بہار دے رہی تھی سیاہ لمبے لمبے بال مشرقی عورتون کی طرح دونون شانون کے گرد بکھرے ہوئے تھے - اُسکا اُبھرا ہوا سینہ

۔۔ سپر پہنی تنگ و چست لباس اسکے شباب کو نمایان کر رہا تھا۔ آنکھیں مخمور و لپسنہ تھیں
اور اُن میں ایک ایسی کشش مقناطیسی تھی جو عشاق کے دلوں کو کھینچکر ارضی بہشت و دوزخ
جہان چاہیں بھیجدیتی تھیں۔ پھر گھنی پلکیں اُنکے کام میں مزید امداد بہم پہونچاتی تھیں۔
یہ پری تمثال جو وش انگیٹھی میں جلتی ہوئی آگ کے پاس کھڑی تھی، جب بادل زور سے
گرجتا اور بجلی چمک کر آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی تو ایک دو لمحہ کے لئے وہ گھبرا جاتی تھی
اسکی پشت اُس نوجوان کی طرف تھی جو کرسی پر بیٹھا ہوا تعریفانہ انداز میں اُسکے سراپا کو دیکھ

رہا تھا۔

ہیرو۔ کورا۔ طوفان کی شدّت دم بدم بڑھتی جاتی ہے۔

کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالکر،

اوہو ساڑھے نو بج گئے۔

کورا۔ تو کیا آپ رخصت ہونا چاہتے ہیں؟ اس طوفان میں آپ کا گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالنا
خطرہ سے خالی نہیں۔ دیکھئے اب تو موسلا دھار بارش اور ہوا کے تیز و تند جھونکے تمام عالم

کو زیر و زبر کئے دے رہے ہیں۔

ہیرو۔ تھنکس! آپ کی موٹر چند منٹوں میں مجھے میرے مکان پر پہونچا سکتی ہے۔

کورا۔ یہ درست ہے۔ مگر غریب خانہ کو اپنا ہی گھر تصوّر کیجئے اور اگر بارش اور طوفان
تھم گیا تو آپ موٹر میں تشریف لیجا سکتے ہیں۔ ورنہ یہیں آرام کیجئے۔

اِس وقت تک کورا کی پشت ہیرو کی طرف تھی۔ اُسکی نغمہ ساں شیرین آواز ہیرو
کے جسم پر عجیب کیفیتیں پیدا کر رہی تھیں، وہ ایک ایک لفظ پر تصدّق ہو رہا تھا۔ ہر لحظہ وہ
وفور شوق و مسرّت سے مغلوب ہو کر ایک دو قدم اُسکی طرف بڑھتا مگر پاسِ ادب اور
رعب حُسن سے جھجک جاتا تھا۔

کورا۔ ہیرو کو خاموش دیکھکر پلٹی۔ دو چار قدم اُسکی طرف بڑھی، مسکرائی، اور

کچھ سوچ کر خاموش کھڑی ہو گئی۔

جب آنکھیں چار ہوئیں تو ایک پر معنی مسکراہٹ کورا کے لب یاقوت رنگ پر جھلک رہی تھی۔

ہیرو نے محسوس کیا کہ وہ ایک شے خنداں کو دیکھ رہا ہے، آبدار و پرُ دندان کی ایسی جھلک و چمک دیکھی کہ آنکھوں میں بجلی تڑپ گئی، اندھیرا چھا گیا اور گھبرا کر جلدی کورا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بے تابانہ کہا۔

"میری پیاری"

کورا۔ میرے پیارے۔

(کورا نے کئی دفعہ اسکو سر سے پاؤں تک دیکھا)

"تم ایک خوبصورت آدمی ہو، تمہارا جسم شاندار ہے، تمہارا چہرہ دلکش اور من موہنا ہے، مہربان آنکھیں خوبصورت ہاتھ اور پاؤں ہیں، میں تمہاری اس رنگین ٹائی اور سفید کالر کو دیکھکر بہت مسرور ہوتی ہوں، میرا خیال ہے کہ تم مجھکو خوش کرنے کے لئے ایسا لباس پہنتے ہو؟

ہیرو۔ ہاں۔ بے شک تم کو خوش کرنے کے لئے۔ تمہاری خوشی میری خوشی اور میری خوشی تمہاری ہوگی؟

کورا۔ تمہاری خوشی میری عین راحت ہے آج کا دن اس طلا فانی موسم کی وجہ سے زیادہ مبارک ہے کہ ہم کو زیادہ وقت باہم گفتگو کا حاصل ہوا ہے۔

ہیرو۔ (جو کورا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا) پیاری! کیا میں ایک بات کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں، کیا مجھے اجازت ہے؟ ......

کورا نے اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہ کی اور ذرا نیچی نگاہ کر کے دبی آواز سے کہا۔

کورا۔ کہو۔ بڑی خوشی سے۔ کیا میں نے تم کو کسی بات کے کہنے سے کبھی روکا ہے؟

ہیرو۔ میری روح۔ میری زندگی، کورا! اگر یہی کہوں کہ میری موت اور زندگی صرف تمہارے

ایک اشارہ پر موقوف ہے تو کیا تم میرے کہنے کا یقین کر لوگی۔

کورا۔ (اُسی انداز معشوقانہ سے) میرے خیال مین تم نے کبھی آج تک جھوٹ نہین بولا۔ آجتک جس قدر جنٹلمینون سے مجھے تعارف ہوا ہے۔ اُن مین صرف ایک تم ہو جس سے مجھے ایک لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور چونکہ تم ہمیشہ ہر بات مین افراط و تفریط کو دخل نہین دیتے اور جھوٹ واہیات باتین نہین کہتے اسلئے مجھے ہمیشہ تمہاری گفتگو مین لطف آتا ہے

ہیرو۔ مین اس تعریف کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہون۔ ذرہ نواز کورا۔

اُس نے اپنے بازو اُسکی کمر کی گرد حمایل کر دیا۔ اور اُسکے بالون، لمبے لمبے گیسوؤن اور زلف گرہ گیر کے ساتھ اسطرح کھیلنے لگا جسطرح کوئی بچہ کسی پرندہ کے پرون کے ساتھ کھیلتا ہے۔

کورا نے اپنا سیمین ہاتھ، پنجہ مرجان اُسکے کندھے پر رکھکر ایک لاابالیانہ نگاہ اُسپر ڈالی ہیرو نے اپنے ھونٹ اُسکے لب یاقوت رنگ پر جما دیئے اور کہا۔

"مین تجھ سے محبّت کرتا ہون"

یہ الفاظ تھے یا تیر و نشتر جو ایک ہلاکت دامن سوز بم کی طرح ان دونون کے درمیان گرے۔ اور کورا بجلی کی طرح تڑپ کر اُسکی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

ہیرو نے محسوس کیا کہ چشمۂ آب حیات سے جب اسکندر تشنہ کام واپس آیا ہوگا تو کیسے تاثرات اُسکو پیش آئے ہونگے۔ موت و حیات مین کتنا بعد و مسافت ہے خوشی و مسرت کی گھڑیان کتنی جلدی فلک کج رفتار کی ایک ٹھوکر سے ملیا میٹ ہو جاتی ہین۔ اُسکے چہرہ کا رنگ کاغذ کی مانند سفید تھا۔ محو حیرت تھا۔ اور کسی معصوم قیدی کی طرح دونون ہاتھ تعجب، رحم والتجا سے اُٹھائے۔ کورا کی طرف آنکھین پھاڑ پھاڑکر دیکھ رہا تھا۔

کورا کی حنائی انگلی گلابی ہونٹون پر تھی، وہ بھی وحشت زدہ اور حیرت و استعجاب کے گہرے سمندر مین غلطان و پیچان معلوم ہوتی تھی۔

چند لمحے کامل خاموشی و سکوت مین گذر گئے پھر ہیرو ایک قدم اُسکی طرف بڑھا اور کہا کورا

کورا۔ ہیرو۔ تم نے میری امیدون کا خون کر دیا ہے، آہ مین آج تک دھوکہ مین رہی بہتر ہوتا کہ تم فرانس مین پیدا ہونے کے بجائے مشرق کی کسی پرُ اسرار توہمات پرست گھرانہ مین جنم لیتے۔

ہیرو۔ مین نے کونسی غلطی کی ہے۔ کس گناہ کا مرتکب ہوا ہون۔ جو ایسی سرزنش اور اس قسم کی سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہون۔

کورا۔ ایسی نادانی اور بے خبری۔ تم نے ابھی ابھی کیا کہا تھا۔

ہیرو۔ صرف اپنی محبت کا اظہار۔

کورا۔ محبت کس کو کہتے ہین ؟ تم بھی بے وقوف اور خود غرض دنیا کی طرح اس بے معنی لفظ کا شکار ہو رہے ہو۔ آہ۔ افسوس!

ہیرو۔ (متعجب ہوکر) یہ مین کیا سُن رہا ہون! انسان اس لفظ کو سُن کر چونک پڑتا ہے۔ اُس خورد سال بچہ سے لیکر جو آغوشِ مادر مین شفقتِ مادری کا مرہون منت ہے اُس پیر زمین گیر تک جو زمانہ کے پلٹون اور گردشون مین قدرت کا ایک زندہ ورق ہے۔ سب یکسان اس کے راز دار معلوم ہوتے ہین۔

کورا۔ یہ سب واہیات باتین ہین۔ مین پوچھتی ہون کہ محبت ہے کیا چیز؟

ہیرو۔ محبت وہ کشش اور جذبہ ہے جو افرادِ انسانی کو ایک دوسرے کی طرف راغب کرتا ہے یہ ایک فطرتی قوت ہے جو مختلف اشخاص کو پیامِ انس کے رشتہ مین پروتی ہے تمام نظام عالم کا قیام اور رفاہ عام کے جملہ کامون کا انتظام محض محبت پر ہے اگر محبت ایک دن کے لئے بھی دنیا سے مفقود ہو جائے تو بدنظمی، بربادی اور خونریزی پھیل جائے۔

کورا۔ بس بس۔ فلاسفر صاحب اس فضول گوئی سے چندان فائدہ نہ ہوگا۔ جو چیز انسانونکو ایک دوسرے کی طرف راغب کرتی ہے وہ خود غرضی اور خود مطلبی ہے۔ نہ کہ محبت۔ اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ محبت کوئی چیز نہین تو شاید اُسکا مضحکہ اُڑایا جائیگا۔ دنیا کے جدید و قدیم علمائے فلسفہ نے جسقدر قیمتی زمانہ اور بیش بہا لٹریچر اس غلط

وموہوم چیز کی تعریف مین خرچ کیا ہے اگر اس سے نصف اسکے خلاف لکھنے مین صرف کرتے تو دُنیا بہت سی تکالیف و مصائب سے محفوظ رہتی۔

محبت دنیا مین امن چین نہین بلکہ جنگ و فساد پھیلاتی ہے۔ شاید آپ کو علم نہین کہ "وطن کی محبت" بھی کس قدر خونریزی و تباہی کا باعث ہے دُنیا مین جتنی تباہیان اور خونریزیان ہوئی ہین وہ محض "مذہب کی محبت" "قوم کی محبت" اور وطن کی محبت کے شرارے تھے جو بار بار بھڑکتے اور خرمن امن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہین۔

ہیرو۔ پیاری۔ محبت کی تعریف مین ہر قوم و ملک کے حکمائے بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک مشرقی فلاسفر کہتا ہے کہ نظام عالم کی موجودہ حرکت صرف محبت کے فلسفہ پر موقوف ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین۔ کہ عروس شب کی ظلمت بار زلفین اپنے پیچ و خم سے ناواقف رہتین، فلک نیلگون کے روشن ستارے لذت رم سے بے خبر رہتے۔ قمر اگرچہ سقفِ فلک پر قائم نظر آتا مگر گردش کے آئین سے بیگانہ رہتا۔ دُنیا اگرچہ نیست سے ہست ہو چکی تھی مگر مذاقِ زندگی کی حقیقت سے ہرگز ہرگز آگاہ نہ ہوتی لیکن جب محبت کا طلسمی فسون لسان القدرت نے عناصر کے اِس مجموعہ کے کان مین پھونکا تو ہر چیز مین زندگی اور حیات حرکت و جنبش پیدا ہو گئی۔ چنانچہ

خرام ناز پایا آفتابون نے ستارون نے
چمک غنچون نے پائی داغ پائے لالہ زارون نے

ہر ایک ذرہ جو پیشتر محو خواب تھا۔ یکسر حرکت بن گیا، اور اپنی لطفِ خواب کو چھوڑ کر ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے موجودہ صورت تک آن پہونچا۔

کورا۔ یہ محض شاعرانہ خیالات ہین، دنیا کی حرکت اور خلقت کا مسئلہ ایک جداگانہ چیز ہے اُنکے لئے مادہ، روح اور انرجی کی بحث لازمی خیال کی جاتی ہے، آج آپ کی زبان سے معلوم ہوا کہ چوتھی چیز محبت بھی اس مین شامل ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے محبت کی اقسام بھی وضع کی ہونگی۔

ہیرو۔ بے شک جس چیز کا وجود موجود ہو اسکی اقسام بھی اگر وہ منقسم ہوسکے تو ضرور ہوتی ہین

فلسفیون نے محبت کی دو اقسام معین کی ہین۔

محبت ارادی۔ جو کسی غرض و غایت کی وجہ سے ہو۔

محبت طبعی۔ جو غیر اختیاری حالت کے سبب پیدا ہو۔

کورا۔ لیجئے یہ اقسام خود آپ کے خلاف ایک ہتیار کا کام دینگے۔ محبت ارادی کسی غرض و غایت کے لئے پیدا ہوتی ہے اور اسی کو مین مطلب پرستی کہتی ہون اور دوسری قسم کے متوالون کو جنونی لکھنا چاہئے۔

ہیرو۔ نہین پیاری حکماء نے محبت کی ان دو اقسام کے مختلف اسباب بھی قرار دے ہین۔ اول لذت۔ دوم نفع۔ سوم خیر یعنی نیکی۔

کورا۔ بہت خوب۔ بہت اچھا۔ ذرا عقل سے کام لیجئے۔ محبت کے اسباب مین لذت اور نفع بھی شامل ہین۔ لہذا یہ اسباب محبت اس بات کی بین دلیل ہین کہ حقیقت مین محبت کسی پاک جذبہ کا نام نہین جسکی پرستش کی جائے۔ اگر دنیا مین اس چیز کا کچھ وجود ہے تو اسکو طلب منفعت۔ خود مطلبی۔ اور خود غرضی کہنا چاہئے کیونکہ ایک صاحب کو کسی چیز سے "لذت" کے لئے محبت ہے۔ دوسرے کو "نفع" کی غرض سے تیسرے کو "نیکی" کے لئے۔

شاید آپ تیسری قسم کی محبت کو ہی سب سے اعلیٰ و افضل سمجھتے ہونگے۔ دیوون، راہبون، اور فقیرون کو جو اہل دین ہین اور صرف نیکی کے لئے محبت کرتے ہین اسکا اہل گردانتے ہونگے۔ مگر معاف رکھیگا کہ حقیقت مین وہ بھی بہشت و دوزخ کی۔ طلب وجستجو۔ خوشنودی پیر و مرشد، دینی عزوجاہ جیسے زبردست مطالب و اغراض اسکی تہ مین پوشیدہ رکھتے ہین۔

کورا ایک آرام کرسی پر لیٹ گئی۔ مگر ہیرو اسی طرح کھڑا گفتگو کرتا رہا۔

ہیرو۔ تو کونسا کام دنیا مین بغیر مطلب وضرورت کے کیا جاتا ہے۔

کورا۔ یہ درست ہے، مگر آپ مجھکو کیون دہوکہ دیتے ہین، سنئے ایک لفظ نیکی ہے۔ اسکے معنی صاف اور روشن ہین۔ اسی طرح ایک لفظ محبت ہے، اسکے معنی صریحاً دہوکا اور

فریب ہین۔ آج تک میرے کانون مین کئی تعلیم یافتہ معزز اصحاب یہ لفظ چکنے چپڑے طریقون سے دالتے رہتے ہین۔ مگر اخیر مین معلوم ہوا کہ وہ تمام خودغرض، نفس پرست، اور دھوکہ باز تھے۔ دنیا کو احمق اور بے وقوف بنانے کے لئے لوگ اسی قسم کے الفاظ کی ڈھال بنایا کرتے ہین۔

پیشتر اسکے کہ ہیرو کچھ جواب دے۔ کمرہ کا دروازہ کھُلا اور کورا کی مان اندر داخل ہوئی۔

بیٹی کورا معاف کرنا۔ مین نے تمہاری تمام گفتگو اتفاق سے سن پائی ہے، مین تمہارے خیالات سُن کر بہت خوش ہوئی ہون، اور تم سے متفق ہون"

اسنے کورا کو جو مودبانہ کھڑی ہوگئی تھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور گھنٹی پر ہاتھ رکھکر نوکر کو بلایا۔

تنا رسپ۔ چائے لے آؤ۔

اور سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا

"محبت محض ایک دھوکہ ہے، یہ ایک نقاب پوش ساحرہ ہے، جو بظاہر اپنی دلفریبون اور عشوہ ناز سے انسان کو گمراہ کرکے تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ جب یہ نقاب اُلٹ دی جاسے تو انسان پر تمام حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ یہ صرف بیوی کی محبت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام جیسی بہشت سے نکلنے پر مجبور ہوئے، اسی لئے انسان نے سب سے پہلے گناہ کی عزت و تکریم کرنی واجبی سمجھی اور اسکو ایک پاک جذبہ سمجھکر آجتک اسکی پرستش کرتا چلا آتا ہے۔ اور محبت کی اقسام مین سے سب سے بڑی محبت۔ محبت نفسی سمجھتا ہے۔ جو خوبصورتی کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ طبیعت مین ایک ہیجان، جذبات مین ایک جوش پیدا کرکے انسان کی تمام انسانیت اور عقل و خرد کو مٹادیتی ہے اور وہ ہمہ تن کسی کے خیال مین غرق ہو جاتا ہے۔

بیٹی ایک وقت تھا۔ جب مین بھی تمہاری طرح خوبصورت تھی، اور ابتدا مین اپنی عمر کے پانچ چھ سال راز و نیاز، اصرار و انکار، سوال و جواب، عجز و غرور، جذبات و احساسات رنج و غم، جوش و محبت، افسوس و حسرت، عیش و طرب وغیرہم مین بسر کرلی، اور ہر تکلیف

جسمانی راحت کا لطف پاتی تھی، مگر مجھے جلدی علم ہو گیا کہ یہ سب محض فریب اور دھوکہ تھا انسان اپنی اغراض کو پورا کرنے کے بعد محبت کو نفرت سے بدل دیتا ہے۔ میرے سر کے بال سفید، کمر میں خم چہرہ پر جھریان اور دانت رخصت ہو گئے ہین۔ اب کسی کو میری محبت کا جوش نہین آتا۔

کیا خون اور گوشت کے مجموعہ کو جس مین بہترین تناسب اعضا پایا جائے۔ محبت کہتے ہین؟

ہیرو۔ محبت ہر زمانہ مین یکسان نہین پائی جاتی، موجودہ وقت مین آپ کو بچون سے محبت ہے اور بچون کو آپ سے بہ حیثیت ایک ماں کے محبت ہے، انسان کسی وقت بھی محبت سے خالی نہین۔

کورا کی ماں۔ ہان مین بخوبی جانتی ہون، بچے مجھسے محبت کرتے ہین، اگر اس وقت میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ تو چند یوم تک تعزیت سے نامہ پرتی رہے گی خطوط اور سیاہ لباس پہنا جائیگا۔ پھر یہ تمام لوگ مجھ کو ایسا فراموش کر دینگے گویا مین نے اپنی تمام عمر ساٹھ سال انکے درمیان کبھی بسر نہین کئے اور ہر ایک شخص اپنی خوشیون اور راحتون مین مصروف ہو جائیگا۔

"مسٹر بوکر شارپ نے چائے لا کر میز پر قرینہ سے رکھ دی اور تینون اپنے خیالات کو چائے کی پیالی مین غرق کرنے لگے۔

ہیرو۔ (دل مین) ہمکو معلوم ہے کہ عورتین مرد کی خوشی اور راحت کے لئے بنائی گئی ہین۔ مرد عورت کی خوشی اور آرام کے لئے جب کوئی عورت کورا جیسی ہوشیار اور بہت زیادہ عقلمند ہو، تو وہ خوش کرنے کے زیادہ اسباب بناتی ہے۔ لہذا مجھ کو ضرور خوشی حاصل کرنی چاہئے۔ خواہ کچھ بھی کیون نہ ہو، مجھے کورا سے ضرور شادی کرنی چاہئے۔

کورا کی ماں۔ (چائے کی پیالی ختم کر کے) ہیرو۔ مجھے معاف رکھنا مین نے دخل در معقولات کر کے ایک گناہ کیا ہے کورا اس معاملہ مین خود بہترین منصف ہو سکتی ہے۔ لہذا مین آپ سے رخصت ہوتی ہون کورا کی ماں مسکراتی ہوئی کمرہ سے چلی گئی۔ بڈھا ملازم شارپ برتن سنبھال رہا تھا۔ اسکے

ہاتھ کانپ رہے تھے، ہونٹ پھڑپھڑا رہے تھے، وہ کئی بار کچھ بڑبڑایا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ہر دفعہ رُک جاتا تھا۔ کورا نے اُسکی یہ حالت دیکھکر پوچھا۔

کورا۔ کیون شارپ کیا ہے۔ کیا تم بیمار ہو؟

شارپ۔ نہیں۔ مین صرف کچھ کہنا چاہتا ہون اگر مجھے اجازت بخشی جائے۔

کورا۔ ہان۔ کہو۔ کیا ہے۔

شارپ۔ اس معاملہ پر جو زیر بحث ہے۔

ہیرو۔ کون۔ تم۔ شارپ ایک بڈھا ملازم۔ کیا تو بھی اپنی بوسیدہ ہڈیون کو نئی مالکہ کی حمایت مین کھڑکھڑانا چاہتا اور خوابیدہ فتنہ کو جگانا چاہتا ہے۔ تم کو بھی محبت کے فلسفہ مین کچھ درک ہے؟

شارپ۔ کون ہے جو اس نقاب پوش ساحرہ کی سحرطرازیون سے واقف نہ ہو۔ میری مخدومہ مین نے اپنی جوانی کے وقت مین کئی خوبصورت لڑکیون کو محبت محبت !! کہکر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ مین والدین سے صرف اُسی وقت محبت کرتا تھا جب ضرورت مجھے اُنکا محتاج کر دیتی تھی، مین نے تیس برس کی عمر مین ہی شادی نہ کرنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور آج تک اُسپر کاربند ہون، اور بقیہ زندگی مین نے صرف اس بات کے معلوم کرنے مین صرف کر ڈالی ہے۔ اور مین اس نتیجہ پر پہونچا ہون کہ عورت کا دماغ مرد سے زیادہ قوی ثابت ہو سکتا ہے، وہ دُنیا مین مرد سے زیادہ انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور ترقی کی وہ منزلین جو ابھی بہت دور نظر آتی ہین۔ اُن کو طے کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ بشرطیکہ وہ محبت مین گرفتار نہ ہو جائے۔ جب یہ بدقسمتی رونما ہو جاتی ہے تو اُس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ عورت کو اُسکی ترقی اور نشو و نما کے میدان سے ڈھکیل کر پیچھے پھینک دیتی ہے اور اگر وہ مرد کے دامن سے اپنے کو آلودہ نہ ہونے دے اور تھوڑی سی قربانی کرے تو وہ تعجبات کر دکھاتی ہے۔ اور مین سچ کہتا ہون کہ اگر عورت محبت مین گرفتار کر کے نوع انسان کا ایک عضو معطل نہ بنا دیجاتی تو ہم دنیا والے باشندگان مریخ و عطارد سے سلسلہ رسل و رسائل مدت کا قائم کر چکے ہوتے، اور موت پر فتح پا لیتے پر

ناقابل تسخیر سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا کی موجودہ ترقی وایجادین مرد کا حصہ ہیں کے برابر ہے اگر مرد و عورت برابر کا حصہ لیتے تو ایک انقلاب عظیم رونما ہو جاتا۔

ہیرو۔ یا خدا۔ اس مکان کے رہنے والے سب علامہ دہر معلوم ہوتے ہین۔ ادیب فرطوت گوش ہوش سے سن آؤ غور کرو کہ اگر عورتین اپنے بچون کو پرورش نہ کرتین تو مرد اتنی ترقیان نہ کر سکتے۔ اس مین دونون کا حصہ مساوی ہے۔

کورا۔ شاب۔ جاؤ۔ مین تمہارا شکریہ ادا کرتی ہون۔

ہیرو کی آنکھون سے آنسو بہنے لگے۔ اور کورا دوڑ کر اس سے لپٹ گئی "پیارے ہیرو تم ناراض ہو گئے ہو، مین تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکی ہون، لو اب خوش ہو جاؤ، دیکھو آنسو نہ بہاؤ۔

ہیرو۔ محبت کے آنسو شیرین ہوتے ہین۔

کورا۔ خدارا اپنی ضد کو چھوڑ دو۔

ہیرو۔ مین اپنی ضد سے باز آتا ہون۔ مگر یہ صرف تمہاری محبت ہے جو مجھ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

کورا۔ محبت نہ کہو۔ عشق کہو۔

محمد یوسف حسن

جس بشر نے دل پر فتح پائی۔ اس کا دل اپنا دوست ہے۔ جو دل پر قادر نہین اس کا دل دشمن کی مانند دشمنی کرتا ہے۔

جو دل پر قادر ہے اور اطمینان رکھتا ہے اس کا دل سردی وگرمی۔ رنج و راحت۔ عزت واہانت سب مین سر در رہتا ہے

یوگی جس کا دل علم و سرور سے معمور ہے۔ جو آزاد اور حواس پر قادر ہے اور جس کے نزدیک مٹی۔ پتھر اور سونا مساوی ہے۔ ذات مین واصل کہا جاتا ہے۔

(بھگوت گیتا)

شہید حکمت

مین اپنے تجربات آپ پر بوجہ صفائی قلب ظاہر کرنا چاہتا ہون - جن باتون سے مجھکو نفع نقصان پہونچا ہے - مین چاہتا ہون کہ دنیا ان سے آگاہ ہو کر فائدہ اوٹھائے میری ہرگز یہ خواہش نہین ہے کہ میرے راز دیگر نیک دل اصحاب کے مثل سینہ بند رہین - اسلیے یہ چند کلمات بغرض فائدہ عوام الناس تحریر مین لاتا ہون تاکہ حسب ضرورت آپ بھی وقت مناسب پر اس پر عملدرآمد کرین - میرا یہ ہرگز خیال نہین ہے کہ دنیا مجھ سے زیادہ عقلمند ہے ورنہ آجتک کوئی شخص بیوقوف نہ کہلاتا - اگر ان تجربات سے روے زمین مین کسی شخص واحد کو بھی فائدہ ہو جائے تو مین اپنی محنت رائیگان نہ سمجھون گا - اگر ان سے کسی نیمجان مریض کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس دار فانی مین بے شرمی کی زندگی کی اُمید ہو جائے تو مین اپنے تئین خوش نصیب خیال کرون گا - اللہ اللہ کیا شان کبریائی ہے اور کیسے کیسے اس کے کرشمے ہین - بہت لوگون کے علم مین صدہا مثالین ایسی ہین کہ ایک پھونک یا چٹکی سے نیم مردہ قبر سے اُٹھ کھڑے ہوئے ہین -

پر مین اون اصحاب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہون جن کی معلومات سے مین مستفید ہوا اور اب آپ ہونگے - میری پاک اور معصوم زندگی کے لحاظ سے ان اصحاب نے اپنی نیک صلاح اور ہدایات سے کبھی پہلوتہی نہین کی - میری اس معصومیت کا خیال کر کے آپ بھی مجھپر ایمان لائین - مجھکو یقین کامل ہے کہ کوئی ذی ہوش میرے تجربات سے منکر نہوگا - خیر کچھ ہو مین بنی نوع انسان کے ساتھ اپنا فرض پورا کیے دیتا ہون -

دسمبر گذشتہ مین میرا کل اسباب ٹونڈلا اسٹیشن پر ریل مین رہگیا - اور گھبراہٹ اور پریشانی مین آگرہ کی گاڑی چھوٹ گئی - مین تیسرے درجہ کا مسافر تھا - مسافرخانہ مین بیٹھے صبح کو خیال آیا کہ اسوقت مین غریب الوطن ہون - بے زر بے نوا - دل بیمار طبیعت مضمحل

اور سامان نہ اروا اوسوقت نہ کوئی گھر تھا نہ ورجہان جاکر آرام کرسکتا اور نہ جیب مین پیسہ تھا کہ کہین اورہی جاسکتا - دل بھی وفور مایوسی سے کسی طرح بہلتا نہ تھا - اودھر بخار اور ٹھنڈ کی وجہ سے بدن ٹوٹ رہا تھا - اسباب کے ساتھ میرا قیمتی ٹرنک بھی چلا گیا تھا - اور اسی کا سب سے بڑا خیال تھا - کیونکہ مکان نہ پہونچنے کا چندان رنج نہ تھا - مکان مین میری بیوی تو بیٹھی نہ تھی جو میرے لیے روٹی پکاتی کپڑے دھوتی اسلیے جہان بیٹھ گیا وہی میرا گھر تھا - بے زری بھی کوئی چیز نہین - کیونکہ روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے جو آتا جاتا رہتا ہے - اب اپنی دلی مسرت اوس سے بھی مجھکو کوئی تکلیف نہ تھی - کیونکہ مین شاعر نہین ہون اور غم میرے پاس زیادہ عرصہ تک نہین رہ سکتا -

علالت طبع اور ٹرنک کا غائب ہونا البتہ فکر کی باتین تھین - مجھکو اپنے بیشمار دوستون کی طرف سے اُمید کامل تھی کہ اونکی مدد سے جلد یا دیر مین مرض بھی جاتا رہیگا اور اچھے ٹرنک کے لیے پھر ایک مرتبہ ریل کا سفر کرنا ہوگا -

(۲)

مین بلاٹکٹ دوسرے دن آگرہ پہونچگیا - ریل مین شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی اور مجھے بہت چھینکین آئین - اور اس سے وہ میرا مرض پہچان گئے اونکے پڑوس عبدالحکیم ایک گمنام مگر لایق طبیب مطب کیا کرتے تھے - شیخ صاحب نے تبلایا کہ مین اپنے ہاتھونکو گرم پانی مین ڈال کر نصف گھنٹے تک بیٹھا رہون اور پھر لحاف اوڑھکر لیٹ جاؤن تو میرا زکام فوراً جاتا رہیگا گھر پہونچکر مین نے ایسا ہی کیا - مین لیٹا ہی تھا کہ ایک دوست آگئے - مزاج پرسی کے بعد اُنھون نے فرمایا کہ ٹھنڈے پانی سے نہاؤ تاکہ کل زکام بہجائے - اُنھون نے مجھ اس محبت سے اصرار کیا کہ مین رات ہی کے وقت پانی سے نہا ڈالا زکام بہا تو خوب مگر جو کیفیت ہوئی - وہ آپ خیال فرما سکتے ہین - قریب نصف گھنٹہ بعد میرے ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے بخار مین فاقہ اور زکام مین خوب کھانا پورا مسئلہ ہے اب اگر اونکا کہنا نہ کرتا تو وہ برا مانتے اول مین نے تھرما میٹر سے دیکھا کہ کہین بخار تو نہین ہے - اسوقت مجھکو ایک سوداگری کا آغاز تھا - اور زکام تو ظاہر ہی تھا اب مین حیران کہ کیا کرون اور کس طرح اونکی ہدایت قبول کرون "اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی" مین نے بعد غور کامل یہ طے کیا کہ چونکہ زکام زور ہے - لہذا اوس کے دفعیہ کے لیے

خوب کھاؤن اوس کے بعد فاقہ کرون کہ بخار سے رہائی ہو۔

ایسے موقعون پر مین ہمیشہ ہدایت کی پورے طور پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہون۔ محلہ مین اوسی دن ایک نان بائی نے نئی دوکان کھولی تھی مین اوس کے یہان گیا اُس نے بڑی خاطر سے بٹھایا۔ مین نے صفائی قلب سے اوس سے کہدیا کہ مین بطور معالجہ کے اوس کے یہان کھانا کھانے آیا ہون اوس نے کہا کہ مین آپکو معمولی قیمت پر کھانا کھلاؤن گا۔ بہرحال مین وہان بیٹھ گیا۔ اور قریب ایک گھنٹہ تک کھانا کھاتا رہا۔ نانبائی بھی میرے پاس بیٹھا رہا اور جب مین کھا چکا تو اوس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا اس محلہ مین یہی عارضہ اور لوگون کو بھی ہے مین نے کہا کہ ہان۔ دوسرے وقت مین نے سُنا کہ نان بائی اپنی دوکان وہان سے اوٹھا لیگیا

(۳)

راستہ مین میرے ہم مکتب نواب لڈن صاحب ملے یہ وہی صاحب ہین جن کے والد ایام غدر مین بلوائیون کے ہاتھ مارے گئے تھے مگر جنکا نام آخر تک نواب صاحب کو صحت کے ساتھ نہ معلوم ہو سکا۔ اون سے اور مجھ سے بہت یارانہ تھا۔ اوُنھون نے میرا حال سنا تو بولے کہ بھئی ایک سیر گرم گرم نمک کا پانی پی لو زکام فورًا کافور ہو جائے گا۔ نان بائی کی مہمان نوازی سے مطلق گنجایش نہ تھی۔ لیکن مین نے کسی نہ کسی طرح اس نسخے کو بھی استعمال کیا مگر عجیب ہی اثر ہوا۔ مین سمجھا کہ اب میرا وقت آگیا ہے۔ اب کچھ یاد الٰہی کرنا چاہیئے۔

چونکہ مین اپنے تجربات رفاہ عام کی غرض سے شایع کرتا ہون۔ اس لیے ناظرین کو مین آگاہ کیے دیتا ہون کہ نمک کا گرم پانی میرے موافق نہین آیا۔ اسکی آزمایش تجربہ کرنا ہو تو خیر ورنہ سوچ سمجھکر استعمال کرنا چاہیئے۔ مین آپکو دھوکا دینا نہین چاہتا اسلیے صاف صاف تحریر کیے دیتا ہون۔ لڈن صاحب معاف فرمائین ممکن ہے زیادہ مضبوط لوگون کو اس سے نفع پہونچے مگر صاحب یہ بڑی کڑی دوا ہے۔ اگر مجھکو پھر زکام ہو اور شرف دوا مین ایک سنکھیا اور دوسرے نمک کا پانی تجویز کیا جائے تو بخدا مین سنکھیا کو ترجیح دون گا۔ کیونکہ نقصان کی حالت مین معالج پھانسی تو پائیگا۔ نمک کے پانی کے علاج سے میرا پیٹ ایک ہفتہ تک خوب زور سے بولتا رہا۔ اور چار دن تک کوئی غذا نہ ٹھہری۔ نمک کے پانی

تجربہ سے میرے زکام مین مطلق کمی نہ ہوئی - برابر اوسی طرح چھینکین آتی رہین اور اوسی طرح رومال پر رومال تر ہوتے رہے - شام کو مجھے ایک ضعیفہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوا - آخ چھین آخ چھین کرتا ہوا اندر داخل ہوا - یہ ضعیفہ بعد غدر اپنے خاوند مرحوم کے ساتھ ... مین رہین تھین - جہان حکیم ڈاکٹرون کا رواج ہی نہین - انھون نے بتلایا کہ ایسے بہت سی جڑی بوٹیان معلوم ہین جنکی وجہ سے ان معمولی عارضون کا وہ خود ہی علاج کرتی ہین اور ہمیشہ صحت ہوتی ہے - اونھون نے مجھکو تبلایا کہ جب مین ننھا تھا تو انھون نے بیسیون مرتبہ میرا علاج کرکے درست کردیا ہے - مجھکو پیر اعتماد تھا - اون کے اس دعوے کے ساتھ کون ہوگا جو اوپر ایمان نہ لاتا - خاصکر جب کہ وہ کہتی ہین کہ اونکی ڈیڑھ سو برس کی عمر مین اونکو کبھی زکام کی شکایت ہی نہین ہوئی حالانکہ وہ چند مرتبہ لقمہ اجل ہوتے ہوتے بچ گئی تھین - القصہ مین نے اونکا علاج شروع کیا -

اونھون نے سوف کی چند پوڑیان اور چند گولیان صندوق سے نکال کر زیرہ اجوائن گرم مصالحہ ، ہلدی ، مرچ ملاکر تیار کین - مجکو یقین تھا کہ اوسمین انھون نے ایک جزو افیون کا بھی ملایا ہے - اگر وہ میری وارث جائز ہوتین تو مین ہرگز اوس مرکب کو نہ لیتا - اونھون نے کہا کہ اسکو کھاکر ہر پندرہ منٹ مین ایک گلاس پانی پیون - اور اسی کو سونگھا بھی کرون - تو آخر مین نے اوسکی ایک ہی خوراک کھائی تھی کہ میرا سر چکرانے لگا اور اسمین خاص بات یہ تھی کہ میرے مجرمانہ خواہشات روبہ ترقی ہوئین بس یہی طبیعت ہوتی تھی کہ اسٹریلیکل ضعیف اور بیکار بڈھی عورتون سے زمین ہلکی کردون - یا سیٹھ جی کا آہنی صندوق لاکر اپنی کوٹھی مین رکھ لون یا جاتے ہوے موٹر کے سامنے کسیکو اوس کے آگے پھینک دیا جائے - یا چلتی ریل سے لوگون کا اسباب باہر ڈالدون - اس طرح کے خیالات از خود اس دوا کی تاثیر سے پیدا ہوتے تھے مگر کمزوری کے باعث مین مجبور رہتا - ہاتھ اٹھانا دوبھر تھا نہ کہ سیٹھ جی کا صندوق - اگر ان تمام ادویات کا مین شکار نہ ہوا ہوتا تو مجھکو غالبًا اس دوا سے بہت نفع ہوتا - ایک خاص فرقہ کے لوگ ایسی دوا کے متلاشی ہوتے ہین - اسکا ایک نسخہ ..... موجود ہے جہان سے ۲ کے ٹکٹ ڈاک بھیجنے پر ہر وقت مل سکتا ہے -

اکثر لوگوں کی طرح مجھ مین بھی کمزوریان ہین اور بعض اوقات مجھ سے جیسا کہ اکثر آپ سے بھی ہوا ہوگا اس قسم کی خفیف حرکتین سرزد ہوجاتی ہین۔ مگر اس دوا کے پیشتر مجھ مین کبھی تناوش پیدا نہین ہوا۔ سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ مریض کو ان باتون پر فخر ہوتا ہے۔

(۵)

دو روز بعد جب مین پھر ڈاکٹر کے یہان گیا تو میرے دوستون عزیزون نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ ایسے امراض کے واسطے کہین حکیم ڈاکٹر بلائے جاتے ہین۔ اگر ایسا ہو تو اون کے یہان سونے کی دیوارین کھڑی ہوجائین۔ خیر صاحب مین نے دیسی اور گھریلو علاج دو دن تک اور قایم رکھا اور اس عرصہ مین زکام میرے سر سے اوترکر پھیپھڑون مین پہونچگیا۔ اب کھانسی بہت بڑھ گئی اور رفتہ رفتہ آواز بالکل بند ہوگئی۔ اور کھانستے کھانستے بیدم ہوکر سوجاتا تھا اور سونے پر گلا بولنے لگتا تھا جس کی وجہ سے مین پھر بیدار ہوجاتا۔ اب دن بدن میری حالت خستہ ہوتی جاتی تھی۔ لوگون نے ادرک عرق استعمال کرنے کی راے دی وہ بھی کیا۔ پھر کہا کہ پیاز اور ادرک ملاکر کھائو۔ اسکی بھی آزمایش کی پھر ادرک اور گول مرچ استعمال کی۔ اوس کے بعد ادرک مرچ مصری اور پیاز کا نمبر آیا۔ مگر ان کے استعمال مین کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔

(۶)

اب دوستون کی صلاح سے تبدیل آب وہوا کی غرض سے فتح پور سیکری چلا گیا۔ مرزا صاحب نے میرے ساتھ جانے کا وعدہ کیا اونکی وجہ سے بڑی آرام ملی۔ کیونکہ وہ آدھا اسباب میرا خود ہی لے لیتے اور میرا شمار مفلسون مین تھا۔ غرض یہ سفر بخیر وخوبی ختم ہوا۔

سیکری پہونچکر دن بھر کھیلتا کودتا اور رات کو کھانستا تھا۔ گو مرض مین خاطر خواہ شفا نہوئی وہان ایک صاحب سے جو کل مارضون کا علاج شرطیہ اپنے نام سے کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ کسی جرمن کا ایجاد کردہ علاج ہے اور اس طریقہ کی زندگی مین بہت مصائب برداشت کرنا پڑے کئی مرتبہ جیل خانہ تک کی نوبت آئی۔ کیونکہ اوسکا دعوی تھا کہ موت خدا کی بھیجی ہوئی نہین ہے بلکہ انسانی بداعمالیون کا کرشمہ ہے۔ ان صاحب کو یہ نہین معلوم تھا کہ موجد کب مرے مگر اپنے دعوی کی تائید مین ہر قسم کے دلایل پیش کرتے تھے۔ معلوم نہین کہ موجد کے مصائب بھی

برداشت کرینگے یا نہین۔

قصہ کوتاہ مین بھی اون کے زیر مشق ہوا غسل آدمی رات کو دیا گیا۔ اوس رات بارش ہو چکی تھی اور سرد ہوائین چل رہی تھین۔ مجھکو ایک سرد پانی کے ٹب مین لٹایا۔ اور سارے جسم سے کپڑے اوتار ڈالے اسے صاحب یہ بڑی بے رحمی کا علاج تھا میرا سارا بدن برف ہوگیا مجھکو یقین ہے کہ میرے جسم کا کل خون منجمد ہوگیا ہوگا اور میری حالت نزع سے کم نہ تھی۔ [illegible] اکڑا کر رہگیا۔ صاحبان مین آپ سے جتائے دیتا ہون کہ [illegible] اس طریقے کا علاج [illegible] نہ کرین۔ اپنی موت مرنا اچھا ہے۔ مگر ایسے پانی سے اندھیرا اچھا نہین۔ مجھکو حیرت ہے کہ مین کس طرح زندہ بچا۔ غالبًا بزرگون کے ثواب کام آئے۔ مین اوس ڈاکٹری باتون مین کیسے آگیا۔ یہ راز آجتک میری سمجھ مین نہ آیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب جب آپکی طرف دیکھتے ہین تو نگاہ آپ سے الگ رکھتے ہین اور جب آپ کی طرف نگاہ کرتے ہین تو آپکو نہین دیکھتے۔ ایسے شخص سے ہمیشہ بچئے۔ ایک دوسرے صاحب نے رائی اور سرسون کا پلستر تجویز کیا وہ بھی استعمال کیا گیا۔

(۷)

پھر آرام سے مرنے کے لیے مین مکان واپس آیا کہ ایک دوست نے ہر روز ایک بوتل شراب کا نسخہ تبلایا اور یہی دوسرے عزیز نے۔ پس اسپر عمل ہوا۔ شراب بڑھتے بڑھتے چار پانچ بوتل یومیہ ہوگئی اور مین اب بھی زندہ ہون۔

مین کل مریضان زکام سے کہتا ہون کہ اس علاج الغربا کو آزمائین اور اون کے امراض اگر کم نہ ہون گے تو وہ ان کی زیادہ سے زیادہ جان ہی تو لین گے مرنا یون بھی بہرحال ہے پھر کیون کوشش کیون اوٹھا رکھی جائے۔ لوگ کہتے ہین کہ نیم حکیم خطرۂ جان۔ مگر یہ بتلایئے کہ کون آجتک اس علاج سے واقعی مرا ہے۔ پھر صاحب خطرۂ جان کہان۔ ہزارون مثالین اس قسم کی موجود ہین کہ چھوٹے چھوٹے چٹکلون سے بڑے بڑے دقیق مرض کے مریضون کو ایک ایک منٹ مین رہائی نصیب ہوئی اور اللہ کا کام آسان ہوا

شہید مرد

جنگ اور اہل ہند

(نظم ہذا حسب ارشاد حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب بہادر کی جنگی کانفرنس مین پڑھی گئی تھی)

اے تاجدار خطۂ جنت نشان ہند
روشن تجلیون سے تری خاوران ہند
محکم ترے قلم سے نظام جہان ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبان ہند
ہنگامۂ وغا مین مرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر مین نقاد خیر و شر
بہ روز جنگ توزرہ جگرسوز سینہ در
رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر
آزادہ پرکشادہ پری زادہ یم سپر
سطوت سے تیری پختہ جہان کا نظام ہے
ذرے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادی زبان و قلم ہے اگر یہان
سامان صلح دیر و حرم ہے اگر یہان
تہذیب کاروبار امم ہے اگر یہان
خنجر مین تاب، تیغ مین دم ہے اگر یہان
جو کچھ بھی ہے عطائے شہ محترم سے ہے
آبادی دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آگیا کہ گرم ہو میدان کارزار
پنجاب ہے مخاطب پیغام شہریار
اہل وفا کے جوہر پنہان ہون آشکار
معمور ہو سپاہ سے پہنائے روزگار
تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو
غالب جہان مین سطوت شاہی کا زور ہو

دیکھے ہین مین نے سیکڑون ہنگامۂ نبرد
صدیون رہا ہون مین اسی وادی کا رہ نورد
طفل صغیر بھی مرے جنگاہ مین ہین مرد
ہوتے ہین ان کے سامنے شیرون کے رنگ زرد

میں نخل ہوں وفا کا محبت ہے پھل مرا
اس قول پر ہے شاہد عادل عمل مرا

ہندوستان کی تیغ ہے فتاح ہفت باب — خونخوار، لالہ بار، جگردار، برق تاب
بیباک، تابناک، گہرپاک، بے حجاب — دلبند، ارجمند، سحرخند، سیم ناب
یہ تیغ دلنواز اگر بے نیام ہو
دشمن کا سر ہو اور نہ سودائے خام ہو

اہل وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز — بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز
پردے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز — سرمایہ حقیقت کبری ہے یہ مجاز
سمجھو تو موت ایک مقام حیات ہے
قوموں کے واسطے یہ پیام حیات ہے

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض — خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض
عہد وفا و مہر و محبت بھی بے غرض — تخت شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
لیکن خیال فطرت انسان ضرور ہے
ہندوستان پہ لطف نمایان ضرور ہے

جبتک چمن کی جلوۂ گل پر اساس ہے — جبتک فروغ لالۂ احمر لباس ہے
جبتک نسیم صبح عنادل کو راس ہے — جبتک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے
قایم رہے حکومت آئین اسی طرح
ڈرتا رہے چکور سے شاہین اسیطرح

اقبال

سوامی رام تیرتھ جی کی یاد

یاد کرتے ہین تجھے گورغریبان والے ۔ جستجو مین ہین تری چاک گریبان والے
متلاشی ترے پھرتے ہین ایمان والے ۔ خانہ ویران ہوئے تجھ بن ہین نیستان والے
دشت مین ہمسین کوئی رہا ہے کانٹون کو بہارون مین مزا اب نہین غم سہنے کا

بزم قدرت کا جو تو یار وفادار ہوا ۔ اشکباری مین ہوا محو گہربار ہوا
عشق حق مین جو شرر ریز شرربار ہوا ۔ صدمہ درد والم دل پہ لگاتار ہوا
ہو کے نعرون سے تو ویرانے بھی آباد ہوئے ؛ تیرے محفل مین جو ناشاد تھے دل شاد ہوئے

بوئے غنچہ سے مجمع یاد گلستان آیا ۔ سنگ ریزون مین نظر جلوۂ جانان آیا
دہر سے شاد گیا گرچہ تو گریان آیا ۔ موج دریا مین جو تو اچھلا تو طوفان آیا
عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہوجانا ؛ درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا"

جب تلک تو رہا اس بزم مین بیتاب رہا ۔ وصل یزدان کے لئے صورت سیماب رہا
غم کی تارون مین نہان نغمۂ مضراب رہا ۔ مثل خورشید جہانتاب افق تاب رہا
مصحف درد تھا پوشیدہ ترے سینہ مین ؛ تھا خدا کا ہی تصور ترے آئینہ مین

ہندوالون کو سکھائی ہے محبت تو نے ۔ پر تعصب کو سکھائی ہے مروت تو نے
بخش دی شیخ و برہمن کو ہے ملت تو نے ۔ پھونک دی جسم مین ہے روح اخوت تو نے
اہل امریکہ بھی تقریرون کے شیدائی ہین ؛ موجین گنگا کی سلامی کو تری آئی ہین

تجھ مین اے خاک وطن سیر حسن سے ہین لیکن ۔ ہین حکیم دل وجان ایک طرف گوشہ نشین
کیا تجھے سید سرہند کی کچھ یاد نہین ۔ ہین امام عربی تجھ مین تو پیوند زمین ۔
تیرا دلدادہ تو اقبال بھی ہے طور بھی ہے ؛ تیرا شیدائی یہان انور مہجور بھی ہے

نذر محمد انور

میرا جیون

ایشور! یون ہو میرا جیون ،   تجھسا کچھ کچھ یکتا جیون
قدرت کا سا نقشا جیون   ملتا جلتا ایسا جیون
سیدھا سادہ سچا جیون

کب ہے واجب بن کر رہنا   ہے تو، ہے یہ اصلی گہنا
غم کا کھانا، دکھ کا سہنا   دل کی باتین منہ سے کہنا
یون ہی گذرے اپنا جیون

اپنا جیون یون ہی گذرے   ٹھہرا ہو من یون ہی گذرے
سنبھلے یہ تن یون ہی گذرے   مال جاسے بن، یون ہی گذرے
نیکی سے ہو اچھا جیون

نیکی کیسی؟ الفت کرنا   جسارت کرنا، خدمت کرنا
قوت مین یہ وسعت کرنا   تازہ سب کی حالت کرنا
قطرہ سے ہو دریا جیون

سوکھا پودا سبزی پائے   نفرت جائے، رغبت آئے
الفت اپنی رجعت لائے   کیا اچھا ہو! یون ہو جائے
سب کا پیارا، پیارا جیون

ایشور! مجکو تیرا ڈر ہو   عاشق اتنا دل تجھپر ہو
ہان، اوس دل مین تیرا گھر ہو   بن ہی جائے، ایسا گر ہو
دکھ کا جیون، سکھ کا جیون

اندر، باہر، ہو یہ رنگت   سیکھون کہنا "اپنا بھارت"

آسے غیرت بن کر عزت   کچھ تو جانون اپنی قیمت
سستا سے ہو مہنگا جیون!

کرنا سمجھون، ہونا سمجھون   جگنا سمجھون، سونا سمجھون
پانا سمجھون، کھونا سمجھون   ہنسنا سمجھون، رونا سمجھون
اتنا تو ہو دانا جیون

ایشور! اب ہو ایسی بخشش   ہٹ ہی جائے ساری کاوش
ناکامی کے ٹوٹے بندش   پوری ہوئیں دل کی خواہش
پورا اوترے، پورا جیون!

اقبال ورما سحر (ہنگامی)

کلام باسط

کافرِ عشق بتان۔ بندۂ یزدانی ہے   وہ گنہگار یہی باسط۔ بسوانی ہے۔

خمخانۂ امیر کے جو بادہ نوش ہیں   تجھ کو دکیا ہے جنکو مے خوشگوار سے
کہتے ہیں جنکو اہل سخن حضرت جگر   میکش کیا مجھے بھی اونہیں افتخار سے

کچھ نہ پوچھو کیون نحیف و زار ہون   نرگس بیمار کا بیمار ہون۔

دل بہل جاتا ہے دو چار گھڑی باتون میں   لطف آتا ہے حسینون کی ملاقاتون میں

چھیڑتا ہون فسانہ گیسو ہے   آج قصے کو طول دیتا ہون ہے

فہرست مضامین رسالہ زمانہ جلد بست و ہشتم

بابت ماہ جنوری لغایت جون ۱۹۱۷ء

فہرست مضامین رسالہ زمانہ بست ونہم

بابت ماہ جولائی لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء

سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر

[illegible] انگلستان یروپین میڈیکل کالج کے پروفیسرون والیان ریاست ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یوروپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ سرخی۔ پھولا۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخونہ۔ پانی بہنا۔ خارش وغیرہ مین مجرب اکثر بجائے ادویہ کے مریض اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیئے کم رکھی ہے کہ عام خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے قیمت عہ میرکیا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ ہیلہ خاص ہیرہ فی ماشہ عہ مصری سرمہ فی تولہ عہ خرچ ذمہ دار

المشتہر

مہندر سنگھ منیجر کارخانہ رفیع میا سنگھ اللہ والہ بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

مین نے پیر کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ صاحب نے خود بنایا اپنے بہت سے بیمارون پر استعمال کر کے دیکھا ہے اور مین اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ میرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور آنکھون کی بیماری کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے مین نے اپنے تجربہ مین آجتک کوئی سرمہ اس سے فائدہ بخش نہین دیکھا جنانکو جنکی آنکھون مین ذرا بھی کسی قسم کی شکایت ہے بہت زور شور سے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون اور ہر طرح مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ پانی آنے دھند۔ خارش۔ سرخی چشم کے واسطے تمام انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ سچ سچ آپکا اسقدر دواموئین سرمہ ایجاد کرکے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے آپ کا شکریہ الفاظ مین ہونا محال ہے ضروری ہو کہ ملک کے تمام آپکے سرمہ سے فیضیاب ہو کر فائدہ اٹھائین اور ہر طرح کی آنکھون کی بیماری سے نجات حاصل کرین۔ پالتم چند [illegible] صاحب ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور۔

(۲) مین نے میر کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے مین خاصکر ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ ڈاکٹر [illegible] بہادر۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن [illegible] میڈیکل کالج لاہور [illegible]



ہندوستان کا

دوسرا قرضہ جنگ ۱۹۱۸ء

بہ یک کرشمہ دو کار

یعنی

کی بھلائی - سرکار کی امداد - اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنا نفع

چھوڑو نازک حالت مین سرکار کی ضمانت پر ۵½ فیصدی سود کا

یہ نادر موقعہ بار بار نہین ملیگا

دوڑو - اور ہاتھون ہاتھ لو

تمسکات قرضہ جنگ ۵½ فیصدی سود۔ انکم ٹیکس معاف

تمسکات قرضہ جنگ حسب ذیل قسموں کے ہیں

(۱) ۵½ فیصدی سود والے۔ انکم ٹیکس سے بری۔ تمسکات قرضہ جنگ سنہ ۱۹۲۱ء

(۱۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء کو روپیہ پورا پورا یعنی ۱۰۰ فیصدی واپس ملے گا)

(۲) ۵½ فیصدی سود والے۔ انکم ٹیکس سے بری۔ تمسکات قرضہ جنگ سنہ ۱۹۲۳ء

(۱۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء کو روپیہ پورا پورا یعنی ۱۰۰ فیصدی واپس ملے گا)

(۳) ۵½ فیصدی سود والے۔ انکم ٹیکس سے بری۔ تمسکات قرضہ جنگ سنہ ۱۹۲۵ء

(۱۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء کو روپیہ واپس اور ۱۰۰ کے ۱۰۳)

(۴) ۵½ فیصدی سود والے۔ انکم ٹیکس سے بری۔ تمسکات قرضہ جنگ سنہ ۱۹۲۸ء

(۱۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء کو روپیہ واپس اور ۱۰۰ کے ۱۰۵)

۵ سال والے ڈاکخانہ کے سارٹیفکٹ زر نقد پر بھی انکم ٹیکس معاف ہوگا

اس قرضہ کے ذریعہ سے جسقدر زر نقد وصول ہوگا وہ سب ہندوستان کی ڈیڑھ سو کروڑ والی امداد کے ایک جزو کی شکل میں جنگ جاری رکھنے کے واسطے حضور ملک معظم بالقابہ کی گورنمنٹ کے نذر کیا جائیگا۔

تمسکات قرضہ جنگ سنہ ۱۹۲۱ء سنہ ۱۹۲۳ء سنہ ۱۹۲۵ء سنہ ۱۹۲۸ء

قیمت اجرا۔ ہر سو روپیہ کے تمسک کی خریداری کے لیئے سو روپے دینا ہونگے۔

سود بشرح ۵½ فیصدی سالانہ ہر ششماہی پر بتاریخ ۱۵۔ مارچ و ۱۵۔ ستمبر ادا کیا جائیگا۔

پیشگی سود تاریخ خریداری تمسک قرضہ سے ۱۴- ستمبر ۱۹۱۸ء تک بروقت خریداری ادا کیا جائیگا-

پیشگی سود- تاریخ خریداری سے ۱۴- مارچ ۱۹۱۹ء تک ان تمسکات پر بروقت خریداری دیا جائیگا جو ڈاکخانہ کے معرفت ۱۴- ستمبر ۱۹۱۸ء کے بعد خرید کیئے جائینگے-

خاص مراعات- تمسکات قرضۂ جنگ ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۵ء و ۱۹۲۸ء انکی میعاد کے اندر گورنمنٹ ہند کے کسی آئندہ طویل میعاد کے قرضہ مین زر نقد کے برابر سو کے سو کو لے لیئے جائینگے- چاہے آئندہ قرضہ کی شرح سود کچھ ہی ہو-

انکم ٹیکس معاف- تمسکات قرضۂ جنگ ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۵ء و ۱۹۲۸ء کے سود پر انکم ٹیکس معاف ہوگا لیکن دوسری آمدنی پر شرح انکم ٹیکس لگاتے وقت سود کی رقم بھی آمدنی مین شامل کرلی جائیگی اور اوسپر سپر ٹیکس لگایا جائیگا-

تمسکات کس قسم کے ہونگے- تمسکات قرضۂ جنگ (الف) انسکرائبڈ اسٹاک سارٹیفکٹ یا (ب) پرامیسری نوٹ کی شکل مین جاری کیئے جائینگے- اگر خریدار چاہینگے تو بعد مین وہ بلاکسی صرفہ کے "بیرر بانڈس" مین تبدیل کردئے جائینگے اگر وہ موجود ہونگے اگر خریدار کسی خاص قسم کے تمسک قرضہ کو ترجیح نہ دیگا تو انسکرائبڈ اسٹاک سارٹیفکٹ کی شکل مین تمسکات قرضۂ جنگ جاری کیئے جائینگے-

دیر نہ ہونے کی غرض سے پہلے تو جہانتک ممکن ہوگا پرامیسری نوٹ علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں مین جاری کیئے جائینگے لیکن بعد مین وہ بلاکسی صرفہ کے خریدار کی درخواست کے مطابق مختلف رقوم کے ٹکڑوں مین تبدیل کردئے جائینگے- ایک رقم کے واسطے ایک اسٹاک سارٹیفکٹ جاری کیا جائیگا

بنکون اور سرکاری دفاتر مین پرامیسری نوٹ کی شکل مین تمسکات قرضہ جنگ کی خریداری

(۱) پرامیسری نوٹون کی شکل مین تمسکات قرضۂ جنگ سو سو روپیہ یا کئی کئی سو روپیہ کے ۲۰ جون سے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء تک رقوم واجب دینے پر حسب ذیل خریدے جا سکتے ہین۔
(الف) بنگال بنک بمبئی و مدراس بنک کے صدر دفاتر یا ہندوستان مین انکی کسی شاخ مین بلاضابطہ درخواست (ب) کنٹرولر آف کرنسی کلکتہ یا کسی اکاونٹنٹ جنرل یا کمپٹرولر یا کسی بڑے یا چھوٹے سرکاری خزانہ سے درخواست کرنے پر مل سکین گے۔
درخواست مطابق نمونہ (الف) یا کسی دوسرے نمونہ کی ہونی چاہئے لیکن ہر ایک درخواست مین واضح طور پر یہ درج ہونا چاہئے کہ کتنے روپیہ کا اور کس قسم کا تمسک قرضۂ جنگ خرید کرنا منظور ہے اور خریدار کو اپنا پورا نام اور پتہ اور جس خزانہ سے وہ سود وصول کرنا چاہتا ہو اسکا نام درج کرنا چاہیئے۔

سرکاری دفاتر و بنکون مین انسکرائبڈ اسٹاک

(۲) تمسکات قرضۂ جنگ انسکرائبڈ اسٹاک کی شکل مین سو سو روپیہ یا کئی کئی سو روپیہ کے ۲۰ جون ۱۹۱۸ء سے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء تک رقم واجب ادا کرنے اور درخواست پیش کرنے پر پبلک ڈٹ آفس کلکتہ سے براہ راست یا دفاتر مندرجۂ ذیل کی معرفت مل سکتے ہین۔
(الف) کنٹرولر آف کرنسی کلکتہ یا کسی اکاونٹنٹ جنرل یا کمپٹرولر کے دفتر سے (ب) بنگال بنک بمبئی و مدراس بنک کے صدر دفاتر یا انکی کسی ہندوستانی شاخ سے۔
(ج) کسی بڑے یا چھوٹے سرکاری خزانہ سے۔
درخواست خریداری مطابق نمونہ (الف) یا کسی دوسرے نمونہ کی ہو جسمین صاف صاف

کا تذکرہ ہو کتنے روپیے کے اور کس قسم کے تمسکات قرضۂ جنگ خریدنا منظور ہین اور درخواست
کنندہ اپنا پورا نام اور پتہ اور جس خزانہ سے وہ سود وصول کرنا چاہتا ہو اُسکا نام درج کرے۔

ڈاکخانون سے تمسکات قرضہ کی خریداری

(۳) تمسکات قرضۂ جنگ انسکرائبڈ اسٹاک یا پرامیسری نوٹون کی شکل مین ۲۵ روپیہ یا ۲۵
روپیے حاصل فرمائیے بشرطیکہ زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپیہ کے ہون۔ ۳۰۔ جون ۱۹۱۷ء
سے ۲۱۔ دسمبر ۱۹۱۷ء تک رقم واجب الادا دینے اور درخواست پیش کرنے پر ہر ایک ایسے ڈاکخانہ سے
خریدے جاسکتے ہین جو سیونگ بنک کا کاروبار کرتا ہو۔

درخواست نمونہ (الف) کے مطابق ہو یا کسی دوسرے نمونہ کی ہو جسمین واضح طور پر رقم اور تمسک
قرضہ کی قسم۔ خریدار کا پورا نام اور پتہ اور اُس خزانہ کا نام درج ہو جس سے کہ خریدار سود وصول کرنا
چاہتا ہو ڈاک خانہ کے معرفت خریدے ہوے تمسکات اگر خریدار چاہے تو اکاونٹنٹ جنرل کے
پاس یا ڈاک خانہ و تار گھر مین بہ حفاظت تمام رہنے کے لیئے چھوڑ سکتا ہے۔

ادائی۔ (۴) تمسکات قرضۂ جنگ کی خریداری کے لیئے نقد روپیہ یا چک دیا جاے۔ جو تمسکات
بنک سے خریدے جائین اُنکے واسطے پریسیڈنسی بنک کے ہیڈ آفس یا شاخ کے سکریٹری۔ ٹریزرر
یا ایجنٹ کے نام چک کاٹی جاے۔ اگر کسی سرکاری دفتر یا ڈاکخانہ سے خریدے جائین تو جس
افسر سے درخواست کی گئی ہو اُسی کے نام چک کاٹی جاے۔ ڈاکخانون مین روپیہ اس طریق سے بھی دیا جاسکتا
ہے کہ درخواست کنندہ کے نام سیونگ بنک مین جو روپیہ جمع ہو وہ نکالکر ادا کر دیا جاے۔
پریسیڈنسی بنکون کے صدر دفاتر مین انڈین ٹریزری بلون کی شکل مین بھی روپیہ دیا جاسکتا ہے
جو ٹریزری بلون کی مالیت کے مطابق زر نقد کی حیثیت سے قبول کیا جائیگا۔ البتہ بشرح ۴ فیصدی
سالانہ ٹریزری بل مذکور کی غیر مختتمہ مدت پر بٹہ لگا لیا جائیگا۔

دلالی۔ (۵) پریزیڈنسی بنک آن مستند مہاجنون اور دلالون کو ۱ فیصدی دلالی اُس رقم

یا چیک پر دینگے جو انکی معرفت تمسکات قرضہ جنگ کی خریداری کے بابت داخل ہوگا۔

مہاجنون اور دلالون کو تمسکات قرضہ جنگ کی خریداری کی درخواست پر جسپر انکی مہر ہو اور انکی درخواست کنٹرولر آف کرنسی یا کسی اکاونٹنٹ جنرل یا کمپٹرولر یا کسی بڑے یا چھوٹے سرکاری خزانہ کے نام ہو بشرح ⅛ فیصدی دلالی دی جائیگی۔

مستند مہاجنون یا دلالون کے معرفت انڈین ٹریزری بلون کی شکل مین جو رقم بنابر خریداری تمسکات قرضہ جنگ پریزیڈنسی بنکون مین داخل ہوگی اُسپر انکو ۱/۱۶ فیصد کی شرح سے دلالی دینگے۔

ڈاکخانہ کے سارٹیفکٹ زر نقد

ڈاکخانہ کے پنجسالہ سارٹیفکٹ زر نقد (بری از انکم ٹکس) غہ، عنہ، ضہ، ایکہزار اور پانچہزار روپیہ کی خریداری سے پانچسال بعد واجب الادا ہونگے۔

قیمت اجرا۔ ۱۲ عہ۔ ۸ ضہ۔ ۱۲ ۳۸ مہ۔ ۸ معہ۔ و ۸ ۳۸۷ ماہ ہو

(٦) ڈاکخانہ کے پنجسالہ سارٹیفکٹ زر نقد کسی ایسے ڈاکخانہ سے جسمین سیونگ بنک کا کاروبار ہوتا ہو ہر وقت خرید کیے جاسکتے ہین۔ شرط یہ ہے کہ کسی ایک شخص کے پاس زیادہ سے زیادہ دس ہزار کے سارٹیفکٹ ہون

(۷) یہ سارٹیفکٹ اُس ڈاکخانہ سے جسنے کہ وہ جاری کیئے ہون ہر وقت مدت پانچ سال کے اندر اس شرح سے بھنائے جاسکین گے جو کسی صورت مین اُس رقم سے کم نہ ہوگی جو بنابر خریداری سارٹیفکٹ دی گئی ہو۔ یہ و نیز دیگر امور ہر ڈاکخانہ سے دریافت کیئے جاسکتے ہین۔

۳۔ جون سنہ ۱۹۱۸ء تاریخ سالگرہ حضور ملک معظم بالقابہ سے اس قرضہ جنگ کی فہرست کھل گئی ہے اور ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء تک کھلی رہیگی۔

زمانہ

جلد ۳۰ — جون سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر ۱۸۲

ہندی زبان اور تلسی کرت رامائن

(راج بہادر لمگوڑا ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

عجیب حیرت کا مقام ہے کہ ہندوستان مین سو سال سے زائد تعلیم انگریزی ہوتے ہوئے بھی' وہ نمایان ترقی جو جاپان نے ہر دائرہ مین صرف پچاس سال مین حاصل کر لی ہے' ملک کے کسی طبقہ مین نظر نہین آتی۔ اسکے وجوہ کوئی اس غریب ملک کی آب وہوا اور کوئی پولٹیکل (سیاسی) بتلاتا ہے۔ اِس مضمون مین اس بات پر بحث کیجاتی ہے کہ کیا اپنی زبان کی ترقی' بہبودیٔ ملک کے راستہ مین کوئی رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے؟ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ کسی (قوم) مین اگر آپ چاہین کہ کسی قسم کے خیالات اسکا خمیر بنجائین اور اسکے جملہ اقوال و افعال مین اسکا ظہور پایا جاے تو ضروری ہے کہ اِن خیالات کو اُس قوم کے زبان مین اِسطرح ڈھالا جاے کہ عام فہم ہوکر ہر فرد بشر کے دل پر اثر کرین اور اپنے دِل کے خیالات وجہ بات کا حصہ بنجائین۔ مثال کے لئے کیا کبھی آزادی اور مساوات کے وہ خیالات جو آج دنیا مین بڑے زور کے ساتھ پھیل رہے ہین' اُسوقت تک ہمارے قوم کے رگ و ریشہ مین سرایت کرسکتے ہین جب تک وہ ہمارے ہی زبان مین اِس خوبصورتی سے ادا نہ کئے جائین کہ ہمارے دلون کو مسخر کرلین۔ جب تک

عوام الناس انھین اپنا نہ کہین وہ خیالات کل قوم کے خیالات نہین کہے جا سکتے۔

یورپ کے مادی حسن کی شان سے گرویدہ ہوکر پرانی سیدھی سادی روش کو گنواری سمجھکر ترک کردینا یا اپنی روحانی و اخلاقی میراث کے زعم مین صدہا بیش بہا چیزون کو صرف اس لئے ترک کرنا کہ انکے ساتھ مغربی خیالات ودوش کی چھوت لگی ہے کچھ کام نہین چل سکتا۔ مگر اعتدال کیسے پیدا ہو؟ ہندی جاننے والون کی کثیر تعداد ایسی ہے کہ جنھین دوسری زبانون سے کوئی مس نہیں ہے۔ اور ہمارے منچلے بیسوین صدی کے کالج اور اسکول کے طلبا کو معلوم نہین کہ کیا خزانہ ہماری زبان کے اندر بھرا ہوا ہے۔ کوئی کہہ اٹھتا ہے کہ ہندی گنواری زبان ہے کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ انگریزی سلطنت سے پہلے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ بھلا اسمین ملٹن کی بلند پروازی شکسپیر کی مرقع نگاری، غالب کی نازک خیالی نسیم کے استعارات لفظی کہان ہین؟ جواب مین اگر پرانے طرز پر بڑے بڑے ماہران کاویہ شاستر (فن شاعری) کچھ کہتے بھی ہین تو ان نئے زمانہ کے دلدادگان کے سمجھ مین نہین آتا۔

اس مضمون کے لکھنے کا منشا یہ ہے کہ ادبی دنیا کو معلوم ہوجائے کہ وہ خوبیان جنکے لئے منہ سے بیساختہ واہ واہ نکل جاتی ہے، ہندی زبان مین عموماً اور اس تلسی کرت رامائن مین خصوصاً عجیب دلکش انداز سے جلوہ افروز ہین۔ اور اکثر ایسی خوبیان بھی ہین جنھین ابھی دیگر زبانون کو ہماری زبان سے سیکھنا ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہرگز نہین ہے کہ بجز ہندی کے اور کوئی زبان عمدہ نہین، یا کسی دیگر زبان مین ایسے شاعر نہین ہوئے جیسے ہماری زبان مین۔ البتہ یہ ضرور کہونگا کہ دنیای علم وادب کے آسمان پر ہمارا ستارہ بھی ایسی عجیب وغریب شان کا ہے کہ ابھی اسکے بعض انوار کا پرتو بھی کسی دوسری جگہ نظر نہین آتا۔ اگر اس مضمون کو ناظرین زمانہ نے پسند کیا تو مین کوشش کرونگا کہ تلسی داس کی دلآویز رامائن کا موازنہ اردو وفارسی وانگریزی کے قادر الکلام شعرا کے ساتھ مغربی اصول ادبی کی روشنی مین پیشکش کرتا رہون۔

سب سے پہلی صفت جو شاعر مین ہونی چاہئے وہ آواز کی طاقت ہے۔

یعنی ([illegible] Sound Force) یہ وہ وقت ہے جس سے عمدہ گانا خواہ کسی زبان کا ہو اپنی دلآویزی سے جی کو چرا ہی لیجاتا ہے اسی طاقت کے بس مین ہوکر سانپ "مہوکھر" پر اور "مرگ" بین پر عاشق ہے۔ برسات کے موسم مین جب آلھا گانے والے کسی گانون مین چوپال کے مچیا پر بیٹھے ہوئے ڈھولک کے تھاپ کے ساتھ اونچے سُر مین "کھپ کھپ کھپ کھپ تیغہ باجے بولے چھپک چھپک تلوار" کے الاپ بھرتے ہین تو ایکدم سے ہر شخص کے آنکھون کے سامنے جوہر دار راجپوتانا تلوار کی چمک و کاٹ و میدان جنگ کا منظر عجیب سُرعت کے ساتھ گزرجاتی ہے۔ اس شعر کے سہ زور کی لیتے ہین جو موجون کو کروندے کے درخت۔ دلمین سرپٹ کے کتی ہے کہ سنگ آمد و سخت۔ پہلے مصرعہ مین ر کی آوازون مین موجون اور کروندے کے درختون مین جدوجہد ورکاوٹین اور دوسرے مصرعہ مین موجون کے سنسناہٹ کے ساتھ سر پٹنے وآہ سرد بھرنے کی تصویر، آوازی شکل پہنے ہوئے قوت سامعہ کے نگارخانہ مین زینت پاتی ہے۔ خیر یہ تو معمولی اشعار ہین۔ اب مین دو مثالین، ایک انگریزی اور دوسری بھاشا کی پیش کرتا ہون جنسے پتہ لگ جائیگا کہ واقعی جادونگار شعرا کیا اعجاز کرتے ہین اور کسطرح دریا کو کوزہ مین بندکر دیتے ہین۔ انگریزی کے مشہور فسانہ نگار ڈکنس نے ایک جگہ پر طوفان کی ہیبت ناک آواز کو DREAD DISTURBANCE کے دو الفاظ مین عجیب موزونیت سے ادا کیا ہے تلسی داس بھی، برسات کی گرج کا نظارہ ہمارے سامنے ان الفاظ مین پیش घन घमण्ड नभ गर्जत घोरा کر دیا ہے۔

یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہر آواز مین اور خاصکر ایسی گرج کی آواز مین تین جز ہوتے ہین پہلا جزو ہے Original Sound یا آواز ابتدائی۔ گرج کی ابتدائی آواز کو ڈکنس T اور D (ڈ اور ٹ) دونون الفاظ مین ادا کرتا ہے اور تلسی جی اور سے ادا کرتے ہین۔ دوسرا جزو یہ کہ جہان آواز پیدا ہوئی اور اُسکی لہر ہوا مین پیچ و تاب کھانے لگتی ہے، جسے REVERBERATIONS کہتے ہین)

اس حصہ آواز کو دونون لفظی مصورون نے ण یا ड سے ادا کیا ہے۔ تیسرا جزو ہر آواز کا آخر مین ختم ہوتا ہے اور اُس خاتمہ کو ڈکنس e و e سے اور تلسی ना سے ادا کرتا ہے۔ اب اِس مین یہ سوالات پیدا ہوتے ہین کہ : DREAD DISTURBANCE

(۱) ڈکنس نے D اور T سے ہی کیون ایسی آوازِ ابتدائی ظاہر کی جیسا کہ DREAD DISTN مین ہے اور تلسی نے

घन घमण्ड नभ गर्जत घोरा کے ذریعہ घ اور भ ایسی گونجنے والی آواز مین اُسکو کیون ادا کیا ؟ بات یہ ہے کہ سرد انگلستان کے ژالہ بار طوفان کی گرج مین گونج کم اور آواز کی کرختگی زیادہ ہوتی ہے یہان ہمارے مُلک مین بھی اولے کی کڑک مشہور ہے مگر برسات مین بادلون کے آواز کی گونج سے بھی ہر شخص خود واقف ہے

جاتے ہین کہین تو کوئی جانے ہمراہ ہین لاکھون تو پہچانے (حالی)

اندر مہاراج کے توپون کی باڑون سے زمین کی چھاتی دہلی جاتی ہے۔

(۲) ڈکنس کے الفاظ مین (ر) کی آواز بڑے ہی واضح طور پر ہے مگر تلسی کے چوپائی مین نہین ؟ جواب صاف ہے۔ اولے مین کڑک زیادہ ہوتی ہے اور موسم برسات کے گرج مین کم۔

(۳) ڈکنس و سے کیون آواز کو ختم کرتا ہے اور تلسی - سے کیون ؟ اُسکو سوائے "قدرتی عطیہ" کے اور کیا کہا جائے کہ مقام و موسم کا مرقع دو دو چار چار الفاظ مین تمام تر کھنچا ہوا ہے۔ ڈکنس سمندر کے کنارے ایک ایسے طوفان کا ذکر کر رہا ہے کہ جہان ذرا گرج و کڑک کم ہوئی، اور ہوا سے تند و سمندر کے لہرون کی سنسناہٹ نے चलत पुरवाई सुम सुम सना ना ना ना کی طرح اپنی آواز کا نقشہ جما لیا۔ اور تلسی داس نے مہاراج رام چندر کے زبانی ایسے مقام پر جہان پمپاپُر کے قریب ایک چھوٹی پہاڑی پر مہاراج بیٹھے ہین اور چارو طرف آوازِ بازگشت بھیجنے والی پہاڑ ان موجود ہین، موسم برسات کا منظر، روحانیت کا نصیحت آموز سبق لئے ہوئے، پیش ہے۔ لہذا آواز بازگشت کی شکل ۔۔۔۔ PROLONGED ना

مین کھینچ دی ہے ! ایسی ایک نہین سیکڑون جو پائیان انمول موتیون کی طرح تلسی داس کے بے بہا خزانہ مین بھری پڑی ہین۔ آپ ذرا مغربی اصول ادبی کی کنجی ہی سے کھولئے اور انکو نہ صرف اپنے ملک، بلکہ ساری دنیا کی زینت افزائی کا ذریعہ بنائیے۔

شاعری کی دوسری صفت یا طاقت "قوت مصوری ہے" (चित्र शक्ति یا PICTURE FORCE) قبل اسکے کہ اسکی کوئی دلکش مثال ہدیۂ ناظرین کیجائے یہ طے کر لینا مناسب ہوگا کہ تصویر کے اوصاف کیا ہین۔ آجکل کی شوخ رنگ والی ظاہری بانکپن کی تصویرین دراصل فنِ مصوری کو شرم دلاتی ہین۔ تصویر وہ ہے کہ مصور کا قلم مادی شباہت کھینچتے ہوئے سارے خیالات کا فوٹو سامنے لا کھڑا کردے۔ تصویر کا عضو عضو جذبات اندرونی کو بتا دے۔ اپنے دوست سحر (ہنگامی) کا ایک شعر اس موقع پر مجکو یاد آتا ہے جسمین انھون نے جوش مسرت اور اُسکے قریب قریب ضدین جذبۂ "حیا" کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا ہے گویا جیتی جاگتی تصویر سامنے آکر کھڑی ہوگئی ہے ؎

آہ، یہ جوشِ مسرت یہ تقاضائے حیا خندہ زیرِ لب نگاہِ شوق شرمائی ہوئی

تلسی داس نے اس دوہے مین بھی नाम पहरुआ दिवस निसि, ध्यान तुम्हार कपाट। लोचन निज पद यन्त्रित, प्राण जाहि केहि बाट? جس خوبی سے سیتا جی کے آشوک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی خیال رام کے حالت محویت مین، آنکھون کی پشت پا پر ٹکٹکی لگی ہوئی حالت کی تصویر کھینچی ہے وہ معنی فہم دل ہی سمجھ سکتا ہے۔ اول تو ظاہری حواس خمسہ مین سے خاص کام کرنے والے آنکھ، کان و زبان کو حراست کے استعارہ مین کیا جکڑا ہے۔ زبان پر رام نام کا پہرا ہے پس اس راستہ سے جان کا نکلنا یا موت کا آنا مشکل، اسطرح زبان تو رام نام کے مزہ مین محو اور کان زبان سے نکلے ہوئے روحانی مزہ سے پُر، اُس نام کے سُننے مین محو (یہ یاد رہے کہ اپنی زبان کی آواز ضرور اپنے کانون کو سُنائی دیتی ہے خواہ کتنی ہی آہستہ ہو) آہ پھر یہ محویت یا "پہرا" بھی کس غضب کا ہے کہ दिवस निसा دن ورات کوئی وقت خالی نہین، خواب کا خواب

مین بھی پتہ نہین۔

"تارِ نظر" کی کیسی نفیس زنجیر ہے' پیرہٗ محویت کی مین لोचन निज पद जंत्रित
ٹکٹکی لگی ہے۔ جب انسان کا خیال بہت گہرائی مین ہوتا ہے تو اوپری حواس اسیطرح
ظاہری یکسوئیت مین لگ جاتے ہین ٹینیسن (TENNISON) کے PASSING OF ARTHUR
مین بھی جب سَر بیڈیورا (SIR BEDIVERE) آرتھر کی تلوار پھینکنے یا چھپانے کے مسئلہ
پر غور و خوض مین تھا تو شاعر نے لکھا ہے کہ COUNTIN THE DEWY PEBBLES یعنے
شبنمی سنگریزون کا شمار کر رہا تھا۔ اب لیجئے اندرونی حواس جنکے لئے ध्यान तुम्हार कपाट
خیال رام کا کپاٹ بند ہے۔ فلسفہ یوگ کا قول ہے کہ جس چیز کا خیال انسان اپنے دل سے
نکالڈالے اوسکا وجود وہان ہو نہین سکتا۔ بھلا جب حواس ظاہری و باطنی پر سوا ے
رام کے اور کسی خیال کو قبضہ کا موقع نہین تو موت بیچاری کی کیا ہستی ہے کہ ایسی محویتِ
مجسّم مین مداخلت کر سکے۔ آپ ذرا ایسی تصویرین اُن لوگون کے زبانون مین سے چُن کر
یکجا کرنے کی کوشش کیجیۓ جو ہماری بھاشا کو گنواری زبان کہنے کی جرأت کرتے ہین مین
یہ نہین کہتا کہ تصویرین اور زبانون مین نہین مگر سوال تو یہ ہے کہ اس پایہ کی تصویر کتنی
اور کس ڈھنگ کی ہین۔

اکثر ماہرانِ علم انگریزی کہتے ہین کہ شکسپیر کی تصویرون کا اثر BIOSCO PIC' ہوتا ہے
یعنے جذبات و اشارات کی تصویر تک سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ واقعی' ایسا ہی ہے
سحر بیان شکسپیر انھین اوصاف کی وجہ سے اقلیم سخن کے برگزیدہ حکمرانون مین سے سمجھا جاتا ہے۔
لیکن کیا مختلف جذبات و اثراتِ عشق کی تصویر بہاری کے اس مشہور دوہے سے بڑھکر
کہین ہے ؎

آمی ہلاہل مدبھرے سیت شیام رتنار جیت مرت جھک جھک پرت جیہین چتوت یکبار

اب لکشمی داس کی ایک پھڑکتی ہوئی جوشِ محبت کی تصویر ملاحظہ ہو۔ جب "دھنش یگیہ"
مین دور دور ملکون کے بڑے بڑے بہادر راجاؤن سے مہاراج جنک کی امتحانی کمان
تل بھر بھی نہ ہٹ سکی اور قدرتاً راجہ جنک نے غصہ و مایوسی کے الفاظ

بھری سبھا مین کہہ ڈالے تو لکشمن سا راج کنور बीर बिहीन मही, मैं जानी ان الفاظ کو برداشت نہ کرسکا۔ پیارے ناظرین! مجھکو لکشمن کی شکل مین بیسویں صدی کا ایک SELF RESPECTING (خوددار) نوجوان، جوش کی اسٹیم STEAM سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر افسوس اس اسٹیم کو یکدم روک دینے کے لئے کبھی کبھی ہمارے نوجوانون مین تربیت) DISCIPLINE نہین ہوتی فقط پبلک کا ایک اشارہ (جیسا کہ رام و لکشمن کی حالت مین) اسکے دبا دینے کے لئے کافی ہو:۔

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ جنک کے غصہ بھرے सेनाहि रघुबर लखन निवारे
الفاظ نے تیر سے بھی زیادہ کام کیا، بہادر کشتری لڑکا تڑپ گیا

माखे लखन कुटिल भईं भौंहें रदपट फरकत, नैन रिसौंहैं ان الفاظ مین سارے جذبات و حرکات کی تصویر شاعر نے کس خوبصورتی کے ساتھ کھینچدی ہے۔

ان دونون طاقتون سے بڑھکر ایک تیسری طاقت ہے جسکے بلا شاعری شاعری کہی ہی نہین جاسکتی۔ زمانہ حال مین دُنیا کے سب سے بڑے شاعر سریندر ناتھ ٹیگور کا قول ہے کہ "A poet is he who loses himself into the heart of things"
شاعر وہ ہے جو اپنے آپ کو اشیاء کی اصلیت مین محو کردے۔ نسیم کا بھی مقولہ ہے
ع۔ مرکز پہ کشش مری پہونچ جائے "مرکز" سے نسیم کا مطلب "جذبات کے مرکز" سے ہے۔ اس طاقت کو قوت جذباتی یا HEARTFORCE یا भावशक्ति کہتے ہیں

جس طرح فلسفی کسی مسئلہ کو عقلی شکل مین انسان کے دماغ تک پہونچاتا ہے، شاعر اسی مسئلہ کو ایک ایسی من بھاؤنی صورت دیتا ہے کہ مجسم تصویر سامنے آجائے اور اپنی قوت آواز سے انسانی قوت سامع کو ایسا تسخیر کرتا ہے کہ سوائے اُس راگ کے اور کچھ بھی بھلا نہ معلوم ہو۔ اسطرح جذبات یا हृदय پر حواس خمسہ کے ذریعہ سے قبضہ کرتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہان فلسفی کی تقریر کا اثر شاید دماغ ہی تک محدود رہتا ہے شاعر سامعین کو سراپا گرویدہ بنالیتا ہے۔

اب مین زمانۂ حال کے تیکھے مغربی طرز و انداز کے دلدادگان کو پہلے انھین کے

دلپسند باغ کی سیر کراتا ہوا، اُنکو یہ بتلانے کی کوشش کرونگا کہ جس گلستانِ انگریزی کے فضامین وہ عمل رہے ہین اور جسکے پھولون کی محض سرسری مشاہدہ نے اُنکو یکسر وارفتہ بنا رکھا ہے، اگر وہ اُسکے لفظی پھولون کے "رس" کو بھونرے کی طرح ٹھہر ٹھہر کر نوش کرین تو محسوس ہو کہ یہ باغ واقعی باغ اِرم سے کچھ کم نہین۔ نرگس کی نگاہ بادیان؛ سوسن کی زبان درازیان، قمری کی صدائے مستانہ، سرو کے اندازِ معشوقانہ کا اُسی وقت ٹھیک پتہ لگ سکتا ہے۔ آئیے! رسکن کے مقولہ پر کسی انگریزی جملہ کی لفظی جانچ کرین۔ ٹنگسلے نامی قادر الکلام ناولسٹ نے ایک ایسے مقام کا ذکر کرتے ہوئے جہان بسنت رت ہمیشہ رہتی ہے، موسم خزان کی تعریف مین کہا ہے:۔ ۱

(سال گذشتہ نے، سال کے لئے ہار گوندھنے کی غرض سے مُسکراہٹ کے ساتھ رکا ہوا ہے) موسم خزان کی انسانی جامہ بشکل مرد بزرگ پہنانے مین فصیح مقرر نے استعارہ مین مجسم کا فوٹو سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ برف کی سُفیدی ضعیفی کے سُفید بالون کے مشابہ ہے۔ جوانی کی پرجوش حرارت کا بھی وقت ختم ہو گیا ہے۔ LINGERS (رُکنا) بڑا معنی خیز لفظ ہے۔ گویا سالِ بزرگ اُس پیاری دلفریب جگہ سے، جہان وہ قدرت کے بناؤ سنگار پر فریفتہ رہ کر (بارہ) ماہ تک مقیم رہا ہے، جانا نہین چاہتا۔ ظاہرا اسکے ساتھ تھوڑی سی خودغرضی وافسوس وحسرت کے انداز وابستہ ہین جیسے سحر صاحب شکنتلا کے کنور شی کے آشرم سے رخصت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہین ع۔ دیوار سے در سے ملکے روئی۔ کچھ وہی بات اس لفظ LINGERS مین ہے مگر یہ تاسف یا خود غرضی کے نقائص ہمارے سالِ بزرگ مین نہین ہین۔ دیکھئے! اُسکا ٹھہرنا یا "رُکنا" کچھ اور معنی رکھتا ہے کیونکہ SMILINGLY کے لفظ نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ گو بوجہ فضائے دلکش ہمارے "سالِ بزرگ" کو یہ دلکش منظر چھوڑ ناشاق کیون نہ ہو لیکن "مُسکراہٹ" اِس امر کی دلیل ہے کہ وفادار سال نے بارہ ماہ تک اپنے فرائض معقول طور پر انجام دئے ہین۔ لہذا اب بقول سعدی ؎

The old year lingers smilingly to [illegible]
a garland for the new

آن چنان زی کہ وقتِ مُردنِ تو ہمہ گریان بوند و تو خندان

اطمینان کی مسرت "مسکراہٹ" کی شکل مین آشکار ہے - پھر غور کیجئے لفظ "مسکراہٹ" ہے "قہقہہ" نہین - یہ کیون ؟ وجوہ صاف ہین - "قہقہہ" جوانی کے اوبال کا نشان، بڑھاپے کی متانت کے خلاف ہے - دوم وقت رخصت ہے "قہقہہ" یون بھی ایسے وقت مین جذبات دل کے خلاف ہوتا، سوم استعارتاً مُسکراہٹ" یا قہقہہ" سے پھولون کی شگفتگی مُراد ہے پس موسم خزان کے تھوڑے سے پھولون کی سالِ بزرگ کے مُسکراہٹ سے تشبیہ دی گئی ہے جیساکہ اکثر لوگ کہتے ہین کہ " ہنستے کیا ہین پھول جھڑتے ہین" - اب رہا دوسرا نقص خود غرضی وہ (نئے سال کے لئے ہار گوندھنے TO TWINE A GARLAND FOR THE NEW کی غرض سے) الفاظ سے کس خوبصورتی کے ساتھ رفع ہو جاتا ہے - یعنی فیاض طبیعت سال کے ٹھہرنے مین غرض یہ ہے کہ اپنے آنیوالے جانشین کے خیر مقدم کے لئے ایک نفیس ہار گوندھ لے - مگر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اسقدر کنجوسی کیون کہ فقط ایک ہی ہار گوندھا جاسے - اور پھولون کی بوچھار کیون نہ کیجاسے - وجوہ حسب ذیل ہین -

(۱) موسم خزان مین تھوڑے بچے کھچے پھول ہین اسقدر افراط سے نہین کہ لٹائے جاسکین پس بڈھا سال محنت سے چُن چُن کر ہار گوندھ رہا ہے -

(۲) ڈولیون پھول بے پروائی کے ساتھ لُٹانا متانت بزرگی کے خلاف ہے -

(۳) پھولون کے لُٹا دینے مین نوجوانی کے تھوڑی دیر کے اُبل پڑنے والے جذبۂ مسرت کا اظہار ہوتا ہے نہ اسقدر گہری اور دیرپا محبت کا جو محنت کے ساتھ ایک ایک پھول چُن کر فقط ایک ہار کے گوندھنے مین پائی جاتی ہے -

بہار کے دلفریبیون کے نشانات اب بھی موجود ہین - شاعر نے کس خوبی سے نہ صرف گذشتہ سال کی تعریف کی ہے بلکہ نئے سال کی ان نئی اُمیدون سے بھری ہوئی سامنے ہے - کون ایسا دل ہے جو اِس بزرگ سال گذشتہ کو جس نے

بارہ ماہ تک اپنے زیر نگرانی اُس فضا کی دلفریبی قائم رکھی ہے۔ اُسکو جسوقت ایسے مسرت و محبت کے ساتھ نئے سال کا خیر مقدم کرتے ہوئے دیکھے اور خوشی سے اس خیال مین باغ باغ نہو جاسے کہ وفادار سال کو نوآمدہ ہونہار سال سے بہت سی اُمیدین ہین ؟

اِسطرح الفاظ کے جوہری ایک ایک لفظ کو پرکھ کر وہ انمول ہار تیار کرتے ہین کہ باید و شاید۔ اس مضمون کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے ورنہ ایک مثال زبان اُردو سے بھی ناظرین کے سامنے پیش کرتا۔ اگر کبھی موقع ملا تو دکھلاؤنگا کہ نسیم کا یہ سادہ شعر ؎

باقی ساقی شراب دے دے — ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے

اِس ادبی کسوٹی پر کیسا کھرا اُترتا ہے کہ اس بڑے شاعر کے الفاظ مین تصرف کیا، بلکہ اُنکو شعر مین ایک مقام سے اُٹھاکر دوسری جگہ رکھ بھی نہین سکتے۔

آئیے ! اب اُس زبان کی طرف بھی، جسے لوگ "گنواری" کہدیتے ہین، ایک نظر ڈالین۔ صاحبو! جو بیش بہا جواہر ہمارے ہندی خزانہ سے آپ کے نذر ہے وہ ایک بیاہی گیت کا پہلا پد ہے۔ زبان ہندی قدرت کے رنگ مین اسقدر رنگی ہے اور تصنع کے عیب سے اسقدر پاک ہے کہ بناوٹ کی شاعری پسند کرنیوالون کے نظر مین اُسپر دھبہ سا معلوم ہوتا ہے۔ جنھون نے SCOTT کے BALLADS نہین پڑھے اُنکو آلھا کے اِس سادہ پُر لطف شعر کا ؎ مہوبے والے بڑے لڑیّا جنکے بل کو وار نہ پار۔ کا مزہ کیا معلوم؟ اُنکو تو شاید جامی کیطرح اڈائی مین ہڈیون کے چور چور ہونے کا استعارہ "بادام چبانا ہی" بھلا معلوم ہوگا۔ بہرحال ایکطرف ادبی دُنیا کے طبقات نے پلٹا کھایا ہے اور ہندی و انگریزی کے قدرتی حُسن کے ظہور نے بوجوہ زمانہ کے ہندوستانی شعرا پر نیا رنگ جمانا شروع کر دیا ہے ! آئیے ! لنکا پوری مین مہاراجہ راون اور اُسکی پٹ رانی مندودری کی گفتگو سُنین شاعر کہتا ہے ؎

کہین مندودر سُنو لنک پت سیا نہ تیرے کام کی ہے + دیدے سیا کو پیا ! یہ پیاری سیتا رام کی ہے

شاعر بھی ضرور دیہاتی ہے کیونکہ مندودری کے بجاے مدوّا استعمال کیا گیا ہے۔
قطع نظر اس لغزش کے اس کے اندر جذبات کا وہ خزانہ موجود ہے کہ بلند حوصلہ دل ہی کچھ اسکی قیمت پرکھ سکتا ہے۔ جہان تک احاطہ بیان مین آسکتے ہین، مین عرض کرنے کی کوشش کرونگا۔

شعر کا پہلا نصف حصّہ لیجئے۔ مندودری اُن برگزیدہ پانچ خاتونون مین سے ہے جنھین "پنچ کنیا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جنکا ہر صبح نام لینا مبارک سمجھا جاتا ہے۔ ایسی عورت کا شوہر ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے کہ جس کے خیال سے روح خدا ترس کانپ اُٹھتی ہے۔ رانی کسی طرح اُس کو اِس گناہ کے پنجہ سے چھڑانا چاہتی ہے۔ دانشمند و مبصّر بیوی جانتی ہے کہ اسکے شوہر راون کے اندر اپنی آن بان کے تحفظ کا خیال ایک طرف اخلاقی حُسن کی شکل مین، اور دوسری طرف غرور و تکبر کی صورت مین سب سے زیادہ کام کر رہا ہے۔
بقول ملٹن کے کمزور آتماؤن مین سب سے اول و آخر نقص "غرور" ہوتا ہے اور "مہان" آتماؤن مین بھی یہی آخری نقص ہے جو تمام نقائص کے دور ہو جانے پر بھی اکثر باقی رہجاتا ہے۔ نصف شعر مین رانی اُس آن بان کے خیال اور غرور کو بھی مشتعل کرکے اپنا کام نکالنا چاہتی ہے اور ٹھیک بھی ہے کہ اگر کسی سے اُسکے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی کوئی استدعا کیجاے تو اُسی وقت کامیابی کی اُمید ہو جاتی ہے۔ اسی لئے بحیثیت رانی کے مہاراجہ راون سے ادب کے ساتھ مندودری کہتی ہے اور اِسی رعائت سے "کہین" کا لفظ، جسمین عزّت کا "ین" پایا جاتا ہے، استعمال کیا گیا ہے۔ اور راون کو بھی لنک پت (شاہ لنکا) کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ پھر "سیا" اور لنک پت اس لئے کہ مندودری کے شان مین لنک پت جیسا شاندار نام استعمال کرتی ہے اُسکے مقابلہ مین سیتاجی کے لئے "سیا" جیسا چھوٹا نام زبان پر لاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لنک پت کے شایان شان یہ ہرگز نہین کہ "سیا" جیسی حقیر عورت پر نظر ڈالے۔ یہی نہین،

بلکہ بعض وقت شاعر، جسکو سر رابندر ناتھ ٹیگور اُس پیاری بانسری سے تشبیہ دیتے ہیں جسکے سوراخوں سے آوازِ قدرت نکلتی ہے، ایسی عمدہ باتیں لکھتا ہے کہ جسکے حُسن کو ممکن ہے وہ خود بھی نہ سمجھے مگر جسکی خوبیاں بعد میں عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ میرا خیال ہے کہ چونکہ شاعر دیہاتی معلوم ہوتا ہے۔ اِس لئے بہت ممکن ہے کہ معنی الفاظ کی وہ خوبصورتی جو اب بیان کیجاوے گی اُسکے خیال میں اُس وقت نہ رہی ہو۔ مگر وہ اِن دونوں الفاظ کے صنعت تضاد کے لُطف کو دوبالا کر رہی ہے۔ پھر "سیا" کے لفظی معنی "ہل کے کونڈے پیدا شدہ" کے ہیں اور سیتاجی کا نام بھی اسوجہ سے سیا تھا کہ راجہ جنک کو کھیت میں ملی تھیں۔ کیسی نفیس رعایت ہے کہ ایسی کم بساط عورت لنکا جیسے "کانچن پُری" کے راجہ کی رانی بننے کے لایق کیسے ہو سکتی ہے۔

یہاں نصف شعر ختم ہو کر ہمیں کچھ سکون کی ضرورت ہے وہی سکون وہاں بھی دکار ہے کہ مندودری کو اِس امر کا پتہ لگے کہ اُسکی اس اپیل کا اثر راون کے دل پر کیا ہوا؟ جیوں ہی راون کے چہرہ پر مندودری کی نظر پڑی اور فوراً یہ خیال بجلی کیطرح اُسکے دماغ میں دوڑ گیا کہ نفس کے قابو میں آئے ہوئے راون کی شان تکبّر بھی رُخصت ہو گئی اور اب اُسکو اپنے شاہی آن بان کی بھی پرواہ نہیں۔ رانی تڑپ اُٹھی! اور نہایت دانشمندی کے ساتھ جسمیں کسیقدر مایوسی کا جوش بھی شامل ہے، تدبیر کے پیرایہ کو بدلتی ہے اور آخری کوشش جان توڑ کر کرتی ہے کہ اپنے شوہر کو اس گناہ کبیرہ سے باز رکھے۔

ناظرین! کو یہ معلوم ہوگا کہ اِس زمانۂ زوال میں بھی ہندو بیوی، خدمتگذاری وفاداری اور ایثار میں دُنیا کے پردہ پر اپنا جواب نہیں رکھتی۔ کیسا سچّا ایثار ہے کہ بحیثیت بیوی، اپنے حقوق زوجیت پر استدلال کرتے ہوئے، اپنی خود غرضی سے لگاؤ رکھنے والی استدعا، شاید ہی کبھی اُسکے زبان پر آئے! اگر مندودری کی یہ آخری کوشش ہے، شوہر کو گناہ سے بچانے کا مشکل سوال درپیش ہے، شوہر کا غرور بھی،

کچھ مدد نہین کرتا - پس مجبوراً آخری تدبیر اختیار کرتی ہے اور حقوق زوجیت پر استدلال کرکے بڑے زور کے ساتھ کہتی ہے "دیدے تیا کو پیا!" ہا ہا ہا! اس فوری تبدیلی مین تھیٹر کے پردہ پھٹنے کا لطف ہے - آن کی آن مین ڈرامہ درائی کے بجاسے پتی اور پتنی سامنے ہے - بجاے "کہین" کے عزت بھرے لفظ کے سیدھا سادہ زور اور حق اور دعوے سے بھرا ہوا "دیدے" کا لفظ کہا جاتا ہے (واقعی کے گھر کے اندر اور خصوصاً ایسے مواقع پر تصنع کے الفاظ سخت بُرے معلوم ہوتے ہین) "پیا" کا پیارا لفظ، وہ لفظ جسکو ہندو عورت اپنے پریم بھرے سچے جذبات زوجیت کے اظہار مین زمانہ کے کانون سے علیحدہ استعمال کرتی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ حقوق زوجیت پر پورا استدلال ہے اور جذبات شوہری کے اُبھارنے کی کوشش کیجارہی ہے کسیقدر غصہ کا شائبہ بھی ضرور ہے - کہنا یہ ہے کہ "ہے راون وحشت! تیری بیوی مین ہون، تو کیون پرائی عورت کو اپنی مقبول نظر بنانا چاہتا ہے - میرے ہوتے ہوئے تجکو اس بات کا کوئی حق نہین ہے" لیکن قابل پرستش ہندو عورت کی زبان جو کبھی اخلاقی دائرہ سے باہر نہین جا سکتی، ایسے موقع پر بھی شوہر کے حق مین الفاظ سخت استعمال نہین کرتی بلکہ اسی بات کو کس خوبی کے ساتھ یون کہتی ہے -

"یہ پیاری سیتا رام کی ہے" مطلب یہ کہ تیری تو مین ہوان، وہ سیتا رام کی ہے، تجھے سیتا پر کوئی اختیار نہین" یہ تمام باتین ایسے زوردار لہجہ مین کہتی ہے کہ حیثیت تیری بیوی ہونے کے مجھکو پورا حق ہے کہ مین تجکو زور ایسا کرنے سے کے لئے مجبور کرون "دیدے" اسی لئے کہا گیا ہے (سخت باتون کو ملائمت کے لہجہ مین ادا کرنے کی) اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوسکتی ہے! ہماری "تلسی" سور کا تو کہنا ہی کیا جس زبان کے ادنی ادنی اشعار مین بھی ایسی خوبیان موجود ہون کیا وہ زبان یا اُسکا لٹریچر LITERATURE اس قابل نہین کہ یونیورسٹی کے بڑے سے بڑے درجے مین پڑھائی جاسکے،

اسکے بعد والے مضمونون مین مہاکوی "تلسی" کے "پھولواری لیلا" کے چوپاؤن

اور وہ ہون کی تنقید، معیار مذکورہ بالا کے مطابق کرتے ہوئے اِس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرونگا کہ تلسی دُنیا کے لٹریچر مین ایک اعلےٰ پایہ کا خوش فکر شاعر گزرا ہے۔ اور گویہ ممکن ہے کہ خاص خاص اصناف مین اکثر شعراء اُس سے بڑھ گئے ہون مگر مجموعی حالت پر غور کرتے ہوئے اُسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔

میری آخری استدعا یہ ہے کہ اس مضمون کو کالج کے طلباء خاص طور پر پڑھین اور اُن سے بھی زیادہ خصوصیت کے ساتھ وہ بزرگانِ قوم پڑھین جنھون نے ہندو یونیورسٹی کا (نصاب) مرتب کیا ہے ؎

شبنم سے جو وجۂ گریہ پوچھی تو کہا   رونا فقط اپنی بے ثباتی کا ہے

ٹھیک اِسی طرح الہ آباد یونیورسٹی کی کیا شکایت کرین، جب اپنے قومی بزرگون کو اپنی زبان پر اتنا بھروسہ نہین کہ اسکو کم از کم (اختیاری) مضمون ہی کی طرح رکھ سکین؟ خالی ہندی مضمون نگاری سے کیا کام چل سکتا ہے؟ آہ، "نور تن" (نو درجۂ خاص کے شعراء) اور تیس۳۰ سے اوپر درجۂ اول اور ستّر سے اوپر درجۂ دویم اور تین ہزار سے زاید کُل شعراء رکھنے والی صدیون کی زبان، جسکے گرویدہ کبیرؔ، رحیمؔ، ملک محمد جائسی، امیر خسروؔ، جیسے بلند خیال مسلمان تک رہے ہین اور جسکی قدر حضرت نیاز فتحپوری جیسے اُردو شاعر اب بھی کرتے ہین، کیا وہ زبان اِس قابل نہین کہ ہندو اِسے اپنی یونیورسٹی مین خاص جگہ دین؟ کیا اسکا نام بلا ہندی کے "ہندو یونیورسٹی" رکھنا زیبا نہین ہے؟ کیا حضور نظام حیدر آباد کے طرزِ عمل سے بھی سبق نہ لیا جاویگا؟

راج بہادر لمگوڑہ

پابو راٹھور

(ترجمہ)

(از پنڈت رام سروپ کوشل (بی - اے + ایم - آر - اے - ایس + وغیرہ - انبالہ)

مارواڑ میں پابو نامی ایک بہت مشہور راٹھور بہادر گذرا ہے۔ جسکا نام مارواڑ کے لوگ دیوتاؤں کی طرح عزت سے لیتے ہیں۔ مارواڑی لوگ اسکو چوپایوں کا محافظ خیال کرتے ہیں کیونکہ اس نے گورکھشا میں جان دی تھی۔ مارواڑ کے اکثر مقامات میں چھوٹے چھوٹے مندر بنے ہوئے ہیں جنمیں پابو کی مورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ لوگ ان کی دیوتاؤں کی طرح پرستش کرتے ہیں۔ اسکی بہت سی تصویریں تو ایسی ہیں جنمیں پابو خود تو ایک گھوڑے پر سوار ہے اور اُسکے پیچھے اسکے سات تھوری ہمراہی کمانیں لئے ایک ہی قطار میں چلے آتے ہیں۔ جس طرح ہمارے علاقہ میں جوگی گورکھ ناتھ اور بھرتری ہری کے گیت گاتے ہیں اسیطرح مارواڑ میں تھوڑے لوگ سارنگی کے ساتھ گاؤں گاؤں میں پابو کی تعریف کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس ایک بڑی چادر بھی ہوتی ہے۔ جسپر پابو کی زندگی کے مشہور مشہور واقعات کی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

پابو کی پیدایش مارواڑ کے کولو گاؤں میں ہوئی تھی۔ اسکے باپ کا نام دھاندھل اور اُسکے دادا کا نام آستھان تھا۔ غالباً وہ چودھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔ مندروں میں اسکی تصویروں کے نیچے جو سمبت کندہ ہیں اور دوسرے ثبوت جو ملتے ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کولو کے گرد و نواح میں تھوری نام ایک جنگلی قوم کے لوگ رہتے تھے۔ یہ پابو کے معتقد تھے اور ہمیشہ اُسکے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ کولو میں اب تک بھی کچھ راٹھور رہتے ہیں جو اپنے تئیں دھاندھل کے بیٹے اودے سنگھ کی اولاد بتلاتے ہیں۔ کتبوں اور دوسرے ثبوتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ راٹھور بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دھاندھل کے پندرہ بیٹے تھے جنمیں سب سے بڑے کا نام اودے سنگھ تھا۔ پابو اپنے باپ کا تیرھواں بیٹا تھا۔ کولو میں اب تک دو مندر ہیں جن کے

پاس ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ گائوں کو پلانے کے لئے اسی کنویں سے پانی نکالتے وقت پابو مارا گیا تھا۔ پاس ہی ایک تالاب بھی ہے جسے "پابو سر" کہتے ہیں۔ اسکے کنارے کئی سمادھیاں اور چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔

مارواڑ میں دھاندھل راٹھور کے متعلق ایک فسانہ بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ وہ گجرات گیا تھا۔ وہاں ایک تالاب کے کنارے اسکو کئی پریاں نظر آئیں جنمیں سے ایک کو اس نے پکڑ لیا۔ جب دھاندھل نے اُسے اپنے ساتھ کولومے چلنا چاہا تو اس پری نے پہلے یہ اقرار کرا لیا کہ جب میں تنہائی میں کوئی کام کروں تو تم چھپ کر معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ دھاندھل نے یہ بات منظور کر لی اور اسے اپنے ساتھ کولومے آیا۔ اسوقت کولو ایک چھوٹی سی سلطنت تھی اور وہاں ایک شخص "پیمو" یا "پرمیو" نامی حکمراں تھا۔ دھاندھل اور پیمو میں ان بن ہو گئی تھی اور دھاندھل کبھی پیمو کے دربار میں نہیں جاتا تھا۔ کولو میں پہنچکر دھاندھل نے پری کے لئے ایک نیا محل تعمیر کرایا تھا۔ اور اُسی میں اُن دونوں نے بود و باش اختیار کی۔ اسی محل میں اس پری کے بطن سے دھاندھل کی ایک لڑکی سونا بائی نام اور پابو پیدا ہوئے۔ دھاندھل اپنے اقرار کے مطابق پہلے سے خبر کئے بغیر اس مکان میں نہ جاتا تھا۔ لیکن ایک روز دھاندھل کے دل میں اس بات کے معلوم کرنیکی بڑی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ وہ تنہائی میں کیا کام کرتی ہے۔ اور اسی لئے وہ چپ چاپ چھپکر محل میں داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچکر اُس نے دیکھا کہ ایک شیرنی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ وہ شیرنی دراصل یہ پری ہی تھی۔ دھاندھل کو دیکھتے ہی اس نے پھر پری کی شکل اختیار کر لی اور فوراً آسمان کی طرف اُڑ گئی شیرنی کے بچے نے بھی اپنی شکل اسیوقت تبدیل کر لی۔ اسوقت دھاندھل نے دیکھا کہ یہی پابو ہے۔ آخر دھاندھل نے اُسکی پرورش کے لئے ایک دایہ مقرر کر دی۔

تھوڑے عرصہ بعد دھاندھل مر گیا۔ اسوقت سونا بائی اور پابو کے علاوہ اُسکے ایک لڑکی اور ایک لڑکا اور بھی تھے۔ لڑکے کا نام بوڑو اور لڑکی کا نام پیما بائی تھا۔ پیما بائی کی شادی جھمی چندراؤ سے اور سونا بائی کی شادی سروہی کے راجا دیوڑو سے ہوئی۔ پابو سے بوڑو بڑا تھا اسلئے والد کی وفات پر تمام مال و دولت اور جائداد پر اُس نے قبضہ کر لیا اور غریب پابو کے لئے

کچھ نہ بچا۔ پابو کے ہاتھ کسیطرح ایک سانڈنی آگئی۔ اسی پر سوار ہو کر وہ اِدھر اُدھر سے شکار کر لاتا اور اپنا کام چلاتا تھا۔

کولو کے قریب ہی ایک اور چھوٹی سی ریاست تھی جسکے راجہ کا نام آنو تھا۔ اُسکے یہاں سات تھوری رہا کرتے تھے جو آپس میں بھائی اور ایک ہی باپ کے بیٹے تھے۔ ایک مرتبہ مُلک میں سخت قحط پڑا۔ جب اُن تھوریوں کو کھانے کے لیے اور کچھ نہ ملا تو انھوں نے ایک بھینس مار کر اُسکا گوشت کھا لیا۔ یہ بات راجہ آنو کے لڑکے کو بہت بُری معلوم ہوئی اور وہ اُن تھوریوں سے لڑ پڑا۔ لڑائی کے دوران میں تھوریوں نے اُسے مار ڈالا لیکن آنو کے خوف سے اُنھوں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سب بھاگ گئے۔ جب آنو کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اُن کا تعاقب کیا اور راستہ میں ہی اُنھیں جا گھیرا۔ لڑائی ہوئی اور اُس میں تھوریوں کا باپ مارا گیا لیکن وہ ساتوں تھوری بھاگ نکلے۔ ان بھائیوں نے کئی آدمیوں سے پناہ کے لئے درخواست کی لیکن آنو کے خوف سے کسی نے بھی یہ بات منظور نہ کی۔ آخرکار وہ کولو کے راجا بھیو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جسنے اُنھیں دھاندھل کے بیٹے بوڑو کے پاس جانیکی صلاح دی۔ جب وہ بوڑو کے پاس پہنچے تو اس نے اُنھیں پابو کے پاس بھیجدیا۔ اسوقت پابو گھر پر نہیں تھا اور شکار کیلیے گیا ہوا تھا۔ تھوری اُسے ڈھونڈھنے کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ جنگل میں اُنھیں ایک چھوٹا لڑکا ہرن کا شکار کرتا ملا۔ اس لڑکے سے دریافت کیا کہ پابو کہاں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ پابو شکار کیلیے گیا ہے وہ یہ سُنکر پابو کی واپسی کے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر بعد اُنھوں نے اس لڑکے سے کہا کہ ہمیں بہت بھوک لگی ہے۔ ہمیں یہ سانڈنی کھانے کے لئے دیدو۔ لڑکے نے وہ سانڈنی اُنھیں دیکر کہا کہ تم اسے مار کر کھاؤ میں جا کر پابو کو بلا لاتا ہوں۔ تھوریوں نے ایک طرف جا کر اس سانڈنی کو ذبح کیا اور اسکا گوشت کھا لیا۔ گوشت کے ختم ہوتے ہی وہ لڑکا مع اپنے دایہ کے وہاں آموجود ہوا۔ جب اُنھیں دایہ کی زبانی معلوم ہوا کہ یہی لڑکا پابو ہے تو اُن کو بہت حیرانی ہوئی۔ خیر پابو نے تھوریوں سے دریافت کیا کہ میری سانڈنی کہاں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ سانڈنی تو تم ہمیں دے گئے تھے ہم نے اُسے مار کر کھا لیا۔ پابو نے کہا۔ یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے تم لوگ فوراً جا کر اُسے ڈھونڈھ لاؤ۔ لاچار ہو کر تھوری سانڈنی کو ڈھونڈھنے لگے اور ڈھونڈھتے

ڈھونڈتے اس مقام پر پہنچے جہاں ان لوگوں نے اُسے ذبح کیا تھا یہاں اُنہیں ہڈیوں کے ڈھیر کی جگہہ جیتی جاگتی سانڈنی کھڑی ہوئی ملی۔ تب اُن لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سب پابو کی ہی کرامات ہے۔ اور اسیوقت سے وہ تھوری پابو کے معتقد ہو گئے۔

اُس دن کے بعد اُن تھوریوں نے کبھی پابو کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جہاں پابو جاتا تھا وہاں وہ اُسکے ساتھ جاتے تھے۔ اور ہر وقت اُسکے پسینے کی جگہہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ایسے آقا کے ساتھ رہکر لڑکر جو نہ کریں سو تھوڑا ہے۔ الک کے دل میں بھی جب جو بات آتی وہ بھی ان لوگوں کی اَمداد سے اُسے فوراً پورا کر لیتا تھا۔ جب اُسکے بڑے بھائی بوڑو کی لڑکی کی شادی دگوگو، چوہان سے قرار پائی تب وہ اپنی بھتیجی سے کہہ بیٹھا کہ میں ڈیو دموٹرو، کی سانڈنیاں تمہیں جہیز میں دونگا۔ ڈیو دموٹرو ایک بڑا زبردست سردار تھا اور لوگ اُسے دوسرا راون سمجھتے تھے۔ پابو کی بات سنکر سب ہنسنے لگے۔ لیکن پابو نے ان کے ہنسی کی کچھ پرواہ نکرکے اپنے ایک ہمراہی ہریو کو ڈیوڈ کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک اور واقعہ ہوا۔ اُسکی بہن سونا بائی کی شادی سروہی کے راجا کے ساتھ ہوگئی تھی۔ ایک روز وہ اپنی سوکن یعنی راجا آنو کی لڑکی باگھیلی کے ساتھ شطرنج کھیل رہی تھی۔ اسوقت باگھیلی نے سونا بائی کو طنزاً کہا کہ تمہاری شادی میں تو جہیز میں ایک زیور بھی نہیں آیا اور تمہارا بھائی پابو تھوریوں کے ساتھ کھاتا ہے۔ اسپر سونا بائی نے کہا کہ ہمارے بھائی پابو کے تھوری تمہارے رائے جی (خاوند) کے امیروں اور سرداروں سے بہت اچھے ہیں۔ اسپر رائے نے سونا بائی کو بہت مارا جب پابو کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی رائے سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔

چلنے سے پیشتر پابو اپنے بڑے بھائی بوڑو سے اجازت مانگنے کے لئے گیا۔ اسوقت اُسکے تھوری سردار اُسکے ساتھ تھے۔ اور وہ اپنی گھوڑی پر سوار تھا۔ اس گھوڑی میں بہت سے صفات تھے اور اُسپر بہت سے سرداروں کی نگاہ تھی اور سب اِسے لینا چاہتے تھے۔ جندرا ے کیچی اور بوڑو کا بھی اُسپر دانت تھا۔ لیکن بھائیوں نے وہ گھوڑی اور کسی کو نہ دیکر پابو کو اس شرط پر نذر کی تھی کہ اگر اُن لوگوں پر کبھی کسی قسم کی مصیبت پڑے تو پابو اُن کی مدد اور حمایت کرے۔ پابو کو گھوڑی پر سوار دیکھکر اُسکی بھاوج یعنی بوڑو کی عورت دَوو اگیلی، نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ جس

گھوڑی کو تمہارے بڑے بھائی لینا چاہتے ہیں۔ اسپر چڑھے پھرتے ہو۔ ساتھ ہی اس نے طنزاً یہ بھی کہا کہ تم اس گھوڑی سے بل بوتے پر مالک میں تباہی برپا کروگے۔

پابو نے کہا کہ اگر اس گھوڑی کو بھائی صاحب لینا چاہتے ہیں تو اُن کو دیکھتا ہوں۔ مگر تم جو یہ پوچھتی ہو کہ میں اس گھوڑی کو لیکر کیا کرونگا سو اسکا جواب یہ ہے کہ میں راجپوت کا بیٹا ہوں مجھے سواری کی اکثر ضرورت رہتی ہے۔ اگر تم میری بہادری دیکھنا چاہتی ہو تو میں ابھی تمہارے بھائیوں کو بیڑیاں پہنا کر یہاں کو تک لا سکتا ہوں۔ اسپر ڈوڈا گیلی ہنس پڑی اور اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسیوقت پابو وہاں سے چلدیا اور جب چند روز کے بعد وہاں لوٹ کر آیا تو اس نے اپنی بہاوج ڈوڈا کو اپنے گھر بلایا۔ اور ایک کھڑکی میں سے جھانکنے کے لئے کہا۔ ڈوڈا نے دیکھا کہ اسکے بھائیوں کی مُشکیں کسی پڑی ہیں۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور تھوری انھیں پیٹتے اور اُن کے بال پکڑ کر کھینچتے ہیں۔

پابو نے اپنے ایک ہمراہی ہریو کو دیو وسموڑرو، کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا۔ اس اثنا میں ہریو بھی دیو وکا پتہ لگا کر واپس لوٹ آیا۔ اُس نے کہا کہ دیو و سے لڑنا بہت مشکل ہے۔ ایک تو اسکے پاس آدمی بہت ہیں اور دوسرے اسکا مکان بھی نہایت محفوظ جگہ میں ہے۔ لیکن پابو نے ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اسپر حملہ کرنیکا فیصلہ کر لیا لیکن ابھی سب سے پہلے اُسے اپنی بہن کا بدلہ لینے سروہی جانا تھا۔ اسلئے وہ اپنے ساتوں تھوری ہمراہیوں کو لیکر سروہی کی طرف روانہ ہوگیا باقی تھوری گھوڑوں پر سوار تھے لیکن ایک ہریو پیدل چلتا تھا وہ ساتواں تھوری پابو سے کہا کرتے تھے کہ جس طرح ہوسکے آنو باگھیلی سے بدلہ لینا چاہئے۔ آنو کا گانوں بھی سروہی کے راستہ میں ہی پڑتا تھا۔

آنو کے گانوں میں پہنچکر پابو اُس سے لڑا اور آخر اُس نے آنو کو مار گرایا۔ آنو کا لڑکا اپنی ماں کے سب زیورات لیکر پابو کی خدمت میں آیا اور پناہ مانگی۔ پابو نے اُسے معاف کردیا اور اسکے باپ کی گدی پر اُسے بٹھا دیا۔ وہاں سے چلکر پابو سروہی پہنچا۔ وہاں بھی لڑ بھڑ کر وہ جیت گیا اور اُس نے اپنے بہنوئی کو قید کر لیا۔ اپنی بہن سونا بائی کے کہنے سُننے سے پابو نے اُسے چھوڑ دیا۔ آنو کی عورت کے جو زیور اُسے راستہ میں ملے تھے وہ بھی اُس نے اپنی بہن کے نذر کردئے۔ سونا بائی نے وہ سب زیورات لیکر اپنی سوکن باگھیلی کو دکھلائے اور کہا کہ میرے بھائی پابو اور اسکے ہمراہی

ستوریوں نے تمہارے باپ کو مار ڈالا ہے اور وہ لوگ تمہاری ماں کے سب زیور بھی لے آئے ہیں۔

اس طرح اپنی بہن کا بدلہ لیکر پابو دیوو سموڑو کی خبر لینے کے لئے چلا۔ راستے میں اسے مرزا خاں کی عملداری ملی۔ اُسی عملداری میں پڑاؤ ڈالا جس سے اُن کے باغ کا بہت نقصان ہوا۔ مالی روتے ہوئے شکایت کی غرض سے مرزا کے پاس پہنچے۔ لیکن چونکہ مرزا نے پابو کی بہادری کے حالات پہلے ہی سُن رکھے تھے۔ اس لئے اُس نے کچھ نہ کہا اور عمدہ عمدہ تحائف لیکر پابو کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن پابو نے اُن میں سے سوائے ایک گھوڑے کے اور کوئی چیز قبول نہ کی۔ یہ گھوڑا اُس نے ہرلو کو عطا کر دیا کیونکہ ہرلو کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ وہاں سے وہ پھر دیوو کی عملداری کی طرف بڑھا لیکن جب وہ پنچ ند پہنچا تو اُسے بہت گہرا پانی ملا۔ اور اُسے عبور کرنے کا کوئی طریقہ نظر نہ آتا تھا۔ آخر کار وہ اپنے کمال باطنی کے بدولت مع اپنے تمام ساتھیوں کے دوسرے کنارے پر پہونچ گیا وہاں اسے دیوو کی سانڈنیاں چرتی دکھائی دیں۔ پابو نے اپنے ستوری دوستوں کو حکم دیا کہ ان سب کو گھیر کر پکڑ لو۔ اُن میں سے اُس نے صرف ایک اونٹ باقی چھوڑا اور اس اونٹ پر اپنے ایک آدمی کو بٹھا کر دیوو کی طرف روانہ کیا تاکہ دیوو کو مطلع کرے کہ پابو اسکے اونٹ اور سانڈنیاں لئے جا رہا ہے۔ اگر تم آنا چاہو تو وہ مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہے۔ وہاں سے چل کر اور پھر اسی طرح سے پنچ ند عبور کر کے اپنے ہمراہیوں سمیت اونٹوں اور سانڈنیوں کو لئے گوگو کے گاؤں سودرو کی طرف آیا۔ دیوو نے جب سنا کہ پابو میری سانڈنیاں لئے جا رہا ہے تب وہ مرزا کے پاس پہنچا۔ مگر مرزا نے اُسے یہی مشورہ دیا کہ تم چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ پابو سے لڑنے کا ارادہ مت کرو۔ وہ بڑا بہادر شخص ہے۔ لاچار دیوو نے پابو سے بدلہ لینے کا خیال ترک کر دیا اور چپ چاپ مایوس ہو کر اپنے گھر کو لوٹ گیا۔

پنچ ند سے جو راستہ سوداری کی طرف جاتا تھا۔ اسمیں عمرکوٹ نام کا ایک گاؤں آتا تھا۔ عمرکوٹ سے چلتے وقت وہاں کے حاکم سودھو کی دوشیزہ لڑکی پھولونتی سے پابو کی آنکھ لگ گئی گھر جا کر پھولونتی نے اپنی ماں اور سہیلیوں سے یہ ذکر کیا کہ میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ پابو کے سوائے کسی دوسرے شخص سے شادی نکرونگی اُسکے باپ سودھو نے بھی یہ بات

پسند کی اور شادی کی بات چیت کے لئے ایک شخص کو پابو کے پاس روانہ کیا۔ پابو نے پھولونی سے شادی کرنا تو قبول کر لیا لیکن یہ کہا کہ میں اسوقت ٹھیر نہیں سکتا۔ پہلے میں جا کر گوگو کو دیووی کی سانڈنیاں دونگا اور پھر وہاں سے لوٹ کر شادی کرونگا۔ وہاں سے رخصت ہو کر وہ سودرو پہنچا اور سب سانڈنیاں گوگو کے سپرد کر دیں۔ گوگو نے پابو کی بہادری کی بہت تعریف کی لیکن اُس کے دل میں ایک شک گذرا کہ کہیں یہ سانڈنیاں کسی اور کی نہ ہوں اور پابو اُسی سے چھین کر میرے پاس لے آیا ہو۔ اسلئے اُس نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ اسکی آزمائش ہونی چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کتنا بہادر ہے۔ چنانچہ اُس نے پابو سے کہا کہ ایک شخص سے میری دشمنی ہے اور میں اُس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ چلو کل صبح جنگل میں جا کر شگون دیکھیں۔ اگلے روز دونوں جنگل میں گئے لیکن انہیں شگون ٹھیک نہ ملا۔ انہوں نے گھوڑوں کو اِدھر اُدھر چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور وہ لوگ خود دن بھر پیڑ کے نیچے سوتے رہے۔ شام کے وقت اُٹھ کر گوگو نے پابو سے کہا کہ چلو گھر چلیں۔ پابو گھوڑے لانے کے لئے گیا۔ اُس نے جا کر دیکھا کہ گھوڑوں کے سموں پر سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ پابو فوراً تاڑ گیا کہ یہ سب گوگو کی ہی چالاکی ہے۔ وہ چپ چپ لوٹ آیا اور اُس نے کہہ دیا کہ مجھے گھوڑے نہیں ملتے۔ تب گوگو گھوڑوں کو ڈھونڈھنے کے لئے چلا۔ گوگو نے جا کر دیکھا کہ ایک بڑی جھیل ہے جس کے درمیان میں ایک کشتی کھڑی ہے اور اُسی کشتی پر دونوں گھوڑے سوار ہیں۔ اسپر اُس نے سمجھ لیا کہ پابو میں بھی کچھ کرامات ہے۔ وہ لوٹ آیا اور پھر دونوں مل کر گھوڑے تلاش کرنے چلے۔ گھوڑے جیوں کے تیوں ان کو چرتے پھرتے ملے۔

جب پابو وہاں سے کولو واپس آتا تو عمر کوٹ سے سودھو کا نوکر پھر اُس کے پاس پہنچا۔ پابو نے برات میں شامل ہونے کے لئے چند راو، گوگو، بوڑو، اور سروہی کے رائے وغیرہ سبھی رشتہ داروں کو بلایا۔ اُس وقت اسکے ایک تھوری دوست کی سات لڑکیوں کی شادی تھی اور وہ اُسی انتظام میں لگا ہوا تھا۔ اسکا نام ساویو تھا اور وہی ان سب میں بڑا تھا۔ پابو نے اُس کے بدلے میں اُس کے چھوٹے بھائی دیویو کو اپنے ساتھ لیا۔ برات روانہ ہوئی لیکن راستے میں بُرے بُرے شگون ملے۔ اس واسطے سب لوگ پابو کو چھوڑ کر واپس گئے

صرف دیوی جی اُسکے ساتھ رہگیا مگر پابو عمرکوٹ پہنچا اور وہاں سے شادی کراکے بخیریت تمام واپس آگیا۔

برات چھوڑکر جندرائے جب گھرکو واپس جانے لگا تھا تو اس نے راستے میں بیربری نام کی ایک لباٹ عورت کی چند گائیں چھین لیں۔ وہ روتی ہوئی بوڑو کے پاس پہنچی لیکن بوڑو نے اُسے کسی قسم کی مدد دینا منظور نہ کی اور یہ بہانہ کر دیا کہ میری آنکھوں میں درد ہے۔ پھر بیربری پابو کے پاس گئی۔ پابو نے اُسکی گوئیں چھوڑا کر واپس لادینے کا وعدہ کرلیا۔ اپنے ساتوں تھوری دوستوں اور ڈسادیو کے ہاں آئی ہوئی برات کے آدمیوں کو ہمراہ لیکر پابو نے جندرائے کا پیچھا کیا اور جاکر اس سے گائیں چھڑائیں۔ جب انھیں لیکر وہ کو لوٹنے لگا تو راستے میں انہیں پیاس معلوم ہوئی۔ اسلئے وہ انہیں ایک کنوئیں کے پاس لے گیا اور اُن کے پلانے کے لئے اپنے ہاتھ سے پانی کھینچنے لگا۔ اسی اثنا میں بیربری کی چھوٹی بہن نے بوڑو کے پاس جاکر کہا۔ تم میری بہن کی گائیں بچا نے نہیں گئے۔ اس سے تم کو کیا ملا؟ دیکھو تمہارے چھوٹے بھائی انہیں چھڑانے گئے اور کھینچی کے ہاتھ سے مارے گئے اور ثواب دارین کے حقدار ہوئے۔ بوڑو نے اس جھوٹی بات کو سچ سمجھ لیا اور جندرائے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ ایک جگہ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی ہوئی اور بوڑو مارا گیا۔ اب جندرائے بہت خائف ہوا کہ پابو اپنے بھائی کا بدلہ لینے آئیگا۔ اس واسطے اُس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ میں ہی پہلے پہونچکر اسپر دفعتاً ٹوٹ پڑوں۔ وہ کو لو پہنچا اور وہاں کے سردار کو یہ کہکہ دیکر کہ پابو تمہارے زمین چھین لینے کی فکر میں ہے اپنا طرفدار بنالیا۔ پابو اسوقت کنوئیں پر کھڑا گوؤں کے واسطے پانی کھینچ رہا تھا۔ اتنے میں کچھ فاصلہ پر اُسے گرد و غبار اُڑتا ہوا نظر آیا۔ اس گرد کی وجہ پوچھنے پر ساد یو نے کہا کہ شاید جندرائے کھینچی پھر لڑنے کے لئے آرہا ہے پابو فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر اسکا انتظار کرنے لگا۔ غنیم کے آنے پر پابو بڑی بہادری سے لڑا اور آخرکار مارا گیا۔ پابو کے مارے جانے پر اسکے ساتھی تھوریوں نے جندرائے کو ہرا کر چھوڑا۔

پابو کے مرجانے پر اُسکی بیوی اور بوڑو کی بیوی ڈودا دونوں اپنے خاوند

کے ساتھ چتا میں جلکر ستی ہوگئیں۔ بوڑو کی بیوی نے چتا پر بیٹھتے وقت اپنا پیٹ کاٹکر ایک سات ماہ کا بچہ نکالکر ایک دایہ کے سپرد کرکے کہا "اسکی پرورش نہایت ہوشیاری اور خبرداری سے کرنا کیونکہ یہی بچہ ایک روز نہایت عجیب وغریب وغیر معمولی طاقت کا انسان بنیگا" وہ بچہ پیٹ پھاڑکر نکالا گیا تھا اور چونکہ اس مُلک کی زبان میں چیرنے یا پھاڑنے کے فعل کو "جھرڑو" کہتے ہیں اس لئے اس بچہ کا نام بھی جھرڑو ہی رکھا گیا۔ جھرڑو جب بارہ برس کا ہوا تو اُس نے جندرائے کو مارکر اپنے باپ اور چچا کا بدلہ لیا۔ پہلے تو کچھ عرصہ تک وہ راج پاٹ کرتا رہا لیکن پھر گورو گورکھ ناتھ سے اُسکی ملاقات ہوگئی۔ اسوقت سے وہ امراور بڑا برتدھ مانا جانے لگا۔ اس صوبہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے اور اسی دنیا میں موجود ہے۔

پنڈت رام سروپ کوشل

ترانہ عید

از خواب شب نشاط چوں صبح دمید ۔۔۔ باد فرح در گلشن گیتی بوزید
دلہائے فسردہ ہم چہ گل گل بشگفت ۔۔۔ بلبل زطرب رساند چوں مژدہ عید

پیکے زفلک تازہ رسیداست امروز ۔۔۔ برجشن جہاں انو یداست امروز
واہست کنار "کاپابالی" چو ہلال ۔۔۔ اے دوست بیا بیا کہ عیداست امروز
خوش بزم نشاط جشن عیداست امروز ۔۔۔ دل را زنو یہ تازہ نویداست امروز
اے دوست "کاپابالی" جانم قرباں ۔۔۔ ہنگام وفائے وعدہ دیدہست امروز
عیدیست نہ نکلنے مہ تاباں کردی ۔۔۔ صد خجلت خاور نہ شبستاں کردی
صد اکبر ایں بت ترسا بیداد ۔۔۔ قربانی آرزو وار ماں کردی

"کاپابالی" امروہہ

مقصد حیات

ہم دنیا میں کسلئے بھیجے گئے ہیں؟ ہماری ارواح مقدسہ اجسام خاکی میں کیوں قید کردیگئی ہیں؟ پردۂ عدم سے اس سرائے فانی کا ہمارے آنے کا کیا منشا رہے۔ کیا ہم صرف اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ایک مدت معینہ اور ایک وقت مقررہ تک دنیا میں رہکر عالم جاودانی کو سدھار جائیں؟ کیا ہم اس سیمیائی عالم کے اسٹیج پر ایک بےلطف ایکٹ کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟

انسان عموماً اپنی زندگی کو اُن علل واسباب کے اکٹھا کرنے میں صرف کرتا ہے جنسے کہ اُس کے نفس کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً انسان اپنی اولاد کی ترقی سے خوش ہوتا ہے اور یہ اوسکی خوشی کا بالواسطہ ذریعہ ہے۔ یا ایک شخص اپنا روپیہ بلادریغ لباس اور آرایش پر صرف کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اُس کے خوشی کا ذریعہ ہیں۔

ہر فرد بشر اپنی خواہشات پوری کرکے اپنے نفس کو خوش رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ کسی نہ کسی ذریعہ سے اُس کے اسباب بہم پہنچاتا ہے۔ دراصل خوشی حاصل کرنے کے ذرایع صرف دولت۔ حکومت۔ اور علم ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ متذکرۂ بالا اشیاء میں سے ایک ایک شے بھی نفس کی خوشی یا اطمینان کا اُس وقت تک ذریعہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم اپنی ہر چیز کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف نہ کردیں بقول قول شاعر۔

"دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں"

دنیا میں لاکھوں آدمی ہیں جنکی آمدنی کافی ہے۔ جنکے پاس دولت کی کمی نہیں مگر اُن کی صورت اوداس اور چہرہ غمگین رہتا ہے۔ سبب اسکا یہی ہے کہ موجودہ دولت انکی خواہشات نفسانی کو اور بڑھاتی رہتی ہے اور نتیجہ اس سعی لاحاصل کا سوائے اسکے کچھ نہیں ہوتا کہ آدمی اُن تفکرات دنیاوی کے پیچھے اپنی جان عزیز تک کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا نقصان صرف انہیں کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اکثر انکی دولت دوسروں کی تباہی وبربادی کا باعث ہوتی ہے

کیا اچھا ہوتا اگر یہ دولت رفاہ عام کے کاموں اور اہل ملک کی بہبودی میں خرچ کیجاتی۔

ایسے حضرات کی بھی کافی تعداد موجود ہے جنکو ثروت و حکومت حاصل ہے۔ یہ لوگ اپنے ماتحتوں پر حاکم ہیں۔ انکو بڑے بڑے اختیارات حاصل ہیں۔ انکا حلقۂ اثر بہت بڑا ہے انکی ہر صدا پر اگر ہزاروں نہیں سیکڑوں لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ مگر اطمینانِ قلب اور اندرونی خوشی انکو بھی حاصل نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حکومت کے غرور میں اپنے ہی ہم جنسوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اگر یہ اپنے قوت و اقتدار کو برادران وطن کی بھلائی میں صرف کرتے تو بہت کچھ نفع کی امید ہوسکتی تھی۔

اب رہا تیسرا فرقہ۔ اس میں ان لوگوں کا شمار ہے جو اہل علم کہے جاتے ہیں۔ اور جنکے دماغ نور علم سے منور ہیں۔ یہ فرقہ بھی کسی حیثیت سے ممتاز نہیں کہا جاسکتا کیونکہ علمی تحقیقات اور دماغی محنتوں کا مقصد صرف کسب زر ہے۔ اگر یہ گروہ اپنی دماغی قوتوں کو اُن تحقیقات کیلئے وقف کر دے جنسے عوام کا فائدہ متصور ہو تو یقیناً درخشاندار کامیابی حاصل ہوگی جسپر دنیا بہت عرصہ تک فخر کریگی۔

غرض یہ کہ آدمی کو منتہائے کمال عزت اسیوقت حاصل ہوسکتا ہے۔ جب وہ اپنی دولت حشمت۔ عزت آبرو اور جان و مال کو بنی نوع انسان پر قولاً و فعلاً نثار کر دے۔ اس حالت پر پہونچنے کے بعد اُس کو وہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی جسکو سچی خوشی اور اطمینان قلب کہتے ہیں اور جو انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

اے۔ کے۔ لہری

قیامت ہے گناہوں کی سزا اندازہ ہونا — اُصول رحم سے افسوس اتنا بیخبر ہونا
ابھی رسوا کریگا اور ظالم تجھکو محفل میں — رقیبوں کو نظر انداز کر کے میرے سر ہونا
کمال ہستی سے جو ہر ہستی کو کیا نسبت — خدا رکھے تجھے زیبا نہیں رشک قمر ہونا
قیامت میں سوال خون ناحق کس سے ہم کرتے — غضب تھا داورِ محشر کا بھی حصہ اُدھر ہونا
ہم آغوشی نہوتی خیر جلوہ دیکھ تو لیتے — مگر اے وصل کی شب ! اے تیرا مختصر ہونا
وہ کافر اور اقرارِ وصال آیا نہ توبہ کر — خبر کیسی کہا نکا نامہ بر کا معتبر ہونا

ہر مسِر اے بلند۔

راہِ خدمت

تارا نے بارہ سال تک درگا کی تپسیا کی۔ نہ پلنگ پر سوئی نہ سر میں تیل ڈالا، نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ زمین پر سوتی تھی، گیروے کپڑے پہنتی تھی اور روکھی روٹیاں کھاتی تھی۔ اس کا چہرہ مرجھائی ہوئی کلی تھی، آنکھیں بجھا ہوا چراغ، اور دل ایک بیہڑ میدان جو سبزہ اور نزہت سے خالی۔ اُسے صرف ایک آرزو تھی کہ درگا کے درشن پاؤں۔ جسم شمع کی طرح گھلتا جاتا تھا۔ لیکن یہ آرزو دل سے نہ نکلتی تھی۔ یہی اُسکی روح تھی، یہی اُس کا مدارِ حیات گھر کے لوگ سمجھتے اِسے جنون ہے۔ ماں سمجھاتی "بیٹی تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا تو ساری زندگی یونہی رو رو کر کاٹیگی۔ اس زمانہ کے دیوتا پتھر کے ہوتے ہیں۔ پتھر کو بھی کبھی کسینے پگھلتے دیکھا ہے۔ دیکھ تیری سہلیاں پھول کی طرح کھل رہی ہیں، ندی کی طرح بڑھ رہی ہیں۔ کیا تجھے مجھ پر بھی رحم نہیں آتا؟" تارا کہتی اماں اب تو جو لگن لگی ہو لگی۔ یا تو دیوی کے درشن پاؤنگی، یا یہی آرزو لئے دنیا سے رخصت ہو جاؤنگی۔ تم سمجھ لو میں مر گئی۔"

اسطرح پورے بارہ سال گذر گئے اور تب دیوی خوش ہوئیں۔ رات کا وقت تھا چاروں طرف خموشی چھائی ہوئی تھی۔ مندر میں ایک دھندھلا سا گھی کا چراغ جل رہا تھا۔ تارا درگا کے پیروں پر سر رکھے التجائے صادق میں غرق تھی۔ کہ یکایک اُسے دیوی کے تنِ جامد میں ایک جنبش محسوس ہوئی۔ تارا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ دھندھلا چراغ گنبدِ نور ہو گیا، مندر میں ایک روح افزا خوشبو پھیل گئی۔ ہوا میں ایک جان بخش تازگی محسوس ہوئی۔ دیوی کا سفید چہرہ ماہِ کامل کی طرح چمکنے لگا۔ بے نور آنکھیں جگمگانے لگیں، ہونٹ کھل گئے۔ آواز آئی "تارا میں تجھسے خوش ہوں، مانگ کیا مانگتی ہے؟"

تارا کھڑی ہو گئی۔ اسکا جسم اسطرح کانپ رہا تھا جیسے صبح کے وقت کسی موذن کی صدا دور سے کانپتی ہوئی آتی ہے۔ اُسے معلوم ہو رہا تھا میں ہوا میں اُڑی جا رہی ہوں

اُسنے اپنے دل مین ایک پروازِ ایک تموج نور، کا احساس ہو رہا تھا۔ اُس نے دونون ہاتھ باندھکر کہا "دیوی، تمنے میری بارہ سال کی تپسیا پوری کی، کس منہ سے تمہارا جتن گاؤن مجھے دنیا کی وہ برکات عطا ہون جو ہماری خواہشات کی انتہا اور ہماری تمناؤن کا معراج ہین۔ مین وہ دولت چاہتی ہون جو ہوس کو بھی سیر کر دے۔"

دیوی نے مسکرا کر کہا "منظور ہے۔"

تارا "وہ ثروت جو قضا کو بھی شرمندہ کر دے۔"

دیوی نے مسکرا کر کہا "منظور ہے۔"

تارا "وہ حسن جسکا کہین ثانی نہو۔"

دیوی نے مسکرا کر کہا "منظور ہے۔"

تارا کنور نے باقی رات آنکھون مین کاٹی۔ صبح کے وقت ایک لمحہ کے لئے اُسکی آنکھین جھپک گئین۔ جاگی تو دیکھا کہ مین سر سے پاؤن تک ہیرے و جواہرات سے لدی ہوئی ہون اُسکا مکان ایک عالیشان سربفلک مینار تھا۔ بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا بیش قیمت سنگریزون سے جڑا ہوا۔ دروازہ پر نوبت بج رہی تھی۔ اُسکی شمع نواز صدائین ہوا مین گونج رہی تھین۔ دروازہ پر میلون تک سبزہ زار تھا۔ سرو اور مولسری کی قطارین، چمن و خیابان اور روش کی گلکاریان بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی تھین۔ کنیزین سونے مین لدی ہوئی۔ زرق برق کپڑے پہنے چارون طرف دوڑتی پھرتی تھین۔ تارا کو دیکھتے ہی وہ سونے کے لوٹے اور کٹورے لیکر دوڑین۔ تارا نے دیکھا کہ میرا پلنگ ہاتھی دانت کا ہے۔ زمین پر نہایت نرم غالیچے بچھے ہوئے ہین۔ اُسکے سرہانے کی طرف ایک قد آدم شیشہ تھا۔ تارا نے اُسمین اپنی صورت دیکھی تو دنگ رہ گئی۔ اُسکا حسن چاند کو بھی شرماتا تھا۔ دیوارون پر صدہا تصویرین آویزان تھین۔ جادو طراز مصورونکی بنائی ہوئی لیکن حسن کی دلاویزی مین ایک بھی تارا کو نہ پہونچتی تھی۔ تارا کو غرور حسن کا احساس ہوا۔ وہ کئی کنیزون کے ساتھ باغیچہ مین گئی۔ وہان کا سمان دیکھکر اوسکی روح پر سرور چھا گیا۔ ہوا مین عنبر اور زعفران گھلی ہوئی تھی۔ انواع و اقسام کے پھول ہوا کے ملائم

جھونکون سے متوالون کی طرح جھوم رہے تھے۔ تارا نے ایک گلاب کا پھول توڑ لیا اور اسکے رنگ ونزاکت کا اپنے ہونٹون سے مقابلہ کرنے لگی۔ گلاب مین وہ دلاویزی نہ تھی۔ مین وسط باغ مین ایک بلورین حوض تھا۔ اسمین ہارل، ہنس اور بط خوش فعلیان کر رہے تھے۔ یکایک تارا کو خیال آیا میرے گھر کے اور لوگ کہان ہین۔ کنیزون سے دریافت کیا۔ انھون نے کہا حضور وہ لوگ پرانے مکان مین ہین۔ تارا نے اپنے بالاخانہ پر چڑھ کر دیکھا۔ اُسے اپنا پہلا مکان ایک بوسیدہ جھونپڑی کی طرح نظر آیا۔ اسکی بہنین اُسکی ادنی کنیزون سے بھی میل نہ کھاتی تھین۔ مان کو دیکھا۔ وہ آنگن مین بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ تارا پہلے سوچا کرتی تھی کہ جب میرے دن چمکین گے تو ان لوگون کو بھی اپنے ساتھ رکھونگی اور انکی خوب خدمت کرونگی۔ پر اسوقت غرور ثروت نے اُسکے لطیف جذبات کو مُردہ کر دیا تھا۔ اُس نے گھر والون کو ایک حقارت آمیز رحم کی نگاہ سے دیکھا اور تب اُن نغمون کا لطف اٹھانے مین محو ہو گئی جسکی روح افزا صدائین اُسکے کان مین آ رہی تھین۔

دفعتہً زور سے ایک کڑاکا ہوا۔ بجلی کوندی اور برقی لہرون مین سے ایک شعلہ رو نوجوان نکلکر تارا کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ تارا نے پوچھا تم کون ہو۔ نوجوان نے کہا "حضور مجھے برق خان کہتے ہین۔ مین حضور کا فرمانبردار خادم ہون۔

اُسکے رخصت ہوتے ہی ہوا کے مخمور جھونکے چلنے لگے، ایک شعلہ آسمان مین نظر آیا اور دم کے دم مین وہ اُتر کر تارا کنور کے قریب ٹھہر گیا۔ اُسمین سے ایک آتشین صورت کے مُسن پر تناور آدمی نے نکلکر تارا کے قدمون کا بوسہ لیا۔ تارا نے پوچھا تم کون ہو؟ اُس آدمی نے جواب دیا حضور میرا نام اگن سنگھ ہے۔ مین حضور کا فرمانبردار غلام ہون،

وہ ابھی جانے بھی نہ پایا تھا کہ دفعتاً سارا محل روشنی سے بقعہ نور بن گیا۔ معلوم ہوتا تھا سیکڑون بجلیان ملکر چمک رہی ہین۔ ضوفگن ہوائین چلنے لگین۔ ایک جگمگاتا ہوا تخت آسمان پر نظر آیا۔ وہ تیزی سے زمین کی طرف چلا اور تارا کنور کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ اُسمین سے ایک نورانی صورت کا کمسن لڑکا جسکے چہرہ سے متانت برس رہی تھی نکلکر تارا کے سامنے مودبانہ انداز سے کھڑا ہو گیا۔ تارا نے پوچھا تم کون ہو؟ لڑکے نے جواب دیا "حضور مجھے

مسٹر ریڈیم لکھتے ہین۔ حضور کا پرور دہ ہون۔

اریاب ثروت تارا کے خوف سے تھرانے لگے۔ اُسکے عالم فریب حسن نے ایک ہنگامہ برپا کردیا۔ بڑے بڑے تاجدار اُسکے آستانے پر سجدے کرنے لگے۔ جسکی طرف اُسکی آنکھین اُٹھ جاتی تھین وہ ہمیشہ کے لئے اُسکا بندۂ بے ودام بن جاتا تھا۔ اُسے پھر تقدیر بھی اُس آستانہ سے جدا نکر سکتی تھی۔ عداوت و رقابت، کینہ و حسد، قتل و خون کا بازار گرم ہوا۔ بدگمانیون نے زور پکڑا۔ مگر تارا اِن عشاق کو خیال مین بھی نہ لاتی تھی۔ وہ محض تفریح کے لئے، محض تماشے کے لئے اِن جانبازونکو کھلاتی رہتی تھی۔

ایک روز تارا اپنے پُرفضا باغچہ مین سیر کر رہی تھی کہ ناگاہ اُسکے کان مین کسی کے گانے کی آواز آئی۔ تارا بیتاب ہوگئی۔ اُسکے دربار مین دنیا کے اچھے اچھے گوئے موجود تھے۔ لیکن وہ بیخودی، وہ جذبہ، وہ تاثیر، جو ان سُرونمین تھی اُسے کبھی محسوس نہوئی تھی، اس نے گوئے کو بلا بھیجا۔

ایک لمحہ کے بعد باغچہ مین ایک سادہو داخل ہوا۔ اسکے سر پر جٹائین تھین، جسم خاک آلودہ۔ آنکھین بھنگ رہی تھین۔ اُسکے ایک ہاتھ مین ایک ٹوٹا ہوا بین تھا۔ اُسی سے وہ صدا اردرد نکلتی تھی جو ٹوٹتے ہوئے دل کی صداؤن سے کہین دردناک تھی۔ سادہو آکر حوض کے کنارے بیٹھ گیا۔ اُس نے تارا کے سامنے سر تعظیم نہین جھکایا حیرت سے اِدہر اُوہر نگاہین نہین ڈالین۔ اُسی عالم محویت مین اپنا سر الاپنے لگا۔ تارا پر بیخودی کا ایک سرور طاری ہوگیا۔ دل مین ایک درد کا احساس ہوا۔ بیتابانہ جوش کے ساتھ ٹہلنے لگی سادہو کے نغمہ سے چڑیان مگن ہوگئین۔ پانی مین لہرین اُٹھنے لگین شجر جھومنے لگے۔ تارا نے اُن دلکش سُرون سے ایک تصویر بنتے ہوئی دیکھی، رفتہ رفتہ تصویر واضح ہونے لگی، اسمین حرکت پیدا ہوئی، تب وہ کھڑی ہوکر ناچنے لگی۔ اُسکا انداز کتنا مستانہ، ادائین کتنی دلربا تھین! دفعتہً تارا چونک پڑی۔ اُس نے دیکھا کہ یہ میری ہی تصویر ہے۔ نہین۔ مین ہی ہون۔ مین ہی بین کے تالون پر ناچ رہی ہون۔ اُسے حیرت ہوئی کہ بین برکات دنیا

کی ملکہ ہوں یا ایک وجود خیال، ایک نغمۂ مصوّر۔ وہ سر دھننے لگی۔ اور ایک عالم دیوانگی مین دوڑکر سادھو کے پیرون سے چمٹ گئی۔ اُسکے آلات بھر مین ایک عجیب تغیر پیدا ہوا سامنے کے پہلے پھولے درخت، اور لہرین مارتا ہوا حوض اور خوشنما روشنین، سب غائب ہوگئین۔ ایک وسیع فضا تھی، اور صرف وہی سادھو بیٹھا ہوا بین بجا رہا تھا اور وہ خود یا اپنا نقش ثانی اُسکے تالون پر تھرک رہی تھی۔ وہ اب خاک آلود فقیر نہ تھا۔ نہین وہ مردانہ جلال کا درخشان ستارہ اور رعارفانہ حسن کا شگفتہ پھول بن گیا تھا۔ جب نغمہ بند ہوا تو تارا ہوش مین آئی۔ اسکا دل ہاتھ سے جا چکا تھا۔ وہ اُس باکمال درویش کے ہاتھون بک چکی تھی۔

تارا بولی "سوامی جی، یہ محل اور ثروت، شان اور شکوہ سب آپ کے قدمون پر نثار ہے اس خانۂ تاریک کو اپنے قدمون سے روشن کیجیے۔"

سادھو "فقیرون کو محل اور دھن دولت سے کیا کام۔ مین اس گھر مین قدم نہین رکھ سکتا۔"

تارا "دنیا کی ساری نعمتین آپ کے لئے حاضر ہین۔"

سادھو "مجھے نعمتونکی ضرورت نہین۔"

تارا "مین تادم آخر آپکی کنیز بنی رہونگی۔"

یہ کہکر تارا نے آرسی مین اپنے حسن تابان کا جلوہ دیکھا اور غرور سے اُسکی آنکھون مین نشہ آگیا۔

سادھو "نہین تارا کنور، مین اس لائق نہین ہون۔"

یہ کہکر سادھو نے بین اٹھایا اور دروازہ کی طرف چلا۔ تارا کا غرور پامال ہوگیا۔ ندامت سے اسکا سر جھک گیا اور وہ بیہوش ہوکر گر پڑی۔ مین جو ثروت مین، دولت مین، حسن مین اپنا نظیر نہین رکھتی، ایک فقیر کی نگاہون مین اتنی ناچیز ہون!!

تارا کو اب کسی پہلو قرار نہ تھا۔ اُسے اپنے محل اور اسباب عیش سے وحشت ہوتی۔ سادھو کا پُرجلال چہرہ آنکھون مین بسا رہتا اور اُسکے بہشتی نغمے کانون مین گونجا کرتے۔

اُس نے اپنے مخبروں کو بلا کر سادھو کا سراغ لگانیکا حکم دیا۔ بہت تلاش کے بعد اُسکی کُٹی کا پتہ ملا۔ تارا روز اپنے ہوائی جہاز پر بیٹھکر سادھو کے پاس جاتی۔ کبھی اُسپر لعل و جواہر لُٹاتی، کبھی اپنے ثروت کے کرشمے دکھاتی۔ کبھی برق خان۔ کبھی اگن سنگھ۔ کبھی مسٹر ریڈ۔ ہم اُسکے جلومین ہوتے۔ وہ نت نئے نئے روپ بھرتی، اپنے زاہد فریب، جہانسوز حُسن، کے جلوے دکھاتی۔ لیکن سادھو اس سے ذرا بھی مخاطب نہوتا۔ اُسکے نالۂ بیتاب اور فغان درد اُسپر مطلق اثر نکرتے۔

تب تارا کنور پھر درگا کے مندر مین گئی اور دیوی کے پیرون پر سر رکھکر بولی "ماتا۔ تُم نے مجھے دنیا کی سب نعمتین عطا کین، لیکن مجھے وہ بے خلل عیش نصیب نہوا جسکی مین نے امید کی تھی۔ مین نے سمجھا تھا ثروت مین دنیا کو رام کرنیکی طاقت ہے۔ حُسن مین پتھر کو پگھلانے کی قدرت ہے دولت مین تسخیر کا جادو ہے۔ پر مجھے اب معلوم ہوا کہ محبت پر دولت اور حسن اور ثروت کا مطلق بس نہین ہے۔ اب ایکبار مجھپر پھر وہی نگاہ کرم ہو۔ کچھ ایسا کیجئے کہ جس بیرحم کے پریم مین مری جاتی ہون وہ بھی مجھپر دیوانہ ہو جاے، اُسے بھی مجھے دیکھے بغیر چین نہ آئے، اُسکی آنکھون مین بھی نیند حرام ہو جاے۔ وہ بھی میری الفت کے نشہ سے سرشار ہو۔"

دیوی کے ہونٹ کھلے، مسکرائین۔ غنچہ کو شعاع زرین نے بوسہ دیا۔ آواز آئی "وہ تارا۔ مین دنیا کی سب نعمتین عطا کر سکتی ہون، لیکن جنت کی نعمتین میری بس کی نہین۔ پریم، جنت کی اعلیٰ ترین نعمت ہے۔"

تارا۔ "دنیا کی سب نعمتین میرے لئے وبال جان ہین۔ مین اپنے پیارے کو کیسے پاؤنگی ؟"

دیوی۔ "اسکا ایک ہی راستہ ہے۔ مگر وہ بہت کٹھن ہے۔ تم اسپر چل سکوگی ؟"

تارا۔ "وہ کتنا ہی کٹھن ہو مین اُسپر چلونگی۔"

دیوی۔ "وہ خدمت کا راستہ ہے۔ خدمت کرو۔ پریم، خدمت ہی سے مل سکتا ہے۔"

تارا نے اپنی بیش بہا کپڑے اور مرصع زیورات اتار دئے۔ کئی دن سے بدا ہوئی ،

اسباب عیش اور قصر شاہی کو خیرباد کہا اور یکہ و تنہا سادھو کی کٹی میں چلی آئی۔ اب وہ ما• خدمت پر جلنے لگی ہوئی تھی۔

وہ کچھ رات رہے اٹھتی، کٹی میں جھاڑو دیتی، سادھو کے لئے گنگا سے پانی لاتی۔ جنگلوں سے پھول چنتی۔ سادھو نیند میں ہوتے تو وہ انکے پاس بیٹھی ہوئی آنچل سے پنکھا جھلتی جنگلی پھل توڑ لاتی اور کیلے کے پتل بناکر سادھو کے سامنے رکھتی۔ سادھو ندی میں اشنان کرنے جایا کرتے تھے۔ تارا راستہ سے کنکر چنتی۔ اس نے کٹی کے چاروں طرف پھول لگائے، گنگا سے پانی لا لاکر انہیں سینچتی۔ انہیں ہرا بھرا دیکھکر خوش ہوتی۔ اس نے مدار کی روئیاں بٹوریں اور سادھو کے لئے نرم گدے تیار کئے۔ اسے کسی صلہ کی خواہش نہ تھی۔ خدمت آپ ہی اپنا صلہ، اپنا انعام تھی۔

تارا کو کئی کئی دن فاقے کرنا پڑتے۔ ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے، پیر کانٹوں سے چھلنی ہو گئے، دھوپ سے گل عارض مرجھا گئے۔ گلاب سا جسم سوکھ گیا، مگر اس دل میں اب خودپرستی اور غرور کی حکومت نہ تھی۔ وہاں اب پریم کا راج تھا۔ وہاں خدمت کی بوٹی تھی، جس سے تلخیوں میں شیرینی آجاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ جہاں آنسو کی جگہ آنکھوں سے آب حیات کی بارش ہوتی ہے، فغان درد کی جگہ آنند کے راگ نکلتے ہیں۔ جہاں کے پتھر روئی سے زیادہ نرم ہیں اور زہر نسیم سے زیادہ روح پرور۔ تارا بھول گئی کہ میں حسن میں یکتائے روزگار ہوں، دولت اور ثروت میں لاثانی وہ اب پریم کی لونڈی تھی۔

سادھو کو جنگل کے چرند و پرند سے عشق تھا۔ وہ کٹی کے آس پاس جمع ہو جاتے۔ تارا انہیں پانی پلاتی۔ دانے چگاتی۔ گود میں لیکر پیار کرتی۔ زہریلے سانپ اور خونخوار درندے اسکی محبت کے اثر سے رام ہو گئے۔

سادھو کی دعا سے شفا پانے کے لئے اکثر مریض آتے رہتے تھے۔ تارا مریضوں کی تیمارداری کرتی۔ جنگل سے جڑی بوٹیاں ڈھونڈھ لاتی، انکے لئے دوائیں بناتی۔ انکے زخم دھوتی، زخموں پر مرہم رکھتی۔ رات رات بھر بیٹھی انہیں پنکھا جھلتی۔ سادھو کی دعا اور اسکی خدمت سے اور بھی پرتاثیر ہو جاتی تھی۔

اسی طرح کتنے ہی دن گذر گئے۔ گرمی کے دن تھے۔ آگ کے جھونکے چل رہے تھے۔ زمین توے کی طرح جلتی تھی۔ ہرے بھرے درخت سوکھے جاتے تھے سانپ بانی سے نکل نکلکر موروں کے پروں کے نیچے پناہ لیتے تھے۔ گنگا گرمی سے پھیلنے کے بجائے سمٹ گئی تھی تارا کو پانی لانے کے لئے بہت دور ریت میں چلنا پڑتا۔ اُسکا نازک جسم چور چور ہو جاتا۔ چلتے ہوے ریت میں تلوے کھُبن جاتے۔ اسی حالت میں ایک دن وہ بیدم ہوکر ایک درخت کے نیچے ذرا دم لینے کے لئے بیٹھ گئی۔ اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اُس نے دیکھا کہ دیوی اُسکے سامنے کھڑی نگاہ رحم سے اسکی طرف تاک رہی ہیں۔ تارا نے دوڑکر ان کے قدمونکو بوسہ دیا۔

دیوی نے پوچھا۔ تارا تیری مراد پوری ہوئی؟

تارا "ہاں ماتا۔ میری مراد پوری ہو گئی"

دیوی "تجھے پریم مل گیا"

تارا "نہیں ماتا۔ مجھے اس سے بھی بڑی نعمت مل گئی۔ مجھے پریم کے ہیرے کے بدلے خدمت کا پارس مل گیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ پریم خدمت کا چاکر ہے۔ خدمت کے سامنے سر جھکا کر اب میں پریم کی آرزو مند نہیں۔ اب مجھے کسی دوسری نعمت کی خواہش نہیں۔ خدمت نے مجھے محبت، عزت، آرام، سب سے بے نیاز بنا دیا۔

دیوی ایکبار انداز تبسم سے مسکرائیں نہیں۔ انہوں نے تارا کو گلے لگا لیا اور نظروں سے غائب ہو گئیں۔

شام کا وقت تھا شفق میں تارے یوں چمکتے تھے جیسے کمل پر پانی کی بوند چمکتی ہے۔ ہوا میں ایک دلکش خنکی آگئی تھی۔ تارا ایک درخت کے نیچے کھڑی چڑیوں کو دانہ چگا رہی تھی کہ یکایک ساد ہو نے آکر اُسکے قدموں پر سر جھکایا اور بولا تارا، تمنے مجھے جیت لیا۔ تمہاری دولت اور ثروت، تمہارا حسن اور انداز جو کچھ نہ کر سکا وہ تمہاری خدمت نے کر دکھایا۔ تمنے مجھے اپنا دیوانہ بنا دیا۔ اب میں تمہارا خادم ہوں۔ تم مجھسے کیا چاہتی ہو؟ تمہارے

اشارہ پر مین اپنا یوگ اور ویراگ، ترک اور زہد سب کچھ نثار کر دونگا"
تارا: "سوامی جی۔ مجھے اب کوئی ہوس نہین ہے۔ مین صرف خدمت کی اجازت چاہتی ہون۔"
سادہو: "مین دکہا دونگا کہ جوگ سادھکر بھی انسان کا دل مردہ نہین ہوتا۔ مین بہونرے کی طرح تمہارے حسن پر منڈلاؤنگا، پپیہے کی طرح تمہاری پریم کی رٹ لگاؤنگا، ہم دونون الفت کی ناؤ پر بیٹھکر دولت اور ثروت کے ندی کی سیر کرینگے۔ محبت کے کنجون مین بیٹھکر پریم کے دور چلائین گے، آنند کے راگ گائین گے"
تارا نے کہا "سوامی جی، راہ خدمت پر چلکر مین منزل مقصود پر پہونچ گئی۔ اب دل مین کوئی آرزو کوئی ہوس نہین ہے"
سادہو نے پھر تارا کے قدمون پر سر جھکایا اور گنگا کی طرف چلدیا۔

پریم چند

فی الحال مالکان پوسٹ آفس کیش سارٹیفکٹ کو پیشتر اس سے کہ وہ کسی دوسرے پوسٹ آفس سے اپنے سارٹیفکٹون کی قیمت حاصل کر سکین اُس پوسٹ آفس مین جہان سے انہون نے سارٹیفکٹ مذکور خرید کئے ہون ایک درخواست دینی پڑتی ہے اور نیز ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر سے جہان اُنھون نے سارٹیفکٹ خرید کئے ہون یہ وجہ بیان کرنی پڑتی ہے کہ دوسرے ڈاکخانہ سے اُنکی قیمت کیون مطلوب ہے۔ گورنمنٹ ہند نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ قیود جو اُنکی دانست مین عام لوگون کو تکلیف دہ ثابت ہوتے ہین منسوخ کر دیجائین اور آیندہ مالک پوسٹ آفس کیش سارٹیفکٹ بغیر اسکے کہ وہ اُس ڈاکخانہ مین جہان سے سارٹیفکٹ مذکور خریدا گیا ہے۔ اس قسم کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواست دے یا وجوہ بیان کرے کہ کیون وہ اُسکی قیمت کسی اور جگہ سے چاہتا ہے اسکی قیمت کسی ایسے ڈاکخانہ سے حاصل کر سکیگا جہان سیونگ بنک کا کام ہوتا ہے۔

وشنو[1] کا ایک پجاری

دُور سے آیا ہوں اے نظارہ آرائے جناں — تو کہ ہے پیکر تصویر ایمان جہاں
تیری خلوت میں نہاں کیا سینکڑوں اسرار ہیں — تیری خاموشی میں مضمر کس قدر اسرار ہیں
چھوڑ کر بستی کو آئی کس لئے کوہسار میں — کیا نہ لگتا تھا ترا دل دامن گلزار میں

محو حیرت ہوں کہ تو ظلمت سے کیوں مستور ہے
شمع بزم نور ہو کر کس لئے مستور ہے

مدتوں گنگا کے بن میں بانسری بجتی رہی — مدتوں متھرا کی بستی شوق میں جلتی رہی
مدتوں چکر لگائے دامن کوہسار میں — نورِ حق کی جستجو کی خاطر نادار ہیں
رکھ کے پتھر سر کے نیچے مدتوں سوتا رہا — مدتوں سرزی کی سختی رات بھر سہتا رہا
گھاٹیوں کے خوف سے اکثر ہوا بیمار بھی — ہم سفر احباب سے اکثر رہا بیزار بھی
مدتوں پہلو میں میرے دل تھا رہتا بیقرار — ایک تجھ بن سما جائے خدا! یہ انکسار

چھوڑ کر تجھکو میں اب کعبہ کو جا سکتا نہیں
تیری الفت کا نشاں دل سے مٹا سکتا نہیں

ہاں ابھی رسم محبت گلشن ایمان میں ہے — ہاں ابھی جلنے کی لذت جسم میں اس جان میں ہے
اس طرف یہ تربت مجنوں پہ رویا زار زار — اس طرف وہ حجر اسود پر ہوا جا کر نثار
منتظر پیر و سواتی ایک ہی ساحل کے ہیں — چلنے والے کارواں سارے اسی منزل کے ہیں
ایک ہی مشعل کی ہے دُنیا میں ساری روشنی — سب جہاں اک جا سے پاتا ہے نمودِ زندگی
تفرقہ آخر رموزِ عشق میں باقی رہا! — ایک خم سے مے پلاتا دہر میں ساقی رہا

بُت پرستی وحدت و کثرت کا سارا راز ہے
ایک ہی محبوب کے انداز کا اعجاز ہے

---

[1] جموں کے قریب اہل ہنود کا عالیشان معبد ہے۔ جہاں صوبہ پنجاب کے لوگ سال بسال زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں

ہر مجازی رنگ میں اے دل حقیقت دیکھ لے ہر شریعت میں محبت کی طریقت دیکھ لے
ان بتوں سے کرکے الفت جوشِ الفت دیکھ لے لذت جوشِ جنوں میں سوزِ فرقت دیکھ لے
سنگ میں اے دل نہاں ہیں سینکڑوں لاکھوں شرر
سنگریزوں میں ملا کرتے ہیں دانا کو گہر

نذر محمد انور

اون کے غمزے سیکڑوں ، پہچان مشکل اون میں ہے
کیا بتاؤں مجھ کیا میرا کون قاتل اون میں ہے
ہو نہیں سکتا ہے دل اور کا کاوں کا فیصلہ
یا تو ہیں وہ میرے دل میں یا مرا دل اون میں ہے
عاشقوں کے پہلوؤں کو تو لگا ہوں سے ٹٹول
ایک چیز اچھی ترے لینے کے قابل اون میں ہے
دیکھنے کو اون کے گیسو کچھ پریشان بال ہیں
کھینچنے کو دل مگر زورِ سلاسل اون میں ہے
جاے کیا میری نگاہِ عشق روے حسن تک
ابتک اک ہلکا سا آنچل حدِ فاصل اون میں ہے
نور خود ایمان سے کہدے اگر پائے زباں
شمع میں کم اور پورا حسنِ محفل اون میں ہے
پیک کیسی اون کے ہونٹوں سے ٹپکتا ہے یہ رنگ
حسن کی مقدار سے کچھ رنگ فاضل اون میں ہے
باغ میں لاسے کے پھولوں پر نہیں کرتے نگاہ
اونکو شک یہ ہے کہ میرا دل بھی شامل اون میں ہے
یوں تو میخانہ میں رندِ لاابالی ہیں بہت
ہاں مگر ارشد فقط اک مردِ کامل اون میں ہے

ارشد تھانوی

کرشمۂ خیال

شراب عیش فلک نے بھری پیالے مین
سمائی شوخیٔ رنگِ بہار لالے مین

ضیائے صُبح مسرت جہان مین پھیلی
فنا ہوئی شب غم نور کے اُجالے مین

مٹایا حرف غلط کی طرح فلک نے اُسے
الم کا لفظ جو تھا دہر کے قبالے مین

لباس نَو وہ عروسِ بہار نے پہنا
دیا تھا صانعِ قُدرت نے جو کہ چالے مین

چٹک سے غنچہ کی پیدا ہے نغمۂ بُلبل
اثر ہے جوش ترنّم کا آج نالے مین

نہین ہین پھُول ہری شاخ پر یہ لالے کے
عقیق سُرخ جڑے ہین یہ سبز بھالے مین

عجب نہین ہے بنے گر فتیلۂ مرہم
جو راہ چلتے چُبھے آج خار چھالے مین

یہ رنگ عیش جو دیکھا تو کھُل گئین آنکھیں
اُٹھا کے رکھدیا زاہد نے زہد آلے مین

جو رُوح مُردہ دلون مین بہار نے پھُونکی
تو غش سے چونک کے مَین بھی اُٹھا سنبھالے مین

کھُلی جو چشم تماشا عجب سمان دیکھا
"نظر پڑے مجھے دو چاند ایک ہالے مین"

برق دہلوی

قطعہ

نہ یہ آرزو ہے کہ حشمت ہو حاصل
نہ حسرت کہ دُنیا کی دولت ہو حاصل

میسّر ہو لیکن قناعت بہرِ اوّل
سکون و مسرّت و صحت ہو حاصل

شبنم دہلوی

آثارِ بہار

مجنون جو دشت گرد دگریباں دریدہ ہے — قمری میانِ سروِ چمن آرمیدہ ہے
نسرین و نسترن سے ہے آرائشِ چمن — سبزہ کنار موجِ صبا نو دمیدہ ہے
پیش از طلوعِ صبح شفق ہے جو لالہ زار — لیلائے شب کہاں کوئی آہو رمیدہ ہے
کبک و تدرو محو فضا ہیں سبکخرام — شبنم بروئے گل کہ یہ اشکِ چکیدہ ہے
پانی میں مچھلیاں ہیں کہ شعلے ہیں آہ کے — تارِ شعاعِ مہر کہ رنگ بریدہ ہے
جوشِ بہار آج صلائے نشاط ہے — دل ہے شکستہ پر مگر آفت رسیدہ ہے
اوجِ ہلالِ عید ہے شکلِ وصال دید — دیکھیں کہ دیکھتا کہیں وہ شوخ دیدہ ہے

مطلع ہے خوب آتشِ جادو نگار کا — باغ و بہار چہرۂ رنگین ہے یار کا

موسم ہے دلفریب فضا ہے بہار کی — آئی ہے عید روح روان میگسار کی
لکھیے کوئی غزل کوئی نظم شگفتہ تر — تصویر کھینچ دیجیے باغ و بہار کی
لالے کا پھول ہے کہ پیالہ شراب کا — عکسی ہے یا شبیہ دلِ داغدار کی
لکھا ہے ایک شاعرِ ہندی نژاد نے — تعریف میں لقائے عروسِ بہار کی
تاباں ہے یہ قمر کہ رخِ بے نقاب ہے — زلفیں ہیں یہ سیاہ کہیں دیار کی
ترکش سے میں پلکیں، کماندار ہے مژہ — نرگس ہے چشمِ مستِ بتِ سحرکار کی
غنچے کھلے ہیں یا دُردِ دندانکی ہے جھلک — افشان رُخِ زمین پہ ہے منہ کے نکھار کی
گلہائے انجمِ کبِ فلک نیلگوں پہ ہیں — صحنِ چمن میں ہے یہ نمائش بہار کی
تشبیہیں دیکھیے شعرائے سلف کے تھے — تاثیر ہے مگر وہی بیل و نہار کی
ٹوٹا ہوا ستارہ ہے پہلو میں دل نہیں — دُھندلی سی روشنی ہے یہ شمعِ مزار کی
بھٹے پہ آج بادہ کشوں کا ہجوم ہے — شیشوں میں مے ہے آنکھوں میں مستی خمار کی

مشہور ہے یہ شعر کسی بادہ خوار کا — ہندوستان میں ہے یہی موسم بہار کا

"تصورِ نازکی"

کیا بات انوکھی ہے حسینوں کی کمر میں معلوم جو ہوتی نہیں عالم کی نظر میں
آؤ تو ذرا آج کسی پیر سے پوچھیں یا چلکے کسی بستۂ زنجیر سے پوچھیں
یا تارِ نظر سے رگِ گل کھول کے دیکھیں یا بلبلِ خاموش سے کچھ بول کے دیکھیں

یا شیشۂ دل عاشقِ بیزار سے ملجائے یا زخمِ جگر دوست کی تلوار سے ملجائے
یا چھیڑ دیں بیکار کسی غنچۂ دہن کو یا صبح کو چھو آئیں ذرا برگِ سمن کو
یا سادہ مزاجوں کی جبیں پر شکن آئے یا ہو کے پریشان سی بوئے سمن آئے

یا رشک ہو بلبل کی پریشان نظری میں یا پھول پڑے موجِ نسیمِ سحری میں
ہو جائے خیالات کی کچھ گرمی بازار پیراہنِ یوسف ہی کا ملجائے کوئی تار
یا دستِ جنوں سلسلہ جنباں نظر آئے یا نجد میں مجنوں کا گریباں نظر آئے

یا سینۂ عشاق سے اک تیر نکالیں یا دل سے کسی مست کی تصویر نکالیں
نازک سا جو اک فرق ہے ہستی و عدم کا کیا خندۂ لب باز ہے معشوقِ عجم کا
ملجائیں لبِ راز کو اظہار کی راہیں پڑ جائیں اگر دلبہ تبسم کی نگاہیں

یا ذہن بڑھے سوئے قلمکاری قدرت یا گل پہ لکھیں نرگسِ مخمور کی حالت
ہو جائے غرض جدتِ تخئیل کی سیری کچھ یاد رہے خامۂ اشہر کی دلیری

ہوں نازکیِ حسن پہ وہ نکتۂ مبسوط
جس طرح ذرۂ فکر مضامین سے بھی مربوط

اشہر لکھنوی

عاشق فطرت کا ترانہ

(ملک الشعرا ورڈز ورتھ کی ایک معروف نظم مشرقی پیرایہ میں)

دل اُچھلتا ہے مرا قوسِ و قزح کو دیکھکر — یاد آجاتی ہے ایامِ کہن کی داستاں
کیفیت اس کی یہی تھی عہد طفلی میں مرے — اور جوانی میں مرے اسکا ہے ویسا ہی سماں

اب یہ خواہش ہے کہ گو ہو جاؤں پیری کا اسیر — اس مئے الفت کا لذت آشنا یہ دل رہے
ورنہ گر یہ رُوح فرحت کرگئی پرواز تو — کس لئے یہ جسم پھر مربوطِ آب و گل رہے

طفلِ نادان در حقیقت آدمی کی اصل ہے — اس کے ہراک فعل سے شانِ جوانی ہو عیاں
اس تنِ خاکی میں جن جذبات کو ہوگا کمال — ہم کو ملجاتا ہے اُنکا شیر خواری میں نشاں

آرزو ہے خواہ باقی زندگی کیسی کٹے — کامرانی سے رہوں یا رہین نومیدی رہوں
ہاں مگر جبتک رہوں دنیا میں پابندِ حیات — زلفِ فطرت کے مسلسل عشق کا قیدی رہوں

عبدالرحمٰن غازی

جنگ کی موجودہ حالت

فرانس میں معرکۂ عظیم

سال رواں کے معرکہ کا آغاز ۲۱ مارچ کو ہوا تھا آٹھ دس روز کے عرصہ میں ۱۰۰ یا ۹۰ ڈویژن جرمنی نے میدان میں ہانک دیے اور کچھ رقبہ حاصل کر لیا۔ مگر نقصان سخت ہوا مجروحوں اور مقتولوں کا اندازہ دو تین لاکھ کے درمیان کیا گیا۔ دوسرا معرکہ ۹ اپریل کو شروع ہو کر ۱۹ اپریل کو ختم ہوا۔ یہ فلانڈرز میں ہوا تھا۔ جرمنوں کو کچھ کامیابی ہوئی۔ مگر اصل مقصد بر نہ آیا۔ تیسرا معرکہ ۲۷ اپریل کو شروع ہوا۔ یہ بھی فلانڈرس ہی کے علاقہ میں ہوا۔ مگر کامیابی پہلے دو حملوں کی نسبت بہت تھوڑی ہوئی۔ بعد ازاں جرمنوں نے ایک ماہ تک حملہ نہ کیا۔ چوتھا معرکہ ۲۷ مئی کو ریم اور سوسوں کے درمیان ہوا جو کہ پیرس سے شمال مشرق کی طرف ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں چالیس میل کے قریب تھا۔ چونکہ اتحادیوں کو حملہ کا رخ معلوم نہ تھا۔ اس لیے چپکے سے سپاہ اور سامان جمع کر کے جرمنوں نے حملہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ پہلے تین روز میں جرمنوں نے تحفظ کیتہ فوج اور خوفناک حربی سامان کی بدولت اتحادی سپاہ کو مار کر بھگا دیا۔ چار پانچ انگریزی ڈویژنوں پر پچیس ڈویژن سے جرمنوں نے حملہ کیا۔ یہ اسی کا معرکہ کہلاتا ہے۔ جرمنوں نے دس بارہ میل تک پیشقدمی کی۔ شمالی ریم اور سوسوں اتحادیوں نے خالی کر دیا۔ اور پیچھے ہٹ گئے جب اتحادیوں کی تازہ دم فوج آگئی۔ تو جرمنوں کی پیشقدمی رک گئی۔ ۴ جون تک تنہ کاز ختم ہو گیا۔ مگر اس کے بعد اتحادیوں نے قدم قدم پر لڑائی کی۔ جرمنوں کا بے حد نقصان جان ہوا۔ ہوائی جہازوں نے بھی دشمن پر گولہ باری کی۔ پلوں اور چھاؤنیوں پر رات دن گولے گراتے رہے۔ جہاں کہیں فوجوں کا اجتماع دیکھا۔ وہیں پر حملہ کیا اور انہیں مار کر بھگا دیا۔ ایک قصبہ درگاؤں پہاڑی اور نالہ کے لیے سخت معرکے ہوئے۔ چند مقامات کبھی اتحادیوں کے ہاتھ آئے اور کبھی جرمنوں کے ہاتھ لگے۔ اس وجہ سے اتحادیوں اور جرمنوں میں سخت کشت و خون ہوا۔ اتحادیوں کا نقصان جرمنوں سے کہیں کم تھا۔ کیونکہ جو فوج سینہ تان کر بے پناہ میدان میں آگے بڑھتی ہے وہ ہمیشہ زیادہ نقصان اٹھاتی ہے۔ اس معرکہ میں پچاس ڈویژن شریک ہوئے۔ ۹ جون کو سوسوں اور نیوں کے درمیان پھر حملہ ہوا۔ جو اپنی تندی میں ۲۷ مئی کے معرکہ سے کچھ ہی کم تھا۔ ۱۰ جون کی ایک تار خبر مظہر ہے کہ ۲۲ میل کے

میدان مین مسلسل تندی کے ساتھ آج جرمن حملہ پھر شروع ہوا - یہ مونڈیے اور اراس کے درمیان کیا گیا غنیم نے زبردست حملہ کیا - مگر فرانسیسی فوجون نے استقلال سے مقابلہ کیا اور جرمنون کو آگے بڑھنے سے روکا - البتہ مرکز مین جرمنون کو دائین بائین کی نسبت زیادہ کامیابی ہوئی - فرانسیسی فوجون نے قدم قدم پر مزاحمت کی جرمن سپاہ بار بار حملہ کرتی تھی - مگر مقابلہ سخت تھا - اسلیے پیشقدمی رک گئی - ریوٹر کے نامہ نگار نے لکھا کہ میدان کارزار کی تازہ ترین خبر بہت حوصلہ افزا ہے - فرانسیسی فوجین بڑے اور بہادری سے لڑ رہی ہین - باوجود سخت کوشش کے دائین اور بائین کے جرمن لشکرون کو کچھ کامیابی نہین ہوئی - وسط مین ایک بارہ سو گز کے قطعہ سے جرمن توپین آگ برسا رہی تھین - حملہ سے پہلے چار پانچ گھنٹے تک گیس کے گولون سے آگ برسائی گئی اور بعد ازان فوجون نے حملہ کیا فرانسیسی اور انگریزی فوجون نے بیدردی سے آگ برسائی اور صفین کی صفین تباہ کر ڈالین خیال کیا جاتا ہے کہ غنیم سخت استقلال سے معرکہ جاری رکھیگا اور ایک ایک میل کی قیمت خون اور روح سے دیگا،، نیم سرکاری خبرون سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ جرمنون کا اس حملہ مین پہلے دو حملون سے کہین زیادہ نقصان ہوا - کیونکہ فرانسیسیون کی سخت مزاحمت کے باعث جرمنون نے لشکر تقسیم کرکے ایسے مقامات اور ناکون پر تعینات کردیے - جہان پر فرانسیسی توپون نے انھین بھون ڈالا - اجون کو بھی نہایت تندی کے ساتھ حملے ہوتے رہے - بعض گاؤن جرمنون نے چھین لیے - مگر فرانسیسیون نے دوبارہ حملہ کرکے واپس لے لیے - ان حملون مین فرانسیسیون نے درجنون کلدار اور دیگر قسم کی توپین اور پانچ سات سو جرمن سپاہی گرفتار کرلیے ایک اور بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمن حملہ کی تجدید مین کوئی انوکھی اور حیرت انگیز بات نہ تھی - مونڈلے اور نیون کے درمیان جو خط جرمن جرنیلون نے حملہ کے لیے پسند کیا اسکی نسبت فوجی ماہرون کو پہلے ہی توقع تھی - اسکا مقصد کمپان کا مشہور شہر ہے - نیون اور کمپان کے درمیان گھنے جنگل ہین - جہان پر فرانسیسیون کی طرف سے بآسانی مقابلہ ہو سکتا ہے - مگر جرمنون کو پیشقدمی مین سخت دشواری ہے اور اصل مقصد جرمنون کا پیرس لینا ہے - مگر فرانسیسیون نے شہر پیرس سے چالیس پچاس میل جانب شمال مشرق ایک عظیم سلسلۂ استحکامات کا بنا لیا ہے جسکا مرکز کمپان ہے اور دوسرا ویلر کوٹریٹ ہے - مونڈلے سے لیکر ترد سو تک جو دریاے اورک پر واقع ہے برابر یہی سلسلہ ہے اور وہان سے غارن تک جاتا ہے - یہ گویا فرانس کی راجدھانی کے استحکامات ہین - ٹیلے اور ٹیکرے بہت ہین - جو وادی اراس مین واقع ہے اور وہ سب مستحکم اور قلعہ بند ہین - یخط

سب سے اہم ہے اور اس پر قبضہ رکھنا گویا فرانس کی قلب کی محافظت ہے۔ پسپا ہونے کے لیے جگہ نہین ہے۔ اسلیے برٹش اور فرنچ لشکر جرمنون کی مزاحمت کرینگے۔ جو اب تک موجود ہین۔ اور ان کے درمیان ربط ضبط قایم ہے۔ جرمن انہین جدا کرنے مین کامیاب نہین ہوئے۔ یہ خیال کیا جاتا ہو کہ جنرل فوش مین موقعہ پر تازہ دم سپاہ سے جرمنون کو نقصان پہونچا ئین گے۔ پیرس ہی مین سپاہ کی قبر ثابت ہوگا اور کمپان پیرس سے ۵۰ میل سیدھے رخ مین ہے۔ ریلوے لاین سے ۶۰ - ۷۰ میل سے بھی زیادہ ہے اور فوج کمپان سے بھی دور ہے۔ پیرس کی حفاظت کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے تاکہ وہ مناسب تجاویز اختیار کرے۔ جنرل دباس پیرس کے فوجی گورنر مقرر ہوئے ہین۔ اب سوال پیدا ہوگا کہ کیا جرمن لشکر پیرس کو لے لین گے۔ اسکا جواب قدرے مشکل ہو۔ پیشتر بھی ۱۹۱۴ء مین پیرس معرض خطر مین پڑ گیا تھا اور فرنچ گورنمنٹ بورڈو کو چلی گئی تھی مگر اب کے وہین سے نہ گئی۔ اُسے یقین ہو کہ جرمن لشکر پیرس کو نہین لے سکتے۔ پیرس مین کسی قسم کی گھبراہٹ نہین ہے۔ جرمن حملہ کے وقت اتحادیون کی کونسل نے پیرس کی حفاظت کے لیے ایک علیحدہ لشکر تیار کیا تھا۔ عام طور پر خیال ہے کہ ضرورت کے وقت اس جنگی لشکر سے بہترین کام لیا جائیگا اور جنرل فوش آگے بڑھ کر جرمن پہلو پر حملہ کرنے مین پس و پیش نہ کرین گے۔ اس کے علاوہ جرمن لشکر کبرے اور مالکنتال سے سیدھے مغرب مین آمیان کی طرف بڑھے۔ پھر شمال کی طرف اور اب جنوب کی طرح شامیان اور آرگون کے فرنچ لشکر جرمنون کے دائین اور نیز عقب پر حملہ کرکے جرمنون کو گھیر لینگے۔ اس خوف سے شاید جرمن پیرس تک نہ آئین تک جرمنون کو اپنے مقصد مین کامیابی نہین ہوئی وہ نہ تو انگریزون اور فرانسیسون کو جدا کر سکے نہ فلانڈرس سے برٹش فوجون کو نکال کر ساحلی مقامات پر قبضہ کر سکے۔ اگر پہلے اتنی قوت بیکار گئی تو اب بھی پیرس لینے مین کامیاب نہون گے۔ علاوہ ازین اب اتحادیون کی پسپائی کے لیے میدان نہین رہا۔ اسلیے وہ استحکامات پر لڑین گے۔ ان وجوہات سے پیرس کے جرمنون کے ہاتھ مین پڑنے کی بہت کم اُمید ہے۔

جنگ کے متعلق ہمارا فرض

ظاہر ہے کہ جنگ یورپ نے ۔ روسیون کی بیوفائی کے سبب سے خطرناک طول کھینچا ہو۔ نہ صرف یورپ ہی مین بڑے زور شور سے معرکے ہو رہے ہین بلکہ ایشیا مین بھی خطرہ پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہو کیونکہ جرمنون نے وسیع سلطنت روس کے ۔۔۔ اپنا اثر مزید اگر ایسا ہوا اور اس نکر مین ہین کہ پر ہندوستان وغیرہ کو حیران کیا جائے۔ اس مقصد سے کچھ عرصہ سے جرمن عیار جو سازشون کے ماہر ہین کیا ایران اور افغانستان ہاں کے مہذب قومونکو بہکا رہے اور افغانستان

کی موجودہ شورش برپا کر رکھی ہے ان میں سے ایک تو یہ کہ ان کو خراسان کا احتمال ہے کہ شاید جرمن تاشقند پہنچ کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اس وجہ سے ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد پر لڑائی چھڑ جانیکا اندیشہ ہے اور اسکی پیش بندی لیکلے لازمی ہے۔ اس غرض کو ۲۷ اپریل کو دہلی میں ایک بہت بھاری کانفرنس ہوئی جس میں سینکڑوں نامی گرامی ہندوستانی اور حکام شریک تھے کہ ضروری تجاویز اختیار کریں چنانچہ دو کمیٹیوں نے اسپر غور کیا اور یہ قرار پایا ہے کہ پانچ لاکھ آدمی بھرتی کئے جائیں اور اسکی تحریک کے لیے جوانوں کا شامل ہونا ضروری قرار پایا ہے اور ہندوستانی نوجوانوں کو اعلیٰ فوجی عہدے دیے جائینگے یہی وسیلہ ہو گیا ہے اخراجات کے لیے قرضہ بہم پہنچانیکی تحریک بھی شروع ہو گئی ہے اب صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ جنگ یورپ جو خوفناک اور نازک صورت اختیار کر لی ہے اور وطن اپنا سے جو بہت نزدیک ہو گیا ہے اسکی روک تھام کے لیے اہل ہند پر دو اہم فرض عاید ہوتے ہیں اول سپاہ کی بھرتی۔ پانچ لاکھ جوان درکار ہیں جو سرحد ہند اور نیز میسوپوٹامیہ میں دشمن سے لڑ کر اسکی پیش قدمی مسدود کر دیں گے۔ دوم جنگی مصارف کیلئے روپیہ درکار ہے یہ گورنمنٹ کو قرضہ کی صورت میں دیا جانا قرار پایا ہے اور شرطیں بہت عمدہ ہیں کسی بنک سے اس سے زیادہ سود نہیں مل سکتا۔ ہندوستان کی آبادی (مردم شماری) سولہ کروڑ سے اوپر ہے ۱۸ اور ۴۵ سال کے درمیان کے جوانوں کا شمار پانچ اور چھ کروڑ کے درمیان ہو گا ان میں سے بہت سے فوجی خدمت کے ناقابل ہیں اگر ڈاکٹری طور پر انکی چھانٹ کیجائے تو باقی چار کروڑ کے قریب تندرست اور تندرست جوان ہیں جن قوموں کے جوان فوج میں بھرتی ہیں جیسے راجپوت۔ جاٹ۔ سکھ۔ پٹھان۔ بلوچ گکھڑ اور دیگر مسلمان ان کا شمار ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اگر ناقابل آدمی نکال دیے جائیں تو ایک کروڑ تندرست اور جوان آدمی رہ جاتے ہیں جو ہر قسم کی مشقت کا کام کر سکتے ہیں ان ایک کروڑ جوانوں سے سردست پانچ لاکھ آدمی فوجی کام کے لیے درکار ہیں۔ کیا بیسواں حصہ جوان لڑائی کے لیے نکالنا کوئی مشکل بات ہے؟ ہرگز نہیں جب سے کہ شہنشاہ اعظم نے وفادار رعایا میں اور بار بار اپنی عقیدت کا یقین دلائے ہیں تو کیا پانچ لاکھ جوان بھرتی نہیں ہو سکتے؟ ہو سکتے ہیں صرف ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ اگر مختلف گروہوں کے لیڈر اور بااثر لوگ مل کر کوشش کریں تو پانچ لاکھ آدمی پانچ ہفتوں میں بھرتی ہو سکتے ہیں اور چند ماہ کے اندر ایک زبردست فوج تیار ہو سکتی ہے اسلیے تعلیمیافتہ گروہ کو جو اس سے خطرہ اور جدید جدید تحریکوں کو سمجھتے ہیں اپنا فرض ادا کرنے کے لیے فی الفور کوشش کرنا چاہیے۔ پنجاب سے دو لاکھ جوان مانگے گئے ہیں اور اس صوبہ میں فوجی ملازمت کے قابل جوانوں کا شمار چالیس لاکھ ہے گو سب ان کے گروہوں سے نہیں ہیں۔ مگر سکھوں۔ پٹھانوں۔ بلوچوں۔ پنجابی مسلمانوں اور ہندو راجپوتوں اور جاٹوں میں سے بآسانی دو لاکھ جوان بہم پہنچ سکتے ہیں مختلف انجمنوں اور سبھاؤں اور سوسائیٹیوں کو اپنے اثر سے بھرتی کے لیے کام لینا چاہیے۔ بھرتی بہت ضروری ہے کیونکہ میسوپوٹامیہ اور فلسطین کے لڑنے کے لیے بھی کمک درکار ہے جو فوج موصل کو جا رہی ہے وہ ترکوں کو شمالی ایران سے پیچھے ہٹنے کو مجبور کریگی اور کاکیشس کے علاقہ سے بھی ترکوں اور جرمنوں کو پسپا ہونا پڑیگا۔ سوچ کہ میسوپوٹامیہ میں مدد فوجوں کی ضرورت ہے۔ ایشیا کا نیا خطرہ فقط لشکروں کی بدولت مٹ سکتا ہے اسلیے سب گروہوں کو بھرتی کے لیے کوشش کرنا چاہیے تاکہ بہت جلد ایک لشکر عظیم کی سرا توڑ ملیامیٹ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ بھرتی سے دوسرے درجہ پر قرضہ جنگ درکار ہے اسلیے بھی سب لوگوں کو دل و جان سے کوشش کرنا چاہیے تاکہ معقول رقم بہم پہنچ جائے پچھلے سال پچاس اور چھپن کروڑ کے درمیان روپیہ بہم پہنچا تھا اب کی اس سے بھی بڑھ کر رہنا چاہیے۔ جولائی تک نو کروڑ روپیہ قرضہ میں آگیا ہے۔ بنگال کا نمبر سب سے کم ہے کروڑ سے قریب ہے اور بمبئی اس سے اتر کر جسنے اس سے آدھا روپیہ دیا ہے۔ تیسرا نمبر صوبجات متحدہ کا ہے جہاں ایک کروڑ روپیہ سے اوپر دیا گیا ہے۔ پنجاب کا نمبر اس سے چوتھا ہے۔ بہرحال ساہوکار اپنے معمولی سود کے بجائے ساڑھے پانچ فیصدی سود لینا منظور کریں اور عقیدت کیشی اور حب وطنی کو عملی صورت میں ظاہر کریں تو بآسانی ایک بڑی رقم قرضہ جنگ میں دیجا سکتی ہے۔ ایک طبقہ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ سارے ملک۔ ہر قوم اور قبیلہ اور ہر جماعت کا کام ہے۔ پنشنر وغیرہ سرکاری ملازم۔ ڈاکٹر وکیل۔ پروفیسر اور اُستاد بھی معقول روپیہ دیسکتے ہیں۔ ساڑھے پانچ فیصدی سود کسی بنک سے نہیں مل سکتا۔ ہم خرما وہم ثواب کا اصول اسپر ہی عاید ہوگا:

جنگی تمسک سنہ ۱۹۲۱ء سنہ ۱۹۲۳ء سنہ ۱۹۲۵ء اور سنہ ۱۹۲۸ء کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔ سود سال میں دو مرتبہ تقسیم ہوگا۔ ۱۵ ستمبر اور ۱۵ مارچ کو جا ہو تین سالہ۔ جو پانچ سالہ والے خواہ سات سالہ خواہ دس سالہ والے تمسک ہے وہ جب میعاد معینہ کے بعد روپیہ واپس ادا ہوگا تو سو کا سو ہی ملیگا۔ زیادہ یا کم نہ ہوگا۔ ہاں سات سالہ اور دس سالہ تمسکوں میں خاص رعایت ہوگی یعنی سو روپیہ کے بجائے ایک سو تین اور ایک سو پانچ روپیہ علی الترتیب ملینگے اور یہ بڑی رعایت ہے اسکے علاوہ جس تاریخ کو تمسک خرید و اس سے لیکر ۱۵ ستمبر کا سود علیحدہ ملیگا۔ اگر گورنمنٹ ایک یا دو سال بعد پھر اور قرضہ کا اعلان کریگی تو یہی تمسک بجائے نقد کے دوسرے قرضہ میں لیے جائینگے اور کسی قسم کی رد و بدل نہ ہوگی۔ اس کے سوا ڈاکخانہ سے زر نقد کے سرٹیفکیٹ بھی لیے جا سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ رقم دس ہزار ہے۔ پونے آٹھ روپے دینے سے دس روپیہ کا زر نقد کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے یعنی پانچ برس کے بعد بجائے پونے آٹھ کے دس روپیہ نقد ملینگے۔ لیکن اگر بیچ میں روپیہ کی ضرورت پیش آ جائے تو زر نقد کے سرٹیفکیٹ دیکر اپنا روپیہ واپس لے لو۔ مگر سود کم ملیگا۔ اور ایک سال سے پہلے نکالنے کے لیے کوئی سود نہ ملیگا۔ و کفایت شعاری کے لیے یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔ ہر ایک آدمی ہر مہینے پونے آٹھ روپے بچا کر دس روپے کا سرٹیفکیٹ خرید سکتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ہیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرن والیان ریاست ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے مفید ہے ضعف بصارت۔ تارکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ سرخی۔ پھولہ۔ ابتدائی موتیا بند۔ نزول الماء۔ پانی بہنا۔ خارش وغیرہ میں معزز ڈاکٹر بجائے ادویات کے مریضون کو اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیئے کم رکھی ہے کہ عام خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکین۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلئے کافی ہے قیمت ۴ع ہیرے کا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ ۵ع۔ خالص ہیرہ فی ماشہ ۸ع۔ مصری سرمہ فی تولہ ۱ع خرچ خریدار

المشتہر

مہندر سنگھ منیجر کارخانہ سردار پھیرا سنگھ الوہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

مین نے ہیرے کا سرمہ جو کہ سردار پیارا سنگھ صاحب نے خود بنایا اپنے بہت سے بیمارون پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور مین اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ ہیرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور آنکھون کی بیماری کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے مین نے اپنے تجربہ مین آجتک کوئی سرمہ اس سے فائدہ بخش نہین دیکھا مین انکو جنکی آنکھون مین ذرا بھی کسی قسم کی شکایت ہے بڑے زور شور سے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون کہ ہر طرح مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ پانی آنے خارش۔ سرخی چشم کے واسطے تمام انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ سچ ہے آپنے اسقدر دوائیں سرمہ ایجاد کرکے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے آپ کا شکریہ الفاظ مین ہونا محال ہے ضروری ہے کہ ملک کے تمام آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوکر فائدہ اٹھائین اور ہر طرح کی آنکھون کی بیماری سے نجات حاصل کرین۔ بلمر ہنٹ تھام صاحب ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور۔

(۲) مین نے ہیرے کا سرمہ جو سردار پیارا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا۔ میری رائے مین خاصکر ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ [illegible] بہادر۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن [illegible] میڈیکل کالج لاہور۔ حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔



آپ کے روپیے سے کیا کیا نفع ہوگا

جو آپ سرکاری دوسرے لڑائی کے قرضہ مین جمع کرینگے

خود آپکو تو یہ نفع ہوگا کہ ہر سو روپیہ کے بدلے جو آپ قرضہ مین جمع کرینگے سرکار آپکو سو روپیہ سنہ ۱۹۲۲ یا سنہ ۱۹۲۳ء مین ادا کریگی اور علاوہ اسکے ۵ روپیہ آٹھ آنہ سود سالانہ اس مدت کی بابت دیگی جو اس درمیان مین گذریگی یا آپکو ۱۰۳ روپیہ سنہ ۱۹۲۵ء مین یا ۱۰۵ روپیہ سنہ ۱۹۲۸ء مین اور ۵ روپیہ آٹھ آنہ سالانہ سود اس درمیانی مدت کی بابت دیگی اور آپکا روپیہ جو اس قرضہ مین جمع کیا جائیگا پورے طور پر محفوظ رہیگا۔

آپ کے اس ملک ہند کے ہموطنون کو یہ نفع ہوگا کہ جو روپیہ لڑائی کے قرضہ مین جمع کیا جائیگا اوسمین کا ہر ایک روپیہ یعنی وہ سب کا سب ملک ہند مین خرچ کیا جائیگا اور اس طرح اُس سے ملک ہند کے کسانون اور اور ایسے اشخاص کو جو کوئی چیزین پیدا کرتے یا بناتے ہین عمرگی طور پر فائدہ پہونچیگا۔

آپ کے اُن دیسی بھائیون کو جو میدان جنگ مین ہین یہ نفع ہوگا کہ جو روپیہ لڑائی کے قرضہ مین جمع کیا جائیگا اُسکے ہر ایک روپیہ سے آپکے اُن دیسی بھائیون کے صحیح سلامت رہنے اور آرام پانے کے سامان مین افزایش ہوگی جو لڑائی کے میدان مین موجود ہین۔

ملک ہند اور تمام سلطنت انگریزی کے نفع کی نسبت یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو روپیہ لڑائی کے قرضہ مین جمع کیا جائیگا اسکا ہر ایک روپیہ دشمن پر ایک گولی چلنے کا کام دیگا اور اس طرح اُس روپیہ سے آپ کے گھر اور خاندان کی حفاظت رہیگی۔

اگر آپکی آمدنی کم ہو تو اپنا روپیہ بچانے اور بڑھانے کی کوشش کیجیے اور ۷ روپیہ ۱۲ آنہ مین ۱۰ روپیہ کا ڈاکخانہ کا سارٹیفکٹ خرید لیجیے جسکا روپیہ جاری ہونے کے پانچ سال مین قابل ادا ہوتا ہے۔ اگر آپکو زیادہ مقدور ہو تو لڑائی کے بانڈ ۱۰۰ روپیہ والے خرید لیجیے۔ دا بانڈ کے لیے بنک بنگال یا کسی خزانہ سرکاری مین یا پوسٹ آفس سارٹیفکٹ زر نقد یا وار بانڈ کے لیے کسی ایسے پوسٹ آفس (ڈاکخانہ) مین درخواست دیجانی چاہیئے جسمین سیونگ بنک کا کام ہوتا ہو

ملک ہند کا دوسرا لڑائی کا قرضہ

کل نقد چندے جو وصول ہون گے اعلیٰ حضرت ملک معظم قیصر ہند کی گورنمنٹ کو ملک ہند کی دس کروڑ پونڈ کی رقم ادا کرنے کے ایک حصہ کے طور پر لڑائی کام کے واسطے دیے جائینگے۔ جاری کیا جانا۔

۵ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود والے سنہ ۱۹۲۱ء کے وار بانڈ کا جن کے سود پر انکم ٹیکس نہین لیا جائیگا

جو ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء کو سو روپیہ کے حساب سے قابل ادا ہون گے

۵ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود والے سنہ ۱۹۲۳ء کے وار بانڈ کا جن کے سود پر انکم ٹیکس نہین لیا جائیگا

جو ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء کو سو روپیہ مین ۱۰۰ روپیہ کے حساب سے قابل ادا ہونگے

۵ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود والے سنہ ۱۹۲۵ء کے وار بانڈ کا جن کے سود پر انکم ٹیکس نہین لیا جائیگا

جو ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء کو سو روپیہ مین ۱۰۳ روپیہ کے حساب سے قابل ادا ہون گے۔

۵ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود والے سنہ ۱۹۲۸ء کے وار بانڈ کا جن کے سود پر انکم ٹیکس لیا جائیگا

جو ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو سو روپیہ مین ۱۰۵ روپیہ کے حساب سے قابل ادا ہون گے۔

اور

ڈاکخانہ کے پانچ سال والے کیش سارٹیفکٹ (زر نقد) کا جن کے سود پر انکم ٹیکس نہین لیا جائے گا

وار بانڈ

دونون تمسکون کی قسمین وار بانڈ (الف) انسکرائبڈ اسٹاک سارٹیفکٹ کی قسم یا (ب) پرامیسری نوٹ کی قسم کے جاری کیے جائین گے جو اگر خواہش کیجائیگی تو بعد مین بیرر بانڈ سے جب بیرر بانڈ مل سکینگے بلا قیمت تبدیل کیے جائینگے

وار بانڈ کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں؟

وار بانڈ لسنکر اینڈ اشامپ کی شکل میں یا بطور پراسیری نوٹ سے ۱۰۰ روپیہ اور اس سے زیادہ والی ورقم کی مالیت مندرجہ کے جو سو پر پوری تقسیم ہو سکتی ہو ۳ جون ۱۹۱۸ء سے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء تک رقم واجب الوصول۔

(الف) بنگال بنک کی کسی برانچ (شاخ) میں جو ہندوستان میں ہو

(ب) کسی اکونٹنٹ جنرل یا کنٹرولر کے دفتر میں

(ج) کسی سرکاری خزانہ یا خزانہ ماتحت میں ادا کرنے پر خریدے جا سکتے ہیں۔

یا

۲۵ روپیہ یا اس سے زیادہ ایسی اور رقم کی مالیت مندرجہ کے جو ۲۵ پر پوری تقسیم ہو سکتی ہے زیادہ سے زیادہ ۰۰۰ ۱ لک کے روپیہ تک کے کسی ایسے ڈاکخانہ میں جس میں سیونگ بنک کا کام ہوتا ہو۔ رقم واجب الوصول ادا کر کے اور درخواست دیکر ۳ جون ۱۹۱۸ء سے ۱ دسمبر ۱۹۱۸ء تک خریدے جا سکتے ہیں۔

وار بانڈ کے لیے درخواستیں کسی ایسے نمونہ کے مطابق ہو سکتی ہیں جسمیں بانڈ مطلوبہ کی رقم اور قسم اور درخواست دینے والے کا پورا نام اور پتہ اور اُس خزانہ کا نام جہان وہ سود وصول کرنا چاہتا ہو صاف صاف درج ہو۔

روپیہ یا نقد یا بذریعہ چیک کے ادا کیا جا سکتا ہے۔ سود ۵½ روپیہ سیکڑہ سالانہ جو ششماہی پر یعنی ۱۵ مارچ اور ۱۵ ستمبر کو قابل ادا ہوگا۔

خریداری کی تاریخ سے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء تک کا سود بانڈ کی خریداری کے وقت پیشگی ادا کر دیا جائیگا۔ اُن پر جو ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۸ء کے بعد خرید کیے جائیں خریداری کی تاریخ سے ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء تک کا سود خریداری کے وقت پیشگی ادا کر دیا جائیگا۔

زمانہ

جلد ۳۱ — جولائی ۱۹۱۸ء — نمبر ۱

غریب نواز طریقہائے تعلیم

جوزف لنکاسٹر اور مانیٹری نظام تعلیم

(رقمزدہ پروفیسر فیروز الدین مراد ایم ایس سی - بی اے - ایم اے او کالج - علی گڑھ)

ہندوستان میں اخراجات تعلیم کی گرانی عوام الناس میں ابتدائی تعلیم کی روزافزون ترقی کے مانع ہے - آج سے چند برس پہلے کثرت کے ساتھ اطراف ہند میں قریہ بہ قریہ ارزان طریقہائے تعلیم رائج تھے - اب بھی خال خال ایسے غریب نواز طریقے ہمارے ہان موجود ہیں لیکن دن بدن ایسے سستے مکتبوں اور درسگاہوں کی تعداد کم ہو رہی ہے -

جبریہ مفت ابتدائی تعلیم کے خلاف جو ہلچل چند سال ہوئے ہندوستان میں ہوئی تھی اور جس قسم کے خدشات ہر کہ و مہ کے تعلیم یافتہ ہو جانے کے خلاف ظاہر کئے تھے بعینہٖ ایسی ہی ہلچل اور ایسے ہی خدشات آج سے ایک صدی قبل انگلستان میں ان غریب نواز طریقہائے تعلیم کے متعلق بھی ظاہر کئے گئے تھے - جن کا ذکر ہم ان سلسلۂ مضامین کرینگے - یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان اور انگلستان کی سیاسی حالت بالکل مختلف ہے اور جو اختلافات ایک آزاد اور محکوم ملک کے باقی تمام کوائف میں نمایاں نظر آتے ہیں ویسے ہی اختلافات

اِس بارہ مین بھی ہین۔

یوسف لنکاسٹر کے مدرسہ مین ایک اُستاد ہزار لڑکون کو تعلیم دیتا تھا اور فی کس سالانہ خرچ چار روپیہ سے بھی کم ہوتا تھا۔ لنکاسٹر کے حریف ڈاکٹر بیل (ہم اِسی سلسلہ کے دوسرے مضمون مین اِس کا ذکر کرینگے) کے طریقۂ تعلیم کو بھی اِس قدر بلکہ اس سے زیادہ فروغ حاصل ہُوا تھا اور اِن دونون کے منتہائے ترقی کے وقت یہ خدشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ غربا کے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سوسائٹی کا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور لوگ اپنے معمولی مشاغل کو خیرباد کہہ کر غیر مطئین اور بیکار زندگیان بسر کرنی شروع کر دینگے جس سے سیاسی مشکلات اور مُلکی تنازعات بڑھ جائینگے۔ ڈاکٹر بیل نے اپنے ذی اثر معاونین کو اطمینان دلانے کے لئے ایک تعلیمی رسالہ مین یہ الفاظ استعمال کئے تھے " ہماری تجویز ہرگز ہرگز یہ نہین ہے کہ غربا کی تعلیم کے مصارف بڑھا دین اور ہمارا منشا رکا وہمی اور ناممکن الحصول تجاویز کی طرح ہر ایک طبقہ کے غُربا کو کسی قسم کی اعلیٰ تعلیم دینا ہے جس سے یہ خدشہ لاحق ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جنھین قسام ازل نے محنت مشقت کی زندگی بسر کرنے اور سوسائٹی کی خدمت کرنے کے لئے بنایا ہے اپنے مقسوم سے برگشتہ ہو کر مطئین اور شوریدہ سر بن جائین "

لنکاسٹر اور بیل کے طریقہائے تعلیم کا مقصد زیادہ تر عوام الناس کو لکھنا پڑھنا اور حساب رکھنا سکھلانا تھا۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ غربا کے بچے انجیل پڑھنے کے قابل ہو جائین اور کاروبار زندگی مین بسہولت حساب کتاب رکھ سکیں۔ ادنیٰ درجہ کی ابتدائی تعلیم سے بڑھکر انھین کچھ نہ پڑھایا جاتا تھا۔ اس قسم کی ابتدائی تعلیم جسکو زیادہ مناسب طور پر تمہید تعلیم کہہ سکتے ہین۔ آج کل یوروپ اور امریکہ مین شبینہ مدارس NIGHT SCHOOLS. مین دیجاتی ہے جن مین سے بعض مین علاوہ تین آر ملن (3 R'S) کی تعلیم کے جیسا کہ اختصاراً لکھنے پڑھنے اور حساب رکھنے کی تعلیم کو

YOSEPH LANCASTER & THE MONITORIAL نظام
Dr BELL مدرسہ

کیا جاتا ہے معمولی صنعتی تعلیم بھی دیجاتی ہے۔ ایسے مدارس غربا کے لئے بہت مفید اور مناسب ہین کیونکہ سارا دن وہ اپنے ہاتھ پاؤن ہلاکر کسب معاش کرسکتے ہین اور شب کو چند گھنٹے فراغت اور اطمینان کے ساتھ مدرسہ مین جاکر پڑھ لیتے ہین دن مین کھلنے والے مدرسون کی بہ نسبت ایسے شبینہ مدارس کی فیس بھی کم ہوتی ہے۔ ہندوستان مین ایسے مدارس کی بیحد ضرورت ہے۔ ضلع علیگڈھ کے ایک معمولی قصبہ مین اسی قسم کا تجربہ کامیابی کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ ایسے مدارس نہایت آسانی سے چلائے جاسکتے ہین۔ ان مین نہ تو زیادہ تعداد مین استادون کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کے خاص قیمتی ساز و سامان کی۔ مخیر لوگ اس بارہ مین اپنے روپیہ کا بہترین استعمال کرسکتے ہین۔ خاص لندن مین رات کو تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کی تعداد ہزارون سے متجاوز ہوکر لاکھ کے قریب پہنچی ہوئی ہے۔

یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہین لیکن پیشتر اسکے کہ ہم لنکاسٹر کے سوانح بیان کرین یا اس کے مانیٹری طریقۂ تعلیم کے متعلق قلم اٹھائین۔ یہ امر بتادینا لازمی ہے کہ لنکاسٹر اور بیل کے مخصوص طریقہائے تعلیم انگلستان مین اب بالکل متروک ہین لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انگلستان ایک ترقی کُن مُلک ہے جس نے گذشتہ ایک صدی مین برق رفتار کے ساتھ حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اب وہان بہتر اور اعلے طریقے بچون کی تعلیم کے رائج ہین۔ ہندوستان کو ابھی بہت سی باتین سیکھنی باقی ہین۔ اسکی ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ اور چونکہ اس رفتار کو تیز کرنے کے لئے آسان اور نسبتاً کم خرچ طریقون کی ضرورت ہے اس لئے ابتدار کار کے لئے لنکاسٹر اور بیل کے غریب نواز طریقہائے تعلیم کو مناسب خیال کرکے یہان بیان کیا گیا ہے۔ یہ ضروری نہین ہے کسی طریقہ کی بعن و عن پیروی کی جائے لیکن اس کی تشریح سے بعض ایسے نکات حاصل ہوجاتے ہین کہ انسان انھین اپنے مناسب حال طریقون مین داخل کرسکتا ہے۔ انہی خیالات سے متاثر ہوکر مین نے اُردو خوان اصحاب کے لئے یہ سلسلہ مضامین لکھنا شروع کیا ہے۔

جوزف لنکاسٹر ۱۷۷۸ء مین ایک سپاہی کے گھر پیدا ہوا تھا۔ اسکا بچپن نہایت غریبانہ لیکن منتظم اور مذہبی طریقہ سے گزرا تھا۔ چھوٹی عمرہی مین اسکے دل مین اپنے تئین بچون کے لئے مفید بنانے کی خواہش پیدا ہوگئی تھی۔

اسکی طبیعت بہت جوشیلی واقع ہوئی تھی۔ چودہ برس کی عمر مین غلامون کی تجارت کے متعلق کلارکسن کا رسالہ اسکی نظرون سے گزرا۔ آپ اسکے جوش کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے لگا سکتے ہین۔ کہ بمجرد اس مضمون کے پڑھنے کے کسی سے صلاح مشورہ کئے بغیر اس نے جمیکا جانے اور حبشیون کو انجیل پڑھانے کا عزم بالجزم کرلیا۔ اپنے والدین کو اطلاع کئے بغیر وہ اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ اور برسٹل تک پیدل جانے کا عزم کرلیا۔ اسکا مجموعی اثاثہ ایک انجیل۔ ایک پلگرم پروگرس۔ اور چند سنگت تھا۔ پہلی رات وہ ایک جھاڑی کے نیچے سویا۔ اور دوسری رات ایک گھاس کے ڈھیر کے نیچے۔ دوران سفر مین اسکی ملاقات ایک مستری سے ہوگئی۔ جو کہ برسٹل جارہا تھا۔ وہ اسکے ہمراہ ہولیا۔ اور جب لنکاسٹر کا روپیہ سب خرچ ہوگیا۔ تو اسکا ساتھی اسکی مدد کرتا رہا۔ منزل مقصود پر پہنچکر جیب خالی اور برہنہ پا ہوگیا تھا۔ خیر بمشکل تمام وہ سپاہیون مین بھرتی ہوا۔ اور اگلے روز اسے ملفورڈ ہیون جانا پڑا۔

جہاز کی زندگی کے متعلق ہنری ڈن نے لنکاسٹر کے سوانح لکھتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جس سے لنکاسٹر کی متانت اور کیرکٹر کی مضبوطی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اسکی ظاہرا حقیر حیثیت دیکھکر باقی مسافران جہاز اسے نفرت کے ساتھ پادری کے نام سے پکارتے تھے۔ ایک روز جبکہ جہاز کا کپتان کہین گیا ہوا تھا۔ دیگر افسران جہاز نے اِسے وعظ دینے کی فرمایش کی۔ لنکاسٹر کو ان کے تمسخر کا احساس تھا لیکن پھر بھی اسنے جواب دیا۔ کہ اگر آپ مجھے علیحدہ بیٹھکر آدھ گھنٹہ انجیل پڑھنے کی اجازت دین۔ تو مین تعمیل ارشاد کیلیے حاضر ہون اسپر انھون نے کہا اگر تم چاہو۔ تو ہم ایک گھنٹہ کی رخصت بھی دیسکتے ہیں۔ جب وہ واپس آیا۔ تو تختہ جہاز پر ایک بڑا سا پیپہ رکھا تھا۔ اور اسکے گرد اہل کشتی جمع تھے۔ پیپہ کے اوپر کھڑے ہوکر اسنے شراب خواری

بدمستی اور فحش قسمین کھانے کی بدعادت پر وعظ کہنا شروع کیا۔ شروع مین لوگ بیہودہ طور سے اسکا مذاق اُڑاتے رہے۔ اور خوب ہنسی دلگی ہوتی رہی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسکی متانت اور پرزور آواز نے انکے سرون کو نیچا کردیا۔ اور جب اسنے ان سے یہ کہا۔ کہ اگر وہ اب بھی اپنی سیاہ کاریان چھوڑ دین۔ اور توبہ کرکے خدا کے بجاوین تو وہ اس دُنیا مین بھی اور عقبیٰ مین بھی خوش و خرم رہ سکتے ہین۔ اس وعظ کے بعد سب لوگ اس سے مہربانی اور شرافت کے ساتھ پیش آنے لگے۔ اور جہازی سفر کے گزشتہ تین ہفتون مین کسی کی مجال نہین تھی۔ کہ اس پر ہنس سکے یا اس سے بدسلوکی کرسکے۔

جمیکا مین اسکی مساعی زیادہ بارآور نہ ہوسکی۔ دوستون کی سفارش سے اسکا استعفےٰ منظور ہوگیا۔ اور اسے گھر آنے کی اجازت ملگئی۔ لیکن وہ فطرتاً منچلا اور طبیلا تھا۔ وہ اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہے۔ کہ بچپن ہی سے میری یہ خواہش تھی۔ کہ مَین اپنی زندگی خالق کی عظمت بیان کرنے اور بنی نوع انسان کی خوشی بڑھانے مین صرف کرون۔ اسی نقطۂ نگاہ سے مَین نے سولہ برس کی عمر مین کویکرون کی مذہبی مجالس مین شریک ہونا شروع کردیا۔ اور آخر الامر ان مین شامل ہوگیا۔ اسکے تھوڑے دنون بعد میری توجہ غربا کی تعلیم کے متعلق منعطف ہوئی۔

۱۸۰۱ء مین جبکہ وہ بیس سال کا تھا۔ اس نے اس بارہ مین اپنی کوششون کا اعلان کیا۔ اپنے گھر کے قریب بارڈوڈ پر اسنے ایک وسیع کمرہ کرایہ پر لیا۔ اور یہ اشتہار دیا۔ جو چاہے اپنے بچون کو یہان بھیجکر مفت تعلیم دلوا سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ مُفت تعلیم نہ دلوانا چاہتے ہون۔ اپنی مرضی کے مطابق جا ہین۔ دے سکتے ہین۔ اس اعلان کا اثر حیرت انگیز ہوا۔ ایک ہی سال مین ایک ہزار کے قریب بچے اسکے پاس آنے شروع ہوگئے۔ وہ لکھتا ہے " میرے پاس تعلیم کے لئے لوگ بھیڑون کی طرح آرہے ہین"۔ اس برق پا ترقی اور عظیم الشان کامیابی کی وجہسے بہت سے امیر اور مشہور آدمیون کی توجہ اسکی طرف مائل ہوئی۔ اور اسکی مفید تجویز کا شہرہ اطراف ملک مین پھیل گیا۔

لیکن یہی غیر متوقع کامیابی اسکی مشکلات کا باعث ثابت ہوئی۔ حقیقت امر یہ ہے۔ کہ وہ ایسی عظیم الشان کامیابی کے لئے ابھی طیار نہ تھا۔ گو چند دوستون نے اسکی مالی مدد کی۔ لیکن اسقدر ذمہ داری لنکاسٹر کے حد امکان سے زیادہ تھی۔ لنکاسٹر مین نہ تو عاقبت اندیشی تھی۔ اور نہ ہی اسمین انتظام کا ملکہ تھا۔ اور آخرالامر یہی دو نقص اسکی ناکامی اور تباہی کا باعث ہوئے۔ اپنی غیر متوقع کامیابی سے وہ جامہ مین پھولا نہ سماتا۔ اسکی تعلیمی تجاویز کے بارآور ہونے کا انحصار تمامتر اسکی خود اعتمادی اور اُس انہماک پر تھا۔ جو اسے اپنے کام مین تھا۔ وہ اپنے کام پر عاشق تھا۔ اور دل وجان سے اُسے انجام دیتا تھا۔ بچّون کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آتا تھا میلے کچیلے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے بچّون کے ساتھ ملنے مین اسے کوئی عار نہ تھا۔ وہ انکے کھیل کود مین شریک ہوکر بہت خوش ہوتا تھا۔ جب کبھی اسے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسکے شاگردون مین سے کوئی بھوکا اور نادار ہے۔ تو وہ چندہ جمع کرکے ان کے لئے کھانا مہیا کرتا اور خود بھی اس مین شریک ہوتا۔ اسکا معمول تھا۔ کہ اتوار کی شب کو بہت سے شاگردون کے ساتھ چائے نوش کرتا۔ اور تھوڑی دیر نہایت خوشگوار گفتگو اور بحث مباحثہ کے بعد انجیل کا کوئی اقتباس پڑھکر مجلس ختم کرتا۔ اپنی فوج کا سردار بنکر دیہات مین تعطیل کے دن تفریحاً چلنے پھرنے سے اسے بڑی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ وہ اپنے شاگردون کی تفریح اور تعلیم کے متعلق ہر وقت تجاویز سوچا کرتا تھا۔ اور انھیں فائدہ پہونچانے کی خاطر وہ ہر ایک قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے طیار ہوتا تھا۔ لیکن اس ہمدردانہ اختلاط کے باوجود اپنے وقار اور اُستادانہ تمکنت کو ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اسے انکی محبّت اور اطاعت حاصل کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ اسی وجہ سے وسیع درسگاہ جسمین ہزار طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک باقاعدہ خوبصورت اور دلخوشکن منظر پیش کرتا تھا۔

یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ لڑکون کی اتنی بڑی تعداد کے ہوتے ہوئے محض ایک اُستاد کے انتظام سے مدرسہ کی حالت ایسی اچھی تھی۔ اسنے فوج کی طرح اپنے

ہزار شاگردون کو کچھ چھوٹے اور بڑے دستون اور کمپنیون مین تقسیم کردیا تھا۔ اور انکی نگرانی ماسٹرون یعنی ماتحت اُستادون کے سپرد تھی۔ جو کہ لڑکون ہی مین سے انتخاب کرلئے جاتے تھے۔ ہر ایک دس لڑکون کی چھوٹی جماعت کے لئے ایک چھوٹا مانیٹر مقرر تھا۔ جو براہ راست ان دس لڑکون کی تعلیم اور انتظام کا ذمہ دار تھا اسطرح چھ ہزار طلبار کے مدرسہ مین ان چھوٹے مانیٹرون کی تعداد ایکسو تھی۔ ان کے اوپر دس بڑے مانیٹر مقرر تھے۔ جو براہ راست لنکاسٹر سے ہدایات حاصل کرتے اور چھوٹے مانیٹرون کے ذریعہ سارے مدرسہ کا انتظام کرتے تھے۔

اِس انتظام کے مطابق ایک اُستاد یا مانیٹر کو ایک وقت مین دس سے زیادہ طلبار کی نگرانی کرنی نہین پڑتی تھی۔

بادی النظر مین یہ طریقہ نہایت سہل الحصول دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ادنے غور سے واضح ہوگا کہ اسکی کامیابی کا انحصار تمامتر معلم اول یعنی مدرسہ کے انچارج (ذمہ دار) اُستاد پر تھا۔ جسکو قوت انتظامیہ اور اپنے ماتحتون کو خوش رکھنے اور ان مین خود اعتمادی کے ساتھ ساتھ اطاعت شعار بنانے کے اوصاف سے مُتصف ہونا چاہئے لنکاسٹر کے بڑے لڑکے یعنی مانیٹر اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اسکے احکام پر عمل کرنا اپنا فخر سمجھتے تھے۔ لنکاسٹر کی یہی صفت اسکے مدرسہ کی کامیابی کا باعث تھی جسپر اسے بجا طور پر فخر تھا۔ مناسب انعامات اور امتیازات کے ذریعہ اسنے ہر ایک بچے کے دل مین یہ اُمنگ پیدا کردی تھی۔ کہ وہ مدرسہ کے انتظام مین کوئی مفید حصہ لے اُسکو یقین تھا۔ کہ وہی لڑکے جو انتظام کی خرابی سے شریر بن جاتے ہین۔ حسن سلوک کے ساتھ اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگتے ہین۔ خصوصاً جب انھین مدرسہ کے انتظام مین تھوڑا سا اعزاز بھی حاصل ہوسکے۔ اسنے مانیٹرون کے بہت سے درجے بنا رکھے تھے اور عام طور پر اُنکی عزت کرنے اور مختلف قسم کی ترغیبون کے ذریعہ مانیٹر کا عہدہ ایک قابل رشک عہدہ بن گیا تھا۔ لنکاسٹر کے مانیٹر اپنے فرائض خوشی کے ساتھ مردانہ وار کرتے تھے۔ اور اسکا نتیجہ یہ تھا۔ کہ اندرون مدرسہ کا نظارہ ایک نہایت اطمینان بخش

منتظر ہوتا تھا۔ شائقین جوق جوق اسکے مدرسہ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ اور نہایت عمدہ رائے قائم کرکے واپس جاتے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہوئے گو لڑکون کا شور و غوغا نا قابل برداشت ہوتا تھا۔ لیکن ارباب بصیرت کو اسمین زندگی کے آثار نظر آتے تھے۔ اور اگر ابتدائی شور و غوغہ سے کوئی برا نقش انکے دل پر قایم ہوتا تھا اسکو بعد کی خاموشی جو بڑے مانیٹر کے اشارہ سے تمام درسگاہ پر طاری ہوتی تھی محو کردیتی تھی۔ جن لوگون نے لنکاسٹر کے مدرسہ کو شروع ایام مین دیکھا تھا۔ انکا بیان ہے۔ کہ انھون نے اس سے زیادہ دل خوشکن نظارہ شاذ ہی دیکھا ہوگا۔ بچون کا ایک وسیع ہجوم جو خوش و خرم اپنے اپنے کام مین مصروف ہین۔ اور مانیٹرون کی ایک وفادار فوج جو اپنے اُستاد کو خوش کرنے کے خواہشمند ہین۔ اور اپنے درسگاہ کی شہرت اور خوبصورتی کے لئے کوشان ہین۔

جون جون لنکاسٹر کے مدرسہ کی شہرت پھیلتی گئی۔ اسکی ہر دل عزیزی بھی بڑھتی گئی۔ اور جیسا کہ خود لنکاسٹر شوخی کے ساتھ لکھتا ہے۔ اکابر قوم حتی کہ چوٹی کے امرا بھی مدرسہ کا معاینہ کرنے کے لئے آتے تھے۔ ۱۸۰۵ء مین شاہ انگلستان نے لنکاسٹر کو باریابی کا فخر بخشا۔ اس ملاقات کے مفصل حالات بلا کم و کاست لنکاسٹر کے ایک دوست نے یون بیان کئے ہین۔ "غریب لنکاسٹر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا۔ لنکاسٹر مین نے تمھین اسلئے طلب کیا ہے۔ کہ تم مجھے اپنا نظام تعلیم سمجھاؤ۔ مین نے سُنا ہے۔ کہ لوگون نے اسکی مخالفت کی ہے۔ مین نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ ایک اُستاد ایک ہی وقت مین پانچسو بچون کو پڑھاتا ہے۔ لنکاسٹر مجھے بتاؤ۔ کہ تم انکا انتظام کیسے کرتے ہو۔ لنکاسٹر نے جوابدیا۔ جہان پناہ! اسی اصول سے جس سے حضور کی فوج کا انتظام رکھا جاتا ہے۔ یعنی حکم کے الفاظ سے۔ بادشاہ نے کہا۔ بالکل ٹھیک۔ حکم دینے کے لئے ایک بوڑھے جرنیل کی ضرورت نہین ہوتی۔ ایک جوان جرنیل بھی حکم دیسکتا ہے۔ لنکاسٹر نے کہا۔ کہ اسکے مدارس مین بعینہ یہی انتظام ہوتا ہے۔ اور نوجوان لڑکے جو مانیٹر کہلاتے ہین تعلیمی انتظامات کے ذمہ دار ہوتے ہین۔ اسکے بعد

لنکاسٹر نے اپنا نظام تعلیم مشرح طور پر بیان کیا۔ خاتمہ کلام پر بادشاہ نے کہا۔ لنکاسٹر مجھے تمہارا طریقہ تعلیم بہت پسند ہے۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ میری سلطنت مین ہر ایک غریب بچہ انجیل پڑھنا سیکھ جائے۔ اس مقصد کی ترقی کے لئے مین تمہاری خواہش کے مطابق عمل کرنے کے لئے طیار ہون۔

لنکاسٹر نے کہا۔ کہ اگر حضور میرے طریقہ تعلیم کو دل پذیر و قابل تعریف خیال فرماتے ہین۔ تو مین حضور کی ارشاد پر ملک کے ہر گوشہ مین اس تعلیمی انتظام کے متعلق وعظ کرنے پر طیار ہون۔ تاکہ تھوڑے ہی عرصہ مین مملکت مین نمایان ترقی کا ظہور ہو بادشاہ نے فی الفور ایکسو پونڈ سالانہ اپنی گرہ سے دینا منظور فرمایا۔ اور پچاس پونڈ اپنی ملکہ اور پچیس پچیس پونڈ شہزادیون سے دلوائے۔ لنکاسٹر نے اظہار شکریہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضور کی یہ فیاضانہ بخشش امراء قوم کے لئے ایک زندہ مثال ہوگی۔ پھر ملکہ نے بادشاہ سے کہا۔ کہ کیسا ظلم ہے۔ کہ ایسے فرد بشر کی ترقی کو روکنے کے لئے دشمن کوشان رہین۔ بادشاہ نے فرمایا کہ نیک آدمی اپنے کامون کا عوض عقبے مین ڈھونڈتے ہین۔ لنکاسٹر کی کامیابی اور شہرۂ آفاقی کا کافی ثبوت اسکی رپورٹ سے ظاہر ہے جو کہ سنہ ۱۸۱۱ء مین شائع ہوئی۔ کہ اسنے قریب ستر جگہ وعظ کئے۔ تین ہزار ساتسو پچھتر میل سفر کیا۔ قریب پینتیس[۳۵] ہزار حاضرین کو مخاطب کرکے سولہ سو ساٹھ[۱۶۴] پونڈ چندہ فراہم کیا۔ علاوہ اسکے پچاس اسکول کھولے گئے جنمین قریب پندرہ ہزار طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔

جنوبی امریکہ کے ممالک نے لنکاسٹر کے طریقہ تعلیم اور طرز عمل کی تقلید کرنے کی خواہش کرتے ہوئے کئی ایک زندہ دل نوجوانون کو بارورو ڈپر بھیجا۔ تاکہ وہ اسکے نظام سکول کو سیکھین اور اپنے ممالک مین رائج کرین۔ پس کئی اسکول لنکاسٹر کے نقش قدم پر امریکہ مین جاری ہوئے۔ ڈیوک آف کینٹ نے بھی لنکاسٹر کے انتظامات اپنے آرمی اسکول مین مروج کئے۔

لنکاسٹر کے مدارس مین مانیٹرون کے کام کے متعلق ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ اسکے

مدرسے کی دوسری امتیازی صفت ریت کی میزون پر لکھنا سکھانے کا رواج تھا۔ دراصل یہ طریقہ اسکے حریف ڈاکٹر بیل کی ایجاد تھا۔ ڈاکٹر بیل کو مدراس مین ہندوستانی لڑکون کو اپنی انگلیون کے ساتھ ریتیلی زمین کے اوپر لکھتے ہوئے اور تصویرین کھینچتے ہوئے دیکھکر میزون کے اوپر ریت پھیلاکر لکھنے کا طریقہ سوجھا تھا۔

لنکاسٹر کو جسمانی سزا سے دلی نفرت تھی اور وہ ہمیشہ سزا دینے کی نئی نئی ترکیبین اپنے ذہن سے نکالتا رہتا تھا۔ شریر لڑکون کو ایک ٹوکری مین بٹھلاکر چرخی کے ذریعہ مدرسہ کی چھت سے لٹکا دیا جاتا تھا جہان وہ قیدی پرندون کی طرح پنجرہ مین بند اپنے ہم جماعتون کا مضحکہ بنے رہتے تھے۔ ان تجاویز مین ایک بھاری نقص یہ ہے کہ طلبا کو شرارت کرنے پر ہنسنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور عبرت حاصل کرنے کے بجائے وہ اس قسم کی سزا کو آلہ تفریح بنا لیتے ہین۔ لنکاسٹر دوسو یا بارہ بچون کی چھوٹی جماعتون کو نصف دائرہ مین کھڑا کرنا پسند کرتا تھا اور کمرے کے وسط مین لکھنے کی میزون کو جمع کرتا۔ لیکن سب باتوں سے قطع نظر کرکے اسکے نظام تعلیم کی سب سے بڑی خصوصیت بچون کی بہت بڑی تعداد کو نہایت ارزان طریقہ سے تعلیم دینا تھی اسکا عقیدہ تھا کہ زیادہ تعداد مین بچون کے ملجلکر رہنے سے انکے دلون مین مستعدی اور حسن کارگذاری کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جس طور سے اسنے استادون کے مسئلہ کو حل کیا تھا وہ بھی قابل داد ہے۔ استادون کو کوئی خاص تعلیم نہین دیجاتی تھی۔ وہ صرف تین ماہ کے لئے لنکاسٹر کے مدرسہ مین مانیٹرون کے ساتھ ملکر کام کرتے تھے اور اس طرح عملی واقفیت حاصل کرنے کے بعد وہ جداگانہ مدارس مین استاد بننے کے قابل ہوجاتے تھے۔

لنکاسٹر کا بچپن عام لوگون سے بالکل مختلف تھا ۱۸۰۵ء مین جبکہ اس نے بادشاہ سے ملاقی ہونے کا شرف حاصل کیا اسکا درجہ ترقی اعلےٰ چوٹی تک پہنچ گیا۔ بہت سے لوگ اسکے دوستی کا دم بھرنے لگے اور ان سے اسے مالی امداد بھی پہنچنے لگی

مگر اُسے زیادہ پرواہ نہ تھی۔ اسمین دور اندیشی کا مادہ نہ تھا۔ اسلئے خواہ کیسی ہی بڑی رقم اسے بطور مدد ملتی تھی۔ وہ اسکے سنبھالنے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ جب کبھی اسے کوئی بڑی رقم ملتی۔ وہ اسے یا تو اپنے طلبا رکے اخراجات برداشت کرنے اور اُنکے لئے انعامات و تحائف خریدنے مین ضائع کر دیتا تھا۔ یا اپنے ہر دل عزیز متعلمان پر اپنے طیار کردہ وعظ و اسباق بذریعہ تجربہ و مشاہدہ شرح بیان کرنے مین صرف کر دیتا تھا۔ ۱۸۱۱ء مین اسنے آئرلینڈ مین سفر کیا۔ اور وہان بھی ڈبلن مین ایک اسکول اسی طرز کا کھولا۔ جسنے اس ملک مین اسکے ایک شاگرد کے ماتحت بہت شہرت حاصل کی۔ آئرلینڈ کے کئی بڑے بڑے شہرون مثلاً بل۔ نیوکیسل۔ یارک وغیرہ میں اسکا خاص طور پر استقبال ہوا۔ اور تقریباً ہر ہفتہ اسکے مجوزہ انتظام و طریق پر اسکول کھلنے شروع ہوئے۔ اس عرصہ مین اسکے خطوط سے اور جوش اور استقلال کی صدائین نکلتی تھین۔ مگر ذرہ بھر اختلاف الرائے بھی اسکے جوش کو مدہم کر دیتی تھی۔ اور اسکی اُمیدون پر پانی پھیر کر اسے عالم مایوسی مین ڈالدیتی تھی۔ وہ اپنے کامیابی اور ناکامی کو پُرجوش مبالغہ سے بیان کرنے اور ہر واقعہ کو جو کہ اسکی طبیعت کو بتدریج مضمحل یا خوش کرتا تھا۔ از جانب الٰہی سمجھنے کا عادی تھا۔

اسکا ایک دوست لکھتا ہے "کہ ایک دفعہ مین بارو روڈ پر اسکا طرز تعلیم دیکھنے کے لئے گیا۔ اور تھوڑی دیر لنکاسٹر سے گفتگو کرنے کے بعد مین نے اظہار خوشی مین دس پونڈ کا نوٹ اسکے ہاتھ مین دیا۔ تو وہ بُت کیطرح کھڑا ہوگیا۔ کانپنے لگا اور زار زار رو کر میرے پہلو مین گر پڑا اور چلایا! تو نہین جانتا کہ خدا نے تمھین مجھے خطرہ سے محفوظ کرنے اور میرے انتظام کو تباہی سے بچانے کے لئے بھیجا ہے"

اسکے مذہبی خیالات کا اسکی کوتاہ اندیشی پر خاص اثر ہوا۔ اور خطرات سے محفوظ رکھنے مین وہ بہت ممد و معاون ہوا۔ ایک دفعہ لنکاسٹر قرضہ کی علت مین پکڑا گیا اور تین دن تک قید خانہ مین رہا۔ لیکن ایام قید مین کوئی اندیشناک حالت اسپر طاری ہوئی۔ اور وہ وہان ایسا ہی خوش تھا۔ جیسے یوسف علیہ السلام قید مصر مین کچھ عرصہ کے بعد اسنے ایک افسر

التجا کی - کہ اسے دوسرے قید خانہ میں رکھا جائے - اور دوران تبدیلی مین اسے تھوڑی دیر تک گھر جانے کی اجازت دی گئی - جب وہ گھر پہونچا - اسکے اہل وعیال - خویش واقربا - احباب وشاگرد اسکے گرد فراہم ہوئے - اور اظہار افسوس مین دست تاسف ملنے لگے - کچھ دیر تک ان سے گفتگو کرنے کے بعد لنکاسٹر نے اپنے پہرہ دار سے کہا - کہ دوست! جب کبھی مین گھر ہوتا ہون - مین اپنے احباب کو انجیل پڑھ کر سُنانے کا عادی ہون - مجھے اُمید ہے - کہ آپ کو بھی شریک ہو کر سُننے مین اعتراض نہ ہوگا - وہ بھی اندر داخل ہوا اور سُننے بیٹھ گیا - لنکاسٹر نے ایک دو باب ختم کرنے کے بعد نماز پڑھنی شروع کی جس سے پہرہ دار کے دل پر ایسا اثر ہوا - کہ وہ بھی اسکا خیر خواہ ہوگیا - نماز کے بعد لنکاسٹر نے کہا - کہ اب تمہارے ساتھ چلنے کو طیار ہون - مگر لنکاسٹر کے طرز گفتگو اور طریق عبادت اس افسر کے دل پر ایسے کالنقش فی الحجر ہوئے - کہ اسنے اپنے قیدی کی کفالت کا ذمہ لیا - لنکاسٹر کے زندگی مین یہی ایک رنج وہ واقعہ نہیں ہے - بلکہ اسکی عمر کا آخری حصہ مصائب اور آلام کی ایک مسلسل داستان ہے -

۱۸۰۸ء مین چند شرفا اسکی مدد کے لئے تیار ہو گئے - اور اسکے سب قرضہ بیباق کردیے گیے اور اسکے ٹرسٹی بنکر اس انجمن کو مرتب کیا جسکا نام ابتداء مین شاہی لنکاسٹری سوسائٹی تھا - بعدازان برٹش اور فارن اسکول سوسائٹی اسکا نام پڑا لیکن افسوس کہ اسکی طبیعت کی جبلی آزادی کے باعث انکی یہ فیاضانہ مدد کسی کام نہ آسکی - ٹرسٹیون کی خواہش تھی کہ اسکی خدمات سے فائدہ حاصل کرین اور وہ اسکے ساتھ عزت اور فراخ دلی سے پیش آنے کے لئے تیار تھے - لیکن اسکی ناقابل عمل تجاویز فضول اُمنگین اور سب سے زیادہ اسکا یہ خیال کہ انھون نے اُسے ایک ماتحت ملازم بنانے سے اسکی ہتک کردی ہے - ٹرسٹیون کے ساتھ ملکر کام کرنے کے منافی تھین چنانچہ ان سے ناراض ہو کر اُس نے انجمن سے اپنا قطع تعلق کرلیا اور دوسری جگہ ایک پرائیوٹ مدرسہ کھولا - یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوالیہ ہوکر شکستہ دلی کے ساتھ اسے وطن کو خیرباد کہکر ۱۸۱۸ء مین امریکہ جانا پڑا -

قاعدہ ہے کہ ہر ایک نئی چیز لوگون کو مرغوب ہوتی ہے۔ شروع شروع مین لنکاسٹری کو امریکہ مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی۔ اسکا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا گیا اور ممالک متحدہ مین اسکی تقریرین بڑے شوق سے سنین گئین اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سابقہ اعزاز کا ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ اگر اسکے ان خطون کا مطالعہ کیا جاے کہ جو اسنے ان دنون وطن کو لکھے تو اسکے دلی جذبات کا پتہ چلتا ہے وہ اپنے دوستون کو کاذب اور بیوفا کہکر ملامت کرتا تھا اور بڑے وثوق کے ساتھ انھیں اس امر کا یقین دلاتا تھا کہ جو خدائی کام اسکے سپرد کیا گیا اب پہلی مرتبہ پورے طور پر انجام پذیر ہوگا لیکن ع تدبیر کند بندہ تکبیر کند خندہ۔ افسوس کہ نئی شہرت کا ملمع بہت جلد چھوٹ گیا۔ اُسکی پُرانی عادتین پھر عود کر آئین۔ اسکے نئے دوست اس سے برگشتہ ہو گئے اور یہان بھی وہ قرض اور افلاس کے پنجہ مین جکڑ گیا۔ بیماری سے تنگ آکر وہ کچھ عرصہ کے لئے ویسٹ انڈیز چلا گیا اور جب چند ماہ کے بعد نیویارک واپس آیا تو وہان کی کارپوریشن نے اسکی حالت زار پر رحم کھاکر اسے پانچسو ڈالر جو تقریباً ۱۶۰۰ روپیہ کے برابر ہوتے ہین بطور عطیہ دئے۔

بعض احباب کے مشورہ سے وہ کچھ عرصہ کے بعد کینڈا گیا اور اسنے ادہر لکچر دینے شروع کئے۔ کسب معاش کے لئے۔ اسنے مونٹریل پر اسنے ایک پرائیوٹ مدرسہ کھولا جو حساب کتاب کی بیقاعدگی کے باعث اچھے طور پر کامیاب نہ ہوا۔

اس آخری حصہ کے خطوط اور روزنامچہ کا مطالعہ بہت دردانگیز ہے اتوار کے دن اسکا معمول تھا کہ اپنے مدرسہ کے کمرہ مین جس مین کسی قسم کی آسایش یا آرایش کا سامان نہ تھا تنہا بیٹھکر غور و فکر مین مشغول رہتا۔ اسکے دل مین یہ حسرت تھی کہ جو طاقت اسکے جوانی کے ایام مین اسکی رہنما تھی اسکی مدد سے ایک دفعہ پھر وہ ایک نئے باب کا افتتاح کر سکے۔ انگلستان مین اسکے چند دوستون نے اسکے گذارہ کے لئے سالانہ پنشن مقرر کر دی لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ انگلستان لوٹنے اور اپنی سابقہ فتوحات کو اعلےٰ پیمانہ پر دوہرانے کے لئے بیتاب ہو گیا۔ اُسکی خواہش تھی کہ وہ از سر نو اپنے حریفون کو

نیچا دکھا سکے اور دس ہزار ان پڑھ بچون کو تین ہفتہ سے تین مہینہ کے اندر روانی کے ساتھ پڑھنا سکھا دے۔ لیکن افسوس یہ باتین سب خواب و خیال ثابت ہوئین۔ اکتوبر ۱۸۳۸ء مین نیو یارک کے بازار مین وہ ایک چھکڑے کے نیچے کچل گیا اور چند گھنٹے بعد اکاون برس کی عمر مین اسی حادثہ کے باعث مر گیا۔ لنکاسٹر کی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے دو باتین متضاد دکھائی دیتی ہین اُسکا دماغ واقعی بڑی بڑی تجاویز سوچ سکتا تھا لیکن اُسمین ان تجاویز کو عملی جامہ پہنا کر کامیاب بنانے کی صلاحیت نہ تھی۔ وہ ٹھیک حساب رکھنا نہین جانتا تھا اور جیسا کہ ہر ایک خود رائے آدمی کا قاعدہ ہوتا ہے۔ وہ دوسرون کی تنقید سُننے یا انکے مشورہ سے فائدہ اُٹھانے سے قاصر رہتا تھا اسکی زندگی نمایان کامیابی اور فاحش ناکامی کے مجموعہ کا ایک عبرت انگیز نظارہ ہے۔

لنکاسٹر کی تحریک کے دوش بدوش ڈاکٹر بیل کی تحریک فروغ حاصل کر رہی تھی۔ ڈاکٹر بیل ایک حجام کا بیٹا تھا۔ لنکاسٹر سے عمر مین پچیس برس بڑا تھا اور تھوڑی سی تعلیم حاصل کرنیکے بعد وہ ایک شاگرد کے ساتھ بطور ایک پرائیویٹ اُستاد کے ورجینا گیا جہان اُس نے تمباکو کی تجارت کر کے چار یا پانچ سال مین تیرہ چودہ ہزار کا سرمایہ جمع کر لیا۔ انگلستان واپس آنے پر وہ گرجا کے ایک عہدہ پر ممتاز ہوا اور ۱۷۸۷ء مین بغرض علم طبیعات کی تعلیم دینے کے ہندوستان مین آیا۔ وہ نہایت چست و چالاک شخص تھا اور اپنے اوصاف کو وہان کے گورنر اور دیگر معزز اشخاص کے توجہ مین لانے کے باعث اُسنے غیر متوقعہ کامیابی حاصل کی وہ ایک یا دو عمدہ فوجی عہدون اور فوجی سپرنٹنڈنٹ میل اورفن اسیلم مدراس کے دفتر مین مقرر کیا گیا تھا۔ اس محکمہ مین ایک نوجوان نائب نہ ملنے کی دقت نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسکول کو چھوٹے چھوٹے درجون مین منقسم کر دے اور بڑے لڑکون کو چھوٹے چھوٹے بچون کے پڑھانے کو مقرر کرے۔ اس تجربہ کی کامیابی بہت ہی زیادہ ہمت افزا تھی۔ وہ کہتا ہے "مین خیال کرتا ہون کہ مین نے بہت بڑی ترقی کی ہے اور غالباً ملکی نسلون کے اخلاق مین ایک کامل تبدیلی پیدا کر دی ہے"

۱۷۹۶ء مین وہان واپس آنے کے ایک سال بعد اس نے ایک رسالہ شائع کیا

جسکا نام "تعلیم مین تجربہ جو میل اسیلم مدراس مین کیا گیا" رکھا۔

اسمین یہ تجویز پیش کی گئی تھی لڑکے مدرسے یا خاندان مین زیر نگرانی اپنے استاد یا والدین کے تعلیم حاصل کرسکین۔ ہندوستان مین اپنے ایام سکونت مین وہ اور بھی کئی طریقون مین کامیاب ہوا۔ چونکہ کچھ ان ناقابل عالو طریقون سے جنکے ذریعہ سے کمپنی کے زمانہ مین ہندوستان مین دولت پیدا کی جاتی تھی۔ اسنے بحیثیت ایک پادری اور معلم ہونے کے چھبیس ہزار پونڈ پیدا کئے (چھبیس ہزار پونڈ برابر تین لاکھ نوے ہزار روپیہ کے ہوتے ہین)۔

اسکا رسالہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون کی نذر کیا گیا اور پادریون مین تقسیم ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مین سے بہت سے عام تعلیم کے فوائد کو سمجھنے لگے۔

پس انگلستان کے مختلف حصون مین اسی طریق پر اسکول قایم ہونے شروع ہوگئے۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بلحاظ وقت کے اسکی اشاعت لنکاسٹر کی اشاعت سے چار پانچ برس پہلے شروع ہوئی تھی۔ لنکاسٹر نے اسے نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور بہت سے مفید مطلب اشارات کے لئے اپنی ممنونیت کا اظہار کیا ۱۸۰۴ء مین اسنے بیل کے پاس اپنی چند مشکلات لکھکر بھیجین۔ اور انکے متعلق اسکی راے دریافت کی۔ اسکے بعد وہ بیل کے پاس گیا۔ انکی ملاقات دوستانہ ہوئی۔ لیکن آخر مین رقابت باہمی نے اثر کیا گو اسمین زیادہ تر قصور دونون کے حامیون کا تھا۔ ان دونون کے مابین کسی قسم کی رنجش پیدا نہین ہوئی۔ بمقابلہ بیل کے لنکاسٹر آزاد خیال واقع ہوا تھا۔ گو وہ بظاہر کوئیکر؎ تھا اور اسکے تمام کامون مین مذہبی جھلک پائی جاتی تھی لیکن باین ہمہ وہ کسی فرقہ یا مذہبی جماعت کا ہم خیال نہ تھا اور اسی لئے اسکو بہت سے نکتہ چینون نے دہریہ اور لامذہب قرار دیا تھا۔ برعکس اسکے بیل کے نظام تعلیم مین سختی کے ساتھ مروجہ مذہبی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۱۱ء مین جو انجمن بیل کے نظام تعلیم کی حمایت کے لئے قایم ہوئی اسکا نام غربا کو گرجا کے مسلمہ اصولون کے مطابق تعلیم دلانے والی قومی سوسائٹی رکھا گیا۔ اس سوسائٹی نے علانیہ طور پر لنکاسٹر کے طریقہ نظام تعلیم کی مخالفت شروع کی۔ اسکی دیکھا دیکھی لنکاسٹر کے طرفدارون نے ۱۸۱۴ء

؎ QUAKER

میں شاہی لنکاسٹری سوسائٹی قائم کی جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اس طریقہ سے دنیا کو یہ خیال کرنے کا موقع ملگیا کہ بیل اور لنکاسٹر نے دو بالکل جداگانہ طریقے تعلیم کے رائج کئے ہین۔ حالانکہ امر واقعی یہ تھا کہ دونون کے مجوزہ نظامہائے تعلیم مین کوئی اصولی اختلاف نہ تھا دونون نے مانیٹرون کے ذریعہ تعلیم دلوانے اور ریت کے میزون پر لکھوانے کے طریقے رائج کئے۔

ہم دیکھ چکے ہین کہ لنکاسٹر کا آخری حصۂ عمر نہایت دردناک مصائب مین کٹا تھا اسکی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ لنکاسٹر کاروبار کے حسابی پہلو سے ناواقف تھا اور عملی آدمی ہونے کی بہ نسبت وہ وہمی اور خیالی پلاؤ پکانے والا واقع ہوا تھا۔ برعکس اسکے بیل ایک دوربین اور حساب دان آدمی تھا اسکی نظر ہمیشہ فائدہ کے کامون کی طرف لگی رہتی تھی اور بتدریج اسنے شہرت اور دولت کا وافر سرمایہ حاصل کرلیا۔ معمولی پادری سے وہ گرجا کے اعلیٰ ترین عہدون تک ترقی کرتا گیا گو وہ آرچ بشپ نہ ہوسکا لیکن اسنے اٹھارہ لاکھ کے قریب روپیہ جمع کرلیا اور ویسٹ منسٹرایبی مین اس کی مستقل یادگار قائم ہے۔ اسمین اُسے غریب لڑکون کی ایک جماعت کے پاس بیٹھے ہوئے دکھایا ہے۔ جبکہ مانیٹر انکو پڑھا رہا ہے۔

بیل کے اندوختہ سے بیل کے ٹرسٹیون نے بہت سے تعلیمی عہدے قایم کئے ہین۔ مسٹر میکل جان جوان عہدون مین سے ایک پر مقرر تھا بیل کی نسبت غیرمعمولی صداقت اور بیباکی کے ساتھ یون رقم طراز ہے۔

"وہ کوئی دلچسپ آدمی نہین تھا اور نہ کوئی بڑا آدمی تھا۔ انسانی سرشت کے متعلق اسکی رائے صائب نہ تھی۔ وہ پرلے درجہ کا تنگدل واقع ہوا تھا۔ اس کے دل و دماغ کو تعلیم یا ادبی تربیت چھو نہین گئی تھی۔ اُسنے چند ایک مشہور مصنفون (اسرو ملٹن۔ لاک وغیرہ۔) کا مطالعہ ضرور کیا تھا لیکن اسنے اُنھین اس غرض سے مطالعہ کیا تھا کہ وہ ان نتائج کو جنپر کہ وہ خود پہونچ چکا تھا انکے اصولون سے اور زیادہ مستند بنائے۔ اسکی ضخیم کتابون مین لٹریچر کا اتنا بھی پتہ نہین ہے جتنا کہ ایک بینک کی رپورٹ

یا انجمن کی کارروائی مین ہوتا ہے۔ تازیست اسکا وہی عقیدہ رہا جو کہ اسنے امریکہ کے دو طالبعلمون سے ٹیوٹر ہونے کی حالت مین کیا تھا" یہ خیال ہے کہ خوشنویسی ہر ایک قسم کی لاطینی یا یونانی تعلیم سے بہتر ہے" اور ترقی کرنے کے بعد بھی اسکے نزدیک مدرسے یونیورسٹیان اس لئے مقبول نہین کہ لوگ وہان تعصبات سیکھتے ہین۔ اس کا مرکزی خیال جسمین اسے حد درجہ کا انہماک تھا تمام دنیا پر نظام مدراس یعنی (اپنے مجوزہ تعلیم کی خصوصیات اور برکات کا پھیلانا تھا")

آج دنیا مین ان دونون کے نام تاریخی لحاظ سے باقی ہین ورنہ مدت ہوئی کہ ان کے مخصوص طریقہائے تعلیم متروک ہو چکے اور ان کی تصنیفات نسیاً منسیاً ہو گئین۔

فیروز الدین مراد

لڑائی کے شروع مین ایک ضلع مین ایک پنشن یافتہ سپاہی صاحب کلکٹر کے پاس گیا اور کہا کہ صاحب مین سنتا ہون کہ ایک بڑی لڑائی اس وقت ہو رہی ہے اس لیے مین بھرتی ہونا چاہتا ہون۔ صاحب کلکٹر نے کہا کہ تم میری رائے مین بہت زیادہ بڈھے ہو۔ اسپر سپاہی نے یہ جواب دیا۔ ہان صاحب مجھے بھی خوف تھا کہ آپ ایسا خیال کرین گے لیکن آپ اسکی کچھ پروا نہ کیجئے۔ میرے بیٹے اور بھتیجے ۲۱ کس یہان موجود ہین چونکہ مین نہین جا سکتا ہون لہذا آپ سب کو لے لیجئے۔ اگرچہ مین بڈھا ہون لیکن مین آپ سے عرض کرتا ہون کہ ان بارہون سے زیادہ کام کا ہون۔ یہ شخص قوم چھتری تھا۔

جناب جلیل

حضرت جلیل القدر جلیل کے سوانحی حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مثل دیگر مشاہیر زمانہ کے وہ بھی معمولی حالت سے محض اپنے قابلیت ذاتی سے غیر معمولی امتیازی درجہ پر فائز ہوئے۔ جناب جلیل نے رامپور مین حضرت امیر مینائی کے فیض صحبت سے شاعری مین وہ دستگاہ بہم پہونچائی تھی جس سے انکا درجہ شاگرد رشید سے استادی کے درجہ پر پہونچ چکا تہا اور نقادان سخن نے اس بات کو مان لیا تہا کہ غزل گوئی مین وہ اپنے استاد کا رنگ اتنا پیدا کرتے ہین کہ بعض مواقع پر استاد شاگرد کا رنگ ملجاتا ہے۔ رامپور نے شعرائے باکمال کی جو قدردانی کی وہ بہت کچھ مشہور اور اپنی آپ نظیر ہے لیکن بعض وجوہ سے جناب جلیل نے مع صاحبزادگان جناب امیر مینائی کے ریاست رامپور سے قدم نکالا اور حیدرآباد پہونچے۔ حیدرآباد مین عالی جناب مہاراجہ سرکشن بہادر بالقابہ کا وہی درجہ سمجھنا چاہیے جو حکومت مغلیہ مین خانخانان کا تہا۔ خانخانان محض سخن فہم نہ تھے۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ علیٰ ھذا مہاراجہ سرکشن بہادر بھی سخن فہم سخنور کامل ہین۔ اور نہ صرف اردو کا مذاق رکھتے ہین بلکہ فارسی مین بھی بہت سنجیدہ طرز سخنوری حاصل ہے۔ ایسے فیاض اور والعزم اور رئیس اعظم تک جناب جلیل کی رسائی اور ان کے درودات پر تادیر قیام کیونکر کامیابی کا ذریعہ نہ ہوتا۔ مہاراجہ صاحب بہادر خوردان اصحاب سے مسلوک ہوتے ... جب انکی فیض رسانی کا دریا جوش مین آیا تو انہون نے جلیل وغیرہ کی اپنے آقا ... مکان حضور نظام سادس) کی خدمت فیضدرجت مین سفارش فرمائی۔ مہاراجہ ... اور انکی سفارش گویا تقدیر و تدبیر کا ہم آغوش ہونا تہا۔ آخر کار مثل داغ کے ... دکن کی اُستادی کا فخر حاصل ہوا۔ حضور نظام خلد مقام بنفس نفیس شاہ ... شعرا تھے اس لئے جناب جلیل کی وہ عزت افزائی کی جو شاہون کے شایان ہے۔

جناب جلیل کی غزل گوئی جن خوبیون سے مالامال ہے انکو ...

جناب جلیل نازک خیالیوں کے ساتھ زبان کی خوبیاں حد درجہ ملحوظ رکھتے ہین اور یہی بات ان کی غزل گوئی کی جان ہے۔ مختلف جذبات اور خیالات کو اختصار طریقہ سے موزون کر دینا اتنا مشکل ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے سے اکثر شاعر عاجز نظر آتے ہین۔ یہی معمولی باتین۔ جب لطف بیان کے ساتھ موزون ہوجاتی ہین تو وہ دل پر غیر معمولی اثر ڈالتی ہین اور مشہور اساتذہ اردو کی استادی انہین خوبیون کی وجہ سے مانی جاتی ہے۔

مہاراجہ صاحب بہادر کی سفارش ہی نہ بے محل تھی اور نہ حضور نظام خلد مقام کی قدر افزائی بے موقع تھی۔ دکن کو اردو کا مولد بتلا دیا کہنا بیجا نہ ہوگا۔ دلی نے اس سرزمین مین شہرت و نمود کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ اگر خسرو دکن داغ و جلیل کی قدردانی نہ فرماتے تو پھر کون قدر کرتا۔ الحمد للہ کہ موجودہ فرمانروائے دکن بھی اہل ہنر کی شاہانہ قدردانی فرماتے ہین۔

جناب جلیل کا پہلا دیوان "تاج سخن" جب شائع ہوا تو تمام اہل سخن نے اسکو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور سچے دل سے جناب جلیل کی سخنوری کی داد دی۔ تاج سخن دراصل سخنوری اور رنگ تغزل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ دوسرا دیوان بھی اسی استادانہ رنگ مین طبع ہوکر مقبول عالم ہوا۔ جناب جلیل نے مشہور اساتذہ کی طرحون مین غزلین لکھ کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ شاعرانہ دل و دماغ رکھتے ہین اور مضامین آفرینی کے ساتھ سیر گو بھی حد درجہ کے ہین بعض طرحون مین دو غزلہ سہ غزلہ لکھا ہے اور انہین زیادہ تر اشعار دلکش ہین بھرتی کے اشعار شاذ و نادر ہی ہونگے۔ سیدھی سادی نرم زمینون مین تو جناب جلیل میرے پیر و نظر آتے ہین سنگلاخ زمینون مین وہ دقت پسند شعرا کے مقلد ہین جناب داغ کی طرحون مین جو غزلین لکھی ہین وہ دیکھنے کے قابل ہین جناب جلیل نے فن عروض اپنے نامور استاد سے حاصل کیا اور عربی فارسی مین انکی قابلیت مثل بعض دیگر اساتذہ اردو کے ہے۔

رامپور ہی مین انکی مشق سخن تکمیل کو پہونچ چکی تھی۔ اساتذہ کی مستقل صحبت اور شعرائے سابق کی کلام کی سیر بالاستیعاب نے انکے کلام مین استادانہ خوبیان پیدا کر دین۔ جس غزل کو دیکھیے اسمین دو چار شعر تڑپا دینے والے موجود۔ اور معمولی شعر بھی سادگی اور صحت منہوم کو لئے ہوئے۔ زبان کی صفائی اور حسن بیان ثابت کر رہا ہے کہ وہ قادر الکلام ہین۔ سادگی۔

دگی۔ سوز و گداز۔ درد۔ ادا بندی سب ہی کچھ کلام مین موجود ہے متصوفانہ مذاق مین جو شعر کہے ہین وہ ارباب تصوف کی جان اور اہل معرفت کی روح روان ہین۔

ذیل مین کچھ انتخاب آپ کے دیوان سے دلچسپی ناظرین کے لئے کیا جاتا ہے۔

(حمد)

ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا — جس نے دُرِ سخن سے بھرا منہ خلیل کا

یارب بتون کو کعبہ دل سے نکال دے — صدقہ نبی کا واسطہ اپنے خلیل کا

ہر بہر کے آہوان حرم رہتے ہین وہین — پھندا گلے مین ہے کسی چشم کحیل کا

مطلع مین جلیل کے قافیہ نے دونا لطف پیدا کیا ہے کوئی بلیغ اور ادق مضمون نہیں ہے مگر صفائی کے لحاظ سے مطلع بہت دلچسپ ہے۔ دوسرے شعر مین کعبہ دل سے بتون کے نکالے جانیکی دعا اور واسطہ مین نبی خلیل کا پیش کرنا عجیب لطیف خیال ہے کعبہ سے تو بت مدت ہوئی نکال دیئے گئے لیکن عشاق کے کعبہ دل مین اب تک جاگزین ہین مگر یہان بتون سے مراد ہوا و ہوس لیجائے تو بجا ہوگا بیشک ہوا و ہوس جب تک ہے دل پاک نہین ہو سکتا۔ اسلیے نبی خلیل کا واسطہ دیتے ہین کہ ان کے طفیل مین ان کو دل سے نکال دے۔ یعنی پاک کردے تاکہ تیری یاد مین حقہ دلطف آئے۔ تیسرا شعر بھی قابل داد ہے۔ آہوان حرم کی گردن مین جب کسی کی چشم کحیل (سرگین) کا پھندا ہے تو وہ کہان بھاگ کر جا سکتے ہین۔

(عاشقانہ)

ناوک اُسکا کبھی خطا نہ ہوا — طایر سدرہ تک نشانہ ہوا

اُڑ گیا رنگ رخ بھی ہوش کے ساتھ — سچ تو یہ ہے کوئی مرا نہ ہوا

بولے جھنجلا کے جب گلا نہ کیا — اک مصیبت ہوئی گلا نہ ہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible] زبان کا رنگ پایا جاتا ہے۔

[illegible]

مجھکو تو مرض ہے بیخودی کا ❊ زاہد کو گمان ہے بیکشی کا

وہ دل کی جگہہ لگا ہین برچھی ❊ پہلو نکلے تو دل لگی کا

بلبل کی بہار مین نہ پوچھو ❊ منھہ چومتی ہے کلی کلی کا

ہائے کیا لذت بھری تھی تیغ ناز ❊ زخم روتے ہین کدہر قاتل گیا

تم جو آئے مجہپر کیا احسان ہے ❊ دل ملا تم کو مجھے کہا دل گیا

پہلا شعر اپنے رنگ مین بالکل نیا اور حسرت کا بادہ ہے تیغ ناز کی لذتین اس غضب کی تہین کہ اسکے زخم اسکو یاد کرکے رو رہے ہین۔ رونے مین عجیب لطف پیدا ہوا ہے ایک تو یہ کہ وہ شدت درد سے رو رہے ہین دوسرے یہ کہ تیغ ناز کی جدائی مین رو رہے ہین۔ دوسرے شعر مین کیا حسن بیان ہے اور ایک سیدہی بات کو کس طرح ظاہر کیا ہے معاملت حسن و عشق کو اس سے زیادہ خوبی سے لکھنا محال ہے معشوق سے یہ کہنا کہ تم آئے تو مجہپر کیا احسان ہے تم آئے تو مجہسے دل لیا اور اب اپنے گھر چلے جاؤ گے اور میری بیدلی دونی ہوگئی کیونکہ دل اور تم دونون جدا ہوتے ہین۔

رونا ہمارا ہے یہ آٹھ پہر بار کیسا ہوا ❊ آنکھون کو روگ لگ گیا دیدار کیا ہوا

دیوانہ نازکی کا ہون ہلکا سا طوق ہو ❊ اترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا

مطلع جیسا عاشقانہ رنگ مین ہے ظاہر ہے دوسرے شعر کے مصرعہ ثانی مین عجیب بات پیدا کی ہے چونکہ معشوق کی نزاکت سے دیوانگی پیدا ہوئی ہے اسلئے آہنی طوق کے عوض ایک ہلکا سا طوق چاہتے ہین۔ اور پھر معشوق سے سوال کرتے ہین کہ آخر تیرے گلے کا اترا ہوا ہار کیا ہوا۔ وہی کیون نہ مجھے پہنا دیا جائے۔

ہر ادا مین ایک جدت ہر نگہ مین تازہ حسن ❊ بن سنور کر آپ جب نکلے نیا عالم ہوا

لب نہ کھلتا ہے لب شکوہ۔ روتی ہے یہ آنکھ ❊ ایک بوسہ کتنے زخمون کے لئے مرہم ہوا

ہر دو اشعار کا لطف جداگانہ ہے زخمون کے لئے بوسون نے مرہم کا کام کیا ہے۔

ہم سے بگڑ گئی ہے تو اب تیغ کھینچئے		سر رکھ کے کیا کرین گے جو سودا نہین رہا

عجیب رنگ کا شعر کہا ہے۔ کہتے ہین جب تم (معشوق) ہم سے خفا ہی ہو گئے تو تلوار سے ہمارا سر جدا کر دو اسلئے کہ جب سودائے عشق ہی نہین تو ہم سر رکھ کے کیا کرین گے۔ مطلب یہ کہ جب تم خفا ہو تو زندگی بیکار ہے جذبات عشق و محبت کو کس حسن سے بیان کیا۔

حال کیا دیکھین چمن مین نرگس بیمار کا		روگ کوئی دے گیا ہے حسرت دیدار کا

بام سے کس نے دکھایا جلوہ برق جمال		غش پڑا ہون مین ادھر سایہ اُدھر دیوار کا

زخم دینا بخیہ کرنا دونون مین قاتل کے ہاتھ		دھار ادھر تلوار کی ڈورا ادھر تلوار کا

پہلے شعر مین ادا بندی ہے۔ دوسرے شعر مین متصوفانہ مذاق پیدا ہو گیا۔ اسلئے کہ رنج و راحت اسی کے ہاتھ مین ہے۔

نگاہ گرم سے خورشید محشر نے اگر دیکھا		تو میرا ہاتھ ہوگا اور دامن تیری رحمت کا

اس شعر مین رحمت باری تعالیٰ پر خوب ناز کیا ہے خورشید محشر کو نگاہ گرم سے دیکھنے کی ممانعت کس پیرایہ مین کی ہے کیا عاشقانہ نیازمندی اور امید مغفرت ہے کہ اگر خورشید محشر نے نگاہ گرم سے دیکھا بھی تو تیرا دامن رحمت میرے ہاتھ مین ہوگا۔

دل مین جو ہر ہے صفائی کا تو صد چاک بھی ہے		کبھی آئینہ کبھی شانہ بنایا ہوتا

میرے خیال مین جناب جلیل کا یہ شعر بالکل نیا ہے۔ شاید ہی کسی شاعر نے دل مین یہ دو وصف دکھائے ہون کہ وہ آئینہ بھی ہو اور شانہ بھی۔ ثبوت کتنا کامل ہے۔ صفائی کی وجہ سے آئینہ اور صد چاکی سے شانہ۔

(ولہ)

یارتک پہونچا دیا بیتابیٔ دل نے ہمین		اک تڑپ مین منزلون کا فاصلہ جاتا رہا

بیخودی مین محو نظارہ تھے ہم کیون چونک اٹھے — ہائے وہ اپنے مزے کا مشغلہ جاتا رہا

دونون اشعار مندرجہ بالا مین جو خوبیان ہین وہ استادانہ شان سخنوری کو دکھا رہی ہین۔ پہلے شعر مین بیتابی دل کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ اس نے ایک ہی تڑپ (کمال محبت) نے فاصلہ منزل کو مٹا کر یار تک پہونچا دیا۔ دوسرے شعر مین بیخودی نظارہ کی حالت دکھائی ہے بالکل نیا مضمون ہے

(ولہ)

دوری منزل مقصود کی کچھ حد ہی نہین — آج تک نالہ مرا گرم سفر ہے کہ جو تھا

کیا شعر کہا ہے منزل مقصود کے بعید المسافت بلکہ بے انتہائی کو ثابت کر رہے ہین کہ مدتون سے میرا نالہ گرم سفر ہے مگر منزل مقصود تک نہین پہونچ سکا۔

(ولہ)

دل چیخ اٹھا خیال جو ابرو کا آگیا — خنجر لگا گیا کوئی خنجر لگا گیا

اس مطلع کے مصرعہ ثانی مین جو خاص کیفیت بیقراری و آہ وزاری کی ہے وہ لطف زبان سے متعلق ہے اسکی تو بیان لفظون مین نہین ادا ہو سکتین۔ خیال ابروے یار مین دل یہ کہکر چیخ اٹھا کہ ہائے کسی نے خنجر ماردیا عجیب بات ہے۔ حسن بیان کے ساتھ تناسب الفاظ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

کھلنا غضب تھا ہائے وہ زلف سیاہ کا — اٹھا اک ابر اور مرے دل پہ چھا گیا

کیا شعر کہا ہے۔ زلف سیاہ کا کھل کر ابر بننا اور عاشق کے دل پر چھا جانا عجیب دلکش منظر ہے شعر کیا کہا ہے مصوری کی ہے۔

عشاق روز حشر عجیب شان سے چلے — ہر اک کے سر پہ سایہ گیسوے حور تھا

جناب جلیل نے اس شعر مین عشاق کی توقیر و عظمت کو خوب ثابت کیا ہے میدان حشر مین حورون کا اپنے گیسو کے سایہ مین عشاق کو لے چلنا عجیب بات ہے۔ غالب نے بھی ایک شعر مین شہیدان عشق کی توقیر و مرتبت اس شعر مین خوب ظاہر کی ہے۔

اک خونچکان کفن مین ہزارون بناؤ ہین پڑتی ہے آنکھ تیری شہیدون پہ حور کی

میرے خیال مین جناب جلیل کا شعر بھی مزہ اور مضمون کے لحاظ سے کم درجہ کا نہین ہے اسی زمین مین ایک شعر باعتبار نازک خیالی صائب کے رنگ کا ملاحظہ ہو ہوا کو سنگ گران اور حباب کو شیشہ سے تشبیہ دی ہے۔ باعتبار شعر صداقت مین کوئی شبہ نہین رہتا۔

یعنی

موج ہوا حباب کو سنگ گران ہوئی لیتے ہی سانس شیشہ دل چور چور تھا

(ولہ)

حیرت فزا ہے جلوہ گر یار کس قدر جو در پہ آگیا اُسے دیوار کر دیا

دل پر جو تم ہو لوٹ یہ قدرت کی خدائی ہے یوسف تمہین بنا کے خریدار کر دیا

پست و بلند کوچہ قاتل کی تھی زمین بسمل نے لوٹ لوٹ کے ہموار کر دیا

درد دل کہہ کے انفعال ہوا کچھ اُسے کچھ مجھے ملال ہوا

دل بھر آیا ہے بار ہا سیکن زخم دل کا نہ اندمال ہوا

ذکر موسیٰ پہ یون چمک اُٹھے مجھکو بجلی کا احتمال ہوا

نکلنے کے لئے ارمان مرے دل مین مچلتے ہین مزا ہوتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا

جھلک پردہ کی تھی جس نے اُڑائے ہوش موسیٰ کے نہین معلوم کیا ہوتا اگر دیدار ہو جاتا

پہلے شعر مین محبوس ارمانون کے نکلنے کی تمنا کرتے ہین کہ اگر تیر یار سے میرے دل مین سوراخ ہو جاتا تو ارمان نکل جاتے لیکن کیا کیا جاے کہ سب تیر چھید کر رہ گئے ہین اور اس وجہ سے ارمان نہین نکل سکتے۔ دوسرے مین طور و موسیٰ کے مضمون کو کس پیرایہ مین لکھا ہے۔

(ولہ)

یہ حال ہے کہ اب اسکا بھی مجھکو ہوش نہین نثار کسپہ دل ناصبور مین نے کیا

نقاب اٹھا کے وہ کہنا ترا نہ ہوے گا کوئی بتاے کہ تو بیجا غرور مین نے کیا

پہلے شعر مین بے خودی عشق-دوسرے شعر مین معشوق کی زبان سے اظہار غرور حسن کا انداز ملاحظہ ہو-

ذیل کے اشعار مین جناب جلیل نے آخری شعر مین جو اظہار خیال کیا ہے اسکو مبالغہ اور تعلی نہین کہہ سکتے-

عشق اب میری جان ہے گویا — جان اب مہمان ہے گویا
سوز دل کہہ رہی ہے محفل مین — شمع میری زبان ہے گویا
جی بہلنے کو لوگ سنتے ہین — درد دل داستان ہے گویا
ہاے اُس عالم آشنائی نظر — ہر نظارہ مین جہان ہے گویا
اس سخن کا جلیل کیا کہنا — مصحفی کی زبان ہے گویا

ا-ز-لکھنوی

صلیب احمر

اگلے زمانے سے بڑے بڑے نیک خیال سورماؤن مین یہ دستور جاری تھا کہ زخمی سپاہیون کی بہت ہی اچھی طرح خبرگیری کی جاتی تھی- یہان تک کہ دشمن کی فوج کے زخمیون کی بھی خبرگیری کی جاتی تھی- مگر حقیقت مین اُنکی تکلیفین دل ہلا دینے والی ہوتین ۱۸۶۵ء مین سوئٹزرلینڈ کی حکومت نے ساری دنیا کی سلطنتون کی کانفرنس طلب کی جسمین یہ بات طے پائی کہ اگر کوئی سلطنت لڑائی لڑے تو وہ بیمارون اور زخمیون کو حفاظت مین رکھنے کی ہر ممکن تدبیر کرے اس سے کچھ بحث نہین ہو کہ زخمی کس قوم کا ہے- اس بات پر بھی اتفاق راے ہوگیا تھا کہ ہسپتالون- مریضون کی گاڑیون اور اُن کے عملہ اور وہان کے سازوسامان پر کبھی حملہ نہ کیا جائے- ان چیزون کو حملہ سے بچائے رہنے کے لیے یہ بات ضروری قرار دی گئی تھی- ان پر ایکسان نشان لگادیا جائے اور اتفاق راے سے یہہ نشان صلیب احمر کا پسند کیا گیا جو اتیار کا نشان ہو (صلیب کی صورت ✚ یہ ہے- احمر کے معنی ہین سرخ- اس وجہ سے کہ یہ سرخ ہی نشان ہوتا ہے-

مہادیوجی پر کام دیو کا حملہ[۱]

جون ہی کام دیو پہاڑ کی اوس چوٹی پر پہونچا نور آہی اوسکے ہم جلیس بسنت نے بھی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔ کام دیو کو اپنی طاقت پر جو کچھ غرور ہے وہ بسنت ہی کے سبب سے کامدیو بسنت کی مدد سے ہی بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ بسنت کیا ہے گویا کامدیو کی دوسری پر غرور شکل اور اسلیئے بسنت نے اپنے دوست کے ذاتی غرور کی تائید مین اپنا جلوہ گلزار عالم مین دکھایا۔ اوس پہاڑ پر بہار کا پر بہار منظر نظر آنے لگا۔ اور راون بزرگون کی سمادہی توڑنیکے اسباب نظر آنے لگے جو اوس پہاڑ پر ریاضت مین مشغول تھے۔

جسطرح سورت بیوقت خاوند کی جدائی سے تپ فراق مین مبتلا ہوکر ٹھنڈی سانسین بھرتی ہے۔ اوسیطرح جنوب کی سمت بھی غمزدہ ہوگئی۔ کیونکہ اپنے وقت سے پہلے ہی آفتاب جنوب کو چھوڑکر شمال کی طرف چلا گیا۔ اسیوجہ سے (جنوب) نے آہین بھرنی شروع کین جو ہوا کی صورت مین اہل عالم کو نظر آنے لگی۔

جبتک حسینان جہان اپنے پازیب کی جھنکارون والے پاؤن سے اشوک کے درخت کو نہین چھوتین پہول نہین کھلتے۔ مگر بسنت کی تاثیر نے اس اصول کو بھی توڑ دیا۔ سب اشوک کے درخت یکایک کھل گئے۔ صرف شاخین ہی نہین بلکہ تنے تک نئی نئی کونپل والے پہولون سے لد گئے۔ آمون پر بھی لال کونپلین نمایان ہوگئین اور کامدیو کے مان بور بھی نظر آنے لگے۔ یہ ایک پرانا رواج ہے کہ جسکا تیر ہوتا ہے اوسکا نام تیر پر کندہ ہوا کرتا ہے کامدیو کے جلیس

[۱] یہ ملک الشعرا شیکسپیر ہند کالیداس کا وہ مضمون ہے جسکا چربہ بہار وقی نے اپنے مضمون "ارجن پر جوران کشتی کا حملہ" مین اوتارا ہے جو کسی گذشتہ پرچہ زمانہ مین نذر ناظرین ہوچکا ہے۔ اس مضمون سے ناظرین کو یہ انداز بھی ہوجائیگا کہ سنسکرت شعرا کا انداز بیان کیا تہا اور آجکل اردو لکھنے والون کا انداز بیان کیا ہے۔ اس مضمون کے لئے راقم پنڈت مہابیر پرشاد جی دو ویدی ایڈیٹر سرسوتی کا مشکور ہے۔

عاشق لکھنوی

بسنت نے یہ کمی بھی پوری کر دی۔ آم کے پورون کی شکل مین جو تیر تھے اونپر کالے بھونرونکو بٹھاکر گویا اپنے یار غار کامدیو کا نام بھی کندہ کر دیا۔

کنیر کے درخت بھی پھول اوٹھے۔ کنیر کے پھولونکا رنگ نہایت دلکش ہوتا ہے مگر اونمین خوشبو نہین ہوتی۔ دوسرے خوشبودار پھولون کو دیکھکر ان بیچارون کو قلق ہوا برہما جی کی عادت ہے کہ کوئی بھی شے ہو اوسمین ایک نہ ایک عیب یا خامی ضرور رہنے دیتے ہین۔ اونہون نے آجتک کوئی شے ایسی پیدا نہین کی جسمین ہنر ہی ہنر ہون اور کوئی عیب نہ ہو اسلئے کنیر کے پھولون مین خوشبو نہونا کوئی تعجب کی بات نہین۔

نوچندی رات کے ماہتاب کے مانند ٹیڑھے ٹیڑھے ادھ کھلے سرخ پھولونسے ڈھاک کے درخت کی بہار قابل دید ہو گئی دیکھنے والونکو ایسا نظر آنے لگا گویا رت راج بسنت نے دامن صحرا مین اپنے ناخونونسے سرخ سرخ نقش و نگار بنائے ہین۔

نئی بسنت رت کی خوبصورت لکشمی نے اپنے سنگار مین کمال کر دیا ہے۔ جس نے تلک نامی درخت کے پھولونسے اپنی پیشانی آراستہ کی۔ سیاہ سیاہ بھونرون کی قطارونسے کاجل کا کام لیا۔ اور آم کی سرخ سرخ کونپلونسے ہونٹون کو نکلنے والے آفتاب کے کرنون کی ہلکی ہلکی سرخی سے خوشنما کیا ہے۔

بسنت کے نمایان ہوتے ہی چرونجی کے درخت بھی خوشنما پھولونسے لد گئے۔ جنکی گرد اوڑ اوڑکر چارون طرف بکھرنے لگی اور ہرنون کی آنکھون مین پڑنے لگی جس سے وہ گویا اندھے ہو گئے۔ مست تو تھے ہی آنکھون مین پھولون کی خاک پڑنے سے وہ اور بھی مدہوش ہو گئے اور ادھر اودھر چوکڑیان بھرنے لگے۔ ہوا کے رخ کا خیال نکرکے وہ اوسی طرف دوڑے جدھر کی ہوا تھی اس سے اونکی آنکھون مین پھولون کی خاک اور زیادہ بھر گئی۔ پھر کیا تھا۔ سارے سنسان جنگل مین گویا نئی جان بھی پڑ گئی اور اسکا سبب یہ ہوا کہ خزان کے ہاتھون درختون کے پتے جھڑ چکے جو دامن صحرا مین بکھرے پڑے تھے۔ ہرنون کے چلنے سے انمین کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔

بسنت مین کوئل بھی آم کی منجری سے مست ہو گئی ان کے گلون مین سرخی دوڑ گئی اور

اونھون نے نہایت ملایم اور دلکش کوک سنانا شروع کر دی اس کوک کو مہاراجہ کامدیو کا حکم سمجھکر مان کرنیوالی عورتون نے مان چھوڑ دیا۔ شبنم کا گرنا موقوف ہوگیا جسکی وجہ کنیزرون کی عورتون کے ہونٹھ خوبصورت نظر آنے لگے اونکا پھٹنا موقوف ہوگیا اون کے منہ کی رونق بھی گلائے ہوئے سونے کی مانند نظر آنے لگی۔ اون کے جسم پر۔ اگر۔ چندن۔ کستوری وغیرہ کے نقش ونگار منقش ہوگئے جو پسینے کی بوندونسے مندمل ہونے لگے۔

مہادیو جنکی ریاضت والے صحرا مین جتنے تپشیا کرنے والے تھے انکے دل بسنت کی تاثیر سے مچلنے لگے اور انمین امنگ اور مستی پیدا ہونے لگی اونکو اپنے وارفتہ دل پر قابو حاصل کرنے مین وقت محسوس ہونے لگی جسوقت کامدیو اپنی پیاری بیوی رتی کے ساتھ اپنا پھولونکا تیر کمان ہاتھ مین لئے اس پہاڑ پر پہونچا تو وہان کے باشندون کی حالت کیا سے کیا ہوگئی۔ اون سب کے دل مستی سے بیقرار ہوگئے۔ بھونرا اور بھونری دونون پھولون کے ایک ہی بنانے سے پینے لگے کالے کالے ہرنون پر بھی یہ جادو اثر کرنے لگا۔ اور اون ہرنیون کو جو پاس کھڑی تھین اپنی سینگون سے چھیڑنے لگے جس سے ہرنیون کو وہ لطف حاصل ہوا کہ خود بخود اونکی آنکھین بند ہوگیئن۔ کھلے ہوئے کنول کے پھولون کی خاک سے معطر ہوا کو مبتی نے اپنی سونڈ مین بھر کر اپنے ہاتھی کے منہ مین بھر دیا۔ آدھا کھایا ہوا ترمال لیکر چکوا اپنی چکوی کے پاس دوڑا ہوا چلا گیا۔ اور بڑی پیار سے اوسے کھلانے لگا۔

چرندون پرندون کی جب یہ حالت ہو رہی ہو تو اور ونکا کیا تذکرہ۔ کنیر لوگ گاتے گاتے مست ہوگئے اور کنریون سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ کنریونکی پیشانیان جنپر زعفران ومشک وغیرہ کے نقش ونگار بنائے گئے تھے۔ پسینے سے تر بتر ہوگیئن۔ اور معطر شراب پینے کی وجہ سے آنکھین سرخ ہوگیئن۔

جانداروں کا تو ذکر ہی کیا درخت تک مستی سے مؤثر نظر آنے لگے۔ انکی لتاؤن مین جنمین پھولون کے گچھے سینے کے اوبھار کے مانند لگے ہوئے تھے۔ انکی سرخ سرخ پتیان جوٹیون کے مثال تھین اور وہ اپنی بیلون سے جو مانند ہاتھ کے تھین درختون کو آغوش مین لینے لگین۔

جس جگہ مہادیو ریاضت مین مشغول تھے اون کے چارونطرف ایسہ اون کے دلکش گانے

ہونے لگے جنکی صدا شیوجی کے کانون تک پہونچی۔ لیکن اون کے لیے اس دلکش آواز کا کچھ بھی اثر نہوا۔ وہ اوسی طرح محو رہے۔ اونکا دل ذرا بھی نہ مچلا۔ اسکا سبب یہ ہے کہ اون مہاتماؤن کو جنہون نے اپنے دل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور نفس امارہ کو زیر کر چکے ہین اس قسم کی باتین اثر نہین کر سکتین۔

شیوجی کی ریاضت گاہ مین دفعتاً اس قسم کی باتین دیکھکر شیوجی کا خادم نندی بائین ہاتھ مین سونے کا عصا لیکر اپنے مخدوم کی کٹی کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ اور چارون طرف حیرت سے نظر دوڑائی اور ہونٹون پر اونگلی رکھکر اشارہ سے دوسرے خادمون کو کہا "خبردار خاموش۔ احتیاط سے کام لو۔ اگر ذرا بھی دل مچلا تو زندگی کی خیر نہین" اس حکم نے بجلی کا کام کیا۔ درختون کی ڈالیونکا ہلنا موقوف ہوگیا۔ بھونرون کی آواز غائب ہوگئی۔ پرندون کے چہچہے بند ہوگئے۔ ہرن جہان تھے وہین کھڑے رہگئے۔ غرض ریاضت جاندار صورت مین نظر آنے لگی اور جوش اور مستی کے سب ساز و سامان کافور ہوگئے۔

شنکر کا سامنا بدشگونی مین داخل ہے اسی لئے اوسکی نظر بچا لی جاتی ہے پھولون کے تیر کمان والے کامدیو کے واسطے شیوجی کا نندی بھی شنکر کے مانند تھا۔ اگر نندی کی نظر اوسپر پڑتی تو اوسکی خیر نہ تھی۔ اسیوجہ سے وہ نندی سے خوف زدہ تہا۔ مگر مہادیوجی تک اوسکو پہونچنا بھی ضرور ہی تھا۔ لہذا وہ کسیطرح بھی نندی کی نظر بچاکر مہادیوجی کے پاس پہونچ ہی گیا۔ اوس مکان کے اندر داخل ہوگیا جسکے چارونطرف نمیر نیاگ نامی درختون کی ڈالیان ایک دوسرے کو چھو رہی تہین۔ اوس جگہ انہین درختون کا جھنڈ تھا۔ اور اسقدر گھنا تھا کہ ایک پیڑ کی شاخین دوسرے درخت کی شاخونسے دست و گریبان ہو رہی تہین جسکی وجہ وہ مقام بالکل سایہ دار تھا۔

کامدیو کی قضا اوس کے سر پر کھیل رہی تھی مگر اسے ذرا بھی خبر نہ تھی۔ وہ شنکر کی ریاضت مین رخنہ اندازی کی غرض سے اونکے پاس پہونچ ہی گیا۔ جاکر دیکھا۔ کہ دیودار درخت کی تختی پر شیر کا چمڑا بچھا ہوا ہے اوسی پر فرش جمائے بھگوان مہادیو ریاضت مین مشغول ہین۔ اون کے جسم کا اوپر کا حصہ بالکل بے حس و حرکت ہے اون کے دونون خوبصورت

کندھے کسیقدر جھکے ہوے ہین۔ ہتھیلیون کو اوپر کر کے دونون ہاتھون کو اونہون نے گود مین رکھ لیا ہے۔ اس طرح اونکے ہاتھ کھلے ہوے کنول کی طرح خوشنما معلوم ہو رہے ہین۔ اونچی اوٹھی ہوئی جٹائین سانپون کے رسیون سے کسی ہوئی تھین۔ دوہری رودراکش کی مالا کانونسے لٹک رہی تھی۔ نیلے رنگ کی ہرن کی کھال بدن کو ڈھانکے ہوئے تھی اون کے گلے کا رنگ بھی نیلا تھا اور اسکے عکس سے مرگ چھالا زیادہ چمک اوٹھا تھا۔ آنکھون کی پتلیان اپنی جگہ پر بے حس وحرکت قایم تھین پلک ـــــ جھپکتی نہ تھی۔ ابرو بھی بے حس تھین آنکھین نیچے کی طرف جھکی ہوئی ناک کے اگلے حصہ کو دیکھ رہی تھین جسم کے اندر دورہ کرنے والی ہوائین پران پانی روکی ہوئی تھی۔ جسکی وجہ سے وہ بے بارش کی گھٹا۔ بے موج کا دریا۔ بے حس چراغ کی طرح خوبصورت نظر آرہے تھے۔ ریاضت کی طاقت کی وجہ سے اونہون نے دل کی حرکت انکے لئے روک لی تھی۔ جسم کے نو دروازون مین سے کسی سے انکے دل تک رسائی نہ تھی۔ دل پر قبضہ کر کے اور اس کی خواہشات کو روک کر اوسمین وہ اُس پرماتما کو اپنے ہی آتما مین دیکھ رہے تھے جسکو تم گیانی اِنیاشی کہتے ہین۔ یعنی وہ برہمانند مین محو ہین۔

بھگوان مہادیو جی کا جلال نزدیک سے دیکھکر کام دیو کا دل دہل گیا۔ ہتیارونسے زیر کرنا تو دور رہا یہ خیال بھی نہین کیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص وہم وگمان مین بھی مخالفت کرے تو یہ بالکل ناممکن تھا۔ یہ سوچکر وہ نہایت خوف زدہ ہوا۔ اوسکا ہاتھ کانپنے لگا اور تیر وکمان ہاتھ سے گر پڑا۔ لیکن اوسکو اسکی خبر بھی نہین ہوئی۔

اس طرح کام دیو کی ساری تاب وطاقت رفوچکر ہو گئی۔ اوسکے ہوش اوڑ گئے۔ اسوقت اگر اچانک ایک واقعہ نہوجاتا تو نہ معلوم اوس بیچارہ کی حالت کیا ہوتی شاید اوسے اوس جگہ سے اوسکو بغیر اپنی طاقت کا اظہار کئے ہوئے بھی بھاگنا پڑتا۔ لیکن خوش قسمتی سے اوسیوقت اوس جگہ پاروتی جی آگئین جس نے اپنے حسن کے آب حیات سے اوسکو دوبارہ زندہ کر دیا۔ وہ سنبھل گیا۔ اور سوچنے لگا کہ ہمالہ کی بیٹی پاروتی بھا بنر اکے ... اوس کے ساتھ بن دیوی کی شکل مین دو سہیلیان بھی ہین جو پیچھے پیچھے آ رہی ہین۔

ادسوقت پاروتی کا جلوہ قابل دید تھا۔ جس نے اپنے جسم مین زنگارنگ کے بسنتی پہولونسے چہے
زیور پہن رکہے تہے اشوک کے پہولون کے ہار اوسکے جسم پر جواہرات کے ہار کو ماند کر رہے تہے۔ کنیر
کے پہولون کے گجرونسے سونے کی جہلک شرمندہ ہو رہی تہی۔ اور گُنڈی کے پہولون کی ہار
سے موتیون کا ہار لجا رہا تہا۔ نکلتے ہوئے آفتاب کے سرخی کے مانند وہ سرخ پوشاک زیب بر
کیے ہوئے تہے۔ سینہ کے بوجہ سے وہ کسیقدر خمیدہ معلوم ہوتی تہین۔ انکو گلابی رنگ کی ساڑی
پہنے ہوئے اور طرح طرح کے پہولون کے زیور سے آراستہ دیکہکر ایسا معلوم ہوتا تہا کہ کوئی لتا
نئے پہولون کی خوشبو کی وجہ سے جہکی ہوئی چلی آ رہی ہو۔ اوسکی کمر پر مولسری کے پہولون
کی کردھنی جلوہ ریز ہو رہی تہی۔ جو بار بار نیچے کہسک رہی تہی اور پاربتی جی اپنے ہاتہون
سے اوسے بار بار اوپر چڑہاتی تہین۔ یہ کردھنی کیا تہی گویا کامدیو کے کمان کی دوسری تانت
تہی۔ معلوم ہوتا تہا کہ کامدیو نے اوسکو پاروتی کے پاس امانت رکہ چہوڑا ہے کہ وقت ضرورت
کے اوسے واپس لیجاوٗنگا۔ پاروتی کے سانس سے ایک طرح کی خوشگوار خوشبو نکل رہی تہی
جسکی وجہ سے اونکے ہونٹون پر دور دور سے بہونرے دوڑے چلے آرہے تہے۔ اور اوس خوشبو
سے اونکی پیاس بڑہ رہی تہی اور وہ ہونٹونکا رس چوسنے کے لئے بیقرار ہوکر انکے منہ کی طرف
بار بار اوڑکر آرہے تہے۔ اور پاروتی دق ہو رہی تہین۔ اونکی نگاہین شوخ تہین اور ہاتہ مین
لئے ہوئے نیلے کمل سے وہ بار بار اونکو دور ہٹانیکی کوشش کرتی تہی۔

اس حسن کی مورت کو دیکہکر کامدیو نے اپنے دل مین کہا کہ اسکا ہر ایک عضو سانچے مین
ڈہلا ہوا ہے کسی عضو مین بہی کوئی خامی نہین ہے۔ اور یہ تو میری بیوی رتی سے بہی زیادہ حسین
ہے۔ اسکا حسن اوسکی خوبصورتی کو شرمندہ کر رہا ہے۔ ان خیالات مین وہ اپنی کمزوری اور
ناقابلیت کو بہولگیا۔ اور وہ دل مین سوچنے لگا کہ اس مجمع خوبی کی بدولت نفس امارہ پر قابو
پائے ہوئے شنکر جی کو قابو مین لانیکی کوشش کامیاب ہوسکتی ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ
میرے عہد و پیمان کے خاطر پاروتی جی میرے امداد پر آمادہ ہوجائین۔

اس اثنا مین پاروتی مہادیو جی کے لتا منڈپ کے دروازہ پر پہونچ گئین۔ ادہر مہادیو جی
بہی اپنے دل مین پرماتما کا نوراتی جلوہ ملاحظہ کرکے جاگ پڑے اور قدرتی لطف کا خط حاصل

کرکے سمادہی چھوڑدی اور پران بائیو وغیرہ کوجسے اونہون نے روک رکھا تھا ڈھیلا کردیا۔ اونکی سانس چلنے لگی جس تختہ پر وہ بیٹھے تھے اوسکے نیچے کی زمین کو شیش اپنے پھنون پر بڑی مشکل سے رکھے ہوئے تھے کیونکہ مہادیوجی کے جسم کے بوجھہ سے اسکا پھن دبا جاتا تھا۔لیکن سمادھی کا خاتمہ ہونے پر شیوجی نے جو بڑا بیرآسن جی رکھا تھا وہ ڈھیلا ہوگیا اوراس سے باؤ کم اورشیش کا بوجھہ ہلکا ہوگیا۔دروازہ پر پاربتی کھڑی ہی تھین۔شیوجی سمادھی سے جاگے تو نندی نے اونکے آنیکی اطلاع کی۔اوس نے کہا۔مہاراج۔شیل شتیا۔پاروتی خدمت کرنے کےلئے حاضر ہین۔شنکر مہادیوجی نے آنکھکے اشارہ سے پاروتی کو اندر بلانیکی اجازت دی۔اور پاروتی جی کٹی کے اندر آگیئن۔اور اونکے ساتھ مین اوسکی سہیلیان بھی گیئن۔اون دونون نے اندر پہونچکر پہلے تو مودبانہ سے مہادیوجی کو نمسکار کیا پھر اونہون نے اپنے ہی ہاتھ سے توڑے ہوئے پھول اپنے مہادیوجی کے پیرون پر چڑہائے۔

اسکے بعد پاروتی جی نے بھی زمین پر پیشانی ٹیک کر عاجزی سے مہادیوجی کو پرنام کیا پرنام کرتے وقت اونکی نیلی زلفونکی شان بڑہانے والے کیز کے نودیدہ پھول مہادیوجی کے سامنے گر پڑےگے۔پاروتی کی تعظیم دیکھکر مہادیوجی نے دعادی کہ تجھے ایسا شوہر ملے جس نے کبھی اورکسی عورت کا منہ نہ دیکھا ہو۔اونکی دعا بالکل واجب تھی کیونکہ بزرگون کے منہ سے جو کچہہ نکلتا ہے سچ ہی نکلتا ہے۔

کام دیو پوشیدہ طور پر یہ تماشا دیکھہ رہا تھا اپنے کام کو پورا کرنے کےلئے یہ موقعہ اوسنے نہایت موزون سمجھا اور شعلہ کے منہ مین بڑہنے والے پروانہ کے مانند وہ شیوجی پر تیر چلانے کےلئے طیار ہوگیا۔اوس نے بھگوان مہادیوجی کو نشانہ باندھکر پاروتی کے روبرو ہی بار بار اپنی کمان کھینچنا شروع کی۔اور پاروتی نے تپیوی شیوجی کو اپنے سرخ سرخ ملایم ہاتھونسے بڑے ادب واحترام سے کمل کے دانون کی مالا پیش کی۔سورج دیوتا نے اپنی کرنون سے اونکو اچھی طرح خشک کیا تھا۔مالا کو ملاحظہ کرکے شیوجی نے خیال کیا یہ پاروتی کو مجھسے خاص طور پر محبت ہے جسکی وجہ سے یہ مالا انہون نے نذر کی ہے۔اسلئے انہون نے اس مالا کو قبول کیا اور ادہر کام دیو نے بھی اپنا تیر چلا دیا۔مہادیوجی کا دل مچل گیا دامن صبر وقرار انکے

ہاتھ سے جاتا رہا۔ طلوع ماہتاب کے وقت جس طرح سمندر بیقرار ہوجاتا ہے اوسیطرح مہادیو کا دل بیقرار ہوگیا اور وہ پاروتی کے سرخ لب والے منہ کو محبت کے ساتھ تکنے لگے اونکو اسطرح اپنی جانب دیکھتے ہوئے کھلے ہوئے کدم کے پہولون کی پاروتی نے اپنے حسن سے بھرے اعضا کو ہلاکر اپنا دلی راز ظاہر کردیا۔ اور شرم کے مارے سرنیچا کرکے کہڑی ہوگئین۔

اپنے دل کی تبدیلی دیکھکر مہادیوجی کو بڑا تعجب ہوا۔ نفس امارہ پر اونکو قابو حاصل تہا وہ اپنے خواہشات دنیوی کو زیر کرچکے ہین اسلیئے اوسوقت اونہون نے اپنی کمزوری کو رفع کردیا مگر غور کرنے لگے کہ اسکا باعث کیا ہے؟ اور یہ جاننے کے لیئے اونہون نے اپنی چارونطرف نظر دوڑائی توکیا دیکھتے ہین کہ سامنے ہی ایک درخت پر کام دیو کھڑا ہوا ہے اوسکے کندھے جہکے ہوئے ہین بایان پاون آگے کو بڑہا اور داہنا پاؤن جہکا ہوا ہے۔ داہنے ہاتھ کی مٹھی آنکھ کے نزدیک ہے کمان کو اوس نے اس طاقت سے کھینچا ہے کہ حلقہ سا ہورہا ہے اور وان وہ بایان میان کئے ہوئے الیڑہ نامی آسن کی پناہ لیکر وہ تیر چلانیکو آمادہ ہے۔ اوسکا تیر کمان سے نکلنا ہی چاہتا ہے۔ اسطرح اپنی ریاضت پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھکر مہادیوجی کی تیوری چڑہ گئی مارے غصہ سے اونکا چہرہ ہیبت ناک نظر آنے لگا۔ اور قیامت کے آثار نمایان ہوگئے جسکا انجام یہ ہوا کہ اونکی تیسری آنکھ سے جلتے ہوئے شعلہ نکلنے لگے۔

کام دیو کی اس کارروائی کو دیکھنے کے لیئے دیوتا لوگ اپنی اپنی سواری پر سوار ہوکر آسمان پر پہلے ہی سے رونق افروز تھے۔ مہادیوجی کا غصہ دیکھکر وہ گہبرا گئے اور آسمان ہی سے زور زور سے چلاکر گذارش کرنے لگے۔ بہگوان اسدرجہ غصہ نکیجیئے۔ اب معاف کیجیئے جانے دیجیئے۔ لیکن وہان اونکی سنتا کون تہا۔ جبتک وہ عرض معروض کرین مہادیوجی کی تیسری آنکھ سے نکلنے والے شعلہ نے کامدیو کو جلاکر خاک کردیا۔

عاشق لکھنوی

اصلاحی تجاویز نظم و نسق ہند

شکر ہے کہ ۸ ؍ جولائی کو وہ رپورٹ جس مین جناب ویسرائے و صاحب وزیر ہند بہادر نے ملک ہند کی اصلاح نظم و نسق کے متعلق اپنی تجاویز درج کی ہین شایع ہو گئی ہے - اس رپورٹ مین پہلے اُن واقعات کا ذکر ہے جنکے سبب سے موجودہ حالت قایم ہوئی ہے اور اس مین موجودہ انتظام اور لجسلیٹو کونسلو نکی ترقی کا بیان ہے اور لارڈ مارلی و لارڈ منٹو صاحبان کی کونسلون کی کاروائی اور حالات متعلقہ مسئلہ موجودہ و نیز کانگرس اور مسلم لیگ کے اسکیم پر بھی غور کیا گیا ہے - اور بعد ازان اصلاح کی جدید تجاویز درج کیگئی ہین

یہ تجاویز اعلیٰ حضرت ملک معظم کی گورنمنٹ کے اس اعلان کے ماتحت مرتب ہوئی ہین جو صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ بہادر نے ۲۰ ؍ اگست ۱۹۱۷ء کو کیا تھا یعنی ہند مین خود حکمران انسٹیٹیوشنون کو رفتہ رفتہ ترقی دیجائے تاکہ کسی وقت ہندوستان مین مثل دیگر اجزاء سلطنت برطانیہ کے ایک ذمہ دار گورنمنٹ قایم ہو جائے - یہ اعلان اُس حکمت عملی سے بالکل مختلف اور ازحد وسیع تھا جو لارڈ منٹو اور لارڈ مارلی صاحبان نے ۱۹۰۹ء مین اختیار کی تھی - لارڈ مارلی صاحب نے زور کے ساتھ ہندوستان مین پارلیمنٹیری گورنمنٹ کے اصول کی تردید کی تھی - ۱۹۰۹ء کی گذشتہ اصلاحات کی مزید ترقی موجودہ حالت کے لئے کافی نہین ہو سکتی ہے اور اسلئے حضور ویسرائے اور جناب وزیر ہند نے یہ ضروری خیال کیا ہے کہ کسیقدر ذمہ دار گورنمنٹ فوراً قایم کر دیجائے اور آیندہ اسکی ترقی کا انتظام کر دیا جائے اسکی پہلی تدبیر یہ تجویز ہوئی ہے کہ ہر صوبہ مین اصلی اور واقعی آٹونامی (خود انتظامی) قایم ہو - ہر صوبہ کا بجٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے بجٹ سے بالکل علحدہ ہو اور بجائے موجودہ تقسیم شدہ مدات کے امپریل آمدنی کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا جائے - اور اس حصہ کے علاوہ ہر صوبہ کی گورنمنٹ کو اپنی آمد و خرچ پر پورا اختیار حاصل ہو اور اُس کو قرضہ لینے اور ٹیکس لگانے کے اختیارات بھی حاصل ہون - اسکے ساتھ ہی ہر صوبہ کو ملکی انتظام و توضیع آئین و قوانین کا بھی اختیار رہے - طریق حکومت کے متعلق تجویز یہ کی گئی ہے کہ ہر صوبہ مین گورنر معہ کونسل ہو انتظامی حکام کا افسر گورنر ہو جسکی مدد کے لئے ایک انتظامی کونسل ہو گی جسمین گورنر کے نامزد کردہ ایک انگریز اور ایک ہندوستانی ممبر ہونگے - اس کونسل کے ساتھ ساتھ بطور جزو گورنمنٹ کے ایک یا ایک سے زیادہ

وزیر مقرر کئے جائینگے جنکو گورنر لیجسلیٹو کونسل کے ممبران منتخب شدہ مین سے۔ نامزد کریگا اور وہ اپنے عہدہ پر کونسل کی میعاد تک مامور رہینگے۔ انتظام کو دو حصون مین تقسیم کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ ایک امور محفوظ کہلائینگے جو گورنر اور ممبران ایکزیکیوٹو کونسل کے ماتحت رہین گے اور دوسرے امور منتقل شدہ قرار دئے جائینگے جنپر گورنر اور اسکے وزرا کا اختیار رہیگا۔ ہر صوبہ کے لحاظ سے یہ طے کیا جائیگا کہ اُس صوبہ مین کون کون سے امور محفوظ اور کون کون سے منتقل شدہ ہونگے اور اسکا فیصلہ ایک ایسی کمیٹی کریگی جسکا چیرمین ملک ہند سے باہر کا ہوگا اور جسمین دو ممبر ہونگے ایک انگریز عہدہ دار اور ایک غیر سرکاری ہندوستانی جن صیغون کے امور عام طور پر منتقل ہوسکتے ہین وہ یہ ہین یعنی صوبہ کی غرض کے لئے ٹکس کا عاید کیا جانا اور لوکل سلیف گورنمنٹ اور تعلیم اور تعمیرات سرکاری اور زراعت اور آبکاری اور مقامی صنعت و حرفت۔

کونسل واضع آئین و قوانین مین منتخب شدہ ممبرون کی کثرت رہیگی۔ اور ممبران بذریعہ ایسے انتخاب براہ راست کے منتخب ہونگے جو حق المقدور وسیع بنیاد پر قایم کیا جائیگا حضور والیسرائے اور صاحب وزیر ہند انتخاب جداگانہ کے عیوب سے واقف ہوچکے ہین۔ لیکن نظام ہند مین مسلمانون کے لئے قومی انتخاب قایم رہیگا اور پنجاب کے سکھون کو بھی یہ حق ملیگا لیکن دوسرے کم تعداد والے فرقون کے قایم مقام نامزد کئے جائینگے۔ کونسل اپنے ممبرون مین سے ہر صیغہ یا مجموعہ صیغہ جات کے لئے ایک اسٹینڈنگ کمیٹی منتخب کریگی جو ممبر یا وزیر مہتمم صیغہ متعلقہ کے ساتھ ساتھ کام کریگی۔ اسکو بمنظوری گورنر قواعد متعلقہ کارروائی کے ترمیم کرنیکا اختیار حاصل ہوگا ممبران کونسل کو تتمہ سوالات کے کرنیکا اختیار حاصل ہوگا۔ کونسل کل امور محفوظ کی کارروائی پر اپنا اثر ڈال سکیگی اور کل منتقل شدہ امور کی پالیسی (حکمت عملی) پر اُسکا کامل طور سے اختیار ہوگا۔ نسبت آمد و خرچ۔ ایکزیکیوٹو گورنمنٹ بحیثیت مجموعی بجٹ تیار کریگی۔ گورنمنٹ ہند کا حصہ قایم کرنے کے بعد صوبہ کی ضروریات رفع کیجائینگی اور اگر آمدنی کافی نہو تو گورنر اور منسٹر زائد ٹکس عائد کئے جانے کا مسئلہ طے کرینگے۔ اس کے بعد بجٹ کونسل کے روبرو پیش کیا جائیگا اور کونسل اُسکے اوپر بحث کریگی اور اُن رقوم کی نسبت جو علیحدہ رکھی گئی ہین بذریعہ ریزولیوشن کے رائے دیگی۔ یہ ریزولیوشن کل امور کی نسبت سوائے امور محفوظ کے لازمی ہونگے اور امور محفوظ کی ضرورت مین اگر کونسل کسی مجوزہ رقم کو نامنظور کرے یا اُسمین کچھ ترمیم کرے تو آخری فیصلہ گورنر کریگا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بچاؤ کا یہ ذریعہ رکھا جائیگا کہ اُسکو یہ تصدیق کرنی پڑیگی کہ رقوم مذکورہ امن و امان یا حسن انتظام کیلئے ضروری ہین

اِن تجاویز کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صوبہ مین کچھہ حکومت خود انتظامی بلحاظ آمد و خرچ و انتظام و توضیع قوانین قائم ہوجائیگی اور لیجسلیٹو کونسلون کے ذریعہ سے جنمین منتخب شدہ ممبرون کی تعداد زیادہ ہوگی انتظام کے کل شعبون مین رعایا کا اثر زیادہ ہوجائیگا۔ ان تجاویز کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگون کو جس قدر جلد ممکن ہو کامل ذمہ داری مل جائے اور یہ بھی تجویز ہے کہ گورنمنٹ ہند امور محفوظ اور امور منتقل شدہ کی فہرست کی ترمیم پانچ سال کے بعد کرے اور دس سال کے بعد پارلیمنٹ کا ایک کمیشن کل حالت نظم ونسق کی نظرِثانی اُسکی ترقی کی غرض سے کرے۔ مزید ترقی کی نسبت مشورہ دینے کی غرض سے بارہ بارہ سال کے بعد کمیشن بھیجنے کی تجویز ہے۔

گورنمنٹ ہند کے نظام ترکیب کے متعلق اس اسکیم مین یہ اصول رکھا گیا ہے کہ چونکہ جب تک کامل ذمہ داری کی گورنمنٹ ہر صوبہ مین قائم نہ ہوجائے گورنمنٹ انڈیا کو پارلیمنٹ کا جواب دہ رہنا پڑیگا اسلئے گورنمنٹ ہند کو اُن معاملات پر جو امن و امان حسن انتظام کے لئے ضروری ہین کامل طور پر خود مختار رکھا گیا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے لئے دو چیمبرون کی تجویز کی گئی ہے۔ انتظام ملک جیسا کہ اب ہے گورنر جنرل باجلاس کونسل کے سپرد رہیگا صرف یہ فرق ہوگا کہ کونسل مین بجائے ایک ہندوستانی ممبر کے دو ہندوستانی ممبر ہونگے اور ممبران کونسل کے تقرری کی نسبت موجودہ قیود رفع کردیجائینگی موجودہ قانونی کونسل توڑ دیجائیگی اور اسکے بجاے دو کونسلین قایم ہونگی ایک لیجسلیٹو اسیمبلی کے نام سے جسمین سو ممبر ہونگے انمین دوتہائی منتخب شدہ ہونگے اور ایک تہائی نامزد کئے جائینگے مسلمانون اور سکھون کے لئے قومی انتخاب قایم رہے گا۔ دوسری کونسل جو قایم ہوگی اسکا نام کونسل آف اسٹیٹ ہوگا اسمین پچاس ممبر ہونگے جنمین سے ۲۱ منتخب شدہ (منجملہ اِن ۲۱ ممبرون کے ۱۵ ممبر صوبہ جات کی لیجسلیٹو کونسلون کی طرف سے ہونگے) اور ۲۹ نامزدہ انمین سے ۲۵ ممبرون سے زیادہ سرکاری عہدہ دار نہ ہونگے۔ آئین و قوانین سرکاری اسطرح پاس ہونگے کہ پہلے مسودہ جات قانون عموماً لیجسلیٹو اسیمبلی مین پیش کئے جائینگے اور پھر وہ کونسل آف اسٹیٹ مین بھیجے جائینگے۔ دونون کونسلون کے درمیان اختلاف ہونیکی صورت مین دونون کا مشترک اِجلاس ہوگا۔ غیر سرکاری مسودہ جات قانون کی نسبت بھی وہی طریقہ کارروائی ہوگا مگر اِس قسم کے مسودہ جات دونون کونسلون کے ممبر اپنے اپنے مسودہ قانون کو کونسل مین پیش کرسکتے ہین کسی سرکاری مسودہ قانون کو جسے کونسل آف اسٹیٹ نے منظور کرلیا ہو اور جسکو گورنر جنرل باجلاس

کونسل ملک کے امن وامان اور انتظام کے لئے ضروری سمجھیں اگر قانونی اسمبلی رد کردی تو وایسرائے کی اس تصدیق پرکہ تجویز مذکور ملکی انتظام اور امن کے لئے ضروری ہے قانون بنادیجائیگی۔ سرکاری بجٹ لجسلیٹو اسمبلی مین بغرض بحث پیش کیا جائیگا مگر اُسکے متعلق جو ریزولیوشن ہونگے وہ بطور صلاح و مشورہ کے ہونگے اور اُنکو منظور کرنے کے لئے گورنمنٹ مجبور نہ ہوگی۔ غرض وضع قوانین کے لئے معمولاً لازمی ہوگا کہ جو قانون وضع کیا جائے اُسکو دو کونسلین منظور کریں مگر اُن تجاویز کی نسبت جو ملکی انتظام یا حفظ امن کے متعلق ہونگے کونسل آف اسٹیٹ کا فیصلہ غالب ہوگا۔ صوبون کے طرح گورنمنٹ ہند کے حکام انتظامی کے ساتھ ملکر کام کرنے کو بھی اسٹینڈنگ کمیٹیان قایم کیجائینگی۔ اور ان سب امور کی جانچ دس سال کے بعد پارلیمنٹ کا وہی کمیشن کریگا جو صوبون کے طریق کارروائی کی جانچ کریگا۔ علاوہ اس ملک ہند کے لئے ایک پریوی کونسل بھی مقرر کرنیکی تجویز ہے جسمین مختلف طبقون کے معززین شامل ہونگے اور جسکا کام گورنر جنرل بہادر کو وقتاً فوقتاً مشورہ دینا ہوگا۔

یہ تجویز کی گئی ہے کہ وزیر ہند کی موجودہ کونسل توڑ دیجائے اور گورنمنٹ ہند کو ملکی معاملات پر زیادہ اختیارات حاصل ہین۔ اسلئے پارلیمنٹ اور سکرٹری آف اسٹیٹ کے اختیارات مین بھی ترمیم کیجائیگی نیز صاحب سکرٹری اسٹیٹ بہادر ہند کی تنخواہ انگلستان کے بجٹ مین شامل کیجائے اور ہوس آف کامنس سے یہ استدعا کیجائے کہ وہ ایک مستقل منتخب کمیٹی مقرر کرے جو اُسکو ملک ہند کے معاملات کی نسبت مشورہ دے سکے۔

دیسی ریاستون کے متعلق جسمین ملک ہند کا ایک تہائی رقبہ اور اُسکی آبادی کا ایک پانچوان حصہ دیسی ریاستون مین داخل ہے۔ یہ تجویز کی گئی ہے کہ راجگان ملک کی ایک مستقل کونسل آف پرنسز قایم کیجائے جسکا سال مین ایک مرتبہ اجلاس ہوا کرے اور اُسے کونسل ایک چھوٹی سی اسٹینڈنگ کمیٹی معاملات مثل رسم ورواج پر غور کرنے کے لئے مقرر کردے۔ ریاستون کے درمیان یا ریاستون اور گورنمنٹ آف انڈیا کے درمیان تنازعات کا فیصلہ بذریعہ کمیشن ہوا کرے جسمین ایک سرکاری عہدہ دار ہو جو ہائی کورٹ جج ہو اور ہر فریق کی طرف سے ایک شخص نامزد ہو۔ شکایات بداعمالی والیان ملک کی تحقیقات بھی بذریعہ کمیشن ہوا کرے جسمین بشمول ایک جج ہائی کورٹ اور دو والیان ملک کے پانچ اشخاص ہونگے اور یہ کمیشن ویسرائے بہادر کو مشورہ دیگا۔ ریاستون کا براہ راست تعلق

گورنمنٹ انڈیا سے ہوگا ورنہ معاملات مین کہ کونسل آف اسٹیٹ اور کونسل آف پرنسز آپسمین ملکر اسکی نسبت غور کرسکین گی۔

اسلئے کہ ہندوستانیون کا انتظام کے ہر شعبہ مین روز افزون تعلق ہوئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ ملازمت سرکاری مین تمام قومی تفرقات جو ہندوستانیون کے ترقی کے مانع ہین قطعی دور کردی جایئن اور ایک تعداد فی صدی ایسے لوگون کی مقرر کردیجائے جو کل خدمات سرکاری کے لئے ملک ہند مین داخل کئے جایئن اور یہ تعداد آیندہ بڑہتی جائے (مثلاً سول سروس کے لئے ۳۳ فی صدی کی تعداد مقرر کردی گئی ہے اور اسمین بھی جو ہر سال دس برس تک بحساب ڈیڑہ فی صدی باقاعدہ ترقی ہوتی رہیگی اور دس برس کے بعد اسپر پھر غور کیا جائیگا)۔ شرح تنخواہ اور پنشن کا بھی از سر نو تصفیہ کیا جائیگا اور ہندوستانیونکو بہت سے فوجی عہدے دینے کی بھی سفارش کی گئی ہے۔

حضور ویسراے اور سکریٹری ہند کی یہ بھی تجویز ہیکہ ہندوستانیوں کی تعلیم ہندوستانیون کی نگرانی مین رکھی جائے اور یہ نگرانی روز بروز زیادہ ہوتی جائے اور میونسپل بورڈ و ڈسٹرکٹ بورڈ بالکل اہل ملک کے سپرد کردیجایئن تاکہ یہ لوگ کامل سیلف گورنمنٹ کے لئے تیار ہون۔ صاحبان موصوف کی رائے ہے کہ ہر صوبہ مین حکومت خود انتظامی فوراً قایم کی جاے اور انتظام کے چند صیغون پر لوگون کی نگرانی ہو اور دوسرے صیغون پر وہ اپنا زیادہ اثر ڈال سکین۔ صاحبان ممدوح کی رائے ہے کہ ایک ایسی سنٹرل گورنمنٹ قایم کیجائے جسمین ملک کے قایم مقامون کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی جائے اور جو اپنے طرز عمل کے لئے رعایا کے جوابدہ ہون۔ اُن کی یہ بھی رائے ہے کہ سرکاری عہدون کے لئے قومی تصرفات وضع کردیجائے اور ملک ہند مین بھرتی کے ذریعہ سے ہندوستانی لوگ عہدون پر روز بروز زیادہ مامور کئے جایئن اور ایسے وسائل قایم ہون جنکی وجہ سے یہ طریقہ نظم و نسق مسلسل ترقی کے بعد ایک کامل جوابدہ گورنمنٹ ہوجائے۔ یہ تمام تجاویز بغرض بحث پیش کی گئی ہین۔ و ہمکو امید ہیکہ اہل ملک ان تجاویز پر ٹھنڈے دل سے غور کرکے اپنی راے قایم کرین گے

کلام ابر

کہیں کیا ہم ہوئی واعظ کی جو گت بادہ خوارون مین | بہت شیخی بگھارا کرتے تھے پرہیزگارون مین
تلاش یار ہم نے کی ہے کن کن رہگذارون مین | اُڑائی خاک صحرا مین پھرے ہین کوہسارون مین
نہین ملتے ہین جو جو عیب تمکو بادہ خوارون مین | انھین ڈھونڈو تو جا کر ایک دن پرہیزگارون مین
بظاہر سخت ہین جو اُن مین بھی لطف و کرم دیکھا | شجر سرسبز ہین چشمے رواں ہین کوہسارون مین
چمن مین پھر کوئی تازہ شگوفہ کھلنے والا ہے | گل و بلبل مین باتین ہو رہی ہین کچھ اشارون مین
کمالِ عیش ہے تکلیف ہین تھوڑی سی راتین بھی | کہ جیسے ماہ عید انتیس کا ہے روزہ دارون مین
ہمین تو بیستی ہے جیتے جی یہ گردشِ دوران | نہ جانے کیا کرتی ہو گی مُردون پہ مزارون مین
کرم سے تیرے ہوتے خاک سے ہین پاک سب بندے | ادھر بھی ہو ابر رحمت ہم بھی ہین اُمیدوارون مین
جمایا نقش کس نقاش کی صنعت نے پتھر پر | کہ رنگا رنگ گل بوٹے ہین پیدا کوہسارون مین
اسیکا جلوہ ہے جو ذرہ ذرہ مین چمکتا ہے | اسیکی روشنی ہے چاند مین سورج مین تارون مین
اسیکے بادۂ اُلفت سے رنگین ساغر گل ہے | اُسیکا نشہ ہے جسکی ہین لہرین آبشارون مین
بلند و پست عالم مین اُسیکی شان قدرت ہے | وہی ہے دشت و صحرا مین وہی ہے کوہسارون مین
وہی رزاق مُنہ چیونٹی کا بھی شکر سے بھرتا ہے | وہی لاتا ہے جوئے شیر مادر شیر خوارون مین
نیاز عشق و ناز حسن اُسکی دونون شانین ہین | وہی ہے جان جان سب کا وہی ہے جانثارون مین
گلِ خورشید اُسکے حکم سے ہر صبح کھلتا ہے | اُسیکے باغ مین شبنم بھی ہے آئینہ دارون مین
اُسی سے ہے یہ حُسن بتان کی گرم بازاری | اُسی کی آتش افروزی ہے پتھر کے شرارون مین
گل و نسرین و سوسن نرگس و ریحان و نافرمان | تیری قدرت نے کیا کیا رنگ کھلائے بہارون مین
عقیق و لعل کیا کیا جڑ دیے سورج کی کرنون نے | کبھی جس جس جگہ پر برف دیکھی کوہسارون مین
طلوعِ شمس برفستان مین دیکھو چشم موسیٰ سے | تجلی طور کی اب بھی ہے پیدا کوہسارون مین

چھیڑا ہے ساز کس کا ابر پردے مین پہاڑون کے
صدائے نغمۂ دلکش بھری ہے آبشارون مین

ابر

صبحِ وطن

(۱)

شیدائی دلِ بیتاب ترا جان تجھ پہ نثار اے صبحِ وطن!
کیا دلکش ہیں کیا روح فزا تیرے انوار اے صبحِ وطن!

(۲)

جب اوّل اوّل آنکھ کھلی اپنی دُنیائے فانی مین
تسکین دلِ مایوس ملی تیرے روئے نورانی میں

(۳)

تو بچپن سے ہے رفیق اپنی دلسوز ہے تو، دمساز ہے تو
ہر حالت مین ہے شفیق اپنی ہمدم ہے تو، ہمراز ہے تو

(۴)

جب بستر سے ہم شاد اُٹھے خندان اور فرحان تو آئی
جب کُشتۂ تیغِ ملال ہوئے با چاک گریبان تو آئی

(۵)

جذباتِ وفا و اُلفت کو کرتا ہے قوی تر دم تیرا
اکسیر ہے دل کی جراحت کو یہ کافوری مرہم تیرا!

(۶)

پردار تخیّل نے اُڑنا سیکھا ہے تیری فضاؤن مین
بو باس ہے جنّت کی گویا کیا لُطف ہے تیری ہواؤن میں

(۷)

دلدادہ نئے نظارون کے پھرتے ہین کہیں مارے مارے

ہم دیکھ رہے ہین گھر بیٹھے — منظر تیرے پیارے پیارے

(۸)

تیرے جلوؤن نے طلائی کیا — تاج سیمین ہمالہ کو
تو نے زر کش ملبوس دیا — ندی نالون کو، دریا کو

(۹)

کس درجہ بھرا ہے سوز ازل — ناقوس کے گہرے نالون مین
فریاد کنان ہین گھڑ بیکل — کیا دھوم مچی ہے شوالون مین

(۱۰)

اوم، اوم کے نغمے گونج اٹھے — گنگا، جمنا کے کنارون سے
کوئل کے الاپ وہ درد بھرے — پھر اٹھنے لگے گلزارون سے

(۱۱)

کشمیر سے راس کماری تک — بزم قدرت مین ہل چل ہے
پھولون کی مہک، بلبل کی چہک — ہر اک جنگل مین منگل ہے

(۱۲)

ہان! نور یونہی برسائے جا — دریاؤن پر، کہسارون پر
نیرنگ بہار جمائے جا — صحراؤن پر، گلزارون پر

تلوک چند محروم

"لذتِ گریہ"

للّٰہ کام آکچھ اے لطفِ اشکباری | کمبخت دور بھی ہو کچھ دل کی بیقراری
تیرے سبب سے دل کی کچھ تو بھڑاس نکلے | بیچین ہے طبیعت۔ اسکو سکون ہو قدرے
سوزِ نہان سے دل مین اک آگ سی لگی ہے | بیچینی۔ بیقراری۔ ہر وقت بیکلی ہے
دل کی لگی کو آکر ابر بہار تو بجھا دے | سینے مین اگ جو ہے تو اوسکو اب بجھا دے

تدبیر بس یہی ہے مین زار زار روؤن | خلوت مین بیٹھ جاؤن۔ اے غمگسار روؤن
کلفت ہو دور دل کی پھر ایکبار روؤن

شور و فغان سے کسدن سر پر زمین اٹھالی | جورِ فلک نے مارا۔ لب تک نہ آہ آئی
رازِ نہان کا اپنے محرم کسے بنایا | سینے کا داغ روشن کس شخص کو دکھایا
منہ سے نہ اُف نکالی گو چوٹ کھا کے بیٹھے | مُہرِ خموشی باسطؔ لب پر لگا کے بیٹھے
طفلِ سرشک ابتو بیحد مچل رہے ہین | آنکھون مین اشک خونین پہلو بدل رہے ہین

تدبیر بس یہی ہے مین زار زار روؤن | خلوت مین بیٹھ جاؤن اے غمگسار روؤن
کلفت ہو دور دل کی پھر ایکبار روؤن

مانا کہ اس جہان مین مین دردِ لادوا ہون | فریاد بے اثر ہون یا آہِ نارسا ہون
مانا کہ کوئی اپنا فریاد رس نہین ہے | اسکی بھی خیر چندان اے دل ہوس نہین ہے
رازِ نہانِ اُلفت ہے دم کے ساتھ اپنے | افسوس کر رہے ہین۔ ملتے ہین ہاتھ اپنے
فریاد ہے نہ شکوہ۔ خاموش ہو رہا ہون | رونے کی جو ہے لذت ہان اُس سے آشنا ہون

تدبیر بس یہی ہے مین زار زار روؤن | خلوت مین بیٹھ جاؤن اے غمگسار روؤن
کلفت ہو دور دل کی پھر ایکبار روؤن

باسط بسوانی

رفتار زمانہ

مجوزہ اصلاحات ہند

اس پرچہ مین ہم اُن اصلاحات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کر چکے ہین جو نظم و نسق ہندوستان کے متعلق حضور لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگو نے کئی ماہ غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کے بعد تجویز فرمائی ہین - ان اصلاحات کے متعلق جو رپورٹ شایع ہوئی ہے وہ فلسکیپ سائز کے پونے دو سو صفحات سے زیادہ حجم کی ایک ضخیم کتاب ہے اور اس کے ہر صفحہ سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضور وایسرائے اور صاحب وزیر ہند بہادر دونون نے اپنے امکان اور اپنے مقدور بھر مسئلہ کے ہر پہلو پر غور فرمایا ہے اور انکی پوری خواہش معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان طریقون پر ملکی انتظام کی بنیاد رکھین جو ملک کو حکومت خود اختیاری کے اعلیٰ معراج کی طرف لیجانیوالے ہون اور ساتھ ہی انھون نے آبادی کے ہر طبقہ کے فوائد اور حقوق کا خیال رکھنے کی امکانی کوشش کی ہے شروع سے آخر تک رپورٹ ایک اعلیٰ نقطۂ خیال کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے اور گو ایک آدھ جگہہ یہ بلند معیار قایم نہین رہ سکا تاہم یہ ماننا پڑیگا کہ رپورٹ لکھنے والے حکام نے گورنمنٹ ہند مین جدید اصول "حکومت خود اختیاری" کو دراصل پہلی مرتبہ داخل کرنے کی سعی کی ہے - ابتک استقلال کے ساتھ یہ معراج ہمارے حکام کے کبھی پیش نظر نہین رہا ہے حتی کہ لارڈ منٹو اور لارڈ مارلے دونون نے اپنے تجاویز کے سلسلہ مین صاف طور پر یہ بیان کر دیا تھا کہ ہندوستان مین پارلیمنٹ کے طریقہ کی حکومت کا قایم کرنا ان کی حد نظر سے باہر ہے - لارڈ مارلے جیسے جمہوریت پرست مدبر کے وہم و گمان مین بھی نہ آیا تھا کہ ہندوستان کبھی بھی جمہوری اصولون کے عملدرآمد کے لایق ہو سکتا ہے مگر دس ہی برس کے بعد جو بات انکو ناممکن معلوم ہوتی تھی آج ذمہ دار حکام نے اُسے قطعی تسلیم کر لیا ہے - پارلیمنٹ مین وزراے برطانیہ کی پوری رضامندی کے بعد اس اعلیٰ معراج کا باضابطہ اعلان بھی ہو چکا ہے اور اب اس معراج تک بتدریج پہونچنے کی عملی تدبیرین بھی تجویز کر لی گئی ہین - ان واقعات کے اشارہ سے ہمارا صرف یہ مطلب ہے کہ اگر بعض امور مین مجوزہ اصلاحات فی الحال ہمارے حوصلون کو پورا کرنیوالی نہین ہین تاہم ہمکو آیندہ کے لیے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے - یہ سچ ہے کہ اس سکیم نے

مکمل اختیارات ملنے کی کوئی میعاد یا مدت مقرر نہین کی ہے جیسا کہ بعض محبان وطن نے رائے ظاہر کی تھی لیکن دس برس کے بعد پارلیمنٹ کی طرف سے نظام ہند کی توسیع و ترقی کے متعلق ایک آزاد کمیشن بیٹھنا کچھ کم اہم اور وقیع نہوگا اور پھر جس طرح دس سال کی قانونی کونسلون کے تجربہ نے حکمرانون مین کثیر اصحاب کو ہماری قومی جذبات کا ہمدرد بنادیا ہے۔ کیا آیندہ دس برس کے اندر جب اہل ہند اپنے تئین مزید ذمہ داریون کا اہل ثابت کردین گے تو کوئی طاقت بھی ملکی حکومت مین ان کے مزید دخل یابی کو روک سکیگی؟ آخر کچھ اپنے اوپر بھی بھروسہ ہونا چاہیئے۔ ابتدائی تربیت کے بعد ناممکن ہے کہ آیندہ ترقی جلد اور تیزی کے ساتھ نہو۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مکمل آزادی تو کسی قوم کو چند دنونکی کوشش مین نہین ملی ہے۔ آخر اہل انگلستان کو اپنے شہری حقوق اور ملکی اختیارات کے لیے کسقدر جد وجہد کرنا پڑی ہے۔ آئرلینڈ مین سو برس سے ہوم رول کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے لیکن ابھی تک آبادی کی اختلاف رائے سے کچھ نہین ہونے پایا ہے۔ ان سب باتون کو پیش نظر رکھکر ہماری قطعی رائے ہے کہ اہل ہند کو اس اسکیم کو خوشی کے ساتھ قبول کرلینا چاہیئے۔ ہم واقف ہین کہ بعض محبان وطن مجوزہ اسکیم سے اس درجہ بد دل اور مایوس ہوگئے ہین کہ وہ اسے قطعی رد کردینے کی سفارش کر رہے ہین۔ ہمکو افسوس ہے کہ اس معاملہ مین انکی رائے ہم ملک اور قوم کے مفاد کے لیے مفید نہین سمجھتے ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ ملکی معاملات مین ہم روٹھکر یا ناراض ہوکر کچھ زیادہ نفع نہین حاصل کرسکتے۔ تمام حالات پر غور کرکے اسوقت ہمارے لیے اس سے زیادہ اور کوئی غلطی نہین ہوسکتی ہے کہ ہم تجاویز کو یک لخت نامنظور کردین۔ آخر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ پرانے ملکی رہنماؤن مین کسقدر اہل الرائے اصحاب نے اس اسکیم کے اصولون کا خیر مقدم کیا ہے۔ بابو سریندر ناتھ بنرجی۔ پنڈت مدنموہن مالویہ سرسنکرن نائر۔ سرستندر ناتھ بنرجی۔ مسٹر باسو وغیرہ وغیرہ نے مجوزہ اصلاحات کو حکومت خود اختیاری کے راستے مین پہلی منزل قرار دیا ہے۔ بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ ہمکو کانگرس مسلم لیگ کے مطالبات ہی پر زور دینا چاہیئے اور سوائے اس کے کسی اور اسکیم کو قبول نہ کرنا چاہیئے۔ ہماری رائے مین اصل بات دیکھنے کی یہ ہے کہ جن اصولون پر کہ کانگرس اور لیگ کا اسکیم مبنی ہے اگر انکا لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگ نے پورا لحاظ کرلیا ہے اور جو باتین کہ انھین قابل قبول معلوم ہوئی ہین انکو قبول کرکے جنکو انھون نے پسند نہین کیا انکو وجوہات کے ساتھ رد کیا ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ انکی تجاویز پر ٹھنڈے دل سے غور نہ کیا جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم شایع شدہ تجاویز کے سرتاپا موافق ہین۔ در اصل ابھی اکثر مقامات مین بہت کچھ اصلاح اور ترقی کی ضرورت ہے اور جبتک گورنمنٹ رائے عامہ کے مطابق اپنی تجاویز مین اصلاح

تغیر و تبدل کرنے پر تیار نہ ہوگی ہرگز ہندوستانیوں کو وہ فوائد نہ پہونچین گے جو لارڈ چیمسفورڈ اور مسٹر مانٹیگو پہونچانا چاہتے ہین۔ دراصل سرکاری تجاویز ڈسٹرکٹ بورڈون اور میونسپل کمیٹیون مین تو کامل خودمختاری دینے کا وعدہ کرتی ہین اور صوبہ کی حکومت مین بھی ہمارے اختیارات مین بہت کچھ اضافہ تجویز کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت مین رعایا کی مرضی کو بہت دخل رہے گا۔ لیکن گورنمنٹ ہند کے بارہ مین جو نظام تجویز کیا گیا ہے وہ بہت پیچیدہ ہے اور ہمارے خیال مین یہ جزو اسکیم بہت کچھ محتاج اصلاح ہے بہرحال یہان پر ہم یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہین کہ ان تجاویز پر عمل ہونے کے بعد حکومت ہند کی موجودہ مطلق العنانی اور خودمختاری مین بہت بڑا اور صحیح فرق آئیگا اور اسی بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ حکام ہند اپنی مرضی کے خودمختار نہ رہین بلکہ اپنے تئین رعایا کا ملازم اور تابع سمجھین۔ اہل ملک کے جذبات کے متعلق جو لب و لہجہ اصلاحی رپورٹ مین اختیار کیا گیا ہے وہ اس سے پہلے کسی اور سرکاری تحریر مین اختیار نہ ہوا تھا اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ ذمہ دار حکام ہند کے نقطہ خیال مین واقعی ایک خوشگوار تبدیلی ہوگئی ہے اور وہ دن اب قریب ہے جب برٹش جھنڈے کے زیر سایہ ہندوستان کو بھی حکومت خوداختیاری نصیب ہوگی اور وہ اختیارات جن سے ہم اب تک محروم رہے ہین ہمکو جلد عطا ہون گے۔

جنگ کی موجودہ حالت

حال مین لڑائی کی حالت بہت زیادہ ہمارے موافق ہوگئی ہے۔ مغربی میدان مین دشمن روک دیا گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے مقامی مقابلون مین ہماری ہی فوج کامیاب رہی۔ اطالیہ کے میدان مین آسٹریوی فوجون کو زک دی گئی۔ اطالوی اور فرانسیسی البانیہ مین برابر بڑھتے ہی آتے ہین۔ سائبریا مین بھی اتحادیون کی طرفدار ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے۔ ہر میدان مین ہوائی جہازون کی لڑائیون مین اتحادیون ہی کی جیت رہی آبدوز کشتیاں اب کچھ نقصان نہین پہونچا رہی ہین۔ فرانس مین امریکہ سے بڑی بھاری فوج آگئی ہے۔ جن سے ہماری فوجین دشمنون کی تعداد سے شمار مین زیادہ ہوگئی ہین۔

پچھلے چند ہفتون مین بعض اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے ہین جنکا جنگی حالت پر بہت گہرا اثر پڑ رہا ہے ان سب مین اہم بات یہ ہے کہ جرمنی کی فوجی جماعت کو جرمن پارلیمنٹ مین فتح حاصل ہوئی ہے۔ یہ جرمن پارٹی اُس وقت تک صلح نہ کرے گی جبتک جرمنی ساری دنیا کی مالک نہ بنجائے اسوقت جرمنی کا

اصلی مالک جنرل لوڈن ڈارف ہے (یعنی بڑے بڑے ملکی معاملون مین رعایا اُسی کا کہنا ماننے اور اُسی کے پیچھے پیچھے چلنے پر تیار ہے) مگر اُسے لڑائی کے میدان مین بڑے بڑے معرکہ کی فتح حاصل کرنا پڑیگی تب کہین جاکے اُسکی بات قایم رہ سکتی ہے اگر اُسے ایسے معرکہ کی فتح نصیب ہوئی تو جرمنون کے خیالات مین خود انقلاب عظیم ہو جائیگا۔ اس مین شک نہین کہ جرمن لوگ بڑی سختی کے ساتھ آئین کے پابند ہین فوجی گروہ کا اقتدار اسوقت تک قایم رہ سکتا ہے جبتک میدان جنگ مین معرکہ کی فتوحات حاصل ہوتی رہین۔ بیشک اس کے لیے جرمن فوج کی ساری طاقت صرف کردیجائیگی۔ جرمنی کے قریب ۴۰ لاکھ آدمی اس وقت بلجیم سے لگے میدان مین ہین اُن مین سے ۱۰ لاکھ فوج محفوظ مین ہین (فوج محفوظ وہ فوج کہلاتی ہے جو لڑنے والی فوج کے پیچھے کچھ فاصلہ پر پڑی آرام کیا کرتی ہین تاکہ جسوقت تازہ دم فوج کی ضرورت پڑے تو اُس سے کام لیا جائے) جرمنی کا سارا دار و مدار اسی حملہ پر ہے۔ معمولی کامیابی جس سے کوئی صاف اور قطعی فیصلہ نہ ہوتا ہو کافی نہین ہے۔ ہماری فوج جرمنون سے تعداد مین زیادہ ہے اور جب امریکہ کی فوج اور اس کے افسر تھوڑی سی اور تعلیم اور کچھ مزید تجربہ حاصل کرلین گے اُسوقت تو اتحادیون کی دشمنون سے بہت بڑھجائیگی۔ درحقیقت گذشتہ حملہ مین جرمن جانون کا کثرت سے نقصان ہو رہا ہے اُس نے بظاہر ریمس کے پورب اور پچھم اسلیے حملہ کیا تھا کہ دریاے مارن کے کنارے کی پہاڑیون پر قبضہ کرتے مگر یہ مطلب حاصل نہ ہوا۔ حال کی لڑائی مین جنرل فوش اس طرح پر آگے بڑھ گئے ہین کہ جرمن فوج کے صدر مقام سے اُنکی رسدگاہ کے درمیان کا راستہ خطرہ مین پڑ گیا اور جنرل فوش نے اپنی بڑی بڑی توپین ایسے موقعو پر لگادی ہین کہ جن سے سڑکون ریلون پر گولے برسائے جاسکتے ہین۔ یہی وہ سڑکین اور ریلوے ہین جن کے ذریعہ جرمن فوج کے لیے رسد اور گولہ بارود پہنچتا ہے۔ ہزارون جرمن قیدی اور سیکڑون جرمن توپین اتحادیون کے قبضہ مین آگئی ہین اب اگر اتحادی اُن سڑکون اور ریلوے لائنون پر پورا پورا قبضہ حاصل کرلینے مین کامیاب ہوجائین تو وہ ہزارون جرمن سپاہیون کو قید کرلین گے اور اُن کی سیکڑون توپین بھی ہمارے قبضہ مین آجائینگی پھر جرمنی کو ایک شکست فاش حاصل ہوگی۔ جنرل فوش نے غنیم کے بازو پر بھی حملہ کردیا ہے اور اب وہ مقام بہت قریب ہوگیا ہے جہان ۱۹۱۴ء مین جنرل فوش نے جرمنونکو شکست دی تھی۔ آج جنرل فوش متحدہ افواج کے افسر اعلیٰ ہین اور بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کہ اب کی پھر جنرل فوش اُسی مقام پر جرمنون کو دوسری شکست دینے والے ہین۔ بہرحال جرمنون کی حالت نہایت ہی نازک ہو رہی ہے۔ درحقیقت

وہ اس حالت پر پہونچ گئے ہین کہ نہ اُن سے آگے ہی بڑھتے بن پڑتا ہے اور نہ پیچھے ہی ہٹتے۔ اب جہان وہ بیچ پڑے ہین وہان ٹھہرنا قیامت ہو۔ جولائی کے آخری ہفتہ مین اُنھون نے آگے بڑھنے کی سر توڑ کوشش کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا فی الحال اتحادی ایک شاندار فتح حاصل کر چکے ہین۔ ممکن ہے کہ یہی فتح لڑائی کی سب سے بڑی فتح ثابت ہو۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

قرضۂ جنگ

لڑائی سے پہلے ہی جب بہت سے بنکون کا دیوالہ نکل گیا تھا۔ روپیہ والون کے لیے یہ سوال بہت مشکل ہوگیا تھا کہ اپنے فاضل روپیہ کو کہان رکھین کہ ضایع نہ ہوجائے بلکہ کچھ منافع دے سکے۔ لڑائی شروع ہوجانے سے یہ مشکل اور بھی بڑھ گئی اب تو نئے کارخانے ایسی کمپنیان قایم کرنا جہان ہم روپیہ لگا کے فائدہ اوٹھا سکین بہت مشکل ہوگیا ہے۔ جنگ کے قرضہ مین روپیہ لگا دینے سے اس بات کا تو اطمینان ہے کہ ہماری رقم سرکار کے پاس اور سلطنت کے ہاتھ مین ہے۔

قرضۂ جنگ مین صرف یہی خوبی نہین ہے کہ وہ بالکل بے خطر اور محفوظ ہے۔ ہر ایک روپیہ جو آپ لڑائی کے قرضہ مین صرف کرین گے ساڑھے پانچ روپیہ سالانہ منافع بھی ملیگا۔ اتنا نفع کسی بنک سے مل نہین سکتا۔ آپ جتنا روپیہ لڑائی کے قرضہ مین لگائینگے وہ ہندوستان ہی کے اندر صرف ہوگا۔ آپ کے تمام ملکی بھائی جو کپڑے، چمڑے، روٹی، بوٹ اور خیمون کی تجارت مین مصروف ہین اس سے فائدہ اوٹھائین گے۔ کیونکہ جو روپیہ لڑائی کے قرضہ مین دیا جائیگا اُس سے اسی ملک سے چیزین خریدی جائینگی۔ وہ روپیہ جو آپ نے ملکی چیزون کی جیبون مین جاتا ہے اُسکا ایک حصہ کسی نہ کسی صورت مین پھر آپ ہی کے پاس واپس آجاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کپڑے کی تجارت کرتے ہین۔ آپ لڑائی کے قرضہ مین کچھ روپیہ لگاتے ہین۔ اس روپیہ مین سے کچھ حصہ خیمونکی خریداری مین صرف ہوتا ہے جو فوج کے لیے کسی قریب کے کارخانہ سے خریدے جاتے ہین۔ بہت سے لوگ جو پہلے سے کافی کپڑا خریدنے کی وسعت نہین رکھتے تھے خیمہ بنانے کے کام مین نوکر ہوگئے ہین اور ان آدمیون کے پاس اتنا روپیہ ہوگیا ہے کہ اپنی ضرورت کے موافق کپڑا خرید لین۔ یہ آپکی دوکان پر کپڑا خریدنے آتے ہین۔ آپ کی بکری بڑھتی ہے اور پہلے کے مقابلہ مین آپکو زیادہ نفع ہونے لگتا ہے۔

جو لوگ مادر وطن کی حفاظت مین اپنا خون بہا رہے ہین اُن کا بھی حق ہے [illegible] لڑنے

کے لیے انھین توپون بندوقون گولے بارود۔ ہوائی جہازون اور ایسی ہی اور چیزون کی ضرورت ہے پھر اُن کے لیے اچھا کھانا اور کپڑا بھی چاہیئے۔ ان چیزون کے لیے روپیہ ہونے کی ضرورت ہی۔ آپ کو اُن کے لیے یہ سامان مہیا کرنے مین خواہ کیسی ہی تکلیف برداشت کرنا پڑے۔ مگر آپ کی تکلیف کبھی اُس تکلیف کا مقابلہ نہین کرسکتی جو ہمارے بہادر سپاہی اپنی جان پر کھیل کر آپ کے لیے اُٹھا رہے ہین مگر سچی بات تو یہ ہے کہ جہان تک لڑائی کے قرضہ کا معاملہ ہے آپکو کسی قسم کی تکلیف اُٹھانا ہی نہین پڑتی آپ سے بہت ہی اچھے سود کے نرخ پر قرضہ مانگا جا رہا ہے آپ سے چندہ نہین مانگا جاتا جو آپکو کبھی واپس نہ دیا جائے۔

لڑائی کے قرضہ مین روپیہ لگانے سے آپ اپنے ملکی خطرہ کو دفع کرنے کے علاوہ آپ دنیا کو ایسے ظلم اور مصیبت کی شامت سے بھی بچانے مین مدد دے رہے ہین جسکا عوام کو ابھی صحیح اندازہ تب ہی ہی ہوگا جب آپکو معلوم ہوگا کہ جرمن کیونکر اپنا لڑائی کا قرضہ حاصل کرتے ہین۔ جرمنی مین رعایا سے قرضہ مانگا نہین جاتا۔ اُن کی پس انداز رقم اُن سے جبراً وصول کرلیجاتی ہی۔ مزدوری نہین دیجاتی ہی کچھ حصہ اُنھین ملجاتا ہی باقی حصہ مالک یا کام پر لگانے والا گورنمنٹ کے حکم سے بنک مین داخل کردیتا ہی رعایا جو روپیہ بنک مین جمع کرتی ہی اُسکی اجازت بغیر لڑائی کے قرضہ مین داخل کرلیا جاتا ہی رعایا کو اسمین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہین ہی۔ کیونکہ سلطنت جرمنی کو رعایا کی راے سے کوئی بحث نہین ہے۔ اسلیے ہمکو کوئی ایسی کوشش کرنے سے جس سے ہمارا وطن اس لعنت سے بچا رہے دریغ نہ ہونا چاہیئے۔

یاد رکھیئے ہر روپیہ جو آپ لڑائی کے قرضہ مین لگائینگے وہ جرمنون کے تباہ کرنے مین صرف کیا جائیگا۔

کلام اکبر

اک مصیبت مین ہی سادھو ہو کوئی یا سیٹھ ہی　　ہے تو یہ ساون مگر حکم خدا سے جیٹھ ہے
سچ تو ہے گردون کو راہ مہربانی کیون ملے　　آگ جب یورپ مین برسے ہمکو پانی کیون ملے

یا الٰہی جلد ہو باران رحمت کا نزول
یہ دعا لازم ہے سبکو چھوڑ کر کار فضول

کتب خانہ

سرمہ میرہ کاشمیر

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون والیان ریاست ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پروال۔ غبار۔ سرخی۔ پھولا۔ ابتدائی موتیابند ناخنہ پانی بہنا خارش وغیرہ میں معزز ڈاکٹر بجائے ادویات کے مریضوں کو اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہیں بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیے کم رکھی ہے کہ عام خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کیلیے کافی ہے قیمت ۲/ میرہ کا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ ۱/ خالص میرہ فی ماشہ ۸/ مصری سرمہ فی تولہ ۸/ خرچ ذمہ خریدار

المشتہر

مہندر سنگھ منیجر کارخانہ رفیع میاسنگھ اللوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

میں نے میرہ کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ صاحب نے خود بنایا اپنے بہت سے بیمارون پر استعمال کر کے دیکھا ہے اور میں اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ میرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور آنکھون کی بیماری کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے میں نے اپنے تجربہ میں آجتک کوئی سرمہ اس سے فائدہ بخش نہیں دیکھا میں انکو جنکی آنکھون میں ذرا بھی کسی قسم کی شکایت ہے بڑے زور شور سے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون اور ہر طرح مفید اور فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ پانی آنے دھند۔ خارش۔ سرخی چشم کے واسطے تمام انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ سچ مچ آپنے اسقدر ارزان قیمت سرمہ تیار کر کے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے آپ کا شکریہ الفاظ میں ہونا محال ہے ضروری ہے کہ ملک کے تمام آپکے سرمہ سے فیضیاب ہو کر فائدہ اٹھائیں اور ہر طرح کی آنکھون کی بیماری سے نجات حاصل کریں۔ راقم پنڈت گلاب رام صاحب ڈاکٹر الحضور نواب صاحب بہادر بہاولپور۔

(۲) مین نے میرہ کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا۔ میری راے میں خاصکر ان مریضون کے واسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ ڈاکٹر برج لال گھوش راے بہادر۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔ حال نیدی سرجن گورنر جنرل ہند۔

پاس وہ درخواست پیش کی گئی ہو۔
ڈاکخانوں میں روپیہ اس لئے بھی دیا جاسکتا ہو کہ وہ قیمت داخل کی جانے کی درخواست دینے والے کے نام ڈاکخانہ کے سیونگ بنک میں جمع ہوں۔
پریزیڈنسی بنک کے صدر دفتروں میں روپیہ انڈین ٹریزری بلس (خزانہ ہند کے بلوں) کی شکل میں دیا جاسکتا ہے اور یہ بل بطور زر نقد کے انکی مندرجہ قیمتوں پر بعد منہائی اسقدر ڈسکونٹ (بٹہ) کے لئے جائیں گے جسکا حساب میعاد بل کے اس عرصہ کی بابت جو گزرا نہ ہو چار روپیہ سیکڑہ سالانہ کی شرح سے لگایا جائیگا۔

ڈاکخانہ کے پانچ سال والے کیش سارٹیفکٹ

سارٹیفکٹ زر نقد

انکے سود پر انکم ٹکس نہیں لیا جائیگا

۱۰ روپیہ - ۲۰ روپیہ - ۵۰ روپیہ - ۱۰۰ روپیہ اور ۵۰۰ روپیہ کے

(انکا روپیہ جاری ہونے کے وقت سے ۵ سال گذرنے پر قابل ادا ہوگا)

جاری کیئے جانے کے وقت کی قیمت

۷ روپیہ ۱۲ آنہ - ۱۵ روپیہ ۸ آنہ - ۳۸ روپیہ ۱۲ آنہ - ۷۷ روپیہ ۸ آنہ اور ۳۸۷ روپیہ ۸ آنہ

ڈاکخانہ کے پانچ سال والے کیش سارٹیفکٹ ہر وقت ہر ایسے ڈاکخانہ میں خریدے جاسکتے ہیں جہاں سیونگ بنک کا کام ہوتا ہو مگر ایک شخص زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپیہ کی مالیت کے خرید سکتا ہے۔ ان سارٹیفکٹوں کا روپیہ اس ڈاکخانہ سے جہاں سے وہ جاری کیئے گئے ہوں پانچ سال کی میعاد کے اندر (بھی) ہر وقت ان شرحوں سے ملسکتا ہے جو کسی حالت میں اس رقم سے کم نہ ہونگی جو سارٹیفکٹ کے لئے شروع میں ادا کی گئی ہو۔ یہ اور دوسرے حالات ہر ڈاکخانہ سے معلوم کیئے جاسکتے ہیں۔

دانتون کی حفاظت

کرنا ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ اگر آپکے دانتون مین درد ہوتا ہے کیڑا لگ گیا ہے۔ مسوڑھے پھول گئے ہین یا اور کوئی شکایت ہے تو آپ فوراً ہمارے منجن دندان کا استعمال کرین۔ اس منجن کے لگانے سے بدبو اور غلاظت دور ہو کر دانت کی جڑین مضبوط ہو جاتی ہین اور کسی قسم کی شکایت باقی نہین رہتی۔ قیمت فی ڈبیہ بارہ آنہ ۱۲ ؍

جڑی بوٹیون کے ست کا سرمہ

میرہ سے ہزار بار بہتر دھند۔ جالا۔ غبار۔ پڑوال۔ پھولا۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند کا شرطیہ علاج۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چھ آنہ عہ؍

جاپان کی نئی ایجاد
کاماگاچا آئل

یہ تیل ایک جاپانی ڈاکٹر کی ایجاد ہے جسنے امریکہ اور فرانس مین برسون تک میڈیکل سائنس کا مطالعہ کیا ہے۔ اس تیل کی مالش سے انسان کے تمام پرائیویٹ امراض ...... سستی کمزوری وغیرہ دور ہو جاتے ہین۔ بدن مین نئی طاقت نیا خون اور نیا جوش پیدا ہوتا ہے جس سے انسان اولاد پیدا کرنیکے قابل ہو جاتا ہے۔ علاوہ اسکے یہ تیل جوڑون کے درد اور گٹھیا کے لئے بھی از حد مفید ثابت ہوا ہے۔ جسم کا کوئی حصہ رہ گیا ہو اوسمین پھر سے زندگی پیدا ہو جاویگی اور مریض تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگے گا۔

قیمت فی شیشی دو روپیہ آٹھ آنہ عہ؍

لکشمی میڈیکل ہال۔ دارا گنج۔ الہ آباد

یادگار رام

(یعنی)

[illegible] لالہ سری رام [illegible]

ایم اے مرحوم [illegible] کے پانچ اعلیٰ اور

قابل دید مضامین

[illegible]

دیباچہ

از آنریبل منشی گنگا پرشاد صاحب

ایڈیشنل ایڈووکیٹ

و تمہید

از رائے بہادر لالہ [illegible]

حجم ۱۲۲ صفحات

قیمت ۱۲/

خیالات عزیز

(یعنی)

جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی-اے

ایم-آر-اے-ایس مرحوم

کے

[illegible] ادبی تاریخی اور علمی مضامین

مع تصویر مصنف و دیباچہ

عالی جناب نواب وقار الملک بہادر

حجم ۲۱۳ صفحات

قیمت [illegible]

اردو مضمون نویسی

جسمیں

بچوں کے لئے اردو مضمون نگاری

کے طریقے درج ہیں

اسکول ٹیکسٹ بک کمیٹی نے پسند فرمایا

مصنفہ

پروفیسر بابو [illegible] پرشاد بی-اے

قیمت [illegible]

یادگار سرور

یا

خمخانۂ سرور

(یعنی)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترتیبہ

منشی دیانرائن نگم بی-اے

ایڈیٹر زمانہ

حجم ۱۲۲ صفحات

قیمت ۱۲/

نصائح جہانگیریہ

سنسکرت کے مشہور فلاسفر کے

چند نصائح کا اردو ترجمہ

مع دیباچہ

قیمت [illegible]

طریق دولتمندی

مصنفہ

حکیم بانکے لال صاحب نگم [illegible]

مفید کتاب - قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ

منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور



عالیجناب معلی القاب نواب سر ہارکورٹ بٹلر صاحب بہادر کے سی ایس آئی سی آئی ای لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ

زمانہ

جلد ۳۱ — اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر ۱۸۷

اُردو شاعری اور شعراے حال

(۱)

زمانہ حال یعنی انگریزی تعلیم کی ترقی سے پہلے اُردو شاعری کا زیادہ تر صرف ایک ہی اسکول تھا۔ یعنی عشقیہ۔ زیادہ تر ہم اس لئے کہتے ہین کہ اس سے پہلے بھی ایک طرف میر انیس اور مرزا دبیر کے دم سے لکھنؤ مین مرثیہ گوئی کی گرم بازاری ہوئی اور اسکے بدولت نگارخانۂ شاعری میں رزم و بزم اور انسانی جذبات کے ایسے دلاویز مرقعے تیار ہوگئے کہ وہ ہمیشہ ہمارے دلون کو گرماتے اور جذبات کو اُبھارتے رہین گے دلّی مین مرزا غالب نے بھی رسمی شاعری مین ایک طرز نو کی بنیاد ڈالی۔ اور اُنکا کلام فلسفانہ نکات سے کچھ ایسا لبریز ہے کہ ہم دیوان غالب کو اس صنف کے بہترین شعراے دُنیا کے مقابل پیش کرسکتے ہین بہرنوع اسمین شک نہین ہے کہ ایک مدت تک اردو شاعری پر عاشقانہ مضامین ہی کا رنگ غالب تھا اور اسمین تصنع اور لوابندی کو بڑا دخل تھا کیونکہ شاعری سوشل تحریکات کا عکس ہوتی ہے۔ قوم کی شایستگی۔ تہذیب اور طرز معاشرت ہی سے شاعرانہ جذبات پیدا ہوتے ہین اور سب جانتے ہین کہ پچاس برس سے پہلے ہند مین عیش پرستی کا دور دورہ تھا۔ لکھنؤ ہو یا دلّی۔ اُمرا کی زندگی لاابالی اور ہوسناکی مین بسر ہوتی تھی اردو شاعری بھی انھین کے جذبات کی ایک کنیز تھی جب درباروں مین عیاشی کا

* یہ مضمون لاہور مین قومی ہفتہ کی تقریب کے سلسلہ مین پڑھکر سنایا گیا تھا۔

پورا رنگ جما ہو تو شاعروں کا تصورِ جانان مین بیٹھے رہنے کے سوا کیا مشغلہ ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اُردو شاعری مین شاعرانہ چوچلوں کے سوا اور کچھ نہین ہے۔ نہین خداوندانِ سخن اس تنگ دائرے مین محدود رہ کر بھی اپنے فکرِ رسا کے کمالات دکھلا گئے ہین اور حسن و عشق تصوّف۔ فلسفہ۔ معاملہ بندی۔ اُمید و بیم۔ اور حسیاتِ انسانی اور مناظرِ قدرت سب ہی کی جیتی جاگتی تصویرین لفظون مین کھینچ کر رکھدی ہین تاہم زمانہ حال سے پہلے اردو شاعری کا رجحان عاشقانہ تھا۔ حسن و عشق ہی کا اقلیمِ سخن مین سکہ چل رہا تھا۔ اب بھی اسکی حکومت کا اثر بہت کچھ باقی ہے لیکن وقت بدل گیا اور اُردو شاعری بھی زمانہ موجودہ کے ترقّی سے بے اثر نہین رہی۔ عہدِ جدید مین اُردو شاعری کے تین اسکول قائم ہوئے۔ جنکو ہم سہولیت کی غرض سے مختلف نامون سے یاد کرین گے۔ مَین پُرانے طرز کی شاعری کو درباری شاعری کہتا ہون کیونکہ آج بھی عام مجلسون اور رئیسانہ دربارون مین اُسکی قدر ہو رہی ہے دوسرے یہ شاعری بالکل رسم و رواج کی پابند ہے اس لئے بھی اسکو درباری کہنا بیجا نہ ہوگا۔ دوسرے اسکول کو مَین گورنمنٹی یا اسکولی کہتا ہون۔ کیونکہ اسمین بے اصولی کے حد تک طرزِ قدیم سے انحراف ہے اور اسکے مقلدون نے اصلاح کے دُھن مین زیادہ تر وعظِ خشک پر اکتفا کی۔ اِس اسکول نے مُلک اور زبان کی جو خدمات کی ہین مَین اُن کا تہِ دل سے معترف ہون۔ فی الحقیقت اصلاح کے میدان مین اِس طرزِ جدید کے شعرانے سفرِ مینا کا کام کیا ہے چالیس برس ہوئے اِس اسکول کی بُنیاد انگریزی علما کے تحریک اور سرپرستی سے قائم ہوئی۔ حکام گورنمنٹ اور سرکاری سرشتہ تعلیم سے اس طرزِ جدید کو بڑی مدد ملی اور اسلئے مَین اِس طرز کا نام اسکولی رکھتا ہون۔ تیسرا اسکول قومی ہے جس نے جذباتِ انسانی مین حبِّ وطن اور قومی ہمدردی کو سب سے اونچی جگہ دی۔ حُسن و عشق کا اس نے بائی کاٹ نہین کیا لیکن ایک زندہ جیتی جاگتی ترقی یافتہ قوم کے زندگی مین جو مرحلے پیش آتے ہین۔ اِس جماعت شعرانے ان سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا۔

درباری شاعری پابندِ قیود تھی۔ وہ فارسی بحرون کیطرح فارسی انشاپردازی کی سرتاپا نقل تھی۔ اور اِس نے مُلک کے خیالات و حالات کو بالکل مٹا ہی دیا۔ "وہ پپیہے اور کوئل کی آواز۔ چنپا اور چمیلی کی خوشبو کو بھول گئے تھے۔ وہ بُلبُلِ ہزار داستان اور نسرین اور سنبل کی جو کہین دیکھے بھی نہ تھے تعریف کرتے تھے رستم اور اسفندیار کی بہادری بیستون کی بلندی۔ جیحون اور سیحون کی روانی کا راگ

گاتے تھے۔ قومی اسکول نے اُردو شاعری کو اس غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ اہل ملک کو ارجن کی بہادری ہمالیہ کی برف بھری چوٹیون اور گنگا جمنا کی طرف متوجہ کیا۔ ہندی اور سنسکرت سے بھی فائدہ اُٹھایا اور اُردو شاعری مین اپنے وطن کے دلکش مناظر اور اہل وطن کے سچے جذبات کو جگہ دی“

درباری شاعری کے خداوندانِ سخن داغ اور امیر مینائی ہوئے۔ اسکے دائرے مین اب بھی ہزارہا شعرا ہین اب بھی اس جماعت کو ریاض۔ جلیل۔ شوق۔ صفی۔ عزیز۔ سائل۔ محشر۔ شاد۔ مضطر نظم وحشت۔ حفیظ۔ یاس۔ صفدر وغیرہ کے ذات باکمالات سے رونق حاصل ہے۔

اسکولی شاعری کے پیش امام مولانا آزاد مرحوم اور خواجہ حالی ہوئے۔ اور بیسون صاحبان کمال نے ان کی تقلید کی۔ مولانا محمد اسمٰعیل منشی سورج نراین مہر۔ اور منشی رام سہائے تمنا وغیرہ اسی اسکول کے رُکن اعظم ہین۔

قومی اسکول مین اس وقت سب سے زیادہ قابل ذکر حضرت اکبر۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ مولانا حسرت۔ منشی نوبت رائے نظر۔ پنڈت برج نراین چکبست۔ مسٹر تلوک چند محروم اور منشی مہاراج بہادر برق ہین ایک باکمال جو اس صدی کا رکن رکین ہوا افسوس اب ہمارے جذبات کی ترجمانی کو دُنیا مین موجود نہین ہے۔ میرا اشارہ منشی درگا سہائے سُرور جہان آبادی کیطرف ہے سات آٹھ سال ہوئے یہ باکمال صرف ۳۷ برس کی عمر مین داغ مفارقت دے گیا۔ آہ! خود نہین گیا بلکہ اسکے ساتھ ہی بقول مولانا حسرت شور وگداز۔ کاہش و درد فسون و افسانہ۔ ساقی و پیمانہ حسرت و عبرت۔ طریقت و معرفت کی مجلسین اور ہنگامہ آرائیان بھی درہم برہم ہوگئین“

نہ نقش پائے عزیزان نہ بانگ کوس رحیل
یہ کب کدھر کو گیا کاروان نہین معلوم

اس وقت اتنا وقت تو نہین ہے کہ اُردو شاعری کے ان مختلف اسکولون کے اہل سخن کے کمال فن کی داد دیجائے۔ اسلئے مین صرف قومی اسکول کے بعض خداوندانِ سخن کے کمالات کا ایک مختصر ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہون۔

سید اکبر حسین اکبر سن و سال کے لحاظ سے بزرگون مین شامل ہین آپ پنشنر جج ہین اور کانپور مین بھی سب ججی کر چکے ہین۔ اس وقت آپ کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے۔ اور اندنون

کشمکش دُنیا سے کنارہ کش ہو کر الٰہ آباد مین اپنی کوٹھی مین عزلت گزین ہین - ہر وقت شعر و سخن کا چرچا رہتا ہے اور باتون باتون مین مذہب اور فلسفہ کے اعلےٰ ترین نکات حل ہوا کرتے ہین اوائل زمانہ اطمینان اور فراغت مین گذرا - لیکن کچھ عرصہ سے تفکرات دُنیا نے گھیر رکھا ہے - اور پے در پے حادثات نے دل کو زخمی کر دیا ہے - تاہم مذہب اور فلسفہ اور شعر و سخن طبیعت کو سنبھالے ہوئے ہے - آپ اپنے بیوی کے عاشق زار تھے - بیٹون کو برابری کا درجہ دے رکھا تھا اور ان سے دادِ سخن لیا کرتے تھے - بڑے بیٹے عرصہ دراز تک اپنے مرضی سے انگلستان مین رہے - انکی جُدائی نے آپ کو بیمار و ناتوان کر رکھا تھا یا رب یعقوب کی طرح آپ کا یوسف بھی گھر آگیا - لیکن اس عارضی مفارقت ... کے بعد آپ کے شریک زندگی سے دائمی مفارقت کا داغ دیا اور چھوٹا ہونہار بیٹا بھی جو ہر وقت کا ساتھی اور آپ کے کلام کا مخاطب تھا چل بسا - اس لئے اب آپ کچھ خاموش سے ہو گئے ہین اور کلام مین بھی کبھی کبھی ان صدمات کی جھلک آجاتی ہے -

اکبر عموماً لسان العصر کہلاتے ہین اور کوئی شک نہین ہے کہ اُردو شاعری مین اگر کوئی سخنور اس لقب کا مستحق ہے تو وہ حضرت اکبر ہین - آپ اپنے زمانے کے صحیح ترجمان ہین - حال کی سب تحریکون کے اصلی معنی و مطالب انھون نے قوم کے ذہن نشین کئے ہین اور ایسے دلکش دل آویز اور دلنشین طریقے سے کہ جس بات کو وہ چند لفظون مین کہہ جاتے ہین اُسکو دوسرے ... صفحات مین بھی بیان نہین کر سکتے - اکبر سر سید کے ہمعصر تھے - مسلمانون کی زندگی مین علی گڈھ کالج کی تحریک سے جو انقلاب عظیم برپا ہوا ہے - اُسکے فوائد تو سب ہی پر ظاہر ہین لیکن اسکی خامیون سے اکبر ہی نے قوم کو متنبہ کیا - ظرافت مین انکو یدطولےٰ حاصل ہے - وہ اس فن مین اپنے کمال سے پند و نصیحت کا کام لیتے ہین - بات کی بات مین وہ موجودہ معاشرت کے نقائص رائج الوقت خیالات کی خامیان اور حالات حاضرہ کی پستی ذہن نشین کر دیتے ہین - جو کام واعظ اور مصلح سے نہین ہوتا وہ انکے مذاق آمیز ایک بائین ہاتھ کا کام ہے -

حسن اتفاق کہئے یا مصلحت ایزدی اکبر کا وجود قوم کے نشو و نما کے لحاظ سے تاریخ ہند کے ایک نازک زمانہ مین ہوا - جب ملک مین دو عظیم الشان تہذیبون کی کشمکش درپیش تھی - زندگی کا ہر پہلو

تغیر پذیر ہو رہا تھا - افراط اور تفریط کا دور دورہ تھا - قومی حالت مین کسی عنوان پر قرار کی صورت پیدا نہ ہوئی تھی - ایسی حالت مین ایک فلسفی نکتہ دان اور ناصح مشفق، مذاق اور مضحکے سے قوم کی پوری اصلاح کر سکتا ہے اور یہی جناب اکبر کے ظرافت خداداد کی علت غائی ہے - اکبر الہ آبادی کیا در اصل ہندوستان جدید کے بہترین HUMOURIST ہین -

مُلک کے پولٹیکل حالت کا خاکہ ملاحظہ فرمائیے -

دل اُس بتِ فرنگ سے ملنے کی شکل کیا　　میری زبان اور ہے اوسکی زبان اور

میرے منصوبے ترقی کے ہوئے سب پائمال　　بیج مغرب نے جو بویا وہ اُگا اور پھل گیا

بوٹ ڈاسن نے بنایا مین نے اِک مضمون لکھا　　مُلک مین مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

یہ بات غلط کہ دار الاسلام ہے ہند　　یہ جھوٹ کہ ملک لچھمن و رام ہے ہند

ہم سب ہین مطیع و خیر خواہ اِنگلش　　یورپ کے لئے بس اک گودام ہے ہند

دُنیا مین ضرورت زور کی ہے اور آپ مین طلق زور نہین　　یہ صورت حال رہی قائم تو امرِ کا جا جز کو نہین

اے بھائیو بابو صاحب سے کھنچنے کا نہین ہے کوئی محل　　کونسل علاء الدین مین ہو سکن تو تمہارا غور نہین

ایمان بیچنے پر ہین اب سب تُلے ہوئے　　لیکن خرید ہو جو علی گڈھ کے بھاؤ سے

آپ کی انجمن کی ہے کیا بات　　آہ چھپتی سے واہ چھپتی ہے

گذرے مری نگاہ سے یارون کے جھگڑے　　مطلب یہ تھا سرور بڑھے اور غم گھٹے

کھانے بھی خوب کھائے اُڑین گلچھرین بھی خوب　　لیکن ہوا یہی کہ بڑھے آپ ہم گھٹے

جب اپنے ہاتھ مین لی غیر نے عنانِ سمند　　تو پھر سوار سے اکبر پیادہ پا اچھا

سمجھے تھے لوگ جسکو ہمارا انھین کا تھا　　کچھ غُل مچا تو یہ بھی اشارہ انھین کا تھا
اب سانس بھی نہ لین گے دبائین گا دہ کیون　　ہم کو تو زندگی مین سہارا انھین کا تھا
اُٹھنے دیا نہ کیون مرے ذرّات خاک کو　　اے چرخ اوج پر تو ستارا انھین کا تھا

جب غیر سے ہو بحث تو پہلی صدی مین ہین　　جب اپنا کام ہے تو نئی جنتری مین ہین

میرے سکوت سے مجھے نادان نہ جانئے　　الفاظ کی کمی ہے خیالات کی نہین

جب یہ سمجھے تھے کہ پرہیز ضروری ہے انھین　　وعدہ بچّون سے مٹھائی کا مناسب ہی تھا
آپ ہی نے تو کیا کیک کا ذکرِ شیرین　　ورنہ اِس چیز کا ان مین کوئی طالب ہی نہ تھا

یورپ مین گو ہے جنگ کی قوت بڑھی ہوئی　　لیکن فزون ہے اِس سے تجارت بڑھی ہوئی
ممکن نہین لگا سکین وہ توپ ہر جگہ[1]　　دیکھو مگر پیئرس[1] کا ہے سوپ ہر جگہ

ہمین گھیرے ہوئے ہین ہر طرف اصلاح کی موجین　　مگر یہ حس نہین ہے ڈوبتے ہین یا اُبھرتے ہین
مِرا یہ شعر اکبر ایک دفتر ہے معانی کا　　کوئی سمجھے نہ سمجھے ہم تو سب کچھ کہہ گزرتے ہین

خوشی ہے سب کو کہ آپریشن مین خوب نشتر یہ چل رہا ہے　　کسی کو اُسکی خبر نہین ہے مریض کا دم نکل رہا ہے

خدا کا گھر نہ رکھا دل کو بنگلون مین مکین ہو کر　　بھلا یا عرش کو اس قمقمے کی کرسی نشین ہو کر

[1] PEARS

نہ کوئی تکریم باہمی ہے نہ پیار باقی ہے اب دلوں میں
یہ صرف تحریر میں ڈیر سر ہے یا جنابِ مکرمی ہے

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اس کو کہتے ہیں
ترقی پر بھی نیٹو۔ بدنصیبی اس کو کہتے ہیں

ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے۔ نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

مٹاتے ہیں جو وہ ہم کو تو اپنا کام کرتے ہیں
مجھے حیرت تو ان پر ہے جو اس مٹنے پہ مرتے ہیں

نئی نئی لگ رہی ہیں آنچیں یہ قوم بےکس پگھل رہی ہے
نہ شرقی ہے نہ مغربی ہے عجیب سانچے میں ڈھل رہی ہے

فلک کے دور میں ہارے ہیں بازیِ اقبال
اگرچہ شاہ تھے بدتر ہیں اب غلام سے ہم

اتنی آزادی بھی غنیمت ہے
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ!

صاحب سے اذن لیکے کرو نگاہیں عشق تم
لیسنس ہے ضرور ہرن کے شکار کو

کامیابی کا سودیشی پہ ہر آن وابستہ ہے
چونچ طوطا رام نے کھولی مگر پر بستہ ہے

مغربی کل نے مجھکو پیسا ہے
میرا چونا ہے اور کلیسا ہے

اسیرِ دامِ زلفِ پالیسی مدت سے بندہ ہے
فصاحت نذرِ لکچر ہے ریاست نذرِ چندہ ہے

گذشتہ سالون کے چند واقعات کی حقیقت اکبر کے الفاظ مین سُنئے۔

اونٹ نے گاؤن کے ضد پر شیر کو ساجھی کیا پھر تو مینڈک سے بھی بدتر سنے پایا اونٹ کو
جس پہ رکھا چاہتے ہو باقی اپنی دسترس منہہ مین ہاتھی کے کبھی آسے بھائی ہوگن کا دیو

قوم کے غم مین ڈنر کھاتے ہین حکام کے ساتھ رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

امور ملکی کی بحث مین تم جو ہندؤن کے ہوگے ساتھی نہ لاٹ صاحب خطاب دینگے نہ راجہ جی دینگے ہاتھی

اپنی گرہ سے کچھ نہ مجھے آپ دیجئے اخبار مین تو نام مرا چھاپ دیجئے
چشم جہان سے حالتِ اصلی چھپی نہین اخبار مین جو چاہئے وہ چھاپ دیجئے

کرونہ تعمیر گھر کی اکبر حدود میونسپل کے اندر یہ اہلکارانِ بددیانت بنینگے بھوڑا بغل کے اندر

تنگ جینے سے دل اس دورِ فلک مین آگیا جس جگہ مین نے بنایا گھر سڑک مین آگیا

دلچسپ ہوائین سوے گلشن پہونچین زلفین شملے سے تا بدامان پہونچین
درگا بائی سے راجہ جی جب روٹھے صدقے ہونے کو بی بی بیبین پہونچین

بحث ملکی مین تو پڑنا ہے تری دیوانگی پالیسی انکی رہے قایم ہماری دل لگی

ڈیپوٹیشن[1] کی سرسبزی جو دیکھی اسنے شملے مین برہمن نے کہا یہ شاخ بید اور ایسے گملے مین
کہا مہندی[2] نے بھائی تم کو کیون اسدرجہ حیرت ہے تمہارے واسطے یہ کیا محلِ رشک و غیرت ہے
تعجب کیا ہے ہم اُس بُت کے پہلو میں جو لپٹے ہین حرم کے محترم کیا در کے خادم سے بھی بیٹھے ہین

[1] لارڈ منٹو کے وقت مین جو ڈیپوٹیشن شملہ مین حاضر ہوا تھا اسکی مراد ہے۔ [2] نواب محسن الملک بہادر مرحوم

برہمن نے کہا بس آپ کی باتین ہی باتین ہین — ابھی یہ راز کی باتین ہین ہمین ہین انکی گھاتین ہین
کہا مہدی نے سمجھو تو مزے سے اپنے مطلب ہے — محبت ہو دعا انکو امید اسکی بیان کب ہے
برہمن نے کہا ایسا مزا اعدا کا مضمون ہے — کہا مہدی نے ہان اس بات کے بندہ بھی قائل

اپنے عہدِ حکومت مین لارڈ کرزن نے ہندوستانیون کو ایک تقریر کے دوران مین جھوٹا کہا تھا تو اکبر نے ایک قطعہ مین یہ کہکر کہ "جھوٹے ہین ہم تو آپ ہین جھوٹون کے بادشاہ" اسکا دندان شکن جواب دیا تھا۔ پچھلے سال ہوم رول کے ایجیٹیشن کے متعلق بھی آپ نے فرمایا

شمع کے سانچے بہت ہین موم تو دکھلایئے — رُول مین حاضر کرونگا موم تو دکھلایئے
اب مسز بیسنٹ نظمون مین کہانی بن گئین — رول ہم پائین نہ پائین وہ تو رانی بن گئین

غرض زندگی کے تمام شعبون پر اور اپنے وقت کے سب واقعات پر اکبر نے اپنے بے نظیر پیرایہ مین اظہار رائے کیا ہے۔

سنجیدہ کلام بھی انکا بہت وقیع ہے۔ دیکھئے کیا نازک خیالی ہے۔

اُترا دریا مین پے غسل جو وہ غیرتِ گل — شورِ امواج کو مین شورِ عنادل سمجھا

مری حقیقتِ ہستی یہ مشت خاک نہین — بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا

اور عالم مین ہون اب اے فاتحہ خوان بعدِ مرگ — مین نہ تھا وہ جسم جو مٹی مین پنہان ہوگیا

کہتا ہون ہندو و مسلمان سے یہی — اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو
لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بنجاؤ — موجون کی طرح لڑو مگر ایک رہو

مذہبی تعلیم کے متعلق فرمایا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

آج کل حضرت اکبر مقتضائے وقت سے کچھ خاموش سے ہو گئے ہیں۔ اسکی وجہ شاید اشعار ذیل سے کچھ معلوم ہو سکے۔ آپ فرماتے ہیں۔

میری طرف سے سارا جہان بدگمان ہے اب　　آزادیِ کلام وہ مجھ میں کہاں ہے اب
رکھی ہیں پھونک پھونک کے باتیں مری قلم　　تیغ زبان نہیں ہے عصائے زبان ہے اب

کسی اور موقع پر صاف بھی کہہ دیا ہے۔

افواہ ہے کہ اکبر بیہوش ہو گیا ہو　　یہ تو غلط ہے لیکن خاموش ہو گیا ہے۔ بہرحال
اکبر تری باتیں کبھی ہوتی ہی نہیں ختم　　کیا حال ہے ترا کہ بیان ہو نہیں سکتا

ایڈیٹر

(باقی دارد)

تیرے قلب پر افسردگی طاری ہے۔ اور تیری آنکھیں اب بھی خواب آلود ہیں۔ کیا تیرے پاس یہ خبر نہیں آئی کہ پھول کانٹوں کے درمیان کس شان سے حکومت کر رہا ہے۔ جاگ۔ جاگ۔ وقت کو بیکار نہ جانے دے۔ اس راہ سنگین کے اختتام پر ایک اچھوتی تنہائی کے ملک میں میرا محبوب تنہا بیٹھا ہوا ہے۔ اسے دھوکا نہ دے۔ جاگ۔ اٹھ جاگ۔ کیا ہے۔ اگر آسمان ہانپتا ہے۔ اور دوپہر کی حدت آفتاب سے ہانپ رہا ہے۔ کیا ہے اگر جلتی ہوئی ریت اپنی پیاس کی چادر پھیلا رہا ہے۔

کیا تیرے عمیق دل میں کوئی مسرت نہیں۔ کیا تیرے ہر قدم پر ساز جلوہ روکے نغمۂ شیرین میں تبدیل نہ ہوگا

رابندر ناتھ ٹیگور

؎ جنوری نمبر میں ڈاکٹر اقبال کی شاعری سے بحث ہوگی۔

لوکل سلف گورنمنٹ

پہلا ایکٹ متعلق اجرائے میونسپلٹیان بیرون از شہرہائے کلکتہ مدراس وبمبئی سنہ ۱۸۵۰ء مین پاس کیا گیا تھا جسکی روسے ٹاون کمیٹیان قائم کی گئی تہین اور انکو اپنے حدود کے اندر بالواسطہ ٹکیس وصول کرنے کا اختیار دیا گیا تہا اسکے بعد ان جماعتون کے اختیارات مین اضافہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً کئی دفعات ایکٹ مذکور مین ایزاد کی گئین۔ لارڈ میو کی گورنمنٹ نے ایک خاص رزولیوشن اسبارہ مین سنہ ۱۸۷۰ء مین پاس کیا تھا جسکی غایت یہ تھی کہ باشندگان ہند اور نیز ان یوروپینون کو جنہون نے ہندوستان مین سکونت اختیار کرلی تھی وسیع پیمانہ پر لوکل گورنمنٹ کے انتظامی اختیارات عطا کئے جائین۔ بارہ برس کے بعد لارڈ رپن کا زمانہ آیا جو اپنی بالغ نظری اور اہل ہند کے ساتھ خلوص وہمدردانہ خیالات رکھنے کے لئے شہرت پاچکے تھے انکو اس امر کا احساس ہوا کہ تاوقتیکہ باشندگان ہند کو اپنے خانگی انتظام مین پورے طور سے آزادی نہ عطا کیجائیگی لوکل سلف گورنمنٹ کا کام ہرگز حسب دلخواہ انجام پذیر نہ ہوگا۔ چنانچہ انکی گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۸۳ و ۱۸۸۴ء مین کئی ایکٹ اس طرز کے پاس کئے جس سے میونسپل کمیٹیون اور ڈسٹرکٹ بورڈون کو اپنے ہی ممبرون مین سے اپنا صدر یا چیرمین منتخب کرنیکا حق ملگیا انتظامی معاملات مین بھی اختیارات کو وسعت دیگئی لیکن انکی حکومت کے ختم ہوتے ہی تقریباً ہر جگہ بجائے غیر سرکاری چیرمین کے ملازمین سرکار مسلط ہوگئے۔ شکر ہے کہ اب میونسپلٹیون مین نئے سرے سے چیرمین معہ ایک افسر انتظامی کے مقرر ہوتے جاتے ہین تاہم ڈسٹرکٹ بورڈون مین صاحب کلکٹران یا ڈپٹی کمشنران اضلاع اور تحصیلی بورڈون مین تحصیلدار صاحبان اپنا عمل دخل بلاشرکت غیرے برقرار رکھے ہوئے ہین۔

ہمارے ملک کے لئے لوکل سلف گورنمنٹ کوئی نئی شے نہین کہی جاسکتی کیونکہ ہزارہا برس سے ہندوستان کے مواضعات اپنی مختصر سی حکومتین جداگانہ طریق پر قائم رکھے ہوئے تھے۔ سلطنتین تبدیل ہوجاتی تہین اندرون ملک مین سرکشیان و بغاوتین بھی رونما ہوتی تہین غیر ملکی فاتحین اپنے عارضی طور پر سر راہ مواضعات کو پامال بھی کردیتے تھے لیکن چند ہی دنون مین وہ مواضعات پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے اسکی تصدیق لامرکزی کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ کے حصہ ۲ باب ۱۸ صفحہ ۲۴۲ مین کی ہے۔ کمیشن مذکور نے صاف طور سے دکھایا ہے کہ قبل ورود قوم برطانیہ ہندوستان کے مواضعات کو انتظامی معاملات مین ایک طرح کی کامل آزادی حاصل تھی اور وہ

اپنی ضروریات کے لئے کسی دوسرے موضع کے محتاج نہین رہتے تھے۔ان مواضعات کو سلطنت مغلیہ کے آخری ایام تک کامل آزادی حاصل تھی جسکا ذکر آنجہانی مسٹر راناڈے نے نہایت فخریہ لہجہ مین کیا ہے اور یہ دکہایا ہے کہ مواضعات ہند کو جیسی آزادی اور استغنا حکومت مغلیہ مین حاصل تھا ویسا نہ تو روس کے میر (mir) کو نصیب ہو پایا ہے اور نہ جرمنی کے گاوؤں (gau) کو نہ فرانس کے کمیون (commune) اور نہ انگلینڈ کے پیرش (Parish) کو ہان بعد مین یہ ضرور ہوا کہ رفتار زمانہ کے ساتھ دینے سے اہل ہند غافل رہے یہی وجہ ہے جن دنون اہل یورپ شہری اور بہائی چارہ کی زندگی کو باقاعدہ بنا کر ترتیب و ترقی دینے کی فکر مین لگے ہوئے تھے اُسوقت اہل ہند غفلت کی میٹھی نیندین لیتے رہے۔

ہندوستان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھون تقریباً وہی دیکھا جو انیگلو سیکسن انگلینڈ کو نارمن فاتحین کے زیر حکومت دیکھنا پڑا تہا۔قبل خروج قوم نارمن انگلینڈ کی انتظامی تقسیم ہندوستان سے بہت ملتی جلتی تھی۔انگلینڈ کے پیرش کی کیفیت بعینہ ہندوستان کے موضع کی سی تھی۔کئی پیرش ملکر ایک ہنڈرڈ (Hundred) بناتے تھے جو ہمارے یہان کے تحصیل کے برابر تھا اور کئی ہنڈرڈ ملکر ایک کاونٹی (county) بناتے تھے جو ہمارے موجودہ ضلع کے برابر تھا۔نارمن فاتحین نے انگلینڈ کے مواضعات کی لوکل انتظامی آزادی کو ایک بڑی حد تک سلب کر لیا اسکے بعد بادشاہون اور بیرنون (زمیندار و تعلقدار) کے مناقشہ چھڑے۔رعایا و باشندگان ملک نے اپنے حقوق کی جدوجہد شروع کی۔مگر اس طولانی داستان سے ہمکو چندان سروکار نہین۔سنہ ۱۸۳۲ء یعنی جس سال انگلستان کا مشہور ریفارم بل پاس ہوا تہا اس سے قبل تک انگلینڈ مین یہ حالت تھی کہ وہان کے شہرون اور کاونٹیون مین غالب عنصر مالدار زمیندارون اور زردار سوداگران کا موجود تھا جو اپنے فرائض ٹیکس دہندگان کے نمایندون کے مثل نہین ادا کرتے تھے بلکہ حکومت کے نامزد شدہ ممبران کی حیثیت سے۔نتیجہ یہ تھا کہ عام رعایا کے حقوق کا لحاظ برائے نام رکہا جاتا تہا زیادہ تر عمائدین و متوسلین پادشاہ مزے اڑاتے رہتے تھے۔سنہ ۱۸۳۲ء کے ریفارم بل نے اہم تغیرات پیدا کر دئے۔عمائدین، روسا، و زردارون کو عام رعایا کی بہبود و فلاح کی خاطر سر تسلیم خم کرنا پڑا مغربی تہذیب و تمدن کی سب سے درخشان خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے حکومتون کے نظام سے شخصیت کے عنصر کو نیست و نابود کر دیا۔نظام ملکی کے ہر شعبہ مین لامرکزیت کے اصول قایم کئے گئے۔مقامی ضروریات کو مقامی آمدنیون سے پورا کر کے مرکزی کشید سے اُنکو چہٹکارہ دیا گیا اور لوکل نظام کے

Essays on indian economic ؎

منتظم انتخابی طریق پر منتخب ہوکر ایک بڑی حد تک با اختیار بنا دئے گئے۔ رومن طریق حکومت کو جس سے ایک ہی مرکز سے ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر حکومت کیجاتی تھی ناکارہ قرار دیکر خارج کر دیا گیا۔ پیرشس (مواضعات) ہنڈرڈ اور کینٹیون (فرانسیسی تحصیل) اور کنٹی کاونٹیون اور ڈیپارٹمنٹون (فرانسیسی ضلع) مین تقسیم کئے گئے اور ڈپارٹمنٹ ایک قومی پارلیمنٹ کے زیر انتظام کر دئے گئے۔ جرمنی و امریکہ میں تو یہانتک اس اصول کو وسعت دی گئی کہ سارا ملک کئی آزاد حکومتون او۔ با اختیار ریاستون مین تقسیم کر دیا گیا اور جملہ حکومتین ایک شاہی کانگرس، ڈایٹ : Diet یا پارلیمنٹ کے زیر انتظام منسلک کر دیگیین۔

مغربی ممالک کے نظام حکومت پر نظر غایر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان ممالک مین باشندون کے جملہ اخلاقی تمدنی و علمی ضروریات کی فراہمی و انتظام کا بار خود مقامی افراد کے اوپر رہتا ہے اور انہین کے ہاتھون پنچایتی طریق پر یہ کام انجام پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً انگلستان مین پور لا یونینز (Poor Law Unions) ہائی وے بورڈ (Highway Boards) بورڈ آف ہیلتھ (Boards of Health) اسکول بورڈ و متعدد دیگر بورڈ یا جماعتین ہین جو قوم کے بچون کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہین، و حفظان صحت کی نگرانی کرتی ہین سڑکون و راستون کی تعمیر و مرمت کراتی ہین اور غربا و مساکین کی کفالت کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسکو ہم کسیقدر وضاحت کے ساتھ بیان کر کے انگلستان کے لوکل سلف گورنمنٹ کے طریق نظام کو دکھا دینا مناسب سمجھتے ہین تاکہ ناظرین کی سمجھ مین لوکل سلف گورنمنٹ کے معنی بخوبی آجائین۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے انگلستان کے نظام حکومت کی سیڑھی کا پہلا زینہ پیرش سے شروع ہوتا ہے۔ ہر ایک پیرش مین ایک گرجا اسکول اور قبرستان ہوتا ہے پیرش کی منتظم جماعت اپنے خاص ریٹ عاید کر کے انکو اپنے ہی اوورسیرون کے ذریعہ سے وصول کر کے خود ہی صرف کرتی ہے چونکہ اب ذرائع آمد و رفت اور لوگون کے اخلاق اچھے ہوگئے ہین نیز پابندی قوانین کا خیال لوگ زیادہ۔ کرنے لگے ہین اور دولت کی فراوانی سے عام باشندونکی نیتین بہ نسبت پیشتر کے بہت سدھر گئی ہین اسلئے اب بجائے اسکے کہ ہر پیرش اپنی پولیس اور چوکیدار مقرر کرے اور سڑکون کی درستی اور غربا کی کفالت کرے یہ کام اعلیٰ یونینیون (Unions) کو سپرد کر دئے گئے ہین لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ مین یہ کام خود لے لئے ہین۔ نہین ایسا نہین ہے بلکہ کئی کئی پیرش ایک نوع کی یونین (اتحاد یا جماعت) مین شامل کر دئے گئے ہین اور یہ یونینین ان خدمات کو انجام دیتی ہین۔ پیرش کے بعد دوسرا زینہ یا درجہ یونین آف پور لا

کا رجسٹر کا ہے جو تعداد مین تقریباً ۶۴ ہین اس قسم کی ہر یونین مین اوسطاً ۲۳ مواضعات یا پیرش شامل ہوتے ہین۔ اسکے بعد ہر کاونٹی کے چھوٹے چھوٹے سیشنل ڈویژن (Sessional Divisions) ہین علاوہ بارُوز کے جنکی تعداد ساٹھ سو ہے ایسے ہر ایک ڈویژن مین ایک کمیشن آف دی پیس (Commission of the Peace) رہتا ہے اور اسکے بعد کاونٹیان (Counties) ہین۔ کاونٹی کی لوکل گورنمنٹ حسب ذیل طریق پر قائم کی گئی ہے۔ ہر کاونٹی مین ایک لارڈ لفٹنٹ ہوتا ہے جو ریکارڈ بھی اپنے پاس رکھتا ہے ایک شیرف (Sheriffs) جو اعلیٰ سول اختیارات کا نگران سمجھا جاتا ہے ایک کمیشن آف جسٹسز (Commission of Justices) جنکو بادشاہ منتخب اور مقرر کرتا ہے اور ایک کلرک آف دی پیس لارڈ لفٹنٹ اپنی فوجی حیثیت مین فوج ملیشیا کا افسر اعلیٰ بھی سمجھا جاتا ہے اور شیرف سول تقریبات مین صدارت کی خدمات انجام دینے کے علاوہ نائٹون (Knights) اور کارونرز (Coroners وہ ڈاکٹر یا سرجن جو ناگہانی اموات کی تحقیقات کرتے ہین) کے انتخاب کے وقت راے دہندگان کی کارروائیون کی نگرانی بھی کرتا ہے اور عدالت جوڈیشلی یا جج کے پروانون اور رقمون کی تعمیل کراتا ہے۔ جسٹسز آف دی پیس زیادہ تر طبقہ زمینداران کے افراد سے مقرر کئے جاتے ہین اور وہ بلا معاوضہ اپنی خدمات انجام دیتے ہین مثلاً وہ مجسٹریٹون کے فیصلون کی اپیل سنتے ہین۔ معمولی مقدمات کی سماعت تنہا کرتے ہین اور اس سے اہم مقدمات جوری کے ساتھ بیٹھکر فیصل کرتے ہین۔ پاگل خانون اور جیلخانون کا معائنہ بھی کرتے ہین۔ کاونٹی کے پولیس کا انتظام یکسر ان ہی کے ہاتھ مین رہتا ہے اور کانسٹیلون اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا تقرر بھی ان ہی کے اختیار مین دیدیا گیا ہے۔ کاونٹی پولیس، پاگل خانون اور جیلون کا ریٹ بھی وہی اپنی مالی کمیٹی کے ذریعہ سے وصول کراکر صرف مین لاتے ہین۔ ہائی وے بورڈز آف پُور لا گارجینز اور ایسی دیگر جماعتون کی میٹنگون مین وہ اپنے عہدہ کی حیثیت سے شریک ہوتے ہین اور ریٹ دہندون کے نمایندون کے ساتھ ملکر کام کرتے ہین ایسا ہرگز نہین ہونے پاتا کہ وہ شاہی انتخاب کی ترنگ مین ہر کسی قسم کا ناجائز دباؤ ممبران پر ڈال سکین اور تعلیمی بورڈ تو منکا ان کے اس حفیف سے اثر سے بھی بری رہتے ہین۔ گورنمنٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کا افسر اعلیٰ ان جملہ بورڈون کا نگران کار رہتا ہے اور اسی کے تحت مین وہ رہتے ہین۔ اِس افسر کو لوکل سلف گورنمنٹ کے انتظامی معاملات مین ترمیم و تنسیخ کے وسیع اختیارات حاصل ہین اور جب کبھی کوئی غیر مناسب صورت کسی بورڈ

مین رونما ہوتی ہے تو ہوم ڈیپارٹمنٹ کا سکریٹری اس بورڈ کے اختیارات سلب بھی کر لیتا ہے اور بورڈ معرض التوا مین آجاتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ بڑے شہرون یا بروز (Boroughs) مین لوکل گورنمنٹ کا انتظام دو جماعتون کے سپرد رہتا ہے۔ اول کمشنر آف دی پیس جن کو مثل کاونٹی مجسٹریٹون کے جوڈیشل اختیارات بھی حاصل ہوتے ہین اگر کسی بارو کا کام زیادہ ہوتا ہے تو وہان ایک تنخواہ دار ریکارڈر (Recorder) مثل کلکتہ و بمبئی کے پریزیڈنسی مجسٹریٹ کے منجانب بادشاہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ ریکارڈر فوجداری مقدمات کی تحقیقات کرتا ہے اور مجرمون کو سزا دیتا ہے۔ نیز جیلخانون کا معائنہ بھی کرتا ہے لیکن حقیقت مین انتظامی معاملات کی عنان ٹاون کونسل ہی کے ہاتھون مین رہتی ہے۔ اس کونسل کے اعلیٰ ارکان مین میئر (Mayor) اور الڈرمین (Alderman) کا شمار ہوتا ہے جنکو باضابطہ طور پر ٹاون کونسل منتخب کرتی ہے کونسل کے ممبران کی میعاد کارکردگی تین سال مقرر ہے۔ الڈرمین چھ سال ممبر ہوتے ہین جنکو بیٹل ہزار باشندہ ملکر منتخب کرتے ہین ہر کونسل مین دو الڈرمین رہتے ہین اور ایک میئر جسکا انتخاب سالانہ ہوتا ہے۔ میئر اور الڈرمین، اکس آفیشیو جسٹسز اور مجسٹریٹ بھی سمجھے جاتے ہین۔ ہر ٹاون کونسل اپنے خاص ریٹ عاید کرنے اور انکو وصول کر کے لوکل گورنمنٹ کی ضروریات کو پورا کرنے مین خود مختار ہوتی ہے۔ ٹاون کونسل کی جداگانہ عدالت مجسٹریٹی ہوتی ہے اسکی پولیس ذاتی ہوتی ہے جیلخانہ، پاگل خانہ، اسکول، محتاج خانہ، حمام، کتب خانہ عجائب خانہ، واٹر ورکس، ہسپتال، پارک، قبرستان، وپارچہ شوی کے گھاٹ غرضکہ پبلک ضروریات کے جملہ شعبہ جات ٹاون کونسل ہی کے نگرانی مین رہتے ہین۔ پبلک عمارات کی تعمیر و شکست و ریخت، سڑکون اور گلی کوچون کی روشنی اور پانی کے چھڑکاو کا انتظام انہی کے سپرد رہتا ہے۔ بازار، ہاٹ، مذبح، گیس ہاوس وغیرہ بھی یہی کونسلین ویکتی بہاتی ہین اور اپنے ہی ممبران وملازمین سے ان سبھونکا انتظام کراتی ہین۔

انگلستان کا موازنہ جب ہم اپنے وطن ہندوستان سے کرتے ہین تو ہمکو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے یہان سنہ ۱۹۱۰ء تک محض ۷۰۰ میونسپلٹیان تھین، ۱۸۰ ڈسٹرکٹ بورڈ اور ۵۸۷ سب ڈسٹرکٹ بورڈ تھے اور تقریباً ۵۴ چھوٹی یونین کمیٹیان تھین۔ میونسپل رقبہ کے اندر مشکل سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ آبادی تھی اس لحاظ سے قصباتی آبادی مردم شماری کی نسبت سے محض ۷ فیصدی ہوئی اور ۹۳ فیصدی دیہاتی جس مین لوکل سلف گورنمنٹ کا شایبہ بھی نظر

نہین آتا۔ یہ اعداد ایسے ہی حوصلہ شکن ہین لیکن زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ یہان کے لوکل سلف گورنمنٹ کے نظام مین بہت سی اصولی خامیان اور نقص ہین۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ۱۸۸۲ء مین لارڈ رپن کے عہد حکومت مین میونسپل ڈسٹرکٹ و قصباتی بورڈ ملک کے ہر حصہ مین وسیع اختیارات کے ساتھ قایم کر دیے گئے تھے جسکو ایک تہائی صدی کا زمانہ گذر چکا ہے اگر لارڈ موصوف کے مانند دیگر وایسرائے بھی فیاضانہ پالیسی برتا کرتے تو آج ہم بھی لوکل سلف گورنمنٹ کی بدولت یورپین ممالک کا ہم پلہ ہونے کا دعوی کر سکتے لیکن لارڈ رپن کے بعد لوکل بورڈون کے اختیارات کو پا در دست بریدہ کیا گیا۔ سال گذشتہ سے اکثر اضلاع مین میونسپلٹیان تو اپنے اپنے چیرمین (صدر) مقرر کرنے کی مجاز بنا دی گئی ہین اور اسپر عملدرآمد بھی ہو گیا ہے لیکن ڈسٹرکٹ بورڈون و سب ڈسٹرکٹ بورڈون اور چھوٹی یونین کمیٹیون جنکی مجموعی تعداد ۱۱۷۴ ہے کے چیرمین اب بھی لازمی طور سے سرکاری حکام بالا یعنی کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر یا انکے ماتحت اور حکم بردار ڈپٹی کلکٹر و تحصیلدار ہی ہوتے ہین جنکو رعایا اور ٹیکس دہندگان پر خود مختارانہ اختیارات رہتے ہین اور ممبران بورڈ پر ڈپٹی کمشنرون کے غیر محدود انتظامی اختیارات کا بھوت ایسا مستولی رہتا ہے جس سے وہ ہر وقت جی حضور کہکر انکی خوشنودی مزاج کا پروانہ حاصل کرنے کے درپے رہتے ہین۔

برعکس اسکے جب ہم انگلینڈ کے لوکل سلف گورنمنٹ کے اختیارات پر نظر ڈالتے ہین تو بعد المشرقین کا فرق نظر آتا ہے وہان کے جسٹس آف دی پیس، کے اختیارات لارڈ میر اور الڈرمین کی وقعت و توقیر نیز انکے انتظامی و عدالتی اختیارات کی وسعت کو دیکھکر اپنے یہان کے آنریری فرنچ مجسٹریٹون و ممبران بورڈ کی شخصیت پر کچھ تو ہنسی آتی ہے اور کچھ رونا۔ ہمارے تعلیم یافتہ ملکی بھائیون کی اکثر شکایت کیجاتی ہے کہ وہ مغربی ممالک کی طرح لوکل گورنمنٹ کے کامون مین سرگرمی کا اظہار نہین کرتے اور دلچسپی نہین لیتے لیکن حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے یہ عام قاعدہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ اسی کام مین دلچسپی لیتے اور اسکو اپنے ذمہ لیتے ہین جب انکو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انکے وقار اور پوزیشن کے موافق اس کے حل و عقد پر انکو پورا قابو و اختیار ہے۔ انگلینڈ کے جسٹس آف دی پیس امن عامہ و بہبود خلایق کے ذمہ دار حقیقی ہیں اور پولیس انہی کے تابع فرمان اور حکم بردار رہتی اور سارے محکمہ کی قسمت کے بسط و کشاد کی کنجی انکے ہاتھ مین رہتی ہے۔ یہان کی حالت بالکل برعکس ہے اور بڑے بڑے زمیندارون کو معمولی

کا تخیل تک خیال مین نہین لاتا ہے۔ ایسا تو دنیا کے کسی مہذب حصہ مین نہین ہے کہ پولیس لوکل جماعتون کے تحت و قابو مین نہ ہو۔ اس بارہ مین مسٹر رانا ڈے کیا خوب کہہ گئے ہین کہ اگر لوکل گورنمنٹ کو محض برائے نام رکھنے اور اسکو ناکامیاب بنانے سے روکنا مقصود ہے تو عدالتی محکمان اور پولیس کو مقامی بنا دیا جاے ورنہ لوکل سلف گورنمنٹ کے تجربہ مین ہرگز کامیابی سے روشناسی نہونے پائیگی۔ مسٹر رانا ڈے کے الفاظ پچیس ۲۵ برس کے بعد ویسے ہی صادق اتر رہے ہین جیسے اُسوقت جبکہ وہ کہے گئے تھے۔

ڈسٹرکٹ بورڈون کے اجلاس ماہانہ ضرور ہوتے ہین لیکن اُن مین ہر مسئلہ کا فیصلہ تقریباً حاکم ضلع کے مرضی کے مطابق ہوتا ہے گویا واجب العرض بورڈ کی ایک فرضی و فدویانہ نگیی ہے اول تو ممبران کو کسی مسئلہ مین اختلاف کرنے کی جرأت ہی نہین پڑتی ہے اور بلفرض محال اگر کسی بورڈ کے چند منچلے ممبر ہوے اور انکے قلوب مین آزادانہ راے دینے کا ولولہ اٹھا تو صاحب کلکٹر ان اپنے دیگر حکم بردار ممبران کے غلبہ سے ان چند آزاد خیالون کو سکشت ویسے ہی دلسکتے ہین پھر تمام محکمون کے حکام و نیز ایک کلکٹر کا بہت بڑا اثر رہتا ہے۔ اور اِس لئے اختلاف راے کے موقعون مین غیر سرکاری ممبرون کو بہت بڑی اُلجھنین ہوتی ہین اور بورڈ کے ملازم بھی اپنے تئین حاکم ضلع ہی کا ماتحت سمجھتے ہین نہ کہ رعایا کا ملازم۔ بہرحال ان سب وجوہ سے ڈسٹرکٹ بورڈ محض ایک ڈھکوسلہ ہین ان مین حکومت خود اختیاری کا بھونڈا سا قالب ضرور موجود ہے لیکن متحرک روح کی جگہ انجماد و لکڑی کی سی سختی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جسقدر امداد لوکل بورڈونکو ملنی چاہیئے ہمارے یہان کے بورڈون کو نہین ملتی۔ دیگر مہذب ممالک کے بورڈون کو ریٹ و محصول کرنے اور مالیہ سرکار سے معتدبہ حصہ لے لینے کا اختیار کامل ہوتا ہے بلکہ امداد شاہی کی صورت مین انھین وقتاً فوقتاً گرانقدر رقمین ملتی رہتی ہین تیسرا سبب جسکو اولیٰ قرار دینا چاہیئے یہ ہے کہ مقامی امن کے قیام کی ذمہ داری کا بار لوکل بورڈون کی گردنون پر نہیں رکھا گیا ہے اور نہ انتظامی و عدالتی اختیارات ہی انکو تفویض کئے گئے ہین۔ لوکل سلف گورنمنٹ کو اگر ہم ایک جسم قرار دیوین تو یہ دو چیزین بمنزلۂ قلب کے کہی جا سکتی ہین جب قلب ہی کا پتہ جسم مین نہوگا تو اعصاب و عضلات کیونکر متحرک رہ سکتے ہین ہمارے یہان انتظامی و عدالتی و قیام امن عامہ کے فرائض کو سرکار نے ہی اپنے سر رکھا ہے اور اپنی ہی عمال سے ان خدمات کو پورا کراتی ہے ٹیکس دہندون کو ان باتون مین کوئی دخل نہین۔ چند سالون سے تعلقدارون اور بڑے بڑے زمیندارونکو

آنریری و بنچ مجسٹریٹ بنائے جانیکی طرح ڈالی گئی ہے لیکن انگلینڈ کے جسٹسز آف دی پیس اور ان مین زمین آسمان کا فرق ہے۔

ہندوستان مین زمانہ قدیم سے گاؤن گاؤن پنچائتین قائم تھین جنکے پنچ موضع کے بزرگ و معمر لوگ منتخب ہوا کرتے تھے انہی پنچون مین ہر ایک پنچ اپنے اوپر گاؤن کی حفاظت کی ذمہ داری ہفتہ کے سات دنون مین سے ایک دن کی لے لیتا تھا اس طور سے پورے گاؤن کی حفاظت نہایت سادہ اور آسان طریق پر ہوتی رہتی تھی۔ پولیس کا انتظام بھی ویسا ہی سادہ تھا گاؤن کے خاندانون مین سے ایک خاندان کے ممبر اس خدمت کو انجام دیتے تھے امن عامہ کو قایم رکھنا اور لوگون کے جان و مال کی حفاظت بس یہی فرض ان لوگون کا ہوتا تھا۔ ہمارے خیال مین اب وہ وقت ضرور آگیا ہے کہ پولیس کو مقامی بناکر ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ حضرات کے سپرد محکمہ پولیس کر دیا جاوے۔ دیہاتون مین پنچائتین از سر نو قایم کر دی جاوین قصبات مین اگرچہ عرصہ تک یہ کام ملتوی بھی رکھا جاوے تاہم شہرون مین تو اس ضروری اصلاح کا نفاذ جلد تر ہو جانا چاہئے اور آنریری مجسٹریٹ بکثرت قریب قریب انہی اختیارات کے ساتھ جیسے کہ جسٹسز آف دی پیس کو انگلستان مین حاصل ہین ضلعون کے پرگنون مین مقرر کر دئے جاوین تاکہ گورنمنٹ کے سول مصارف مین بھی کمی ہو جاوے اور زمینداران کی وقعت و عزت برقرار ہو جاوے اور پولیس کی زیادتیون سے انکو یک گونہ چھٹکارہ ملجاوے[1]۔

لوکل ٹیکس جو ہم لوگ ادا کرتے ہین اوسکی نسبت بلحاظ آبادی کسی حالت مین انگلینڈ و فرانس جیسے مالدار ملکون سے کم نہین رہتی۔ ۱۹۱۲ء مین انگلستان کی حکومت نے ۱۳ کروڑ پونڈ وصول کئے تھے اور لوکل بورڈون نے اسی سال سات کروڑ پونڈ یعنی مجموعی طور پر بیس کروڑ پونڈ وصول کئے گئے تھے فرانس مین حکومت نے گیارہ کروڑ تیس لاکھ پونڈ اسی سال وصول کئے تھے اور لوکل جماعتون ڈیپارٹمنٹون اور کمیونون نے چار کروڑ پونڈ جنکا مجموعہ پندرہ کروڑ تیس لاکھ پونڈ ہوا ہمارے ملک ہندوستان مین سرکار نے چار کروڑ ۶۵ لاکھ پونڈ وصول کئے تھے اور لوکل بورڈون نے ۳۵ لاکھ پونڈ جسکو دوسرے الفاظ مین یون کہہ سکتے ہین کہ امپریل و پراونشل گورنمنٹون سے چار کروڑ ۶۵ لاکھ پونڈ وصول کئے تھے اور لوکل گورنمنٹون سے ۳۵ لاکھ پونڈ جسکا مجموعہ ۵ کروڑ پونڈ ہوا۔ انگلستان مین فی کس آمدنی سالانہ چالیس پونڈ تھی اور آبادی چار کروڑ ۵ لاکھ بیس

---

[1] حال مین ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ نے ہر ضلع مین آنریری مجسٹریٹون کی تعداد بہت بڑھادی ہے۔

اس لحاظ سے کل قومی آمدنی گویا ایک ارب ۸۰ کروڑ پونڈ تھی اُس مین سے قوم نے ۲۰ کروڑ پونڈ ٹیکس مین ادا کئے یعنی کل قومی آمدنی کا گیارہ فیصدی اور اسی سال فرانس کی قومی آمدنی اور ادائیگی ٹیکس کی نسبت ۲۱½ فیصدی رہی تھی۔ اب ہندوستان کو لیجئے یہان فی کس آمدنی کا تخمینہ مختلف لوگون نے مختلف لگایا ہے مثلاً مسٹر ڈگبی نے فی کس آمدنی ایک پونڈ قرار دی ہے مسٹر دادابھائی نوروجی نے عہ لارڈ کرومر نے ۲۷ عہ اور لارڈ کرزن نے ۳۰ عہ قرار دی تھی۔ لارڈ کرزن ہی کے تخمینہ کو ہم لیتے ہین اس لحاظ سے کل ہندوستان کی قومی آمدنی چھیالیس کروڑ پونڈ ہوئی اس مین سے پانچ کروڑ پونڈ لوکل پراونشل وامپیریل ٹیکسون مین ادا کئے گئے تھے اس لحاظ سے ہندوستان کا تناسب بھی گیارہ فیصدی رہا تھا۔ ایک بات اور قابل لحاظ ہے یعنی انگلینڈ و فرانس مین لوکل جماعتین اپنے اپنے یہان مفلوک و مساکین کی کفالت کرتی ہین ہم اہل ہند کو خود اس گروہ کا بار اپنے اوپر لینا پڑتا ہے اور اپنے بیٹون کا رازق کا ٹکرا انکی ہستی برقرار رکھنا پڑتی ہے۔

اِن ٹیکسون کی تقسیم کا حال انگلینڈ مین کل ٹیکسون کی رقم کا نصف حصہ لوکل بورڈونکو دیدیا جاتا ہے اور نصف مرکزی حکومت لے لیتی ہے حالانکہ اسکو بھی وہان کے باشندے پسند نہین کرتے فرانس مین سال زیرذکر مین پانچ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ لوکل مصارف کے لئے جس مین مصارف پولیس اور تعلیم بھی شامل تھے علیحدہ کردئے گئے تھے اور ۶ کروڑ ۵۰ لاکھ پونڈ مرکزی گورنمنٹ نے اپنے لئے لے لئے تھے یعنی کل آمدنی کا ۲/۵ حصہ لوکل بورڈونکو دیدیا گیا تھا اور ۳/۵ مرکزی گورنمنٹ نے اپنے لئے رکھ لیا تھا۔ ہندوستان کی آمدنی کی تقسیم یون کی گئی تھی پانچ کروڑ پونڈ مین سے ۴ کروڑ پونڈ تو امپیریل گورنمنٹ نے اپنے مصارف کے لئے علیحدہ کرلئے تھے یعنی کل آمدنی کا ۴/۵ باقی بچے ایک کروڑ پونڈ اس مین سے نصف سے کسیقدر زائد سرکار نے خود اپنے زیرانتظام رکھا تھا اور باقیماندہ لوکل جماعتون کو فیض کردیا تھا کہ وہ اسے اپنے حسب دلخواہ صرف مین لاوین۔ یہان پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستانکا رقبہ بہ نسبت فرانس وانگلینڈ کے کہین زیادہ طویل و عریض ہے اور آبادی بھی تگنی سے زائد ہے اسلئے اس ملک مین لوکل سلف گورنمنٹ کے برکات ویسے فیاضانہ طریق پر کیونکر بہم پہونچائے جاسکتے ہین جیسے کہ ان ممالک مین موجود ہین خاصکر ایسی حالت مین جبکہ لوکل بورڈون کی آمدنی کی مقدار انگلینڈ سے محض چوتھائی رہی ہے اور فرانس سے تہائی حصہ ایک حد تک یہ درست ہے تاہم ممالک مغربی مین یہ بھی قاعدہ ہے کہ مالیہ زمین سے بھی گرانقدر اور معتدبہ حصہ سالانہ مرکزی گورنمنٹ لوکل جماعتون کو اپنے مصارف مین لانے کے لئے دیدیتی ہے جس سے فلاح و بہبود

اہل ملک کے عظیم کام سرانجام کو پہونچتے رہتے ہین ہمارے یہان سرکار زمین سے حاصل کی ہوئی رقم تقریباً کل کی کل اپنے کام مین لے آتی ہے جس کا برائے نام $\frac{1}{16}$ وان حصہ لوکل جماعتون کو دیا جاتا ہے۔ کاش کہ مالیہ زمین یعنی مالگذاری کا پانچوان ہی حصہ لوکل بورڈون کو سرکار سالانہ عطا کیا کرے تو ایسے ضروری کام سرانجام کو پہونچ جاوین جنکی عدم موجودگی پر دیگر ممالک کے باشندونکو حرف گیری کا موقع ہاتھ آجاتا ہے مثلاً ابتدائی تعلیم محض روپیہ کی کمی کی وجہ سے ابتک جبریہ و مفت طریق پر ملک مین رائج نہین ہونے پائی ہے، حفظان صحت و طبی امداد کی یہ حالت ہے کہ مسٹر گوکھلے کے پیش کردہ اعداد کے مطابق سارے ملک ہندوستان مین محض ۲۰۰۰ چھوٹے بڑے ہسپتال اور ڈسپنسریان موجود تھین قصبات و شہرون مین سے محض ۲۰۰ ایسے تھے جنکے باشندونکو صاف کیا ہوا پانی پینے کو ملتا تھا۔ سب لوگ جانتے ہین کہ دیہاتون مین جو گندہ نالون اور کثیف گڑھون مین پانی سڑتا ہے اس سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ فنڈ کی کمی کے باعث ایسا نہین ہوسکتا کہ کثیف گڑھے منفذ بنا دئے جاوین۔ انسداد طاعون کی تدابیر پر زیادہ توجہ نہین کیجاتی ان باتون کا اثر یہ ہے کہ ہرسال کرورون خدا کے بندے موت کا لقمہ بنجاتے ہین۔ کاش کہ سالانہ پچاس لاکھ انسان بھی طبی وسائل کی سہولیت سے بچ جایا کرتے تو وہ مقامات جو آدمیون کی کمی کے باعث غیر افتادہ حالت مین پڑے ہوئے ہین زرخیز و زراعت کے قابل بنجاتے جس سے ملک و نیز سرکار دونون کو فائدہ پہونچتا۔ ایکبار مسٹر ہربرٹ رزلے نے صاف گوئی سے کام لیکر اپنی ایک تقریر مین اس مسئلہ پر بدین الفاظ روشنی ڈالی تھی "یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ڈسٹرکٹ بورڈون اور میونسپلٹیون کے ذرایع آمدنی ایسے کافی نہین ہین کہ وہ زمانہ موجودہ کی ضروریات کا ساتھ دیسکین اور انکے دوش بدوش چل سکین" خیر جون تون کرکے ابتک کام چلتا رہا لیکن اب زیادہ عرصہ تک یہ کیفیت برقرار نہین رکھی جاسکتی اور سرکار کو ضرور اس میدان مین عملی قدم بڑھانا چاہئے خاصکر اب جبکہ خود تاج برطانیہ اور اسکے دارالعوام نے ہندوستان کو اپنے ایک ماتحت ملک کی حیثیت سے ترقی دیکر دیگر خود اختیارات مستعمرات کے ہم پلہ تسلیم کرلیا ہے اسلئے سرکار کو بھی چاہئے کہ حقیقی معنون مین ہندوستان کو انکے ہم پلہ بنا دیوے۔ مسز بیسنٹ نے ہندوستان کے لیے لوکل سلف گورنمنٹ کا جو خاکہ بناکر اپنی تصنیف مین پیش کیا ہے وہ ہمارے لئے بہت موزون معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے اب ہم اسے سرسری طور پر بیان کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہین ہر گانون مین دیہاتی بورڈ یا موضع وار پنچایتین قائم کیجاوین ہر پنچایت مین ایک

سرپنچ ہوا کریگا اور چار پنچ سرپنچ کا انتخاب سالانہ ہوا کریگا اور ممبران پنچایت کا ہر تیسرے برس
پنچایتون کو عدالتی اختیارات محض اسقدر عطا کئے جاوینگے کہ معمولی فوجداری کے مقدمات مثلاً
مارپیٹ، کھیتون کی بالیون کی چوری وغیرہ، کی سماعت کرکے فیصل کیا کرینگی اور دیوانی کے اختیار
محض اسقدر ہونگے کہ دس ۱۰؎ روپیہ کی مالیت کے مقدمات کی سماعت کرسکینگی۔ گاؤن کے مدرسہ
کی نگرانی کرنا۔ پانی پینے کے چاہات تعمیر کرانا۔ مویشیون کے لئے پیاؤ اور تالاب براے آبپاشی
کندوانا اور انکو درست رکھنا۔ حفظان صحت کی تدابیر اختیار کرنا اور آبادی کے اندر صفائی کا
انتظام کرانا اور اہل موضع کے لئے طبی امداد بہم پہونچانا، گاؤن کے حدود کے اندر جسقدر سڑکین
ہونگی انکو درست رکھنا اور پختہ سڑک کی مرمت کرانا کیونکہ ہر گاؤن مین کم ازکم ایک سڑک پختہ ضرور
ہوا کریگی۔ گاؤن کی چراگاہ کو قائم رکھنا۔ مویشیون کے لئے وٹرنیری امداد بہم پہونچانا اور نسل
کشی مویشیان کے لئے سانڈ فراہم کرنا۔ گاؤن کے چوکیدار کو مقرر کرنا اور موضع کی حفاظت کرنا
نیز اس قسم کے دیگر فرائض کی انجام دہی ان پنچایتون کے سپرد ہوگی۔ دیہاتی بورڈ کے حلقہ
کے اندر سات سَو افراد کی آبادی مقرر کیجاویگی۔ اگر ایک موضع کی آبادی تعداد مقررہ کے برابر
ہو تو محض اس ایک موضع مین بورڈ قایم کردیا جائے ورنہ چونکہ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے
اور اُسمین موضعون کے علاوہ چھوٹے چھوٹے مزرعہ بکثرت آباد ہین جنکی آبادی سوسوا سو افراد کے
اندر ہی ہوتی ہے مواضعات مین مزرعہ شامل کرکے آبادی کی تعداد پوری کرلیا کرے۔ لوکل سلف
گورنمنٹ کی زنجیر کی دوسری کڑی قصباتی بورڈ ہونگے۔ موجودہ حالت مین جس مقام کی آبادی
سات ہزار نفوس پر مشتمل ہوتی ہے اسکو قصبہ کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے لیکن اگر یہی معیار
قصباتی بورڈون کی آبادی کا رکھا جائے تو ہندوستان مین مشکل سے آٹھ فیصدی مقامات ایسے
نکلین گے جنکو قصبہ کہ سکتے ہین کیونکہ مسٹر بےاین سرکار نے جو حساب لگایا ہے اسکی رو سے
اگر قصبات کی آبادی پانچہزار رکھی جاتی ہے تو اس لحاظ سے ۴ر۱۰ بمشکل ایسے مقامات نکلتے ہین پس
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کی آبادی کی تعداد دو ہزار ۲۰۰۰ مقرر کیجاوے اور اس لحاظ سے
چوبیس فیصدی مقامات ایسے ملجائینگے جہان قصباتی بورڈ قائم کئے جاسکین گے۔ قصباتی بورڈون
کی کونسل کے تقریباً وہی فرائض ہون جو دیہاتی بورڈون کے ہونگے البتہ چند چیزین قصبون مین
زیادہ ہوا کرینگی مثلاً ہر قصبہ مین ایک ورناکلر مڈل اسکول ہوگا اور ایک زنانہ مدرسہ لڑکیونکی
جسمانی ورزش کا سامان رہا کریگا اسکول کے ساتھ ایک بورڈنگ ہوس بھی ہوگا۔ ایک ریڈنگ

روم کلب، آہنگری و تجارت کا مدرسہ، امداد باہمی والی قرضہ کی سوسائٹی، زرعی آلات کا اسٹور ہاؤس اور غلہ و تخم کا گودام، نسل کشی مویشیان کا سانڈ گھر، محتاج خانہ اور اسی طرز کی دیگر قومی ضروریات کے انسٹی ٹیوشن ہونگے۔ قصباتی پنچایت کے ممبرون کی تعداد دس رکھی جائے جسمین ایک سرپنچ ہو اور اُسکے دو اسسٹنٹ۔ ایک پولیس کانسٹبل علاوہ دو چوکیدارون کے رہا کرے جنکی حیثیت ملازم پولیس کی ہوگی فوجداری کے مقدمات ایک ممبر اور سرپنچ یا اسکے دو اسسٹنٹون مین سے ایک اسسٹنٹ باہم بیٹھکر فیصل کیا کرینگے اور (۵۰) روپیہ مالیت تک کے دیوانی مقدمات کی سماعت وہ کر سکین گے جن قصبات کی آبادی پانچہزار سے سات ہزار تک ہوگی وہان ایک ہائی اسکول معہ بورڈنگ ہاؤس کے ہوا کریگا جسمین زرعی تعلیم بھی دیجایا کریگی ایک ابتدائی تعلیم کا صنعتی مدرسہ بھی ہوگا ساتھ ہی اسکے ایک چھوٹا عجائب خانہ بھی موجود رہیگا جسمین زرعی پیداوار اور معمولی ضروریات کی صنعتون کے نمونہ رکھے ہوا کرینگے اور مقامی پیداوار و دستکاریون کے نمونہ بھی موجود رہا کرینگے۔ گلی کوچہ پختہ اور سڑکین کشادہ اور پختہ تعمیر کیجاوینگی نالیان پختہ رہین گی ایک چھوٹا سا شفاخانہ بھی ایسے ہر قصبہ مین موجود رہیگا قصبہ کے اندر روشنی کا انتظام رہیگا اور مذبح و پختہ گھاٹ نہانے کے لئے تعمیر کئے جاوینگے، ہر ایسے قصبہ مین بازار پختہ ہوگا اور قصبہ کی کونسل کا خاص مقام تعمیر کیا جاویگا جسمین بازار کے دن یا دیگر تقریبات کے موقع پر جلسہ ہوا کرینگے۔ ہر گروہ و ہر ملت کی عبادتگاہون کی مرمت یہ کونسلین کرایا کرینگی اور مذہبی پیشواؤن کی تنخواہین منجانب کونسل مقرر رہینگی؛ پلون اور گھاٹون کا انتظام نیز پونڈ (مویشی خانہ) کی نگرانی بھی انہی کونسلون کے ذمہ ہوگی۔
ہر ایسے قصبہ مین ایک زنانہ ورناکلر مڈل اسکول رہیگا جسمین زنانہ مصنوعات اور مختصر طور پر ہائی جنی، حفظان صحت اور طب کی تعلیم بھی دیجایا کریگی۔ ایک اکھاڑہ اور ڈرل گراونڈ رہیگی جسمین قومی بچون کو جمناسٹک کے کرتب سکھائے جایا کرینگے اور فوجی قواعد روزمرہ کرائی جایا کریگی تاکہ ہر قصبہ مین ایک قومی ملیشیا فوج ملک کی حفاظت کے لئے ہر وقت موجود رہ سکے۔ اس ملیشیا فوج کا افسر اعلیٰ قصبہ کا زمیندار ہوا کریگا عدالتی انتظام یون قرار پاویگا کہ ہر چار کوس یا ۸ میل کے حلقہ کے اندر ایک آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا جائے جو فوجداری و دیوانی کے معمولی مقدمات تنہا فیصل کیا کرے اور زیادہ اہم مقدمات کو جوری کے ساتھ بیٹھکر فیصل کر سکے وہی مقامی پولیس کا افسر اعلیٰ سمجھا جائے اور اپنے حلقہ والے دیہاتی و قصباتی کمیٹیون کی اہم میٹنگون مین صدارت بھی ابتدائی حالت مین کیا کرے۔ ہر ایک تحصیل مین دو بورڈ ہوا کرین ان مین سے ایک ٹاؤن بورڈ

یا مینوسپل بورڈ ہو جسکے خدمات قصباتی بورڈ سے ملتے جلتے ہون اور جن جن شعبون کا ذکر ہم نے قصباتی بورڈون کی تحت مین کیا ہے وہ جملہ شعبہ قائم رہین گے البتہ تعلیمی ضروریات کے لئے ہر تحصیل مین ایک ہائی اسکول ضرور رہے اور ایک صنعتی و زراعتی دوسرے گریڈ کا اسکول بھی معہ عجائب خانہ کے قائم کیا جاے۔ نیز ایک زنانہ ہائی اسکول جسمین زنانہ مصنوعات کی تعلیم بھی دیجایا کریگی قائم کیا جائے۔ انگلستان کی طرح تحصیلون مین آنریری مجسٹریٹون کے سیشنل عدالتین اجلاس کیا کرین جنمین دو یا تین آنریری مجسٹریٹ ملکر مقدمات فیصل کیا کرینگے اور اہم معاملات کو جوری کے ساتھ بیٹھکر فیصل کرین دوسرا **تحصیلی بورڈ** ہوگا جسکے ممبر کل باشندگان تحصیل کی رائے سے جو رائے دینے کے مستحق ہون منتخب ہوا کرین گے۔ تحصیلی بورڈ کے اجلاس ماہوار ہوا کرین ممبران بورڈ کی ایک جنرل کمیٹی ہو اور چھوٹی چھوٹی انتظامی کمیٹیان ممبران مقرر کیا کرین۔ جو انگلینڈ کے تعلیمی بورڈ، گارجینس آف پور لا یونینز، ہائی وے بورڈ وغیرہ کے طور پر ہون اور وہ اپنے اپنے شعبون کی نگرانی کیا کرین۔ جنرل کمیٹی اپنے لوکل ریٹ و ٹیکس وصول کرکے جس طور سے چاہے صرف کیا کرے۔ تحصیل کی پولیس کا ریٹ بھی وہی وصول کیا کرے اور تحصیل کی پولیس انہین کے ماتحت رہے۔ ہر تحصیل مین جیلخانہ اور پاگل خانہ ہو اور ایک باغ عامہ بھی مینوسپل کی طرف سے براے تفریح قایم کیا جاے۔ تحصیل کے بعد ضلعون کی باری آتی ہے یہ گویا فرانس کے ڈیپارٹمنٹ اور انگلینڈ کے کاونٹی کے طور پر قائم کئے جائین۔ انگلینڈ کے میئر اور الڈرمین کی طرح ہر ضلع مین ایک مینوسپل چیرمین اور دو وائس چیرمین یا جو نام انکے لئے تجویز پاے رہا کرین۔ ضلع کی **ٹاون کونسل** کے اختیارات اور فرائض تقریباً وہی ہون جو انگلستان کی ٹاون کونسل کے ذکر مین بیان کئے جاچکے ہین تعلیمی ضروریات کے لحاظ سے ایک آرٹ کالج ایک صنعتی و حرفتی اول گریڈ کا اسکول ایک زراعتی ہائی اسکول جس سے ایک سائنس کی لیبوریٹری و زراعتی و صنعتی اول درجہ کا عجائب خانہ ملحق رہیگا ایک فوجی تعلیم کی تیسرے درجہ کی درسگاہ، اعلیٰ درجہ کا شفاخانہ، مدرسین کے لئے ٹرننگ اسکول، زنانہ مدرسین کے لئے ٹرننگ اسکول و دیگر محکمہ جات مثل تعمیر انہار، اموات عامہ، لوکل ریلوے لائینون کے دفاتر، لاوارث اور اندھے بچون کی تعلیم و تربیت کے لئے درسگاہ، گھوڑ دوڑ و پولو گراونڈ، حمام برقی روشنی، واٹر ورکس، مینوسپل مارکٹ غرضکہ اس نوع کے جملہ شعبہ جات ہر ضلع مین موجود ہونگے اور ٹاون کونسل انپر ویسے ہی اختیارات رکھیگی جیسے کہ دیگر مہذب ممالک مین اسکو حاصل رہتے ہین۔ ضلع کے

بورڈ کے ممبر تمام ضلع کے باشندے منتخب کیا کرین اور انکو وسیع انتظامی اختیارات دے دئے جائین۔ ضلع کی پولیس اس بورڈ کی ماتحت بنائی جائے تعلیمی، طبی، امور عامہ، غرضکہ جملہ رفاہ عام کے لئے فنڈ فراہم کرنا اور اسکو تحصیل وار تقسیم کرنا نیز دیگر انتظامی معاملات مین ڈسٹرکٹ بورڈ کو کامل اختیارات حاصل ہون وقس علی ہذا۔ ہم نے محض ایک سرسری خاکہ کھینچکر پیش کر دیا ہے جس وقت کوئی کام چھیڑا جاتا ہے تو اسکی ضروریات خود نمایان ہوجاتی ہین۔ ہماری موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے تو یہ باتین ایک خواب پریشان کی طرح نظر آئینگی۔ لیکن اب زمانہ بڑی سرعت سے ترقی کر رہا ہے جو بات آج ہمکو بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کل وہی معمولی ہوجاتی ہے اسلئے ہمکو نا امید ہونیکی کوئی وجہ نہین۔

عزیز آسیاوُنی

"اے قیدی مجھسے بتا وہ کون تھا جس نے تجھے پابند کر دیا۔ وہ میرا مالک تھا قیدی نے جواب دیا۔ میرا خیال تھا۔ کہ مین دولت و قوت مین ہر شخص سے بڑھ سکتا ہون مین نے خزانہ مین وہ دولت جمع کرکے رکھ لی۔ جو مجھے اپنے بادشاہ کو ادا کرنی تھی جب نیند غالب ہوئی تو مَین اپنے مالک کے بستر پر لیٹ گیا۔ جب جاگا۔ تو دیکھا۔ کہ اپنے ہی خزانہ مین محبوس ہون"

"اے قیدی مجھے بتا وہ کون تھا۔ جس نے یہ نہ ٹوٹنے والی (مستحکم) زنجیر تیار کی؟ قیدی نے جواب دیا۔ وہ مَین ہی ہون۔ جس نے اس زنجیر کو نہایت احتیاط سے تیار کیا۔ میرا خیال تھا۔ کہ ناقابل فتح قوت ساری دُنیا کو مقید کرلیگی اور صرف مجھی کو غیر منقطع حالت آزادی مین رکھیگی۔ اس بنا پر رات دن کی محنت اور سخت آگ اور ظالمانہ شدید ضربات کی مدد سے مین نے زنجیر طیار کی اور جب آخر کام تمام ہوگیا۔ اور کڑیان اچھی طرح مضبوط بن گئین۔ تو مَین نے دیکھا۔ تو وہ زنجیر مجھی کو اپنی گرفت مین لئے ہوئے ہے۔

ربیندر ناتھ ٹیگور

جوزف ایڈیسن

جوزف ایڈیسن کے والد ڈاکٹر لانسلاٹ ایڈیسن تھے اور اُنکی والدہ جین گلسٹن۔ جوزف ایڈیسن بمقام ملسٹن ۱۶۷۲ء مین پیدا ہوئے اور ۱۷۱۹ء مین بعارضہ دمہ بعمر ۴۷ سال وفات پائی۔ اُنکے والد نے کئی برس اپنی زندگی کے یورپ اور افریقہ کی سیاحت مین بسر کئے تھے اور اُنکی متعدد تصانیف اُنکی غیر معمولی ذہانت اعلیٰ قابلیت اور وسیع تجربہ کی شاہد ہین۔ لائق باپ کو خدا نے لائق فرزند بھی عطا کیا۔

مسٹر ایڈیسن کی ابتدائی تعلیم بمقام چارٹر وز (یا چارٹر ہوس) ہوئی مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کوئین کالج آکسفورڈ مین داخل ہوئے۔ وہان قریب دو برس رہے تھے کہ انکی ایک نظم کوئین کالج کے ڈین ڈاکٹر لینکسٹر کی نظر سے گذری جسے اُنھون نے بہت پسند کیا اور مسٹر ایڈیسن کو ماڈلن کالج کی ڈمی شپ کے واسطے منتخب کیا۔ ایڈیسن نے یونانی اور لاطینی مصنفین کے کتب کا مطالعہ شروع کیا اور چند سال مین دقیق السنہ اور اُن ممالک کے رسم ورواج پر ویسا ہی عبور حاصل کیا جیسا کہ اُس زمانے کے دستور کے موافق دیگر نوجوان فرانسیسی زبان ولہجہ اور فرانسیسی آداب واخلاق کا اختیار کرتے تھے۔ اوایل عمر مین یونانی ولاطینی زبان سے واقفیت شاعری کے معراج کمال پر پہونچنے کا پہلا زینہ ہے۔ ایسا مذاق سلیم پیدا ہوتا ہے جو داخل سیرت ہو جاتا ہے برخلاف اسکے جو بدیر اُن علوم کو حاصل کرتے ہین اس نعمت سے محروم رہتے ہین

ایڈیسن نے اپنی شاعری کا آغاز لاطینی زبان مین کیا۔ آکسفورڈ وکیمبرج و نیز کل یورپ مین اُسکی بے انتہا تعریف ہوئی حتیٰ کہ عہد آگسٹس کے بعد کے بہترین شعرا مین اُسکا شمار ہونے لگا[1]۔ خاص لندن مین اُسکی شاعری کی کچھ عرصہ بعد شہرت ہوئی۔

[1] بوائلو مشہور فرانسیسی شاعر نے اور انگریزی شعرا کا مضحکہ اُڑایا ہے مگر ایڈیسن کی تعریف کی ہے

غالباً اِس سے زیادہ کوئی مشکل کام نہین کہ طبیعت کے قدرتی جوش اور زور اور بلند نگاہی کو قابو مین رکھا جائے اور قوت واہمہ کو صرف تہذیب اور متانت کے میدان مین جولان کیا جائے اور سچائی ہمرکاب رہے۔ قدیم انگریزی شعرا کی تصانیف مین عموماً تصنع۔ مبالغہ ظاہری شوکت الفاظ۔ غیر فطرتی جذبات اور خیالات کی بھرمار تھی۔ اُنمین سے بہتوین شعرا بھی بعید از قیاس خوبصورتیون کے شیدا اور ہر چیز کو درجہ کمال سے بھی آگے بڑھانے کے شائق تھے۔ ایڈیسن نے یہ اصول قائم کیا اور برتا کہ شاعری مین بھی اصلیت اور حقیقت کو نظر انداز نکرنا چاہئے۔ اُسکی تقلید دیگر شعرا نے کی۔ پُرانے طریقون اور مبالغہ کو خیرباد کہی اور زبان کی صفائی خیالات کی سنجیدگی اور بندش کی چُستی کو اپنا رہنما بنایا۔ ایڈیسن نے انگریزی طرز شاعری مین انقلاب پیدا کردیا اور اِس معنی مین اسکو موجودہ انگریزی شاعری کا بانی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ مگر ایڈیسن کی لافانی شہرت کا مدار اُسکی شاعری پر نہین ہے بلکہ اُسکی بیمثل انشا پردازی پر۔ اور خاصکر اُس رسالہ پر جو اسپکٹیٹر کے نام سے روزانہ شائع ہوتا تھا۔ علاوہ ایڈاسن کے اور لوگ بھی اسکی اشاعت مین شریک تھے بالخصوص سر رچرڈ اسٹیل۔ مگر جو خوبی۔ جدت سلاست زبان اور لطافت بیان ایڈیسن کے مضامین مین ہے اورونکو میسر نہین ہوئی جس تہذیب اور متانت سے اُسنے اخلاقی کمزوریون۔ مراسم قبیحہ تو ہمات بیجا وغیرہ وغیرہ کا خاکہ اُڑایا ہے بیان سے باہر ہے اُنھین مضامین کی بدولت انگریزی تہذیب۔ طرز معاشرت اداب و اخلاق مین نمایان ترقی ہوئی۔ بعض مضامین مین علم ادب و فلسفہ کے اعلے مدارج طے کئے ہین۔

سید جعفر علیخان

سرٹی متھوسوامی آئر۔ مرحوم کے۔سی۔آئی۔ای

بعض آدمی عظیم القدر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بعض خود اپنے کوشش سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور بعضوں کو بلا کسی جد وجہد کے محض دوسروں کے سعی سے بزرگی ملجاتی ہے لیکن سر متھوسوامی آئر مرحوم کا مولد و مسکن ضلع تنجور علاقہ مدراس کا اوچی اُرنا می ایک گمنام موضع تھا جنوری ۱۸۳۲ء مین آپ اس گاؤن کے ایک غریب مگر معزز گھرانے مین پیدا ہوئے۔ عالم طفولیت ہی مین آپ کے سر سے آپکے پدر بزرگوار کا سایۂ عاطفت اُٹھگیا آپکے ایک چھوٹا بھائی بھی تھا مگر خاندان مین کوئی بزرگ نہ رہا جو ان معصوم بچون کی تعلیم و تربیت کا نگران حال ہوتا۔ سچ پوچھیے تو باپ کے بعد کوئی شخص ایسا بھی نہ تھا جو لڑکون کی پرورش کر کے بیوہ ماں کو اس سے مطمئن کر دیتا۔ ناچار اس بار کو اُس دکھیا نے اپنے ذمہ لیا۔ اور چونکہ گاؤن مین تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا اسلیے یہ خانمان برباد خاندان اپنے وطن کو خیرباد کہکر موضع تریورو مین آبسا۔ یہان غریب بیچاری ماں نے جسطرح ہوسکا برابر چندے لڑکون کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن تابکے۔ افلاس و تنگدستی نے اس سلسلہ کو زیادہ چلنے نہ دیا اور ہمارے ہیرو کو بارہ برس ہی کے عمر مین اپنی تعلیم کو نامکمل چھوڑ کر فکر معاش مین مصروف ہونا پڑا بڑی تگ و دو کے بعد متھوسوامی کو ایک روپیہ ماہوار کی ملازمت ملی۔ لیکن آپ کی فطری ذہانت اور جفاکشی دیکھکر تحصیل کے خزانچی نے آپ کو تین روپیہ ماہوار پیا اپنا نائب بنالیا۔ اب یہان سے متھوسوامی کی حیرت انگیز ترقی کا (جو محض آپ کے ذاتی کمالات کا نتیجہ تھی) دور شروع ہوا۔ اسی ملازمت مین آپ کو محسوس ہوا کہ آیندہ شہرت و عزت کی شاہراہ آپ کے سامنے کشادہ ہے اور آپ نے محض اپنی ہمت و استقلال مستعدی و جفاکشی۔ بلند حوصلگی۔ اور اولوالعزمی سے اس شاہراہ پہ قدم رکھا۔

تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک روز ناوقت تحصیل کے افسر اعلیٰ کے پاس کہ جسکا نام بھی متھوسوامی نائک تھا دریا کی ترائی مین ایک سنگین مقدمہ کی رپورٹ آئی اور تحصیلدار صاحب موصوف کو اس وقت اس مقدمہ کی صحیح اور مشرح کیفیت

معلوم ہونے کی ضرورت ہوئی۔ آپ اپنے نائب کو تحقیقات کے لئے بھیجنا چاہتے تھے مگر بہ
اتفاق ہوا کہ نائب در کنار ساری تحصیل مین اسوقت ہمارے ہیرو کے سوا اور کوئی شخص
موجود ہی نہ تھا۔ متھو سوامی آیر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایسی غیر معمولی جرات سے کام
لیا کہ جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ آپ نے فوراً تحصیلدار صاحب کے روبرو حاضر ہوکر
کمال ہمت سے کہدیا کہ اگر حضور اجازت دین تو مین موقعہ پر پہونچکر پوری تحقیقات
کراوون تحصیلدار بھی جوہر شناس تھے۔ انھون نے فوراً اس عجیب وغریب درخواست
کو منظور کرلیا۔ اور کاغذات متعلقہ آپ کے حوالہ کردئے پھر کیا تھا۔ یہ موقعہ پر گئے اور
اپنی لیاقت اور دانشمندی سے کل حالات دریافت کرلائے۔ اب کیا تھا۔ تحصیلدار
صاحب دل ہی دل مین ان کے ذہن رسائی اور قابلیت او ہوشیاری کے بدرجۂ تم
قائل ہوگئے۔ گو اسوقت انھون نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ بعد چندے خزانچی کے عدم
موجودگی مین تحصیلدار صاحب کو لگان کے تحصیل وصول کا حساب درکار ہوا اس
موقعہ پر بھی ہمارے ہیرو نے نہایت سہولت سے تمام باتین سمجھادین۔ اور جب خود
تحصیلدار صاحب نے اسکی تحقیق کی تو انہین پائی پائی تک حساب درست ملا۔ اب تو
تحصیلدار صاحب پر متھو سوامی آئر کی قابلیت کا سکہ ہی بیٹھ گیا۔ اور اُنھین انکی
ترقی کی فکر دامنگیر ہوئی یہ تو اس قسم کے موقعہ کی تلاش ہی مین تھے۔ تحصیلدار صاحب
کو اپنا ہمدرد و قدرشناس پایا تو اُن سے انگریزی کی پہلی کتاب پڑھنے لگے اور وہ
بھی جب اپنے سرکاری فرایض سے فرصت پاتے تو اس شغل مین منہمک ہوجاتے۔
متھو سوامی نے اس درس وتدریس مین حیرت انگیز ترقی کی۔ اور انکے طبیعت کی
جولانی عقل کی رسائی اور حافظہ کی عمدگی دیکھکر تحصیلدار صاحب سے اُنسے بڑی
محبت ہوگئی اور انھون نے انکو اپنے بڑے بھائی کے پاس نگاپاٹم مین مزید تعلیم
حاصل کرنے کی غرض سے بھیجدیا۔ یہان پہلے پہل ایک مشن اسکول مین بھرتی ہوئے
اور کچھ عرصہ کے بعد یہہ مدراس یونیورسٹی کے ہائی اسکول مین داخل کرادئے گئے۔ اس
اسکول مین متھو سوامی آئر بائیس سال کی عمر تک زیر تعلیم رہے۔ اور انگریزی کی ایسی
زبردست استعداد بہم پہونچائی کہ مضمون نگاری کے صلہ مین اسکول کا اعلیٰ ترین انعام

حاصل کرنے کے علاوہ اول درجہ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ اس علمی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے اعلیٰ اخلاق اور خوش مزاجی کے بدولت اپنے ہم سبق طلبا اور استادان دونون طبقون مین بہت ہی ہر دلعزیز ہوئے اور ہر شخص آپ کو امداد دینا اپنا فرض سمجھنے لگا۔

متھوسوامی اب پھر سرکاری ملازمت مین داخل ہوئے۔ پہلے آپ تنجور کے محافظ دفتر ہوئے۔ مگر آپ کی ذہانت کا شہرہ پھیل چکا تھا۔ چندہی روز کے بعد ڈیڑھ سو روپیہ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہوئے۔ اس عہدہ کے فرایض آپ نے اس خوبی سے ادا کئے کہ آپ کے افسر اعلیٰ مسٹر بالوے نے آپ کی ترقی کی پرزور سفارش کی اور آپ جلدہی ضلع ٹرینکوبار کے ڈسٹرکٹ منصف ہوگئے۔ اسکے بعد سر چارلس ٹریولین بہادر گورنر مدراس کی قدردانی سے آپ کو ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ عطا ہوا۔ اس سے ترقی پاکر آپ ۱۸۶۵ء مین ضلع دکھنی کنارہ کے سب جج ہوئے ۱۸۶۶ء مین مدراس کے پولیس مجسٹریٹ بنائے گئے اور چند ہی روز بعد جج عدالت خفیفہ ہوگئے۔ اسپر بھی آپ اپنی قابلیت علمی بڑھاتے ہی رہے حتیٰ کہ ۱۸۶۹ء مین آپ بی۔ ایل کے امتحان مین شریک ہوئے اور اول درجہ مین پاس ہوکر اعزاز کے ساتھ اسکی ڈگری حاصل کی نو برس بعد ۱۸۷۸ء مین آپ ہائی کورٹ مدراس کے جج مقرر ہوئے۔

تنجور مین آپ کی بیش بہا خدمات گورنمنٹ کی مزید قدردانی کے مستحق سمجھی گئین۔ اور ۱۸۷۷ء کے دہلی دربار مین آپ بھی مدعو کئے گئے اور یہان آپ کو طلائی تمغہ عطا کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء مین آپ کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔ اور ۱۸۹۲ء مین ہز اکسیلنسی گورنر مدراس نے یونیورسٹی کے سالانہ جلسہ مین ایڈریس دینے کے لئے مدعو فرمایا۔ اسی سال آپ کو نائٹ (سر) کا معزز خطاب ملا۔ اور آپ مدراس یونیورسٹی کے فیلو بھی منتخب ہوئے۔ آپ ان معزز عہدون کی ذمہ داریان ہمیشہ امتیازی قابلیت سے انجام دیتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رعایا اور گورنمنٹ دونون کے نگاہون مین آپ کا اعزاز بڑھتا ہی رہا۔

سر متھوسوامی آئر نے ہمیشہ اپنے محسنون کا ذکر نہایت احترام و امتنان سے

کیا کرتے تھے۔ مختصر زندگی تک وہ کبھی اُنکی مہربانیون کو نہین بھولے۔ آخر ۲۰ جنوری ۱۸۹۵ء مین آپ نے اپنے مکان واقعہ میلاپور مین انتقال فرمایا۔ ہائی کورٹ نے آپ کی حسن کارگزاری کے صلہ مین آپ کا سنگ مرمر کا بت بنوا کر رکھا آپ کی ذہانت اور قابلیت کا شہرہ آجتک احاطہ مدراس مین زبان زد خاص و عام ہے۔

اس قابل قدر سوانح عمری سے ثابت ہوتا ہے کہ قوت ارادی سے کام لیا جائے تو غربت اور افلاس مانع ترقی نہین ہو سکتا۔ اور انسان اپنے محنت اور مستعدی سے اعلیٰ سے اعلیٰ پوزیشن حاصل کر سکتا ہے۔

عزم بلند۔ اور ہمت مردانہ ہو تو آدمی دنیا کی تمام مشکلات پر حاوی ہو سکتا ہے ادنےٰ سے ادنےٰ طبقہ سے اُبھرکر شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کر سکتا ہے۔

شیام سندر لال نگم

قبائے عمر

اودھر لالچ ہے جنت کا، ادھر دھمکی ہے دوزخ کی — عجائب کشمکش ہے، کچھ حقیقت ہی نہین کھلتی
یقیناً اختتام زندگی ہوگا مگر اک دن — رہائی موت کے ہاتھون سے ناممکن ہے لیکن
کھلے کس شان و شوکت سے ہزارون پھول گلشن مین — غضب ہے یون ہمیشہ کے لئے نابود ہو جائین
ہمارے سامنے یان سے گئے سوئے عدم لاکھون — نہ آیا ایک بھی مُڑکر، رہے گو منتظر برسون

پتہ دے ایسی منزل کا بھلا گمنام کون آکر
کرین گے آہ! مجبوراً اسے معلوم خود جاکر

(ترجمہ از انگریزی)

رام پیارے لال گمنام
دیال سنگھ کالج لاہور

"آہ! شرربار"

سرکوہسار آغوش سحاب مین تھا، اور اُسکی بے پایان بلندی خَلوت باتین کر رہی تھی۔ کثیر التعداد سلسلہ ہائے کوہ۔ آرہ کے دندانون کی طرح ارض ایران پر پھیلے ہُوئے تھے اور اِن کی چوٹیون پر برف کا دریائے ابیض موجزن تھا۔ اِدھر اُدھر بے حجابانہ وسیع میدان پھیلے ہوئے تھے اور اِن پر بلا کی خاموشی طاری تھی۔ مُرغزار اور گھاٹیان سرے سے آخر تک سبز اور گنجان درختون کی چادر اوڑھے ہُوئے تھین۔ دریائے جیحون تنگ وادیون۔ وسیع میدانون مین بل کھاتا ہوا جنوب کی طرف نکل گیا تھا۔ اور اِس کے کنارے سبزی سے ڈھکے ہوئے تھے۔ چنار کے سالخوردہ درخت حاشیہ بندی کر رہے تھے۔ دریا چُپ چاپ روان تھا ہان آبی جانور کبھی کچھ شور برپا کر دیتے تھے۔ راج ہنس۔ بطین۔ سُرخاب۔ بگلے اور چہے وغیرہ یا تو مسرت سے موج پیمائی کرتے اور یا چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کی جھاڑیون مین جو اُن کا مسکن تھین جا چھپتے تھے۔ جان بخش ہوائین۔ پھولون کی قُدرتی کیاریون۔ تاکستانون اور بہنے والی نہرون سے پرے سائین سائین کرتی پہاڑی ڈھلوان پر چڑھ جاتین اور وہان سے روح پرور خوشبوئین لاکر سارے میدانون۔ گھاٹیون۔ وادیون مین پھیلا دیتین یہ سب کچھ تھا مگر ایک حرمان آرزو کے لئے یہ خطّہ ایک سنسان ویرانے کے برابر تھا۔

دریا کے کنارے ایک ناکام محبت دونون گھٹنون مین سر دئے سکوت و سکتے کے عالم مین کسی خیال مین محو تھا۔ خُدا جانے اوس کے دِل مین اِس وقت کیا تلاطم جذبات برپا تھا۔ شاید عہد پیشین کا خیال اِس کے قلب کو تڑپا رہا تھا۔ آہ اس کی ناکامی و حرمان نصیبی کی یاد کیسی دلخراش اور دلشکن ہوگی۔ مگر وہ اپنے خیال مین محو تھا اور اُس کی محویت نے اُس کو یہ بھی معلوم نہ ہونے دیا کہ کتنے جان فزا جھونکے اُس پر مایوسانہ گزر گئے۔ دریا کی کتنی موجین اُس کے پابوسی کے لئے اُٹھین اور فنا ہوگئین۔ کتنے حباب اُسکی حالتِ زار کو دیکھکر پھوٹ پھوٹ روئے۔

آہ اس کی زندگی مین۔ ماہ منور نے اپنی ٹھنڈی روشنی سے اُس کو کے دفعہ تھپکیان نہ دی ہونگی۔ کتنے بار ستاروں نے اسے سرشار ہونے کے لئے انتہائے سماء سے جھک جھک نہ دیکھا ہوگا۔

کہکشان نے نہ معلوم کب تک اُن کے سنبھل جانے کا راستہ نہ دیکھا ہوگا۔ آفتاب عالمتاب نے کتنی مرتبہ اپنی عمودی شعاعون سے اُس کو اشتعال نہ دیا ہوگا۔ لیکن افسوس ساری کائنات کی کوششین بیکار گئین اور وہ بندۂ محبت وہ سرمست بادۂ اُلفت نہ چونکا۔ پر نہ چونکا۔

. . . .

وقت گذرتے ہی گیا اور اُس کا ساز محویت بے مضراب ہی رہا۔ مگر نہین اُسکے جسم کو یکایک حرکت ہوئی اور اسکا زرد چہرہ جو آلام و مصائب سے گھل کر خشک ہوگیا تھا۔ آسمان کی جانب اُٹھتا معلوم ہوا۔ صرف ایک صدا اُسکے مُنہ سے نکلی —— آہ! شیرین ......
اس آہ کا نکلنا تھا کہ دشت و جبل ہل گیا۔ ارض و سما چکرا گئے۔ سبزہ جل گیا۔ دلفریب چمنستان وحشت انگیز ویرانہ ہوگیا۔ طیور اُڑ گئے۔ دریا خشک ہوگیا۔ اور اسکے کنارے جو سنبل و چمیلی سے ڈھکے ہوئے تھے لونے کی پپڑی سے سفید ہوگئے۔ چارون طرف بھیانک خاموشی چھاگئی۔ خوشنما گھاٹیان جلی ہوئی پتھریلی چٹانون کی صورت مین بدل گئین۔ پہاڑیان ناقابل شناخت تودون کی شکل مین تبدیل ہوگئین۔ بادِ نسیم گرم لُو ہوگئی۔ آفتاب ابر کے سیمین نقاب مین جا چھپا۔ ہرے بھرے وسیع میدان آتشبار ریگ فشان صحرا ہوگئے۔ شجر پوش سلسلۂ کوہ زنگ خوردہ لوہے کی فصل کی طرح بدہیئت ہوگئے۔

. . . .

اور کشتۂ عشق و محبت فرہاد کی "آہ! شرربار" نے اس وادیِ حیات کو بادیۂ ممات بنادیا۔

عبدالحیٔ ہالک
(حیدرآباد دکن)

ہز آنر سر ہارکورٹ بٹلر بہادر

لفٹنٹ گورنر صوبہ آگرہ و اودہ

ہز آنر سر ہارکورٹ بٹلر باتفاق صوبہ متحدہ کے متوطین ہین - آپکی ملازمت ۱۸۹۰ء مین الہ آباد سے شروع ہوئی اور اس صوبہ کی خوش نصیبی سے ۱۹۱۸ء کے ابتدا مین آپ اسکے حکمران مقرر ہوئے دس برس ہوئے آپ یہان سے حضور وایسرائے کے کونسل کے ایک رکن اعلےٰ ہوکر تشریف لیگئے تھے اس اثنا مین مختلف ذمہ داریون کو بخوبی انجام دینے کے بعد جب آپ پھر لفٹننٹ گورنر ہوکر آئے تو بلا شبہ صوبہ آگرہ و اودہ کے ہر گروہ اور ہر طبقہ کو سچی خوشی حاصل ہوئی - ابتدا سے زمانہ ملازمت مین آپ نے جس مستعدی عزیزی اور ہمدردی کے ساتھ اپنے فرایض منصبی انجام دیے - گورنمنٹ ہند کے تعلیمی مشیر اور صوبہ برہا کے لفٹننٹ گورنر کی حیثیت سے آپ نے جو نمایان کامیابی اور نیکنامی حاصل کی ان کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ اہل صوبہ کا اپنے حاکم اعلےٰ کے ذات با صفات پر ناز کرنا بیجا تھا - اضلاع سیتاپور اور لکھنؤ کے بند و بست آجتک آپ کی رعایا پروری کے شاہد ہین دار الخلافہ اودھ (لکھنؤ) کے خوش نما پارک - دلکش سڑکین اور سر بفلک عمارتین آپ کے اولالعزمی کی گواہ ہین - صوبہ کا عالیشان طبی کالج اور کنگ جارج اسپتال لکھنؤ آپ ہی کی مستعدی کی یادگار ہے - اس کے لیے آپ نے جو محنت شاقہ کی اس کی یاد لوگون کو عرصہ تک نہ بھولیگی - اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے برابر کام کرنا اور چہرہ پر شکن نہ آنے دینا کوئی معمولی بات نہین ہے - مگر اس قدر انہماک پر بھی سر ہارکورٹ بٹلر کے مزاج مین وہی شگفتگی رہتی ہے - صوبہ کے جوڈیشل سکریٹری کی حیثیت سے روساء کے ساتھ آپ کا جو برتاؤ رہا اس سے آپ کی ذات سے بڑی بڑی امیدین قایم ہوگئین اور اب جبکہ آپکی گورنری کو آٹھ نو ماہ ہو چکے ہین - ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہین کہ یہ توقعات پوری ہوکر رہینگی - گذشتہ دس برس کے اندر عموماً ملک اور خصوصاً صوبہ متحدہ آگرہ و اودہ کی پبلک لائف مین جو حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوئی ہے - اسکی وجہ سے بعض لوگون کو یہ وسوسہ تھا کہ شاید سر ہارکورٹ مارٹن

ملکی خدمات کے ساتھ پوری ہمدردی کر سکین - مگر یہ وسوسہ سراسر باطل ثابت ہوا اور حضور ممدوح نے تعلیم یافتہ جماعت کے ملکی مطالبات کے ساتھ جس بلند نظری اور فراخ حوصلگی کا سلوک کیا ہے اور کر رہے ہین وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے - صوبہ کی قانونی کونسل مین آپ نے ابتک جو تقریرین کی ہین اُن سے آپکی رعایا پروری اور دلی ہمدردی کے ثبوت مل چکے ہین - قایمقامان رعایا کا جو احترام کہ آپ کے عہد مین ہوا ہے وہ بھی بہت قابل اطمینان ہے -

سر ہارکورٹ بٹلر بہادر اس بات کی قابل قدر کوشش کر رہے ہین کہ حاکم محکوم کا فرق نہ رہے اور رفاہ عام کے لیے ایک دوسرے کے شریک کار ہون - سرکاری اہلکارون اور عوام کے قایمقامون مین ربط و ضبط قایم ہو تاکہ نفع خلایق کے لیے ایک دوسرے کے معین و مددگار ثابت ہون - حال مین ایک تقریر کے دوران مین آپ نے اپنے ماتحت افسران سرکاری کی طرف سے فرمایا کہ ملکی ترقی کی شاہراہ مین وہ نصف راستہ طے کرکے رعایا کے ساتھ مصافحہ کرنیکو تیار ہین -

اسی اعلیٰ معیار کا اثر ہے کہ آپ ہر معاملہ مین ملکی خادمون کی تجویزون او مشورون کی بڑی قدر کرتے ہین اور جہانتک ممکن ہوتا ہے ان پرکاربند ہونے کی کوشش فرماتے ہین - ریفارم اسکیم کے متعلق ملک مین سب سے پہلے آپ ہی نے اپنی کونسل کو آزادانہ اظہار رائے کا موقع دیا اور اس مباحثہ مین سرکاری ممبران کو دخل دینے سے باز رکھا تاکہ اہل صوبہ کی دلی خواہشات کا بلا روک ٹوک گورنمنٹ پر اظہار ہو سکے - ملک کی تعلیمی ترقی کے بارہ مین حال مین گورنمنٹ ہند کا رزولیوشن شایع ہوا ہے - لیکن آپ نے اس صوبہ مین اسکی کارروائی بہت پہلے سے شروع فرما دی ہے - فی الحقیقت تعلیم کی توسیع و ترقی کے بارہ مین آپ کے خیالات بہت وسیع اور بلند ہین - صوبہ کی موجودہ تعلیمی پستی اور مروجہ طرز تعلیم کے متعلق آپ نے حال ہی مین نہایت آزادی سے اظہار رائے فرمایا ہے آپ موجودہ طریقہ تعلیم کو بالکل بعد از وقت تصور فرماتے ہین - اور علانیہ فرما دیا ہے کہ ہندوستان مین جس طرز کی تعلیم دیجا رہی ہے - اسے انگلستان کے ماہرین تیس برس ہوئے بالکل ناکارہ سمجھکر ترک کر چکے ہین - آپ اسے قطعاً منسوخ کرکے بہترین اصولون کے مطابق آیندہ نسل کی تعلیم و تربیت کا سامان کرنا چاہتے ہین اور ملک کے ذی علم نوجوانون کو ہزارہا کی

تعداد میں تعلیم کے صحیح اصول سیکھنے اور سمجھنے کی غرض سے غیر ممالک بھیجنے کے زبردست حامی ہیں اس مد میں جسقدر بھی مصارف ہوں آپکی رائے ہیں وہ سب پر مقدم ہونا چاہیئے۔ آپکا یہان تک خیال ہے کہ جب اس جنگ میں محض غنیم کی غارتگری کے لیے اربوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے اور سرکار ہند اس کے لیے قرضہ لینے میں بھی پس و پیش نہیں کرتی تو آیندہ نسل کی ترقی کے لیے اسکو قرضہ لینے میں دریغ نہ ہونا چاہیئے۔ بہرحال اس ضروری اور نفع بخش غرض کے لیے آپ مصارف کے خوف سے متاثر ہونا نہیں چاہتے ہیں اور صوبہ کی دماغی ترقی کے لیے کوئی دقیقہ اوٹھا رکھنا پسند نہیں کرتے اور سب سے زیادہ قابل قدر بات یہ ہو کہ اس شعبہ کی اصلاح میں آپ اہل صوبہ کی رائے کو پوری وقعت دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے عہد سے پہلے صوبہ میں محض برائے نام ایک تعلیمی بورڈ تھا۔ اور اسکو یہان کی تعلیمی پالیسی میں قریبًا کوئی دخل نہ تھا۔ آپ کی بدولت اس کے نظام ترکیبی میں ایک انقلاب عظیم ہوگیا ہے اور اب اسمین ہمارے نئی ملکی رہنما بذریعہ انتخاب داخل کئے گئے ہیں اور نامزدہ ممبر بھی سب ایسے اصحاب ہیں جن پر عوام کو پورا بھروسہ ہے۔

ہمارے رہنما ملک کے مالی انتظامات میں رعایا کی دخلیابی پر بجا طور پر بہت برابر زور دے رہے ہیں اور مجوزہ آئینی اصلاحات ہند میں بھی اسکی کوشش کیگئی ہے۔ سر ہارکورٹ بٹلر نے مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ دس ہزار سے زاید رقم کا کوئی صرفہ منتخب قایمقامان رعایا سے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے۔ چنانچہ اب کل مصارف کونسل کی مالی کمیٹی کی منظوری سے ہوتے ہیں جو اپریل گذشتہ میں اس نئے اصول کو مدنظر رکھکر مرتب ہوئی ہے اور جس کے باقاعدہ طور پر ہر ماہ اجلاس ہوا کرتے ہیں۔ شاید ابھی دیگر صوبجات ہند میں رعایا کو ایسے اختیارات حاصل نہیں ہوئے ہیں۔

عوام کے نائبین کے مشورون کی آپ کیسی قدر فرماتے ہیں یہ اس سے ظاہر ہے کہ ضلع گرالوال کے نئے بندوبست کو جسکی کچھ کارروائی بھی شروع ہوگئی تھی آپ نے اپنے غیر سرکاری ممبران کونسل کی رائے سے ملتوی فرمادیا۔

ہمارے صوبہ کی میونسپلٹیون کو جسقدر آزادی سرجیمس مسٹن کے وقت میں ملگئی ہے دوسرے صوبون کو نصیب نہیں ہوئی آپ نہ صرف اس پالیسی پر قایم ہیں بلکہ اسمین مزید ترقی کی کوشش بلیغ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ کئی موقعون پر آپ نے میونسپلٹی کے مجوزہ انتظامات میں دخل اندازی سے انکار کردیا ہے

اور اب ڈسٹرکٹ بورڈ کے متعلق بھی ایک نئی کمیٹی مقرر فرمادی ہے۔ آئندہ موسم سرما میں صوبہ کی ضلع بورڈ بھی حکومت خود اختیاری کا نمونہ بنا دیے جائیں گے۔

سلطنت کے کاموں میں آپ ہندوستانیوں کو برابر کا درجہ دینے کے حامی ہیں۔ چنانچہ اس سال دو انگریز حاکموں اور مشہور ہندوستانی سرجن ڈاکٹر قنوجی لال کا انتقال ہوا تو آپ نے ہر سہ اصحاب کی وفات پر گورنمنٹ گزٹ میں یکساں قدردانی کیساتھ اظہار افسوس فرمایا۔ ڈاکٹر قنوجی لال کی وفات کے پیشتر کسی ہندوستانی کو یہ عزت نصیب ہوئی تھی۔ حال میں حضور ممدوح نے مسٹر پنا لال آئی۔ سی۔ ایس کو [illegible] کا افسر بندوبست مقرر فرمایا ہے جو منصب تمام پہلی مرتبہ ایک ہندوستانی کے تفویض کی گئی ہے۔ تعلیم یافتہ جماعت کی ایک یہ بھی شکایت تھی کہ صوبہ آگرہ و اودھ کے سکرٹریٹ میں ابتک کسی ہندوستانی افسر کو کوئی جگہ نہیں دیگئی اور سر جیمس مسٹن بہادر نے ایک ہندوستانی افسر کو اسسٹنٹ سکرٹری بنا کر کسی حد تک اس شکایات کو رفع کیا تھا۔ مگر سر ہارکورٹ نے حال میں مسٹر اے سی چٹرجی کو لوکل گورنمنٹ کا مستقل سکرٹری بنا کر ہندوستانی و انگریز کا فرق ہی مٹا دیا۔

صوبہ کی تجارتی ترقی کی بھی آپکو بڑی فکر ہے۔ آپ نے کانپور کو صوبہ کا تجارتی دارالحکومت قرار دیا ہے اور گذشتہ سات آٹھ ماہ کے اندر ایک ایک ہفتہ کے لیے دو بار تشریف لاکر یہاں کے صنعتی کارخانوں سے بڑی دلچسپی ظاہر فرما چکے ہیں۔ اور اس مد میں ترقیوں کے بابت ایک یادداشت بھی مرتب کرائی ہے اور صوبہ کے صنعتی بورڈ کی از سر ترتیب بھی آپکی وجہ سے ہوئی ہے۔

جنگی خدمات کے لحاظ سے بھی آپ صوبہ کا نمبر کسی دوسرے صوبہ سے کم نہیں دیکھنا چاہتے چنانچہ گذشتہ زمانہ جنگ میں صوبہ کا جو نمبر رہا اور اگست میں یہاں سے جو غیر معمولی فوجی بھرتی ہوئی ہے وہ بہت کچھ آپ کی سرگرم کوشش اور قابل قدر حوصلہ افزائی ہی کا نتیجہ ہے۔

ملک کی آئینی ترقی سے آپ کی ہمدردی بخوبی ظاہر ہے۔ حال کی ایک تقریر میں آپ نے گورنمنٹ ہند کے طرز عمل میں اصولی تبدیلی کی اشد ضرورت بتلائی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ ہر مفید اصلاح کے اجرا میں گورنمنٹ ہند کی طرف سے جو تاخیر و تساہلی ہوتی ہے اس سے عوام کی کیسی دلشکنی ہوا کرتی ہے۔ آپ نے تقریر مذکورہ بالا میں اس تاخیر و تساہلی کے طریقے کی علانیہ ایسی مذمت فرمائی کہ اس سے زیادہ ہمارے گرم خیال رہنما بھی کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ بہرحال اس سے یہ اطمینان ضرور ہوتا ہے کہ سر ہارکورٹ بٹلر عملی حیثیت سے ضروری مسائل کے حل میں اس الزام کا اپنے عہد حکومت میں عائد ہونے دیں گے۔ جس روز سے آپ نے صوبہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے آپ باسرعت پر بہت زور دے رہے ہیں کہ کوئی ضروری کام معرض التوا میں نہ پڑا رہے۔ اور اسکا

...ہے کہ ماتحت حکام نے بھی اس معیار کو پیش نظر رکھنا شروع کر دیا ہے۔ سر ہارکورٹ کی مستعدی اور
...رگرمی کی ایک ادنے مثال یہ دیجا سکتی ہے کہ جب آپ بہار کے لفٹننٹ گورنر تھے تو آپ نے کئی اہم تجویزیں
...رنمنٹ ہند کے پاس بھیجیں اور اس خیال سے کہ ان کے طے ہونے میں دیر نہ لگے خود بدولت معہ
...ارکان سلطنت کے شملہ تشریف لیگئے۔

سلطنت برطانیہ کا ایک جزو ہونیکی حیثیت سے صوبہ پر جو عظیم ذمہ داریاں ہیں اُن کا بھی آپکو
...بی احساس ہے۔ جولائی گذشتہ میں آپنے مقام آگرہ ان ذمہ داریوں کے متعلق ایک ادر تقریر
...ی تھی جسمیں آپ نے برٹش سلطنت کے معراج کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماکر ان حقوق و فرائض
... آگاہ کیا ہے جو ہم سب پر سلطنت برطانیہ کے ایک فرد ہونیکی حیثیت سے عاید ہوتے ہیں۔ اس
...ن سے آپ کے نقطہ خیال کی بلندی واضح ہوتی ہے۔ موجودہ سلطنت برطانیہ اور زمانہ سلف کی
...عظیم الشان سلطنتوں میں کیا فرق ہے آپنے فرمایا۔ کہ

"گذشتہ سلطنتوں میں یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ اس میں بسنے والی تمام قوموں"
"کو ایک سانچہ میں ڈھال کر جبرًا ایک کر دیا جائے وہ یہیں چاہتے تھے کہ انکی سلطنت"
"کے اندر رہ کر مختلف قومیں اپنے اپنے طریقہ پر ترقی کریں وہ سب کو مٹاکر ایک قوم"
"بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ گو آخر میں انھیں ہمیشہ ناکامیابی ہوتی تھی۔۔۔۔۔۔"
"انگریزی سلطنت کی بنیاد اس کے برخلاف اس اصول پر ہے کہ لوگ خود اختیاری"
"اور آزادی کی بدولت اپنی قومیت کو زیادہ مکمل اور بہتر بنا کر ترقی کریں"
"اور یوروپین اور ہندوستانی دونوں سلطنت کے مندر میں بھائی"
"بھائی ہو کر رہیں۔ ہندوستانی اپنی روحانیت سے سلطنت برطانیہ کو فائدہ پہونچائیں"
"اور سلطنت کے دیگر حصے ہندوستان کو اپنی عقل اور تجربہ کاری سے نفع پہونچائیں"
"جب ہم خیال کرتے ہیں کہ اہل برطانیہ اور اہل ہند نے ملکر ابتک کیا کچھ انجام"
"دیا ہے تو ہمکو پوری امید ہوتی ہے کہ ہندوستان زیر سایہ برطانیہ انتہائی"
"ترقی حاصل کر لیگا۔"

آپ نے فرمایا کہ انڈین تہذیب کے دونوں بڑے چشمے کسی زمانہ قدیم میں جسکا تواریخ
...صاف صاف پتہ نہیں لگتا ہے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے اور گو عارضی طور
...دونوں تہذیبیں کچھ عرصہ کے لیے سکندر اعظم کے عہد میں ایک ساتھ ہو گئی تھیں۔ لیکن

مستقل طور پر اب یہ اس قدیم شائیستگی اور موجودہ ترقی کے بہترین اور دیرپا اصولون کے ساتھ ایک دوسرے کے شامل و شریک حال ہو رہی ہین۔

غرض سرمارکوٹ کی کوشش ہے کہ سلطنت کی مختلف قومین اپنے اپنے خصوصیات کو قایم رکھتے ہوئے۔ حق و انصاف کے مقدس رشتہ مین منسلک ہو کر ایثار نفسی اور امداد باہمی کے ساتھ اپنی ترقی کی انتہائی جدوجہد کرین۔ تاکہ برٹش ایمپائر سے تمام بنی نوع انسان کی بہبودی وابستہ ہو۔ فقط

تحفہ سائنس اس زمانہ مین جبکہ یورپ کی مہیب اور ہولناک جنگ چھڑ گئی ہے اور دنیا کے سامنے عجیب و غریب آلات لائے جا رہے ہین۔ سائنس کی کتابون کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ پبلک کو شیخ فیروز الدین صاحب مراد۔ بی۔اے۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پروفیسر علوم طبعیات کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھون نے تحفۂ سائنس جیسی مفید اور نادر کتاب لکھکر تحقیق طلب طبایع کے لیے عمدہ سامان فراہم کر دیا ہے۔ اگر آج کوئی مظاہر قدرت کا سچا نوٹو گراف ہو سکتا ہے تو وہ سائنس ہے جس نے بازار تمدن مین نہ صرف غبار آلودہ اشیار کو شفاف بنا کر دکھایا ہے بلکہ ان کو خوشنما بنانے کی اہم ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ کائنات کے منتشر ذرّون کو مجموعی صورت مین ترتیب دینا صرف اوسی قانون سے ممکن ہے جس نے علل کو کاربراری کا زبردست ذریعہ بنایا ہے۔ تحفۂ سائنس مین ادق علمی مضامین کو سیدھی سادی زبان مین آسانی سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر بعض مسائل پھر بھی تشریح طلب ہین جو لایق مصنف کو کتاب کا دوسرا حصہ لکھنے پر توجہ دلاتے ہین۔ بہرحال یہ کتاب اردو لٹریچر مین اپنے رنگ کی ایک ہے۔ قیمت فی جلد دو روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔ مینجر زمانہ بک ایجنسی کانپور۔

غریب کسان

وطن مین بھی تو نہین انبساط کا سامان
یہ آہ، کیا تری حالت ہے، او غریب کسان،

تباہیون سے نشیبِ زوال مین رہنا
تمام سال اسی ایک حال مین رہنا

وہ محنتین کہ کچھ آرام کا لگاؤ نہین
سحَر وہ جس سے کبھی شام کا لگاؤ نہین!

فِشارِ دل سے بنا ہے جو یہ خزانہ ترا!
لہو کی بوند ہے خرمن مین دانہ دانہ ترا!

یونہی مدام ہے محنت کی گو لگن تجکو۔
مگر نصیب نہین ثمرۂ محن تجکو

نشاط خیز جو تھا فرضِ زندگی ہوکر
گلے پڑا ہے وہ اب قرضِ زندگی ہوکر!

ترا ہی کام ہے اس طرح خود بسر کرنا
کھلا کے غیر کو پھر آپ بھوک سے مرنا

تجھی پہ ملک کی دولت کا انحصار ہے آج
اور آہ تو ہی خود افلاس کا شکار ہے آج

وقارِ قوم کا گو ایک ہی کفیل ہے تو،
غضب ہے پھر کہ نگاہون مین یون ذلیل ہے تو

بندھی جب آس ہے تجھسے تو ہے یہ کیا اندھیر
نراس رکھے تجھی کو ترے دِنون کا پھیر

عتاب لائین یہ خود غرضیان کرم کی عوض
خوشی کسی کو ملے آہ تیری غم کی عوض!

پڑا اپنے آپ کو تو کیون دُکھی بنائے کوئی؟
پڑی ہی کیا ہے کہ یون دُکھ ترا بٹائے کوئی؟

ترقیون مین ترے کیون بُرا ہو حال اپنا؟
بگاڑے کون اِن افکار سے خیال اپنا؟

علوم دہر سے تو آہ، بہرہ ور کیون ہو؟
کسی کے واسطے یون مفت دردِ سر کیون ہو!

گرے ہوئے کا بھلا دستگیر کون بنے؟
شریک ہو کے ترا، خود حقیر کون بنے؟

سلوک کا ترے ہو سکے جبھی اقرار
لحاظِ حق مین خودی کا نہ جب ذرا بھی ہو بار

خیالِ فرض کی کیا اِس کو بیہُشی کہئے؟
جو یہ نہین تو پھر "احسان فراموشی" کہئے!

ہے اب جو آہ یہ برتاؤ تجھسے عالم کا
تو اِس سے کچھ نہین کمتر عذاب موسم کا

وہ گرمیون مین ترا اُف جھُلس جھُلس رہنا!
ٹھٹھر ٹھٹھر کے وہ جاڑون کی سختیان سہنا!

ملے کبھی نہ تجھے پیٹ بھر جو کھانے کو،
کہان سے آئے ترے اوڑھنے بچھانے کو؟

وہ یاس کا ترے بچّون مین آہ بس جانا   ضرورتون کے لئے بھی ترس ترس جانا!

وہ کچھ بیان غم دشتی مین دادخواہون کا   نظارہ آہ وہ حسرت بھری نگاہون کا

وہ اضطراب سے اک حال بیحواسی کا   غم درون سے وہ چہرہ پہ رنگ اوداسی کا

جو یون ابھی سے دل تلک مین ہے دخل غم   تو آگے آگے بھی ہونا نشاط کا معلوم!

یہ بیکسی ہے تری آہ، او غریب کسان!   اور اوسپہ پھر بھی پڑی کیسی کشمکش مین ہے جان

کہ تنگیون سے جو ہے روح کو پریشانی   تو سختیون سے ہے لاحق ہوئی گرانجانی!

اثر یہی تو ہے فریاد صبحگاہی کا   زیادہ صاف ہے نقشہ تری تباہی کا

کہ گرچہ صید ستمہائے بیشمار ہے تو،   ہوا و حرص کا پھر بھی مگر شکار ہے تو،

ہے خود نگاہ "مہذب" مین جب بری تیری   فرور ہے حسد افروز "سادگی" تیری

وہ سادگی کہ جو تیری فقط ہے ایک اساس   کہ جسکے قدر کا ہے تجکو کم ہی کم احساس

فریب و مکر سے جو تجکو باز رکھتی ہے   بناوٹون سے تجھے بے نیاز رکھتی ہے

تجھے جو ڈھنگ بتاتی ہے پاک محنت کا   سکھا رہی ہے جو تجکو سبق قناعت کا

سکون دیتی ہے جو تجکو تنگدستی مین   جو یعنی بھرتی ہے "ایمان" تیری ہستی مین

تجھے جو کرتی ہے مائل جہان کی خدمت پر   جو یونہی لاتی ہے تجکو رہ محبت پہ

جو آشکار ہے شفقت طرازیون مین تری   اثر فگن ہے جو مہمان نوازیون مین تری

دکھا رہی ہے جو تجھ مین کہ انکسار ہے یہ   جو کہہ رہی ہے کہ انسان کا شعار ہے یہ

جو اصلیت سے گھٹاتی ہے اہل کبر کی شان   جو "ان بڑون" کے لئے ہے "بڑائی" کی پہچان!

چھنے گی رشک کے ہاتھون جو یہ صفت تیری   خدا ہی جانے کہ پھر کیا بنے گی گت تیری

زیادہ تر اسی حالت مین جب بسر ہوگا   تمام ملک پر اسکا نہ کیا اثر ہوگا؟

ابھی جو گوش نہین وا نصیحتون کے لئے
رکے ہوئے ہین مگر ہم فضیحتون کے لئے!

اقبال ورما سحر ہتگامی

ہندوستان کے بہادر سپاہی

اے میرے مُلکِ ہند کے بانکے سپاہیو!
تم پر مدام سایۂ پروردگار ہو

جو لوگ جان نثار ہین مرتے نہین کبھی
تاریخ دیکھ لو نہ اگر اِعتبار ہو

تم پر ہماری جان فدا مال وزر فدا
اس واسطے کہ شاہ کے تم جان نثار ہو

زندہ کیا ہے تم نے شجاعت کے نام کو
رستم ہو اپنے وقت کے اسفندیار ہو

شُہرت تمہاری بوئے نسیمِ بہشت ہے
قُربان اس پہ نافۂ مشکِ تتار ہو

کہتی ہے تم کو دیکھ کے رن مین بہادری
تم زیورِ وفا ہو۔ بقا کا سنگار ہو

میدانِ کارزار مین آنکھون سے جاؤ تم
گر پاسبانِ مُلک ہو اور ذی وقار ہو

جوہر دکھاؤ تیغ کے میدان جنگ مین
بجلی تو در کنار قضا بے قرار ہو

دیکھے جو طمطراق تمہارا مصاف مین
خورشید زرد رنگ قمر داغ دار ہو

کہدے زمین کو آپ کی شمشیر خونچکان
کیا دیکھتی ہے روکشِ صد لالہ زار ہو

قطرے عرق کے آپکے ہاتھون پہ جنگ مین
دیکھے تو ان پہ عقدِ ثریا نثار ہو

ساقی اِنھین شراب محبت کا جام دے
جسمین وفا کا رنگ بقا کا خمار ہو

دیکھے نگاہِ گرم سے جو انکو آفتاب
تجھ کو قسم ہے اس پہ معاً شعلہ بار ہو

ان پر کرے جو وار تو اُسے ناوکِ قضا
دیوانہ وار اُس کے کلیجہ سے پار ہو

آ! اے اُمیدِ فتح لباسِ بہار مین
آ! انکے سر کے واسطے پھولون کا ہار ہو

اے فتح! دیر ہوگئی کیا انتظار ہے
آ! اُن کا ہاتھ چوم لے اور ہمکنار ہو

احمد حسین سیرہ دعاؤن کو کیا ہوا؟
دُشمن کا مُلک کہدے کہ اُجڑا دیار ہو

خان احمد حسین خان بی اے
ایم۔آر۔ایس

ابر باران

ابر باران تجھ مین پنہان کیا ہین رازِ کائنات — لے لیا اُٹھا ترے یُمنِ قدم سے ہر نبات
جب پڑا نبضِ رگِ گل پر ترا دستِ شفا — اے مسیحا جان نو آئی ہوا سبزہ ہرا
نیلگون مطلع پہ تیری یہ شبک پروازیان — بار ہا ہے فیضِ رحمت سے ترے سامان نہان
بخشتا ہے زندگی تازہ بے جانون کو تُو — اور کر دیتا ہے پورا سب کے ارمانون کو تُو
منزلون کوسون تلک سبزہ بچھا دیتا ہے تُو — خشک چٹیل سرزمین جنّت سے سجا دیتا ہے تو
تجھکو ہاتھون ہاتھ لیتے ہین شجر دریا زمین — خود جو تو فیاض ہے ہے قدر تیری ہر کہین
جب لٹاتا ہے تو فیاضی سے دُرِ شاہوار — جگمگاہٹ جنکی ہوتی برگِ گل پر آشکار
تیرے آمد کی خوشی مین ہوتی ہے طرفہ بہار — جھولتے ہین نازنین جھولون پہ گاتے ہین ملہار
تھاپ طنبورون سے ہو جاتی ہے پھر تو چھپا چھپ — زمزمون سے عیش کے بڑھتا نغمہ ہے اور مد
آبرو تیری جھلکتی ہے مئے گلفام مین — بیخودی یا نیند سی آنے لگی اک جام مین
منتظر آمد کا تیرے ہر گھڑی میخوار ہے — جانبِ صحرا نکل پڑتا ہر اک سرشار ہے
تیرے ہی جلوے ہین دریا چشمے اور گنگا جمن — جنکا جل دیبی و دیوتا پر چڑھتے دور از وطن
انکے سنگم پر جمع ہوتے ہین شیدائی ترے — نوجوان کم عمر بچے بوڑھے سب چھوٹے بڑے
مسلمون میں آبِ دجلہ کی بھی کیسی قدر ہے — آبِ خنجر کی روانی یا فروغِ بدر ہے
تیرے ہی قطرے ہین قابلِ قدر دُرِ شاہوار — باعثِ تزئینِ خلعت اور زیور زرنگار
ناز غمزے بیوفائی تجھ مین ہے معشوق کی — باعثِ تخریب ہو جاتی ہے کُل مخلوق کی
آتشین طینت تیری تیری گرج تیری چمک — باعثِ ہیبت ہے یہ اور زیبائی تمغۂ فلک
اپنے جذبے اور غصے مین تو رو دیتا ہے گاہ — ہے رقیق القلب اور کرتا ہے عالم کو تباہ
نوح کا طوفان ہے اب تک تیری ادنیٰ یادگار — جسکی کشتی نے لیا تھا بے کے طاس پر قرار
قحطِ عالمگیر ہو گر تو نہ ہووے رو نما — ہو تباہ مخلوق سب مانگے خدا سے الامان
قطرہ افشانی تیری کرتی ہے ساون مین ستم — اُٹھتی ہے کانون مین کیا دلکش صدائے جھم جھم
برق ہے مضرابِ تو سازِ طرب ہے اندرون — رقصِ طاوسانِ صحرا کا سبب ہے اندرون

قاضی نثار احمد خان

کلام اکبر

خدا خواہان نہین تم سے مقتضبات کرنے کا ۔۔۔ وہ اس سے خوش ہے جسکو شوق ہو خیرات کرنیکا

تم خدا کو خوش کرو اکبر خوشامد چھوڑ کر ۔۔۔ یا خدا حاکم جو ہوگا خود ہی خوش ہوجائے گا

کہتے ہین پیشوا مجھے تسلیم کیجئے ۔۔۔ میری یہی ہے عرض کہ لیسنس دیجئے

کیا پوچھتے ہو دلمین مرے کیا مقام ہے ۔۔۔ فطرت کے کارخانے مین غم کا گدام ہے

دنیا کی بیوفائی سے اکبر ملول ہے ۔۔۔ لیکن زیادہ اسکا تصور فضول ہے

ابتک وہ رو رہا ہے مین سمجھا تھا رو چکا ۔۔۔ اتنی سمجھ نہین کہ میرا وقت ہو چکا

مغربی تعلیم ہو اور رہوم رسل بات ہو ۔۔۔ لطف موسم ہے یہی مینڈک ہو اور برسات ہو

اکبر

شرارۃ الدر

دیکھا ہما نہین رنگ یہ شام و پگاہ کا ۔۔۔ منزل کسی گدا کی نہ گھر بادشاہ کا

ہردم ہے ہے کیا ستم فلک روسیاہ کا ۔۔۔ چھایا ہوا ہے سر پہ دھوان جسکے آہ کا

درپیش ہے سبھی کو سفر شاہراہ کا ۔۔۔ لازم ہے بندوبست مگر زاد راہ کا

ہرچند المصاعت اضافہ ہو آہ کا ۔۔۔ ٹوٹے نہ سلسلہ دم آخر الہٰ کا

پوچھو نہ ماجرا دل گم کردہ راہ کا ۔۔۔ محشر سے کم نہین ہے یہ پھرنا نگاہ کا

تار نفس مین دل جو شرارہ ہے آہ کا

دھندلا سا ہے چراغ دم صبحگاہ کا

سفیر کاکوروی

رفتار زمانہ

بمبئی کی اسپشل کانگریس دھوم دھام سے ختم ہوگئی - شکر ہے کہ ہمارے بعض رہنماؤن کو اس سے جو خوف تھا وہ غلط ثابت ہوا - مجوزہ آئینی اصلاحات مین کانگریس نے بعض ترمیمات تجویز کی ہین اور گو بحالت موجودہ سرکاری اسکیم کو ملکی ضروریات کے لیے کافی نہین تبلایا - لیکن حضور وائسرائے اور صاحب وزیر ہند نے ہماری جذبات کی لحاظ دینے کی جو قابل قدر کوشش کی ہے اسکو کانگرس نے بھی تسلیم کیا ہو - سر حسن امام صدر کانگریس کی تقریر شروع سے آخر تک کہین بھی حد اعتدال سے متجاوز نہ تھی - بلکہ بعض امور مین انکی راے بابو سریندر ناتھ بنرجی سے بھی مدھم ہے - مثلاً اعلے عہدون مین ہندوستانیون کو جو حصہ اسکیم نے دینا تجویز کیا ہے - اُس سے مسٹر حسن امام رضامند ہین - پراونشل گورنمنٹ مین تعین عہدہ داران وزارت وزراء کے تقرری کے بھی وہ خلاف نہین ہین - حکومت خود اختیاری کے حصول کی میعاد مقرر کرنے کی بھی وہ کوئی ضرورت محسوس نہین فرماتے - کانگریس نے ان سب باتون کا مطالبہ کیا ہے - یہ مطالبات عموماً ملک کے اکثر رہنماؤن کی طرف سے بھی پیش ہوچکے ہین اور یقیناً آیندہ اعتدال پسندون کی کانفرنس کی طرف سے بھی تجویز ہونگے - مسلم لیگ نے بھی قریب قریب انھین تجاویز کو اپنے یہان سے پاس کیا ہے - گو کانگریس کے مجوزہ ترمیمات سے لیگ کی پاس کردہ تجاویز عملی حیثیت سے بہتر ہین -

ہماری راے مین بھی پندرہ برس کے اندر تمام ملک کے لیے کامل حکومت خود اختیاری کا جو مطالبہ کانگریس نے کیا ہے وہ قبل از وقت ہونے کے علاوہ اصولاً غلط ہے - ہم سب چاہتے ہین کہ ہمارا ملک جلد بجلد سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ اپنے کامل حقوق و اختیارات حاصل کرے لیکن آیندہ ترقی کی قطعی طور پر کوئی میعاد مقرر نہین ہوسکتی - ترقی کی رفتار دراصل اہل ملک ہی کے ہاتھ مین ہے - کوئی دوسری قوم خواہ وہ کتنی ہی خیر خواہ اور ہمدرد کیون نہ ہو - ہمارے لیے خود ترقی کا راستہ طے نہین کرسکتی یہ کٹھن منزل ہمین کو طے کرنا ہوگی - پھر اسکے بارے مین گورنمنٹ کیا پابند ہوسکتی ہے - اصولی حیثیت سے ایسی میعاد کبھی مقرر نہین کیجا سکتی - ہان یہ ہوسکتا ہے کہ دس برس کے بعد کل مسئلہ از سر نو غور کیا جائے اور یہ موجودہ اسکیم کا بھی منشا ہے - اسکے علاوہ کانگریس کے گذشتہ اجلاسون نے بھی مکمل حکومت خود اختیاری کو کبھی ایسا سہل الحصول نہ سمجھا تھا - یاد رہے کہ اور باتون کی طرح پولٹیکل حقوق کے لیے بھی قوم کو

تربیت حاصل کرنا ہوگی یہ دولت دوسرون کی عطیہ نہین ملتی - ہان جب ہم مین ایثار اور رواداری مین انتہائی ترقی کر لیتی ہین تو پھر تمام اختیارات خود بخود حاصل ہوجاتے ہین -

صوبون کے متعلق پانچ یا چھ برس کے بعد کل صیغہ جات حکومت رعایا کے دست قدرت مین آجانے کا مطالبہ بھی قبل از وقت اور ناقابل قبول ہے - ان کے سوا اور بہت سی تجاویز ایسی ہین کہ جنکو گورنمنٹ کو منظور کر لینا چاہیئے کیونکہ ان پر ملک کے اہل الرائے اصحاب متفق و متحد ہین - گو اس عرصہ مین بدقسمتی سے بعض حلقون مین جزدی امور مین اختلاف باہمی کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر دکھلایا جارہا ہے - لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہین ہے - اس قسم کے افراط و تفریط کی مثالین دیگر ممالک مین بھی دیکھنے مین آیا کرتی ہین اور یہ ظاہر ہے کہ جسقدر زیادہ تعداد مین لوگ سیاسی مباحث مین حصہ لینے لگین گے اُسیقدر مختلف خیالات کے متعدد گروہ اور جماعتین بھی قایم ہونگی - ہماری راے مین ایسا ہونا ملک کی ترقی کے لیے مفید اور ضروری ہے لیکن ایک ہی معاملہ پر قریب قریب یکسان رائین رکھتے ہوئے اہل ملک کا دو گروہون مین منقسم ہوکر ایک دوسرے کے دست و گریبان ہونا نہ مناسب ہے اور نہ محمود - مگر ہم اب بھی اتفاق باہمی سے مایوس نہین ہین اور ہمکو امید ہے کہ اعتدال پسندون کی کانفرنس کے بعد یہ فرق جو اسوقت ایسا اہم نظر آرہا ہے باقی نہ رہیگا - گذشتہ کانگریس کو ہم کسی طرح محض گرم فریق کی کانگریس نہین کہہ سکتے ہین - کیونکہ نرم فریق کے اکثر اصحاب اسمین موجود تھے اور ان سب کے راے کی پوری قدر کیگئی - نوجوان طبقہ نے پرانے اور آزمودہ کار رہنماؤن کا جس طرح خیر مقدم کیا وہ بھی ہر آئینہ قابل داد ہے - محض چند لیڈرون کے کنارہ کشی سے کانگریس جیسی جماعت کی کوئی تحقیر نہین ہوسکتی -

بہرحال ریفارم اسکیم کے غارت ہونیکا کوئی وسوسہ باقی نہین ہا پارلیمنٹ مین بھی اسپر بہت کچھ مباحثہ ہوچکا ہے اور دارالعوام مین اسکے نسبت جسقدر تقریرین ہوئین وہ سب حوصلہ افزا ہین - دارالامرا کی تقریرون مین البتہ جہان لارڈ سڈنہم بہ نفس نفیس موجود ہین کچھ مخالفت کی جھلک نمودار ہوئی ہے لیکن سواے لارڈ موصوف کے جو ہندوستان کا نمک کھانے پر بھی اسکے آئینی ترقی کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہین - دیگر مخالفین کا لہجہ پست ہی رہا - ہان لارڈ کرزن کی تقریر سے ضرور کچھ تشویش پیدا ہوتی ہو - حضو صاجب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ وہ مجلس وزارت کے ایک خاص رکن ہین مگر ان کی طرف سے بھی ہمارا خدشہ اس خیال سے بہت کم ہوجاتا ہے کہ اصلاح کی عام پالیسی پر نہ صرف موجودہ مشیران

وزیر ہند کا صاد ہو چکا ہے بلکہ سابق وزیر ہند مسٹر چمبرلین بھی جو فرقہ کنسرویٹو کے ایک رہنما ہیں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرما چکے ہین۔ دوسرے یہ کسی طرح ممکن نہین معلوم ہوتا کہ مسٹر مانٹیگو نے اپنی تجاویز کی بنیادی اصولون پر صاحب وزیر اعظم اور دیگر ارکان سلطنت کی منظوری حاصل کئے بغیر اسکیم کو شایع کر دیا ہو۔ انگلستان کے ذی اثر اخبارات نے بھی عموماً اصلاح کی اشد ضرورت کو تسلیم اور اس اسکیم کو پسند کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق دو کمیٹیان بھی انتخابات کے قواعد و ضوابط مرتب کرنے اور محفوظ و منتقل صیغہ جات کی تقسیم طے کرنے کے لیے لارڈ ساؤتھ بورو کی صدارت مین مقرر ہو چکی ہین۔ ایسی صورت مین اسکیم کے برباد ہونے کا خیال محض فضول ہے۔ ان اسکیم کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا ہر بہی خواہ کا فرض ہے۔ یہان پر ہمکو افسوس کے ساتھ گذشتہ امپیریل کونسل مین حضور والیسرائے کی افتتاحی تقریر کے یاس انگیز لہجہ کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ حضور ممدوح کے ریمارک سے معلوم ہوتا ہے کہ ریفارم اسکیم اپنی قطعی صورت مین ملک کے روبرو پیش کیا گیا ہے اور اسمین اب کسی ترمیم و اضافہ کی گنجایش ہی نہین ہے۔ ہمکو قدرتاً ان فقرون پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ ابتک ببانگ دہل یہی اعلان ہوتا رہا ہے کہ اسکیم اہل ہند کی نکتہ چینی کے لیے پیش کی گئی ہے۔ صاحب وزیر ہند بھی اس امر کو کئی بار واضح کر چکے ہین اور ملک کے ہر طبقہ نے اسی خیال کو مد نظر رکھکر اسپر غور و خوض کیا ہے کہ ان کے مناسب مشورون پر (بشرطیکہ وہ ۲۰ راگست کے یادگاری اعلان کے خلاف نہ ہون) عمل کیا جا سکیگا۔ اتنے دنون کے بعد حضور والیسرائے کا یہ ارشاد کسیقدر بیمحل اور بیجا ہے اگر واقعی اسکیم مین کسی ترمیم کی گنجایش نہ تھی تو پھر عام نکتہ چینی کے لیے اسکی اشاعت کے کیا معنے تھے۔ یہان پر ہم یہ کہدینا بھی ضروری سمجھتے ہین کہ اگر بفرض محال گورنمنٹ ہماری پیش کردہ کوئی ترمیم منظور نہ کر سکے تب بھی ہماری راے مین اسکیم کو شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ موجودہ نظام سلطنت سے مجوزہ کانسٹی ٹیوشن ہر حالت مین بدرجہا بہتر ہے۔

یہان پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ اگر ترمیمات کی گنجایش نہ تھی تو گورنمنٹ ہند نے بابو سریندر ناتھ بنرجی کی تحریک پر ریفارم اسکیم پر مفصل غور کرنے کے لیے غیر سرکاری ممبران امپیریل کونسل کی کمیٹی کیون قایم کی اور آیندہ ماڈریٹ کانفرنس کمیٹی کی بھی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟ اس لحاظ سے اسپشل کانگریس بمبئی اور بنگال نیشنل لبرل لیگ نے بھی مفت مین تضیع اوقات کی بہرحال یہ بات بالکل صاف ہو کہ جبتک اسکیم مین چند ترمیمات منظور نہ کیجائین گی اسکیم کو قبول عام کا تمغہ نصیب نہوگا۔ مثلاً گورنمنٹ

ہند کے مجوزہ نظام میں مناسب ردو بدل کی ضرورت اشد ہے اور یہ ردو بدل ۲۰ اگست کے اعلان کے خلاف بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اسی چٹھی میں حکومت خود اختیاری کی مناسب ابتدا کرنیکا ذکر ہے نہ صرف صوبجات کا ایسے جہاں تجاویز کے لیے اپنی دلی شکرگذاری کا اظہار کرتے ہوے مناسب ترمیمات کی منظوری کی پرزور استدعا کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں سلطنت کا مزاج باہمی رواداری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ حکام اور رعایا دونوں کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ فریقین کو ایک دوسرے کے نقطہ خیال کی قدر کرکے میانہ روی کی پالیسی اختیار کرنا چاہیئے۔ یہی مقتضاے وقت ہے اور اسی پر ملکی ترقی کا دارومدار ہے۔

ستمبر میں امپیریل کونسل کے متعدد اجلاس شملہ میں منعقد ہوئے جنمیں بعض اہم مسائل زیر بحث رہے کئی جدید قوانین پاس ہوئے۔ اصلاحی اسکیم پر غور کرنے کے لیے غیر سرکاری ممبروں کی کمیٹی قائم ہونے کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ بھی پیش کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاحات مجوزہ میں عموماً سب ملکی لیڈران چند ترمیمات کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ ترمیمات زیادہ تر وہی ہیں جنکا گذشتہ اجلاس کانگریس و لیگ نے مطالبہ کیا ہے۔ اس رپورٹ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عملاً اس مسئلہ پر ملک کے اہل الرائے اصحاب متفق ہیں۔

ایکٹ اسلحہ اور پریس ایکٹ پر بھی کونسل میں طولانی مباحثہ ہوا۔ دونوں کے منسوخی یا ترمیم کی درخواست کی گئی تھی۔ ایکٹ اسلحہ اپنی موجودہ صورت میں ہرگز اس قابل نہیں رہا کہ اسکو زیادہ دنوں تک بلا ترمیم و تنسیخ رہنے دیا جائے۔ حکام گورنمنٹ کو بھی اسپر اتفاق ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس حد تک اسکی ترمیم ہو سکتی ہے۔ مسٹر کھپرڈے کے رزولیوشن پر جو مباحثہ ہوا ہے اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حکام اور اہل ملک کے نقطہ خیال میں ابھی بہت بڑا فرق ہے۔ یہ بات ضرور قابل افسوس ہے کہ ابھی تک بعض حکام عالیمقام خشک کی پالیسی پر قائم ہیں۔ ڈاکٹر سپرو نے اس اختلاف رائے کو دیکھکر اس رزولیوشن کی ترمیم چاہی جو گورنمنٹ نے منظور کرلی اور اب منتخب سرکاری و غیر سرکاری ممبران کونسل کی ایک کمیٹی قائم ہو گئی ہے جو موجودہ قواعد میں ضروری ترمیمات کی سفارش کریگی۔ اس بارے میں ہوم ممبر صاحب کا یہ کہنا کسیقدر تسلی بخش ہے کہ واقعی اس مسئلہ پر اسقدر اختلاف رائے نہیں ہے۔ جیسا کہ کونسل کی تقریروں سے ظاہر ہوا۔

پریس ایکٹ کی منسوخی کا قریب قریب سب ہندوستانیوں نے ملکر مطالبہ کیا ہے۔ امپیریل کونسل میں بھی بجز تین صاحبوں کے اور سب ہندوستانی ممبران نے اس رزولیوشن کے موافق راے دی امید ہے

کہ گورنمنٹ اس مباحثہ کا وقت مناسب پر ضرور لحاظ کرے گی - اجارہ دار بھرتی کے متعلق آنریبل پنڈت مدن موہن مالویہ نے ایک ضروری رزولیوشن پیش کیا تھا اور جہانتک جزیرہ فجی کا تعلق ہو سرکار نے اس کو منظور بھی کر لیا ہے اس کے رو سے جن لوگون کا معاہدہ ہنوز پورا نہین ہوا اُن کے واگذاشت اور رہائی کی فکر ہو جائے گی - پچھلے ماہ مین دو اہم تجاویز اور بھی پاس ہوئی ہین ایک تو ہندوستان کی طرف سے جنگ کی مزید مالی امداد جسکی منظوری حضور وائسرائے نے محض غیر سرکاری ممبرون کی رائے پر چھوڑ دی تھی - یہ کارروائی کونسل کے لیے بالکل نئی تھی اور ہم اسکو آیندہ کے لیے ایک فال نیک سمجھتے ہین - اس تجویز کے بموجب ۴½ کروڑ پونڈ کی مزید رقم برٹش گورنمنٹ کے نذر کیجائیگی - اسکو پورا کرنے کے لیے کچھ ٹیکس بھی لگے گا - لیکن صاحب ممبر مال نے اطمینان دلایا ہے کہ اسکا بار غریب آدمیون پر نہ ڈالا جائے گا - دوسری قابل ذکر کارروائی یہ ہوئی کہ گورنمنٹ ہند نے دیسی کپڑون پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے قانون پاس کر لیا ہے - جس سے اب عنقریب ہی ہندوستانیون کو تن ڈھانکنے کے لیے سستا کپڑا میسر آئیگا - اس قانون سے سرکار ملک پر احسان عظیم کیا ہے - حال مین کپڑے کی گرانی اسدرجہ بڑھ گئی ہے کہ غریب کیا متوسط درجہ کے لوگ بھی بجید پریشان ہو رہے ہین - بنگال مین تو اس کے باعث اکثر خودکشی کی بھی نوبت آ چکی ہے - حالانکہ جو حسابات سرکار نے تیار کرائے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے مطابق ملک مین کپڑا موجود ہے یعنی ہندوستان کے بڑے بڑے بندرگاہون مین اُسوقت ایک ارب تیس لاکھ گز سے زاید کپڑا موجود ہے اور اس اندازہ مین معمولی دوکاندارون کے اسٹاک کا حساب شامل نہین ہے - یہان دیسی کپڑا بھی اتنا بنتا ہے کہ ۴۰ فیصدی آبادی اُس سے اپنا تن ڈھانک سکتی ہے - ان باتون کے دیکھتے ہوئے صاف ظاہر ہے کہ یہ گرانی اسٹاک کے کمی سے نہین بلکہ محض مصنوعی اور سٹہ کی بدولت ہے جو دو سال گذشتہ کے اندر مخدوش حد تک بڑھ گیا ہے - گورنمنٹ نے کپڑے کے متعلق جو کارروائی کی وہ بہت مناسب ہے اور اسکے لیے تمام ملک کو اُسکا شکرگذار ہونا چاہیے - بعض صاحبون نے جدید قانون پر کچھ مایوسی کا اظہار کیا ہے کہ اسمین سرکار نے ولایتی مال سے کچھ تعرض نہین کیا مگر اسمین گورنمنٹ ہند مجبور ہے - یہ معاملہ اُس کے حد اختیار سے باہر ہے ولایت مین یہان سے بھی زیادہ گران نرخ ہو رہے ہے - بحری مال کی آمد رفت مین بھی دوران جنگ مین وہ آسانی میسر اور ممکن نہین جو چار سال پہلے تھی - ان وجوہ سے ولایتی کپڑے کے بارے مین گورنمنٹ معذور ہے - بہرنوع دیسی کپڑے کی ارزانی

سے ولایتی کپڑے کی مصنوعی گرانی مین خود بخود فرق آجائے گا اور واقعات اس خیال کی پوری تائید کررہے ہین - کیونکہ اس قانون کے پاس ہوتے ہی کپڑے کا نرخ تین ماہ گذشتہ کے بہ نسبت بیس پچیس فیصدی گر گیا ہی - لیکن کپڑے سے بھی زیادہ اسوقت اشیا رخوردنی کی گرانی لوگونکو ستا رہی ہی - برسات نے اس سال بالکل دغا دی - دس پندرہ روز اور یہی حالت رہی تو آیندہ فصل کی طرف سے بھی بالکل مایوسی ہوجائیگی - گیہون وغیرہ کا نرخ اسوقت قحط کے زمانہ سے بھی زیادہ چڑھگیا ہی - لطف یہ ہی کہ کلکتہ بمبئی - کانپور - مدراس سب کی ایک سی حالت ہو رہی ہی یہ گرانی ازحد تشویشناک ہی اور اطراف ملک مین اس سے بدامنی بھی پھیل رہی ہی - بعض حضرات کا خیال ہی کہ غلہ کی گرانی بھی بہت کچھ مصنوعی ہے اور ملک مین تمام اجناس کا کافی اسٹاک موجود ہی اور گورنمنٹ کو اسکی بابت فوری کارروائی کرنا چاہئیے بیشک حالت تو ایسی ہی ہو گئی ہی کہ گورنمنٹ اب خاموش نہین بیٹھ سکتی ہی جسقدر جلد ممکن ہو اسے ملک کا تمام اسٹاک خرید کر مناسب قیمت پر بیچنے کا انتظام کرنا چاہیئے یہ ضرور ہی کہ اس وسیع ملک مین اس طرح کے انتظام مین بڑی مشکلات حائل ہین اور جلد کوئی کارروائی کرنا محال تو نہین ہی لیکن گورنمنٹ کے لیے اس کا حل ناممکن نہ ہونا چاہیئے - سر میکلیگن اوڈوائر نے پنجاب کے لیے کچھ انتظام کیا ہی اور وہان غلہ کی برآمد بالکل روک دی ہی - مدراس مین بھی سرکار کی طرف سے چاول سستے دامون بک رہے ہین - ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ بھی اس معاملہ مین غور کر رہی ہی اور ہمین بھروسہ ہی کہ آگرہ اودھ مین بھی جلد ہی کوئی کارروائی ہوگی لیکن بقول ہمعصر پاؤنیر یہ مسئلہ کماحقہ گورنمنٹ ہند کی امداد کے بغیر حل نہین ہوسکتا ہی وہی تمام ملک کے لیے انتظام کر سکتی ہی - سال گذشتہ مین نمک کے متعلق ایسا ہی انتظام ہو گیا تھا - مٹی کے تیل کی نسبت اس مرتبہ پنجاب گورنمنٹ نے ایسا ہی انتظام کیا ہی - صوبہ آگرہ مین الہ آباد کے مجسٹریٹ صاحب نے بھی ایک حکم جاری کیا ہی جس کے روسے نو پیسے بوتل تیل مل سکے گا - ارزان قسم کے کے لیے سات پیسے فی بوتل قیمت مقرر کی گئی ہی - ان واقعات سے ثابت ہوتا ہی کہ حکام ہماری تکالیف کو محسوس فرما رہے ہین - امید ہی کہ انکی مزید توجہ سے موجودہ تکلیف اگر بالکل رفع نہین تو کم ضرور ہوجانا چاہیئے -

جنگ کا رخ اب بہت ہی اچھا ہی - امریکہ کی بروقت امداد نے امید سے کہین زیادہ کام نمایان کیا - اسوقت ساڑھے سترہ لاکھ امریکن افواج مختلف محاذ جنگ مین برسرپیکار ہی اور دشمن کی خوب ہی سرکوبی ہو رہی ہی - فرانس مین جرمن حملہ آوری کا خاتمہ ہو چکا ہی اور غنیم اب مدافعانہ کارروائی کر رہا ہی اور

یہ بھی روز بروز بے نتیجہ ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ اتحادی بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اور اہم مقامات جرمنوں کے قبضے سے نکلے ہی چلے جاتے ہیں۔ جرمنی پر اب اتحادیون کو ہر طرح کا تفوق حاصل ہو گیا ہے۔ تعداد بھی ان کی بہت زیادہ ہو گئی ہے اور ہوائی آلات جنگ مین بھی برطانیہ کا پلہ بہت بھاری ہو گیا ہے اور اس سے بڑی مدد ملی ہے۔ محاذ مغرب پر اب جرمنون کی تعداد مشکل سے گیارہ لاکھ رہ گئی ہے۔ پچھلے دو ماہ مین دو لاکھ سے زاید قیدی اتحادیون کے ہاتھ آئے اور مجروحین و مقتولین کی تعداد کا اندازہ سات لاکھ سے زاید کیا جاتا ہے۔ اب جرمنی مین صرف اٹھارہ برس کے نوجوان رہ گئے ہین جن سے قاعدہ کے رو سے سنہ ۱۹۲۰ء سے قبل جنگی خدمت نہین لیجا سکتی ہے۔ لیکن غنیم کو اب مجبوراً ان سے فوری خدمت لینا پڑ گئی مگر انکی تعداد بھی ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ نہین ہے۔ اتحادیون مین صرف امریکہ ہی مین اسوقت بیس لاکھ سے زائد جوان فوجی تربیت حاصل کر رہے ہین۔ حالانکہ ابھی صرف اکتیس برس تک کے جوان بھرتی کئے گئے ہین۔ امریکہ اسوقت دس ہزار آدمی روزانہ یورپ بھیج رہا ہے۔ ایسی حالت مین جرمنی دیر تک اتحادیون کی تاب مقاومت نہین لا سکتا اور یہ حقیقت حال اب اہل جرمن پر روز بروز روشن ہوتی جاتی ہے۔ جرمنی مدبرین کا لہجہ بالکل بدل گیا ہے۔ اب فتح کا کوئی ذکر نہین آتا ہے اسکی جگہ وہ صلح کا راگ الاپ رہے ہین۔ عوام مین بھی سخت بےچینی پھیلی ہوئی ہے۔ سوشلسٹ فرقہ کا زور بڑھ رہا ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ باتین جلد ہی کسی آیندہ انقلاب عظیم کی تمہید ثابت ہون۔ پریس جاتے وقت کونٹ ہرٹلینگ اور دیگر جرمن وزرا کے استعفے کی بھی خبرین آئی ہین۔ کوئی شک نہین کہ یہ نہایت اہم خبرین ہین۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ جرمنی مین جنگی پارٹی کا زور زائل ہو رہا ہے اور رعایا اصلی حالت سے روز مرہ واقف ہوتی جاتی ہے۔ آسٹریا کی حالت اس سے بھی بدرجہا بدتر ہے ہر طرف قحط و تباہی چھائی ہوئی ہے جس سے لوگون کا ناک مین دم ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے حال مین تمام متخاصمین سے کسی غیر جانبدار ملک مین بیٹھکر صلح کے متعلق ابتدائی گفت و شنید کرنے کی درخواست کی تھی مگر اتحادی اسکی چال کو سمجھ گئے اور فضول مباحث مین وقت ضایع کرنا مناسب نہین سمجھا۔ پریسیڈنٹ صاحب امریکہ نے اتحادیون کی طرف سے اس سوال کو تحقیر کے ساتھ رد کر دیا۔ آسٹریا نے اپنی تجویز کے ساتھ جو یادداشت بھیجی تھی اسکا لب و لہجہ صاف طور پر بتا رہا تھا کہ دول وسطی کا ابھی تک مزاج ٹھیک نہین ہوا ہے اور وہ واقعات سے آنکھ بند کرکے دوسرون کی آنکھون مین خاک ڈالنا چاہتے ہین۔ اتحادی آج صلح کے لیے تیار ہین انھون نے کسی خود غرضی سے جنگ مین حصہ نہین لیا اور نہ جنگ جاری

رکھنے کا مضمون کوئی شوق ہو۔ البتہ وہ دائمی صلح کی بنیاد قایم کرنا چاہتے ہین وہ عدل و انصاف کے طلبگار ہین اور غرور بیجا اور زعم باطل کو پامال کرنا اپنا فرض سمجھتے ہین وہ اسقدر جان و مال کے ایثار کے بعد آیندہ کے لیے کوئی خدشہ باقی رکھنا نہین چاہتے ۔ جرمنی کی جنگی طاقت کو محض نیجان کرکے چھوڑنا فضول ہو۔ موقع ملنے پر وہ پھر دنیا کے امن و امان مین خلل انداز ہوگا۔ اسلیے اتحادی صرف سچی اور دیرپا صلح کرینگے اور یہ اسیوقت ممکن ہو جب جرمنی اور اس کے حلیف اس بات کو خوبی محسوس کرلین کہ محض زور آزمائی سے وہ دنیا مین دوسرون کے حقوق زایل نہین کرسکتے ہین اسکے لیے یا تو میدان جنگ مین اُنھین قطعی شکست ملجائے جسکے بعد انکا گھمنڈ خود ہی مٹ جائے یا وہ تہ دل سے اپنی غلطی کا ایسا اعتراف کرین جس سے صداقت کی بو آتی ہو یا برسرِ حکومت طبقہ کے خلاف رعایا مین کوئی انقلاب عظیم برپا ہوکر حکمران گروہ کے جبر و تشدد کا خاتمہ ہوجائے ۔ اسوقت جرمنی و آسٹریا و ترکی کے مقابلے مین فرانس، برطانیہ اور امریکہ کی فتح اور کامل فتح کا تو پورا یقین ہوگیا ہو۔ قطعی فتح مین اب زیادہ سے زیادہ چند ماہ کا عرصہ اور باقی رہ گیا ہو اور عجب نہین کہ اس سے قبل ہی ہوجائے ۔ درحقیقت اسوقت واقعات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ رونما ہورہے ہین۔ محاذ فلسطین مین انگریزی فوج کو جسمین زیادہ تر ہندوستانی فوج ہو ایک عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہو۔ تین ترکی فوجین بالکل فنا ہوگیئن۔ پچاس ہزار سے زاید قیدی ہمارے ہاتھ آئے اور سامان جنگ کا پوچھنا ہی کیا ہو اس فتح سے اب ایشیائے کوچک مین ترکون کے اقتدار کا خاتمہ ہی سمجھ لینا چاہیئے۔ لطف یہ کہ اس محاذ مین ترکی فوجین جرمنون کے زیر کمان تھین ۔ اس زبردست فتح کے ساتھ بلقان مین جو واقعات ہورہے ہین وہ بھی نہایت اہم ہین۔ عرصہ سے سلونیکا کی اتحادی فوج کی بابت کچھ نہ سننے مین آتا تھا مگر اس ماہ اس نے بھی خوب دادِ شجاعت دی جس سے غنیم کا حوصلہ بالکل پست ہوگیا اور بالاخر بلغاریہ نے اتحادیون کے سامنے ہتھیار ڈالدیے اور بلا کسی شرط کے جنگ کا خاتمہ کردیا۔ اب تمام بلغاریہ اتحادیون کے ہاتھ مین ہو۔ ریلون اور تمام سامان جنگ پر ہمارا پورا قبضہ ہوگیا ہو اسوقت اس واقعہ کے نتایج پر مفصل بحث کرنے کی گنجایش نہین ہو لیکن اس معرکہ کی اہمیت مین کوئی شبہہ نہین۔ گمان غالب ہو کہ آیندہ اس سے بڑے بڑے نتایج مرتب ہون گے ۔ کیا عجب ہو کہ یہی لڑائی کے خاتمہ کا باعث ہو۔

[redacted]

ہندوستان کے دوسرے قرضہ جنگ کی خاص تاریخ ۱۴ ستمبر کو بند ہو گئی اور ملک سے پچاس کروڑ ۳۵ لاکھ روپیہ وصول ہوا ہے - اس سال کی رقم گذشتہ سال سے بھی بہتر ہے سب سے زیادہ رقم بنگال سے آئی یعنی ۱۹ کروڑ چھیالیس لاکھ - اس کے بعد بمبئی سے جنے ساڑھے چودہ کروڑ دیے - تیسرا نمبر صوبہ متحدہ کا ہے جہاں تین کروڑ ۶۰ لاکھ وصول ہوا ہے پنجاب (۳ کروڑ ۶۶ لاکھ) اور مدراس (۲ کروڑ ۳۰ لاکھ) ہیں -

لیکن گو اصل قرضہ کی میعاد ختم ہو چکی تاہم ڈاکخانہ کے ذریعہ اب بھی لڑائی کے قرضہ میں روپیہ لگایا جا سکتا ہے - کیش سارٹیفکٹ قیمتی ۱۰؎ اور ٹکٹ جنگ قیمتی پچیس روپیہ دس ہزار روپیہ تک خریدے جا سکتے ہیں -

---

۲۶ جولائی کو صاحب وزیر ہند نے کیمبرج میں تقریر کرتے ہوئے میسو پوٹامیہ کے اسپتالوں کا مفصل تذکرہ کیا اور اسی سلسلہ میں ایک ہندوستانی ڈاکٹر کے انتظامات کی از حد تعریف فرمائی - ہمارے ناظرین کو یہ سنکر بیحد مسرت ہو گی کہ ممدوح ہمارے دیرینہ کرمفرما اور رسالہ زمانہ کے معاون لفٹنٹ کرنل بھولا ناتھ صاحب ہیں - میڈیکل سروس کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک عظیم الشان اسپتال کا اسپتال کلی طور پر ایک ہندوستانی افسر کے ذمہ چھوڑ دیا گیا - اور تمام ملک کے لیے یہ فخر و مباہات کا موقعہ ہے کہ ممدوح نے اپنے اہم ذمہ داری کو اس خوبی و کامیابی سے ادا کیا کہ نہ صرف حکام ہند اور فوجی افسروں ہی کو بلکہ خود صاحب وزیر ہند کو انگلستان میں انکی تعریف کرنا پڑی - میسو پوٹامیہ میں آپ کی قابلیت اور جفاکشی کا سکہ بیٹھ گیا ہے اسپتالوں کے انتظامات کی تحقیقاتی کمیٹی کی بھی پچھلے سال آپ ہی صدر مقرر ہوئے تھے - گورنمنٹ نے ان عظیم شاندار خدمات کے صلہ میں سی - آئی - ای کا معزز خطاب آپکو دیا ہے - ہمکو اس بات پر ناز ہے کہ کرنل بھولا ناتھ صاحب کی وجہ سے ملک اور قوم کا نام روشن ہوا